

# دیوانِ غالبِ کامل

نسخہ رضا

تاریخی ترتیب سے

مؤتبہ

کالی داس گپتا رضا

ساکار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ، بمبئی ۴۰۰۲۰

MS 96/109/10 ALA 0194

رفیقہ حیات  
سائتری گپتا  
کے نام

اسی کے ہمہ وقتی تعاون سے  
یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ سکا

Butt Stase  
PK  
2198  
64  
A127  
1995

کالی داس گپتا رخصا



۱۵ فروری ۱۹۸۸ء

بار اول

۱۹۹۰ء

بار دوم

۱۵ فروری ۱۹۹۵ء

یار سوم  
دیریم و اضافہ کے ساتھ

پانچ سو

تقدار

پانچ سو روپے

قیمت

پنچ انٹر پرائزز - واشی

طباعت

نیو بمبئی - ۴۰۰۳۰۳

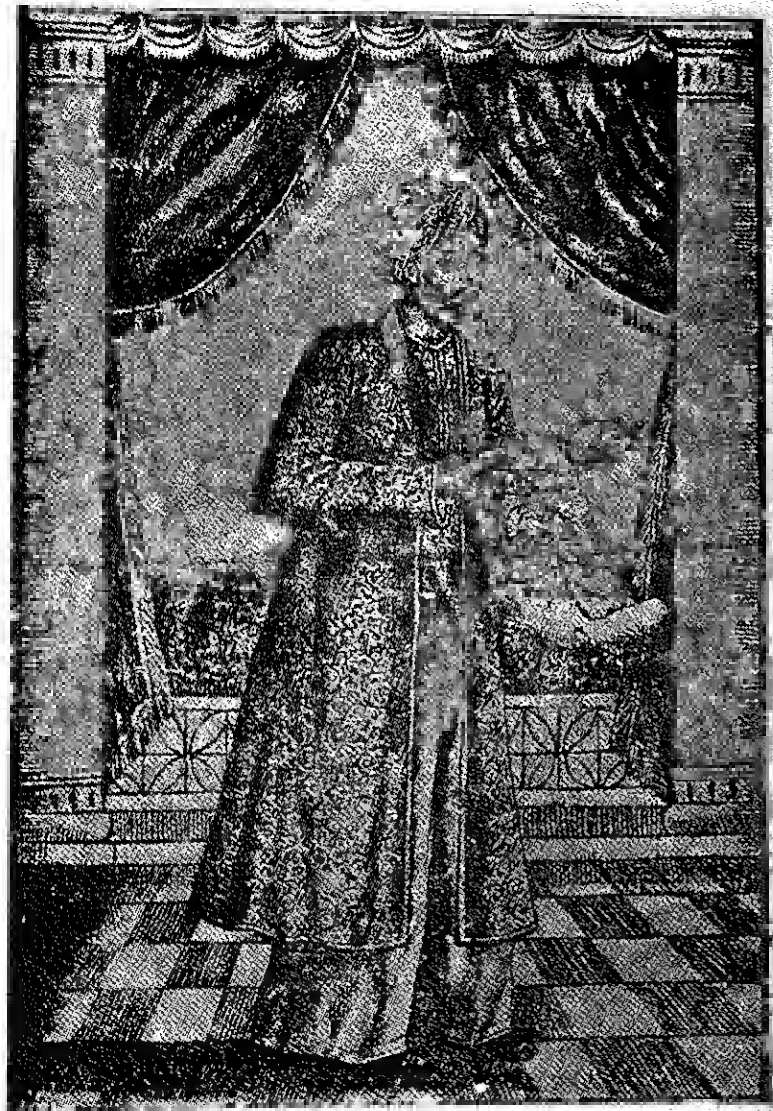
ساکار پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ - ۱۰ جولائی بھون - ۱

پبلشرز

۱۰ نیومین لائنز - بمبئی - ۴۰۰۰۲۰

پرویز خاں

کتابت



# فہرست مضامین

۳	انتساب
۵	فہرست مضامین
۹	مقدمے سے پہلے
۱۳	ماخذوں کی تاریخی ترتیب اور علامتیں
۱۵	مقدمہ
۱۷	کلام غالب کی تاریخی ترتیب کیوں
۲۷	تعارف
۳۳	غالب کا اولین اُردو منظوم کلام
۴۱	عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب



- ۵۱ حرفِ نامستبر
- ۶۵ غالب کے بعض غیر متداول اردو اشعار کا مادہ فکر
- ۷۱ غالب کے کچھ ہنگامی مصرعے اور شعر
- ۷۷ دیوانِ غالب - (طبع اول)
- غالب کی زندگی میں دیوانِ غالب کی اشاعت
- ۸۶ (دیباچہ، تقریق، خاتمۃ الطبع اور تعداد اشعار)

### توقیتِ غالب

### دیوانِ غالب کاہل (نسخہ ریضا)

- ۱۰۰
- ۱۲۹
- ۱۳۱ کلام کا پہلا دور ..... تا ۱۸۱۲ء
- ۱۳۹ دوسرا دور ۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۶ء
- ۲۹۳ تیسرا دور ۱۸۱۷ء تا ۱۸۲۱ء
- ۳۵۳ چوتھا دور ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء
- ۳۶۸ پانچواں دور ۱۸۲۷ء تا ۱۸۲۸ء
- ۳۷۶ چھٹا دور ستمبر ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۳ء
- ۳۸۵ ساتواں دور ۱۸۳۴ء تا ۱۸۴۷ء
- ۳۹۴ آٹھواں دور ۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۲ء
- ۴۳۱ نواں دور ۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۶ء
- ۴۶۹ دسواں دور ستمبر ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۲ء
- ۴۷۹ گیارہواں دور ۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۷ء

- ۴۹۷ فہرستیں
- ۴۹۸ فہرست اشعار - بلحاظ سال فکر
- ۵۱۵ فہرست اشعار - بلحاظ حروفِ تہجی (قافیہ و ردیف)
- ۵۲۹ اشاریے
- ۵۳۰ اشخاص
- ۵۴۸ شہر، ممالک
- ۵۵۱ کتب
- ۵۵۷ رسالے
- ۵۵۸ اخبار
- ۵۵۹ کتب خانے، المائیریاں، ادارے
- ۵۶۰ مضامین
- ۵۶۱ مطبع، پریس، پبلشر
- ۵۶۲ مقام، جگہ وغیرہ (متفرقات)

**تصویروں** (چاروں تصویروں اور بیچ ذیل مختصر اقتباسات مرتبہ غالب سے ماخوذ ہیں)

۱۔ "یہ تصویریں... کلیاتِ غالب طبعِ دوم میں چھپی تھیں... ۱۸۶۳ء میں... مرزا کی زندگی میں..."

۲۔ "موقوفہ کی یہ رنگین تادر تصویر مرزا غالب نے... بہادر شاہ ظفر کو پیش کی تھی..."

۳۔ "موقوفہ کی یہ رنگین سنہری تصویر... ۱۲۸۲ھ... کی بنی ہوئی ہے..."

۴۔ بقول نواب سر امیر الدین احمد خان فرخ مرزا یہ "آخر وقت کی تصویر ہے اور مرنے سے کچھ پہلے کی حالت ہے... میرے روبرو فوٹو لیا گیا تھا۔ مرزا صاحب کو والد صاحب (نواب علا الدین احمد خان علانی) نے مجبور کیا تھا۔"

## مقدمے سے پہلے

”دیوانِ غالب کا کل تاریخی ترتیب سے نسخہ عرضاً“ کا یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔ اگرچہ دوسرے ایڈیشن میں بھی ردوبدل کیا گیا تھا مگر وہ کچھ ایسا نمایاں نہ تھا۔ یہ ایڈیشن (تیسرا، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے) پہلے دونوں ایڈیشنوں سے کافی مختلف ہے۔ اس لیے اب یہ محض ”دیوانِ غالب کا کل (نسخہ عرضاً)“ کا تیسرا ایڈیشن ہی نہیں بلکہ ایک طرح سے جدید ایڈیشن ہے۔

(۱)

ذیل میں چند اضافوں کی نشاندہی کی جاتی ہے جو اس ایڈیشن میں روا رکھے گئے ہیں

۱۔ اشعار کی ترتیب میں فرق رہ گیا تھا۔ اسے مختلف ماخذوں کی مدد سے روایت کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب ہر شعر اپنا صحیح جگہ پر درج ہے۔

۲۔ بعض اشعار کو غالب کے فکر کردہ تسلیم کرنے میں تامل ہوتا تھا۔ انہیں متن سے خارج کر دیا گیا ہے مگر مقدمے میں الگ باب

کے تحت شامل رکھا گیا ہے تاکہ وہ کلام غالب کی ٹوہ میں رہنے والوں کی نگاہ سے اوچل نہ رہیں۔

۳۔ مزید غور کرنے پر بعض غزلوں اور اشعار کا سال فکر دوبارہ متعین کیا گیا ہے۔

۴۔ نسخہ بھوپال بخط غالب (۱۸۱۶ء) یا کسی بھی اساسی نسخے کے سال کتابت سے جن غزلوں اور اشعار کا سال فکر متعین کیا گیا تھا اُن میں بعد کے کہے ہوئے اشعار بھی شامل ہیں مگر یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ یہ اشعار پہلے پہل کب کہے گئے تھے یا کس ماخذ میں پہلی بار درج ہوئے تھے۔ اب نشاندہی کر دی گئی ہے۔

۵۔ نسخہ عرشی میں درج مفصل اختلاف نسخ کے پیش نظر میں نے اپنے نسخے دیوان غالب کامل نسخہ رِضا میں اختلاف نسخ ظاہر کرنے سے گریز کیا تھا مگر عرشی صاحب کے ماخذوں میں نسخہ بھوپال بخط غالب (رخ) دیر سے شامل ہوا تھا شاید اسی لیے یہ اختلاف نسخ میں نہیں لیا جاسکا تھا۔ یہ کمی بڑی طرح کھنگ رہی تھی چنانچہ اب میں نے کلام غالب کے آج تک کے دریافت شدہ اس قدیم ترین نسخے کا مکمل اختلاف نسخ اضافہ کر دیا ہے۔

۶۔ دیوان غالب کامل (نسخہ رِضا) کے پہلے ایڈیشنوں میں تمام غزلوں یاد دیگر اصناف پر سال فکر درج کرنے کا التزام تھا مگر اب سال فکر صرف ہر صفحے کے شروع میں لکھ دیا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اس صفحے کے تمام اشعار اسی سال فکر کے تحت آتے ہیں۔ اگر کسی صفحے پر کہیں سال فکر تبدیل ہو گیا ہے تو اُسے متعلقہ مقام پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

(ب)

جن مشاہیر اور قارئین نے "دیوان غالب کامل (نسخہ رِضا) کی تعریف و توصیف سے میرا دل بڑھایا ان کی تعداد بہت ہے۔ ان سب کا میں احسان مند ہوں۔ اگرچہ فردا فردا شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں تاہم جناب مالک رام مرحوم، جناب جمیل الدین عالی، ڈاکٹر گیان چند، جناب مشفق خواجہ، ڈاکٹر مسعود حسین خان، جناب لطیف الزماں خان، ڈاکٹر مختار الدین احمد، جناب شمس الرحمن فاروقی، جناب رشید حسین خان، ڈاکٹر حنیف نقوی، محبت شین کاف۔ نظم سام، محبتی افتخار امام صدیقی، اور محبتی محمد یوسف کھڑی کے نام بطور خاص میرے شکریے کے مستحق ہیں۔ ان میں سے بعض نے میری کوتاہیوں کی نشاندہی کر کے اور بعض نے کام کو ترغیب دینے کی غرض سے مجھے قیمتی مشور و نصیحتیں لوائیں۔ یہ تمام مشورے تو قبول نہیں کر سکا تاہم اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس تیسرے ایڈیشن، دیوان غالب کامل جدید (نسخہ رِضا) کے بنانے میں ان دانشوروں کی ہر خلوہ و دلیپسی شامل ہے۔ اس لیے اُن کا، رب علم و ستون کا تہہ دل سے شکریہ۔

(ج)

میں نے جب بھی غالب پر قلم اٹھایا، غالب، غالب کے پیشروؤں، ہم عصروں اور پیروکاروں کو اپنے گرد و پیش موجود پایا۔ میں نے اُن کے کلام تقابلی نظر سے دیکھے، پڑھے، کھنگالے اور پرکھے۔ نتیجے میں غالب کو اُن سب سے الگ پایا۔

پھر غالب کے محققوں، نقادوں، ہنکے چینوں اور مؤیدوں کی۔ جن میں میرے بزرگ اور ہم عصر دولوں شامل ہیں۔ موشگافیوں کا انہماک سے مطالعہ کیا۔ بعض کی تائید کی بعض کی تردید کرنی پڑی۔ میرے کتب خانے کے غالب کلکشن

میں غالب اور غالبیات سے متعلق دو ہزار سے زائد کتابیں اور رسالے ہیں، یہ سارا مواد غالب، غالب کے ہم عصروں، پیروکاروں، محققوں، نقادوں اور مؤیدوں ہی کی دین ہے۔ اس پورے انبار کو پیش نظر رکھتا۔ جی بھر کے چھان بھٹک کی اور خوشہ چینی بھی۔ قوالے ہر جگہ موجود ہیں۔

بہن آج سے اپنی عمر کے سترویں سال میں داخل ہو رہی ہیں۔ اس لیے احتیاطاً یہ توہنیں کہنا کہ میں غالب پر مزید کام ہی نہیں کروں گا مگر تنہا کوئی موقر اور منجیم کام شاید اب مجھ سے بن نہ پڑے۔ اس لیے رخصت۔

کالی داس گپتا رخصتا  
بہنٹی۔ ۲۵ اگست ۱۹۹۲ء

## ماخذوں کی تاریخی ترتیب اور علامتیں

نمبر شمار	نام ماخذ	علامت	تقریبی تاریخ ترتیب یا طباعت
۱۔	نسخہ بھوپال (قدیم) بخط غالب	خ	۱۲۳۱ھ = ۱۸۱۶ء
۲۔	نسخہ بھوپال	ق	۱۲۳۷ھ = ۱۸۲۱ء
۳۔	نسخہ شیرانی	قا	۱۲۴۲ھ = ۱۸۲۶ء

۱۔ یہ نہرت بنیتر نسخہء عرفی اشاعت دوم (مقدمہ ص ۱۵۵) سے اخذ کی گئی ہے اور عرفی صاحب ہی کی علامتوں کو برقرار رکھا گیا ہے تاکہ حوالوں میں یکسانیت رہے۔

ب۔ اصل مخطوط اب دستیاب نہیں۔ تاہم یہ تین عکسی اشاعتیں (۱) از عرفی زادہ (۲) از کمال احمد صدیقی اور (۳) مشمولہ نقوش لاہور میرے پیش نظر رہی ہیں۔

ج۔ اصل مخطوط گم ہو چکا ہے اس لیے نسخہ بھوپال مشمولہ نسخہ حمید کے تین مطبوعہ نسخوں مرتبہ مفتی محمد انوار الحق اور چوتھے نہایت اہم مطبوعہ نسخے مرتبہ حمید احمد خاں سے استفادہ کیا گیا ہے۔



سید میرزا اسد اللہ خان

نمبر شمار نام ماخذ علامت تقریبی تاریخ ترتیب یا طباعت

۳۔	گل رعنا	گل	۱۲۳۴ھ = ۱۸۲۸ء
۵۔	نسخہ رام پور (اول یا قدیم)	قب	۱۲۴۸ھ = ۱۸۳۳ء
۶۔	انتخاب غالب	غب	۱۲۵۲ھ = ۱۸۳۶ء
۷۔	نسخہ بدایوں	قبا	۱۲۵۴ھ = ۱۸۳۸ء
۸۔	پہلا مطبوعہ ایڈیشن	م	۱۲۵۷ھ = ۱۸۴۱ء
۹۔	نسخہ دینہ	قج	۱۲۶۱ھ = ۱۸۴۵ء
۱۰۔	نسخہ کریم الدین (نسخہ کراچی)	قبہ	۱۲۶۱ھ = ۱۸۴۵ء
۱۱۔	دوسرا مطبوعہ ایڈیشن	ما	۱۲۶۳ھ = ۱۸۴۷ء
۱۲۔	نسخہ لاہور	تج	۱۲۶۸ھ = ۱۸۵۲ء
۱۳۔	نسخہ رام پور (ثانی یا جدید)	قد	۱۲۷۱ھ = ۱۸۵۵ء
۱۴۔	تیسرا مطبوعہ ایڈیشن	مب	۱۲۷۸ھ = ۱۸۶۱ء
۱۵۔	چوتھا مطبوعہ ایڈیشن	مج	۱۲۷۸ھ = ۱۸۶۲ء
۱۶۔	پانچواں مطبوعہ ایڈیشن	مد	۱۲۸۰ھ = ۱۸۶۳ء
۱۷۔	انتخاب غالب	خ	۱۲۸۳ھ = ۱۸۶۶ء

د۔ اس خطوط کو جناب امتیاز علی خاں غفری مرحوم نے ۱۹۴۲ء میں اپنے روایتی رکھ رکھاؤ کے ساتھ طبع کرا دیا تھا، وہی مطبوعہ نسخہ میرے پیش نظر ہے۔ یہ انتخاب چوتھے مطبوعہ ایڈیشن (۱۲۷۸ھ = ۱۸۶۲ء) مطبع نظامی کاہنور، پریٹنی ہے۔

# مقدمہ

اس کے لئے

تاریخ

۱۹۰۰ء

## کلام غالب کی تاریخی ترتیب کیوں

نصف صدی سے بھی کچھ پہلے کی بات ہے، میں کوئی دس گیارہ سال کا رہا ہوں گا۔  
 باری باری پنجابی ہونے کے باوجود گھر کے کونے کونے میں اردو زبان چھاؤنی چھائے ہوئے  
 تھے۔ پورے سجاد کام ہی حال تھا۔ میرے والد محترم اردو کے ادیب توتہ تھے، مگر  
 انگریزی کے گزرتھوڑے ہوتے ہوئے بھی اردو فارسی کے اس حد تک رسپا تھے کہ  
 انھیں ان زبانوں کا عالم کہنا کچھ زیادہ غلط نہ ہوگا۔ مدرسے کے بعد گلستان بوستان  
 اور انوار سبیلی کے اسباق میں اُنھیں سے لیا کرتا تھا۔

ہمارے یہاں ادبی کتابوں میں آبِ حیات (آزاد) اور یادگار غالب (حالی)  
 سامنے ہی دھری رہتی تھیں۔ میں نے انھیں نہایت رغبت سے پڑھا، آبِ حیات  
 پوری اور یادگار غالب کا سوانحی حصہ۔ قہقہہ کہانیاں سمجھ کر ان سے بہت حظ اٹھایا۔  
 اُنھیں ایام میں ایک بیوی سی کتب 'یوسف ہندی قیدِ فرنگ میں، نئی نئی آئی تھی۔  
 پوری چھپے پڑھی۔ مواد ثقیل تھا اور فارسی اشعار بہت تھے۔ کچھ پلے نہ پڑا۔ مگر  
 میں ہر سال ہمارا خاندانی بھاٹ راجستھان سے آیا کرتا تھا۔ پرانے تاریخی اور فی البدیہہ

کبت بہت اچھے کہا کرتا تھا۔ محرم میں تعزیر اٹھتا تھا۔ نوحہ خوانی ہوتی تھی۔ بعض نوحے دل کو چھو لیتے تھے۔ سب پر مستزاد یہ ادبی کتابیں خاص کر آبِ حیات۔ مجھے شعر کہنے کی چاٹ لگ گئی جس سے آج اٹھاون سال گزر جانے پر بھی سیری نہیں ہوئی۔ ناسخ کیا اچھا کہہ گیا ہے۔

یہ لگی چاٹ مرے زخموں کو سیری نہ ہوئی  
ہو گئے کتنے ہی قاتل کے نمک داں خالی

جنوری ۱۹۷۰ء میں کینیا مشرقی افریقہ سے ہندوستان کو ٹا اور بمبئی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ شاعری سے والہانہ وابستگی تو تھی ہی، تھوڑا سا رخ تحقیق ادب کی طرف بھی پھر گیا اور یہی آخر کو ٹھہرا۔

اس مشغلے کے لیے ذاتی کتب خانے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ ایک ن کتابوں کی نئی خرید کے ڈھیر میں ایک کتاب ”یوسف ہندی قید فرنگ میں“ نکلی آئی محسن بن شبیر کی لکھی ہوئی اور ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ میں حیدرآباد کی چھپی ہوئی۔ یہ وہی ایڈیشن تھا جس کا اٹھاون سال پہلے میں نے مطالعہ کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اب کے اسے ایک ہی نشست میں پڑھ ڈالا اور غور کرنے پر معلوم ہوا کہ شاعر کے کسی شعر کو سامنے رکھ کر قصہ گھڑ لینے کی جو کوشش ہمارے پرانے تذکرہ نویسوں اور سوانح نگاروں نے اختیار کر رکھی تھی وہ آج بھی جاری ہے جیسے کہ محسن بن شبیر لکھتے ہیں۔ (ص ۱۵)  
”رفع افکار کے لیے ان غالب آ کو بھی تفریح طبع کا کچھ سامان کرنا ضرور تھا۔ دوسری دے آ کا استعمال بھی وہ غم غلط کرنے کے لیے کیا کرتے

تھے جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں۔

مے سے غرض نشاط ہے کس رو سیاہ کو

اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے

یہ شعر نسخہ شیرآنی (۱۸۲۶ء) کے متن میں موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ اسی سال یا اس سے کچھ

پہلے کہا گیا ہوگا۔ اس وقت مرزا پورے شباب پر تھے، کیا بلحاظ عمر اور کیا بہ اعتبار شاعری، لہذا اس شعر سے غم غلط کرنے کا مطلب ہرگز نہیں نکلتا۔ نسخہ شیرآنی میں اس غزل کے دس شعر ہیں، ہر شعر سے رنگ تغزل اٹا پڑتا ہے۔ دُور دور تک آلام و افکار کا پتا نہیں۔ یوں بھی یہ مرزا بیدل کے اس شعر کا ترجمہ سا معلوم ہوتا ہے۔

مطلبم از مے پرستی نردمانی ہا نہ بود  
یک دو ساغر آب دائم گریہ مستانہ را

پھر (ص ۲۰) لکھتے ہیں:

”ایک مرتبہ قرض خواہوں نے ناش کی جواب دہی میں طلب ہوئے۔ مفتی صدر الدین آزدہ کی عدالت تھی۔ جس وقت پیشی میں گئے، یہ شعر پڑھا۔

قرض کی پیتے تھے مے، لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں

رنگ لائے گی ہماری فائدہ مستی ایک دن“

آزدہ ۱۵ جون ۱۸۲۳ء کو صدر الصدور مقرر ہوئے تھے۔ اس سے پہلے (شاید ۱۸۲۷ء سے) صدر امین تھے۔ صدر امین کو اب امین کہتے ہیں اس کی اپنی عدالت نہیں ہوتی لیکن شعر نسخہ بھوپال (حمیدیہ - ۱۸۲۱ء) کے متن میں موجود ہے۔ اس وقت غالب ۲۳-۲۴ سال سے زیادہ کے نہ تھے۔ واقعہ کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے شعر بھری عدالت میں فی البدیہہ پڑھا گیا ہو۔ اس بات کا قوی امکان ہے کہ شعر کو

معلوم ہوتا ہے بیدل نے بھی یہ مضمون خاتم کی رباعی ہی سے اڑایا ہے۔

کے خور دن من نہ از برائے طرب است

خواہم کہ بے خودی برآرم نفسے

مفتی صدر الدین آزدہ از پرواز اصلاقی ص ۲۱



”جامِ جہاں نما کی، جون ۱۸۳۷ء کی اشاعت میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ میکفرسن صاحب نے جو ایک انگریز شراب فروش تھا، مرزا غالب کے خلاف دعوے دائر کر کے ڈھائی سو روپے کی ڈگری حاصل کر لی۔ جب وہ کسی سے بٹنے چاہے تھے تو عدالت کے چپراسی نے انھیں گرفتار کر لیا اور تھانے میں لے گیا۔ اتفاق سے اس وقت نواب امین الدین خان کو اس کی اطلاع ہو گئی تو انھوں نے فوراً چارسو روپے مع اصل ادا کر کے غالب کو حوالات سے نکلوایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔“

ص ۵۴ پر حالی کے حوالے سے لکھتے ہیں :

”کپڑا اور تمام ضروریات ان کو گھر سے پہنچتی تھیں“  
یہاں حالی نے سچ کو چھپایا ہے۔ غالب خود اس بات کی نفی کرتے ہیں سے  
شادم از بند کہ از بندِ معاش آزادم  
از کفِ شخم رسد جامہ و نانم و در بند  
یعنی میں اس قید سے خوش ہوں کیونکہ اس نے مجھے قیدِ معاش سے بری کر رکھا ہے۔  
اب مجھے روٹی کپڑا اور وغیرہ جیل پہنچاتا ہے۔ آزاد کے حوالے سے سمجھتے ہیں۔ (ص ۵۴)  
”جس دن [غالب] وہاں [قید خانے] سے نکلنے لگے اور لباس تبدیل کرنے  
کا موقع آیا تو کڑواہیں پھاڑ کر پھینکا اور یہ شعر پڑھا:

ہاے اس چار گره کپڑے کی قسمت غالب  
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا  
اس اقتباس کا پہلا حصہ بھی درست نہیں ہو سکتا کیوں کہ جیل خانے کے کپڑے واپس  
کرنے پڑتے ہیں، پھاڑ کر پھینکے ہیں جاسکتے اور شعر والا حصہ تو نرا افسانہ ہے کیونکہ

حبشیہ غالب میں ڈاکٹر سید رغیب حسین رقم طراز ہیں :

» دنیا کا شاید ہی کوئی غم ہو جو غالب کے حصے میں نہ آیا ہو۔ بچپن ہی میں سایہ بیری کا اٹھ جانا، بھائی کی دیوانگی، اولاد سے محرومی، اقتصادی پریشانیوں کا نرغہ، عارت کی ناوقت موت، شریکِ حیات کی مفارقت، دلی کا اٹھنا، بھائی کا مرنا، مختصر یہ کہ غموں کا ایک ہجوم تھا جس میں غالب تمام عمر گھرے رہے۔۔۔۔۔ انھوں نے خالقِ کائنات سے غموں کا شکوہ کرنے کے بجائے صرف یہ مطالبہ کیا کہ

میری قسمت میں غم، گر، اتنا تھا

دل بھی یارب کئی ویسے ہوتے

عرض ہے کہ عادت کا انتقال اپریل ۱۸۵۲ء میں ہوا اور اُن کی بیوی کا اُن سے تین چار ماہ پہلے، غالب کی بیگم غالب کی وفات کے ایک سال بعد فوت ہوئیں، دلی ۱۸۵۷ء میں اُترٹی، بھائی (مرزا یوسف) ۱۸ اکتوبر ۱۸۵۷ء کو مرے، جبکہ مندرجہ بالا شعر ۱۸۴۸ء کے کچھ ہی عرصے بعد کا فکر کردہ ہے۔ تاہم اس کا اطلاق ان واقعات پر کوئی ہو سکتا ہے ؟ یوں بھی اگر اس غزل کے باقی تین شعر (کل چار شعر ہیں) دیکھیے تو ان میں داستانِ غم کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ یہ میر کے اس شعر کی ترقی یافتہ شکل ہے اور ایسے شعر ہر غزل گو کے سماں ناطے جاتے ہیں :

کاشکے دل دو تو ہوتے عشق میں : ایک رکھتے ایک کو تے عشق میں



قادری بہادر شاہ ظفر کے دربار میں مولوی عبدالقادر تقریباً ۱۲۵ھ (۱۸۴۰ء) میں وکیل مقرر ہوئے۔ شیفتہ اور غالب کے تعلقات تو تھے ہی۔ معلوم ہوتا ہے شاہ ظفر کی ملازمت کے بعد بھی مولوی صاحب چندے دلی ہی میں رہے کیونکہ (۳) غالب کا دیوان اردو (سیلا ایڈیشن) ۱۸۴۱ء میں چھپا اور ظاہر ہے یہ بات اٹھی۔ دلوں کی ہوگی درنہ وہ دیوان دیکھنے کی بات کیوں کرتے۔

یہ روایت تذکرہ کا ملان رام پور میں بھی درج ہے۔ اُس میں لکھا ہے کہ مرزا غالب ”گھر اگر دیوان کو دیکھتے ہیں، پریشان ہو کر ایک ایک سے دریافت کرتے ہیں کہ بھائی یہ شعر پہلے تو روغن گل..... کہاں ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے کہا کہ مولوی صاحب نے آپ کے کلام سے ظرافت کی ہے۔“

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حالی ”یادگار غالب“ میں لکھتے ہیں:

”مرزا نے اس قسم کی نکتہ جینیوں پر اردو فارسی دیوان میں جا بجا اشارہ کیا ہے۔ اردو میں ایک جگہ کہتے ہیں۔

نستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا

گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی، نہ سہی

ایک اور اردو غزل کا مطلع ہے۔

گر خباشی سے فائدہ اخفاے حال ہے

خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے“

مگر یہ دلوں شعر و نسخہ بھوپال (جمیدار) مکتوبہ ۱۸۲۱ء کے متن میں موجود ہیں ظاہر ہے کہ سین و سال کے لحاظ سے ان کا اطلاق ۲۰ سال بعد کے واقعہ پر نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ غالب نے ایسے اشعار اور بھی کہے ہیں۔ جیسے

سُن سُن کے اسے سخنورانِ کامل

گویم مشکل و گر نہ گویم مشکل

نسخہ بھوپال (جمیدار) ۱۸۲۱ء

مشکل ہے زبں کلام میرا اے دل

آسان کہنے کی کرتے ہیں فرمایش

آہنگی دام خنیدن جس قدر چاہے بچھے

مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

۱۸۲۱ء نسخہ جمیدار (حاشیہ) ۱۸۲۴ء نسخہ بھوپال (متن)

ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد

کھلا کہ فائدہ عرض ہنرمیں خاک نہیں

نسخہ بھوپال ۱۸۲۴ء

مگر یہ سب کے سب اسی عہد کے ہیں کوئی ۱۸۲۴ء کے بعد کا نہیں۔ اس لیے انہیں ۱۸۲۱ء کے کسی واقعے سے مربوط کر لینا قطعی نادرست ہے۔ ۱۸۲۴ء کا وہ زمانہ ہے جب غالب طرزِ بیدل سے آزاد ہوتے ہیں اور یہی وہ زمانہ ہے جب انھوں نے فارسی میں باقاعدگی سے کہنا شروع کیا مگر چونکہ اس وقت تک وہ بیدل (اور اسیر و شوکت) کی طلسماتی گرفت سے نکل چکے تھے، اس لیے فارسی کلام پر ان کی چہستانی طرز کا اثر نمایاں نہیں ہے۔ اس عہد کے بعد کا اردو کلام بھی بیشتر اس طرزِ سخن سے پاک ہے۔ جناب خورشید الاسلام مکتوب غالب بنام علّامی سے اقتباس پیش کرتے ہیں یہ ”پچاس برس کی بات ہے کہ الہی بخش مرحوم نے ایک زمین نکالی، میں نے حسب الحکم غزل لکھی۔ بیت الغزل ہے

پلا دے اوک سے ساتی جو مجھ سے نفرت ہے

پیالہ گر نہیں دیتا، نہ دے شراب تو دے“

پھر لکھتے ہیں ”یہ خط ۱۸۲۲ء کا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ غزل ۱۸۱۲ء میں لکھی گئی تھی۔ اور اس وقت غالب کی عمر محض ۱۵ سال یا اس سے بھی کم تھی۔ اس قسم کی نشو و نما کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ آدمی پردہ کے رنگ سے خوش یا مطمئن ہو جانے کے بجائے یہ جستجو کرنے لگتا ہے کہ اس کے پیچھے کیا ہے۔۔۔۔۔“ حقیقت یہ ہے کہ یہ غزل پہلے پہل ۱۸۲۱ء کے مخطوطے کے حاشیے میں ملتی ہے تب غالب کی عمر ۱۵ سال کی نہیں بلکہ ۲۴ سال سے زیادہ کی تھی۔

بہ غالب۔ تقلید اور اجتہاد۔ اشاعت سوم ۱۹۷۹ء ص ۲۹



پانچواں ایڈیشن مطبع مفید خلائق، اگرہ بعد از جون ۱۸۷۲ء وکل شعر ۱۷۹۵  
جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا، پورے ایڈیشن یعنی مطبع نظامی کے نسخے میں کلام سب ایڈیشنوں  
سے زیادہ ہے یعنی اس میں ۱۸۰۲ شعر ہیں۔ اس کے برعکس جو نسخہ اس وقت آپ کے مطالعے  
میں ہے اس کے متن میں ایک مصرعے کی کمی کے ساتھ ۱۸۰۱ شعر پیش کیے گئے ہیں۔  
ان میں وہ چند شعر شامل ہیں جو غالب کے نہیں مگر جن کو غالب نے تصنیف کر کے اپنا  
بنالیا ہے مگر وہ ۷ اشعار اور ۴ مصرعے شامل نہیں جو محض غالب کی شوخی طبع اور  
حاضر و غائبی کے آئینہ دار ہیں اور کسی ادبی حیثیت سے عاری ہیں۔ تاہم ایسے اشعار کو  
”غالب کے کچھ ہنگامی مصرعے اور شعر“ کے عنوان سے مقدمے میں شامل کر لیا گیا ہے تاکہ  
یہ مواد بھی قاری کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہے۔ ”دیوان غالب کامل“..... پہلے دو ایڈیشنوں  
کے متن سے میں نے ۳ اشعار خارج کر کے الگ سے ایک باب ”حرف نامعتبر“ قائم کر دیا  
ہے جو مقدمے میں شامل ہے۔ ان اشعار کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ  
غالب ہی کے فکر کردہ ہیں۔ اس طرح اب اس ایڈیشن میں صحیح تعداد اشعار یوں ہوگی:

متن	۱۷۹۵ شعر = ۸۳۵۷ مصرعے
ہنگامی مصرعے	— شعر = ۶ مصرعے
ہنگامی شعر	۱۷ شعر = ۳۲ مصرعے
”حرف نامعتبر“	۳۰ شعر = ۶۰ مصرعے
میزان	۲۲۲۶ شعر = ۸۴۵۷ مصرعے

ضخامت اور تعداد اشعار کے پیش نظر اسے غالب کے اردو کلام کا کلیات کہنا  
چاہیے مگر میں نے غالب کے مجموعہ کلام اردو کی روایت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس کا  
نام ”دیوان غالب“ ہی رہنے دیا ہے۔ صرف ایک لفظ ”کامل“ کا اضافہ کر دیا ہے یعنی  
”دیوان غالب (کامل)“۔ ظاہر ہے کہ اس میں غالب کے متداول ۱۸۰۲ اشعار بھی

آگئے ہیں۔

میں نے مندرجہ ذیل درجہ اول کے ۱۹ ماخذوں کی مدد سے غالب کے کلام اردو  
کے گیارہ ادوار قائم کیے ہیں جو مع تعداد اشعار یہ ہیں۔ اسی جدول میں یہ بھی دکھا دیا  
گیا ہے کہ ہر دور کے جملہ اشعار میں سے کتنے شعر متداول دیوان کے لیے انتخاب کیے گئے۔  
درجہ دوم کے ماخذ نظر انداز کر دیے ہیں۔

ادوار	کُل اشعار	دیوان کے لیے منتخب اشعار
..... تا ۱۸۱۲ء	۴۴	۳
۱۸۱۳ء تا ۱۸۱۶ء	۱۷۴۰	۳۰۸
۱۸۱۷ء تا ۱۸۲۱ء	۸۰۱	۴۴۱
۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء	۱۷۹	۱۵۲
۱۸۲۷ء تا ۱۸۲۸ء	۱۰۰	۹۵
ستمبر ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۳ء	۸۴	۷۳
۱۸۳۴ء تا ۱۸۴۷ء	۸۹	۸۵
۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۲ء	۴۵۲	۳۹۳
۱۸۵۳ء تا ۱۸۵۶ء	۴۲۹	۲۴۵
مئی ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۲ء	۸۶	۶
۱۸۶۳ء تا ۱۸۶۷ء	۱۷۵	-

۱۸۰۲

۱۷۹۵

میزان

ماخذوں کی تفصیل یہ ہے :

(۱) تذکرۂ عیار الشعراء (۲) تذکرۂ عمدۂ منتخبہ مطبوعہ (۳) نسخہ بھوپال بخط غالب۔

تین عکسی اشاعتیں، غرضی زادہ، کمال احمد صدیقی، نقوش لاہور (۴) نسخہ رجب پال  
مشمولہ نسخہ حمید بہ تین مطبوعہ نسخے مرتبہ مفتی محمد الازہری، جو تھما مطبوعہ نسخہ مرتبہ  
حمید احمد خاں (۵) نسخہ کشمیری عکسی اشاعت (۶) گل رعنا، قلمی اور مطبوعہ  
(۷) نسخہ رام پور اول یافتہ (۸) انتخاب غالب (۹) نسخہ بدایوں (۱۰) -  
دیوان غالب پہلا مطبوعہ ایڈیشن (۱۱) نسخہ دیسنہ (۱۲) نسخہ کریم الدین یا نسخہ  
کراچی (۱۳) دیوان غالب دوسرا مطبوعہ ایڈیشن (۱۴) نسخہ لاہور (۱۵) نسخہ رام پور  
ثانی یا جدید (۱۶) قادیانہ غالب، مطبع نظامی کا پورہ ۱۲۹۵ھ، فیض محمدی لکھنؤ  
۱۸۹۲ء، مصری لال پرس ہاتھرس ۱۸۹۴ء (۱۷) دیوان غالب تیسرا مطبوعہ ایڈیشن  
(۱۸) دیوان غالب جو تھما مطبوعہ ایڈیشن (۱۹) دیوان غالب پانچواں مطبوعہ  
ایڈیشن۔

ان میں سے مندرجہ ذیل ۸ ماخذ میں نے نہیں دیکھے۔ اس لیے ان کے لیے کئی طور پر  
دیوان غالب مرتبہ غرضی (اشاعت دوم) سے استفادہ کیا گیا ہے۔ باقی تمام ماخذ  
میرے کتب خانے کے غالب کلکشن میں موجود ہیں :

- (۱) تذکرۂ عیار الشعرا (۲) نسخہ رام پور اول یافتہ (۳) انتخاب غالب
- (۴) نسخہ بدایوں (۵) نسخہ دیسنہ (۶) نسخہ کریم الدین (۷) نسخہ لاہور
- (۸) نسخہ رام پور ثانی یا جدید۔

کلام کے زمانہ فکر کے تعین کے لیے یہ قاعدہ اختیار کیا گیا ہے کہ اگر کسی ماخذ  
کی غزل کا ایک شعر بھی کسی قدیم تر ماخذ میں پایا گیا ہے تو اس پوری غزل کو قدیم تر ماخذ  
میں شامل سمجھا گیا ہے کیونکہ پوری غزل نہ کبھی ٹکٹی ہو تو بھی اس کی اساس اسی  
عہد میں رکھی گئی تھی۔ اسی طرح اگر بعد کے عہد میں کوئی شعر اسی زمین (قافیہ ردیف  
اور وزن) میں پایا گیا ہے جس میں پوری غزل قدیم تر ماخذ میں موجود ہے تو اس  
کو بھی قدیم تر عہد میں سمجھی ہوئی غزل کی توسیع مان کر قدیم تر ماخذ میں شامل کیا گیا

ہے، مگر ایسے اشعار کی تعداد زیادہ نہیں۔

اگرچہ اوقات، اعراب، املا اور روایت اشعار کے لیے نسخہ غرضی پیش نظر رکھنا  
ناگزیر تھا تاہم بہت سے مقامات پر اس سے گریز بھی کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس  
اختلاف کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

ق (۱۸۲۱ء) اور اس کے بعد کے کلام سے متعلق اختلاف نسخہ کہیں واضح نہیں کیا  
گیا کیونکہ یہ کام نسخہ غرضی میں احسن طریقے سے انجام دیا گیا ہے۔ البتہ دیوان غالب  
زیر مطالعہ کے ۲۱۷۹ اشعار میں سے پہلے ۱۷۸۴ اشعار کا اختلاف نسخہ از سر نو تیار  
کرنے کے درج کر دیا گیا ہے۔ اس کے دو سبب ہیں اول یہ کہ یہ اشعار بیشتر نسخہ  
دیوان غالب بخط غالب (درج) مکتوبہ ۱۸۱۴ء سے متعلق ہیں جس کا اختلاف نسخہ کسی  
وجہ سے دیوان غالب نسخہ غرضی میں باقاعدہ شامل نہ ہو سکا تھا، دوم اس سے یہ نسخہ  
ہو جاتا ہے کہ رخ کا کلام نسخہ حمید یہ (ق) مکتوبہ ۱۸۲۱ء سے یقیناً پہلے کا ہے اور جیسا  
کہ بعض ناقدوں نے قیاس کیا تھا، جعلی نہیں ہے۔

بہت سے اشعار کے درمیان یا آگے، اور نظموں، قصیدوں، قطعوں وغیرہ کے  
عنوانات کے نیچے 'م' کا نشان بنا دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی پہچان ہے کہ یہ کلام  
متداول، دیوان غالب میں شامل ہے۔ اس نسخے میں خواہی کثرت سے ہیں اور بیشتر  
حوالوں کے ساتھ ہیں۔ ان حاشیوں میں اگر کوئی عبارت واوین میں بغیر حوالے کے ہے  
تو اسے دیوان غالب نسخہ غرضی سے ماخوذ سمجھا جائے۔

نسخہ زیر نظر میں غالب کا آج تک کا دریافت شدہ پورا اردو شعری کلام تاریخی  
ترتیب سے درج ہے یعنی سب سے پہلے وہ اشعار دیے گئے ہیں جو سب سے پہلے تخلیق  
ہوئے، اس کے بعد اس کی تخلیقات مابعد۔ چونکہ یہ ممکن نہ تھا کہ ہر نظم یا غزل کی تاریخ  
فکر معلوم ہو سکے۔ اس لیے تاریخی ترتیب کو (جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے) عہد  
کے لحاظ سے بانٹ دیا گیا ہے۔ اس بات کو دھیان میں رکھتے ہوئے مقدمے کے آخر

میں ایک باب ”توقیت غالب“ کے عنوان سے بڑھا دیا گیا ہے، تاکہ اشعار کے زمانہ فک کے ساتھ اگر کوئی صاحب شاعر کی اس عہد کی نجی سرگرمیوں کا بھی موازنہ کرنا چاہیں تو انہیں کوئی دقت نہ ہو۔

غالب کے دیوان اردو کا پہلا ایڈیشن اکتوبر ۱۸۳۱ء میں چھپا لیکن اسے کم از کم ساڑھے آٹھ سال پہلے مرتب کیا جا چکا تھا۔ یہ دیا ہے سے ظاہر ہے جو غالب نے ۱۶ اپریل ۱۸۳۳ء کو تمام کیا تھا۔ اس کی تقریظ جو دیوان کے آخر میں شامل ہے نواب ضیا الدین احمد خاں نیر و خشاں نے ۱۸۳۸ء/۱۸۳۹ء میں لکھی تھی۔ لہذا دیباچہ غالب اور تقریظ نواب ضیا الدین احمد خاں کے درمیان پانچ سالہ وقفے میں پہلے ایڈیشن کے لیے ترتیب دیے ہوئے دیوان میں اضافے ہوتے رہے جنہیں بآسانی دیوان زیر مطالعہ میں اپنے مقام پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ دیوان غالب کے دوسرے ایڈیشنوں میں بھی غالب کا لکھا ہوا دیباچہ اور نواب ضیا الدین احمد خاں کی تقریظ دونوں شامل ہیں۔ صرف چوتھے ایڈیشن مطبع نظامی میں تقریظ شامل نہیں۔ اعداد و شمار کے علاوہ تقریظ میں معمولی ترمیم ہوئی ہے مگر دیباچہ غالب میں کوئی ترمیم نہیں ہوئی۔ قاری کی دلچسپی کے لیے دیباچہ اور تقریظ پر الگ سے ایک باب قائم کر دیا گیا ہے کیونکہ صرف دیباچہ اور تقریظ درج کر دینے سے بات پوری نہیں ہوتی تھی۔

اگرچہ اب غالب کا مرتب کردہ کلام اردو دیوان غالب (اس نسخے میں منہم ہو کر) کتب و نسخوں میں اپنی علاحدہ حیثیت نہیں رکھتا تا وقتیکہ ہم کے نشان والے کلام کو از سر نو یکجا نہ کیا جائے، پھر بھی امید ہے کہ غالب کی زندگی میں شائع شدہ دیوان غالب کے ایڈیشنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں غالب کی زندگی میں دیوان غالب کی اشاعت (دیباچہ، تقریظ، خاتمہ الطبع اور تقدیر اشعار) والا باب معاون ثابت ہوگا۔

## غالب کا اولین اردو منظوم کلام

۱۸۹۷ء حالی بکھتے ہیں :

”منشی بہاری لال مشتاق کا بیان ہے کہ لالہ کنہیا لال ایک صاحب اگرے کے رہنے والے جو مرزا صاحب کے ہم عصر تھے، ایک بار دلی میں آئے اور جب مرزا سے ملے تو اثنائے کلام میں ان کو یاد دلایا کہ جو مثنوی آپ نے بتنگ بازی کے زمانے میں لکھی تھی، وہ بھی آپ کو یاد ہے؟ انھوں نے انکار کیا۔ لالہ صاحب نے کہا وہ اردو مثنوی میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ انھوں نے وہ مثنوی مرزا کو لا کر دی اور وہ اس کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے آخر میں یہ فارسی شعر کسی استاد کا بتنگ کی زبان سے لائق کر دیا تھا ہے

رشتہ در گردنم افگندہ دوست : مے کشد ہر جا کہ خاطر خواہ اورست

را کیا کار غالب ص ۱۰۷۔ فٹ نوٹ (حالی ۱۸۳۷ء تا یکم جنوری ۱۹۱۵ء)

۲۱ تملیز غالب۔ (۱۸۳۵ء تا ستمبر ۱۹۰۸ء)

۲۲ شیونرائن آرام (۱۸۳۳ء تا ستمبر ۱۸۹۸ء) شاعر غالب کے دادا کے چھوٹے بھائی تھے۔

لالہ صاحب کا بیان تھا کہ مرزا صاحب کی عمر جب کہ یہ مثنوی لکھی تھی آٹھ نو برس کی تھی۔

قیاس ہے کہ حالی نے غالب کے انتقال کے بعد شاید اس زمانے سے جب وہ ۱۸۷۵ء میں اینگلو عربک اسکول دہلی میں فارسی اور عربی کے مدرسِ اول مقرر ہوئے "یادگارِ غالب" کا ڈول ڈالا ہوگا اور اُنھی ایام میں بہاری لال مشتاق نے یہ واقعہ انھیں بتایا ہوگا۔ مثنوی یا مشتاق کو یاد نہ رہی ہوگی یا حالی بھول گئے ہوں گے اور آخری فارسی شعر یاد رہ گیا ہوگا۔

۱۹۳۱ء میں بالآخر ایڈیٹر سہ ماہی "آرڈو" اورنگ آباد کے نوٹ کے ساتھ یہ مثنوی شائع ہوئی جس میں درج ہے کہ صفدر مرزا پوری مرحوم نے (یہ مثنوی) بھیجی تھی "جو کاغذوں میں پڑی رہ گئی اور اب شائع کی جاتی ہے۔۔۔۔۔" صفدر مرزا پوری مرحوم نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اس مثنوی کو "ہمارے محترم بزرگ زاہد (سہارنپوری) مدظلہ نے ہماری جدید تالیف "حسنِ خیال" کے لیے نقل فرمایا۔۔۔۔۔ قیاس ہے کہ "حسنِ خیال" ۱۹۳۱ء کے بعد چھپی۔ اس لیے یہ بیان وہیں سے لے کر یہاں درج کیا جاتا ہے :

مرزا غالب کو بچپن میں پتنگ اڑانے کا بہت شوق تھا۔ اکبر آباد میں ان کی پتنگ بازی کا شہرہ تھا۔ اسی زمانے میں مرزا نے پتنگ کے تار اڑاتے میں کسی کے فارسی شعر مندرجہ ذیل پر بطور ترکیب بند شعر لکھے تھے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می بُرد ہرجا کہ خاطر خواہ دوست

لیکن وہ ترکیب بند کسی نے نقل نہیں کیا۔ نہ غالب کسی کو ملا۔ حضرت زاہد کے

سہ ماہی "آرڈو" اورنگ آباد۔ شمارہ جولائی ۱۹۳۱ء ص ۵۱۵

مطبوعہ گیلانی الیکٹریک پریس بک ڈپلاستال روڈ لاہور (سنہ اشاعت درج نہیں) ص ۱۰۶

جد مرحوم حاجی و زائر سید اکبر علی صاحب بلخ ابو ظفر شاہ آخر دہلی کے معتمد وکیل تھے اور شاہ کی پنشن کا مقدر جو کمپنی سے لڑا اُس میں اول سے آخر تک کیل شاہی کی حیثیت سے اس زمانے میں برابر اکبر آباد میں عدالتِ عالیہ ہونے کی وجہ سے لگتے جاتے رہتے تھے۔ خود بھی ذی علم اور اچھے شاعر تھے۔ اُن کی بیاض میں یہ ترکیب بند لکھا ہوا ملا۔ جو دلدارِ گانِ کلامِ غالب کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے، اگرچہ بچپن کی زبان ہے۔

### ترکیب بند

ایک دن مثلِ پتنگ کاغذی  
خود بخود کچھ ہم سے کنیا نے لگا  
میں کہا اے دل ہوائے دلبران  
بیچ میں ان کے نہ آنا زینہار  
گوڑے پنڈے پر نہ کران کے نظر  
اب تو بول جائے گی تیری ان سے سانٹھ  
سخت مشکل ہوگا سلجھانا تجھے  
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے  
ایک دن تجھ کو لڑاویں گے کہیں  
دل نے سُن کر کانپ کر کھا بیچ و تاب  
لے کے دل سر رشتہ آزاد گی  
اس قدر بگڑا کہ سر کھانے لگا  
بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زباں  
یہ نہیں ہیں گے کسو کے یار غار  
کھینچ لیتے ہیں یہ ڈولے ڈال کر  
لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گمانٹھ  
قہر ہے دل ان سے الجھانا تجھے  
بھول مت اس پر اڑاتے ہیں تجھے  
مفت میں ناحق کٹا دیں گے کہیں  
غوطے میں جا کر دیا کٹ کر جواب

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می بُرد ہرجا کہ خاطر خواہ دوست

صفدر مرحوم نے زاہد سہارنپوری مرحوم کی ایک مثنوی بھی نقل کی ہے جس میں اسی فارسی شعر کو تصنیف کیا ہے :

گھر کو بھڑا لگے مکے میں حسین

جب مدینے میں نہ پایا کچھ بھی چین



دہاں بھی پہنچے گھات میں اہل نفاق  
یہ خیال آیا کہ ہو کر قتل عام  
الغرض گزے سفر میں پانچ ماہ  
یوں رہے کہ وہ بیاباں میں رواں  
پوچھتا رہتے ہیں زائد جب کوئی  
آپ فرماتے تھے جاتا ہوں اُدھر  
تب کیا قصد آپ نے سوئے عراق  
ہو نہ ضائع ہرمت بیت المحرام  
بستیوں میں تھی نہ جنگل میں پناہ  
آج اس منزل پر ٹھہرے کل وہاں  
ہے کہ ہر کا قصد اسے سبط نبی  
حق تعالیٰ کی منیت ہے جدھر

”رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می بُرد ہر جب کہ خاطر خواہ اوست“

صفدر مرحوم کے بیان اور دیوان غنی سے معلوم ہوا کہ ملاطاف ہر غنی کشمیری نے  
بھی اس فارسی بیت کو تصغیر کیا ہے :

ہندو سے دیدم کہ مست عشق بود گفتش زین جستجویت چیست سود  
در خواہم گفت آن ز نادر دار نیست در دستم عنان اختیار

”رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می بُرد ہر جب کہ خاطر خواہ اوست“

مندرجہ بالا سے دو باتوں کی تحقیق لازم ہوئی **اول** یہ کہ مثنوی کا عہد فخر کیا ہے،  
دوم یہ کہ اس فارسی شعر کا جسے تصغیر کیا گیا ہے، خالق کون ہے۔

**اول** حالی، بہاری لال مشتاق شاگرد غالب کی زبانی روایت بیان کرتے  
ہوئے بتاتے ہیں کہ مثنوی، غالب نے آٹھ نو سال کی عمر میں کہی تھی صفدر  
مرزا پوری بتاتے ہیں کہ یہ کلام مرزا کے بچپن میں پتنگ اڑانے کے زمانے کا  
ہے اور کہ بچپن کی زبان ہے اور مثنوی کے مطالعے کے بعد یہ تسلیم کیے ہی

ہتی ہے۔ مرزا ۲۷ دسمبر ۱۷۹۷ء کو پیدا ہوئے۔ اب اگر آٹھ نو سال کو دس  
سال تسلیم کر لیا جائے تو اس کلام کا زمانہ فکر ۱۸۰۷ء ہوا۔ گویا غالب کا اولین  
اردو منظوم کلام جو ہم تک پہنچا وہ یہی ہے اور دس سال کی عمر میں یعنی ۱۸۰۷ء  
کا کہا ہوا ہے۔ مگر یہ درست نہیں معلوم ہوتا۔ آٹھ، نو یا دس سال کی عمر میں

گورے پنڈے پر نہ کران کے نظر

کھینچ لیتے ہیں یہ ڈورے ڈال کر

کی طرح کے عربی اشعار فخر کرنا ممکن نہیں۔ غالب کی شادی، ارجب ۱۲۲۵ھ  
مطابق ۱۹ اگست ۱۸۱۰ء کو ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ دہلی میں مستقل  
سکونت اختیار کرنے سے پہلے، اگرے ہی میں رہے تھے۔ شیونرائن آرام کو  
بکھتے ہیں (۱۹ اکتوبر ۱۸۵۸ء)

”ایک کڑہ کشمیر والا“ کہلاتا تھا۔ اس کڑے کے ایک کوٹھے پر

میں پتنگ اڑاتا تھا اور راجہ بلوان سنگھ سے پتنگ لڑا کرتے تھے۔“

راجہ بلوان سنگھ (جس سے پتنگ لڑا کرتے تھے) اپنے والد مہاراجا چیت سنگھ  
کے گوالیار میں ۲۹ مارچ ۱۸۱۰ء کو فوت ہو جانے کے بعد ہی اگرے آئے تھے۔ اس لیے  
اس مثنوی کو، شادی کے بعد ۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۲ء کی فکر کردہ کہنا زیادہ قرین قیاس ہوگا۔

دوم سے رشتہ در گردنم افگندہ دوست

می بُرد ہر جب کہ خاطر خواہ اوست

حالی (۱۸۹۷ء) اور بہاری لال مشتاق (اس سے بھی کئی برس پہلے) اسے کسی  
استاد کا شعر بتاتے ہیں۔ صفدر مرزا پوری مرحوم بھی اسے ”کسی کا فارسی شعر“ کہتے

ملک ولادت ۱۷۹۹ء چٹانہ جاوید

غالب۔ احوال و آثار۔ ڈاکٹر حفیظ نقوی ص ۴۱

ہیں۔ غلام رسول مہر اور مولانا عرشی مرحوم بھی شعر کے خالق کے بارے میں خاموش ہیں۔

فرہنگ اندراج میں رشتہ کے تحت درج ہے۔

..... ”دیکھ دویشاں برمیاں بندہ و عیال باہم انگند۔ چنا کر کفایت

رشتہ در گردنم انگند دوست

می کشد ہر جہ کہ خاطر خواہ دوست“

فرہنگ اندراج میں یہ حوالہ فرہنگ انجمن آراءے نامری سے لیا گیا ہے۔ جو ۱۲۸۸ھ

(۱۸۷۱-۷۲ء) میں تالیف ہوئی تھی۔ ان دونوں میں بھی شعر کے خالق کا ذکر نہیں۔

اس شعر کا قدیم ترین اندراج بواجی ملک ہماری نظر سے گزر رہا ہے وہ سی کشمیری کے

کلام میں ہے حوالہ پر بیان ہوا ہے غنی کشمیری کا انتقال ۱۷۹۹ء میں ہوا تھا۔

کئی برس ہوتے جناب مشفق خواجہ دکنچی پاکستان آنے ازراہ کرم ”ن۔م۔ راشد

ایک مطالعہ ”مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی بھوانی۔ اس کے ۲۸۸ برن۔م۔ راشد مرحوم نے

اپنے خط، بنام ڈاکٹر جمیل جالبی، مورخہ ۲۷ مارچ ۱۹۷۵ء میں لکھا ہے۔

”در گویم رشتہ اے انگند دوست

می برد ہر جہ کہ خاطر خواہ دوست

یہ روئی کا شعر ہے۔ آج کل نئے سرے سے مثنوی (مولوی معنوی) پڑھ رہا ہوں۔“

۱۔ ”غالب“ از مہر۔ چوتھا ایڈیشن مطبوعہ دسمبر ۱۹۷۷ء ص ۷۵۰ حاشیہ

۲۔ جلد ۱ ص ۱۹۷ مطبوعہ نوکتور لکھنؤ ۱۸۹ء

۳۔ پاپی سرایان کشمیر ص ۳۷، تذکرہ شمع انجمن ص ۳۲۰

۴۔ حسانی نے مصرعہ ثانی میں ”ی برد“ کی جگہ ”می کشد“ لکھا ہے۔ فرہنگ اندراج (انجمن آراءے نامری) میں

بھی ”می کشد“ ہی ہے۔ مگر مقتدر مرزا پوری مرحوم نے بیرون جگہ ”می برد“ لکھا ہے۔ ”راشد صاحب

کا لکھا ہوا“ ”در گویم رشتہ اے.....“ کسی اور جگہ دیکھنے میں نہیں آیا

چلیے، یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ تاہم میں نے اپنی تسلی کے لیے مثنوی مولوی معنوی دیکھی

اور اس کے چھیوں دفترِ القوں رات چھان مارے مگر یہ شعر کہیں نہ ملا۔ اس قسم کے

قوافی تو بہت سے ملے۔ شعر بھی مثنوی مولانا سے روم ہی کے وزن میں ہے اور اسلوب

سے بھی مثنویت چمکتی ہے مگر شعر عقلا کی طرح غائب پایا۔ غنی کشمیری کے کلام سے واضح

ہے کہ شعر ساڑھے تین سو سال پرانا ضرور ہے۔ تو پھر یہ شعر کس کا ہے؟

مولانا غلام رسول مہر نے اس مثنوی کا ذکر کرتے ہوئے یادگار غالب (ص ۹۷ء) کا

حوالہ دیا ہے اور پوری مثنوی درج کی ہے جبکہ یادگار غالب میں صرف وہ فارسی شعر

درج ہے جو مثنوی میں تصنیف کیا گیا ہے، مثنوی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مہر

مرحوم نے یہ مثنوی، یا رسالہ سہ ماہی اردو اورنگ آباد (جولائی ۱۹۳۱ء ص ۵۱۵)

سے لی ہے یا پھر ”حسن خیال“ (ص ۱۰۶) سے، مگر حوالہ یادگار غالب کا دے دیا ہے

اور پھر یہ بھی لکھا ہے کہ

”ایک صاحب حاجی سید اکبر بلیغ سہارنپوری تھے..... انھوں

نے ایک بیاض یادگار چھوڑی تھی جس میں یہ مثنوی بھی مرقوم تھی۔ میں

اسے تیر گا یہاں نقل کرتا ہوں۔“

یہ عبارت تاثر دیتی ہے کہ وہ بیاض جس میں یہ مثنوی مرقوم تھی، مہر مرحوم نے دیکھی تھی

اور مثنوی وہاں سے لے کر انھوں نے درج کتاب کی ہے مگر یہ سراسر غلط ہے۔ رسالہ

اردو، حسن خیال، اور غالب از مہر کی تحریروں سے بخوبی روشن ہے کہ مثنوی اور اس

کے دستیاب ہونے کے کوالف مہر مرحوم نے رسالہ اردو یا حسن خیال سے نقل کیے ہیں

۱۔ مولانا کرم کا انتقال ۱۲۷۲/۷۳ء میں ہوا تسلیم کیا جاتا ہے

۲۔ ”غالب“ طبع چہارم۔ دسمبر ۱۹۷۷ء ص ۷۵۰ حاشیہ

۳۔ یہ جانے یا یادگار غالب کے کون سے ایڈیشن کا حوالہ ہے پہلے ایڈیشن میں اسے ص ۷۰ پر دیکھا جاسکتا ہے



نکہ اصل بیاض سے۔ اس کے علاوہ مہر مرحوم نے مندرجہ ذیل تصرفات بھی کیے ہیں جو بغیر حوالے کے ہیں۔

رسالہ اُردو	حُسنِ خیال	غالب از مہر
بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان	بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان	بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان
گوئے پنڈے پر نہ کہ ان کے نظر	ایضاً	..... نہ ان کے کر نظر
اے بل جائے گی ان سے تیری سانٹھ	..... تیری ان سے سانٹھ	..... ان سے تیری سانٹھ
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں	ایضاً	..... اڑا دیں گے کہیں
جناب عرشی مرحوم نے، مہر مرحوم کی پیروی کرتے ہوئے "بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے زبان" کی جگہ "بس کہ تیرے حق میں رکھتی ہے زبان" لکھا ہے۔ میرے خیال میں چونکہ زاہد سہارنپوری مرحوم نے مثنوی اصل بیاض سے نقل کر کے صفدر مرزا پوری کو بھیجی تھی جو سب سے آخر میں صفدر مرزا پوری کی زیر نگرانی ان کی مولفہ کتاب حُسنِ خیال میں چھپی، اس لیے تمام متنوں پر حُسنِ خیال ہی کے متن کو ترجیح دینی چاہیے۔ میں نے دیوانِ غالب (کامل) میں اسی متن کو جائز رکھا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ دونوں متنوں میں سے اچھا کون سا لگتا ہے تو اس کا حق ہمیں نہیں پہنچتا۔ مثنوی بچپن میں کہی گئی تھی اس لیے اس میں کھوٹا کھراکھا لٹنا عیب ہے۔		

## عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب

تذکرہ شعرا موصوم بہ عمدہ منتخبہ از اعظم الدولہ میر محمد خاں سرور، غالب کی ابتدائی شاعری کا عمدہ متعین کرنے کے لیے اہم ترین ماخذ ہے خصوصاً نسخہ مملوکہ قومی عجائب گھر، کراچی۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء تا ۱۲۳۷ھ، ۳۲۳-۱۸۳۱ء) ہے جس میں متن کے علاوہ حاشیوں پر اس نے بھی شامل ہیں۔ متن میں غالب کا ترجمہ اسد کے تحت ہے اور وہ یہ ہے :

اسد تخلص، میرزا نوشہ۔ اصلش از سمرقند، مولش مستقر الخلفاء اکبر آباد۔ جوان نابالغ  
یار باش۔ ہمیشہ بخوش معاشی بسر بردہ۔ ذوق ریختہ گوئی و رخا طرہ  
تمکن۔ اکثر اشعارش در زمین سنگلاخ بہ مضامین موزوں گشتہ۔ رویہ خیال  
بندی بیش از بیش پیش نہاد خاطر دار و از نتائج طبع اوست

برا تفصیل کے لیے دیکھیے جائزہ مخطوطات اُردو۔ جلد اول، ص ۴۵-۱۰۵۸۱۱ از مشفق خواجہ مطبوعہ  
فروری ۱۹۷۹ء سرکاری اُردو بورڈ لاہور

- ۱۔ شمشیر صاف یار بوزہراب دادہ ہو
- ۲۔ وہ خط سبز ہو کہ بہ رخسارِ سادہ ہو
- ۳۔ دیکھتا ہوں اسے، تھی جس کی تمنا مجھ کو
- ۴۔ آج بیداری میں ہے خوابِ زلیخا مجھ کو
- ۵۔ آئے ہیں پارہ ہائے جگر درمیانِ اشک
- ۶۔ لایا ہے نعلِ بیش بہا، کاروانِ اشک
- ۷۔ آنسو کہوں کہ، آہ، سوار ہوا کہوں
- ۸۔ الباعثاں گیسختہ آیا کہ کیا کہوں
- ۹۔ بہتے ہیں دیکھ دیکھ کے سب نالوں مجھے
- ۱۰۔ یہ رنگِ زرد ہے چمنِ زعفران مجھے
- ۱۱۔ دیکھ وہ برقِ بستم، بس کہ دل بے تاب ہے
- ۱۲۔ دیدہ گریاں مرا، فوارہٴ سیلاب ہے
- ۱۳۔ کھول کر دروازہٴ میخانہ بولائے فروش
- ۱۴۔ اب شکست تو بے نواروں کو فتحِ الباب ہے
- ۱۵۔ مجلسِ شعلہٴ عذراں میں جو آجاتا ہوں
- ۱۶۔ شمع ساں میں تیرا مان صبا جاتا ہوں
- ۱۷۔ ہووے ہے جادہٴ رہ، رشتہٴ گوہر ہر گام
- ۱۸۔ جس گزرگاہ سے میں آبلہ پا جاتا ہوں
- ۱۹۔ سرگراں مجھ سے سبک رو کے نہ رہنے سے رہو
- ۲۰۔ کہ بیک جنبش لب مثل صدا جاتا ہوں

اس نسخے کی کتابت کی تکمیل ۲۶ رمضان ۱۲۳۵ھ مطابق ۷ جولائی ۱۸۲۰ء کو ہوئی، گویا اس سے پہلے غالب کا ترجمہ لکھا جا چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب یہ ترجمہ تحریر ہوا تھا

اس وقت تک سرور، غالب سے ذاتی طور پر واقف نہ تھے گویا غالب دلی میں ابھی نئے ہوں گے۔ وہ ۱۳-۱۸۱۲ء میں آکر وہ دلی آکر مستقل طور پر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ سال و سال ادھر ادھر علی ادبی حلقوں میں جان پہچان میں لگ گئے ہوں گے اور اس طرح شاید ۱۸۱۴ء کے آخر میں اس نسخے کی زینت بنے ہوں گے۔ چنانچہ اوپر کے ان دس اشعار کو ۱۸۱۲ء تک کے فکر کردہ اشعار کہا جاسکتا ہے جب کہ غالب کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

یہ دس اشعار سات غزلوں سے لیے گئے ہیں۔ پانچ غزلوں سے ایک ایک شعر، ایک غزل سے دو شعر اور ایک غزل سے تین شعر۔ پانچ غزلوں میں سے، جن کا صرف ایک ایک شعر ہم تک عمدہ منتخبہ کے ذریعے سے پہنچا تھا، دو غزلیں مکمل دستیاب ہو گئی ہیں۔ دولوں غزلیں نسخہٴ خط غالب (رخ) ۱۸۱۴ء، نسخہٴ بھوپال (حمید بیہ۔ ق) ۱۸۲۱ء اور نسخہٴ شیرانی (فا) ۱۸۲۶ء میں موجود ہیں۔ ہو سکتا ہے ان کے کچھ اشعار بعد میں فکر کیے گئے ہوں تاہم ان کی اساس ۱۸۱۲ء تک پڑ چکی تھی اس لیے غزلوں کی تخلیق کا عہد ہی مانا جائے گا۔ تیسرے تنسیخ کا عمل فن کار کے یہاں عمر بھر جاری رہ سکتا ہے۔ دولوں غزلوں کے باقی ماندہ اشعار ملاحظہ کیجیے۔ ایک غزل کے مقطع میں غالب تخلص آیا ہے۔ تب تخلص اسدی تھا۔ غالب تخلص کا استعمال ۱۸۱۶ء میں شروع ہوا ہے

ظاہر کرے ہے جنبشِ مرگاں سے مدعا	طفلانہ ہاتھ کا ہے اشارہٴ زبانِ اشک
میں وادیِ طلب میں ہوا جملہ تن عرق	از بس کہ صرف قطرہ زنی تھا، بسانِ اشک
روئے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ لیکبار	مرکبان کو دوں نشانے، انجانِ اشک
دل خستگان کو ہے طربِ صد چین بہار	باغِ بچوں پیدن و آبِ روانِ اشک
سبیل بنائے ہستی شبنم ہے آفتاب	چھوٹے نہ چشم میں پیشِ دل نشانِ اشک
ہنگامِ انتظارِ قدومِ مہبتِ ال، اسد	بے بر سرِ شرہ نگرار، ویدبانِ اشک

عہد سے مدح ناز کے باہر نہ آسکا  
جھلکے ہیں چشم ہائے کشادہ بسوے دل  
میں اور صد ہزار نولے جگر خواش  
ظالم مرے گماں سے مجھے منفعل چاہ  
اقبالِ کلفتِ دل بے مدعا رسا  
مصنوعِ وصل ہاتھ نہ آیا، مگر اُسے  
دزدِ بدنِ دل ستم آمادہ ہے محال  
طرزِ آفرینِ نکتہ سرائی طبع ہے  
غالب ہے رتبہ فہمِ تنویر سے کچھ پرے

جیسا کہ کہا جا چکا ہے، ۷ جولائی ۱۸۲۰ء کے بعد تذکرے کے حاشیوں میں کثرت سے  
انسانے کیے گئے اور یہ عمل ۳۲-۱۸۳۱ء تک جاری رہا۔ اس طرح غالب کے ترجمے اور اشعار  
دوڑوں میں خاصا اضافہ ہوا۔ اس کی وجہ صرف غالب کی شہرت ہی نہیں تھی بلکہ سرور کی ان  
سے ذاتی شناسائی بھی تھی۔ ترجمے میں یہ اضافہ ہوا۔

تخلص کے بعد: "اسد اللہ خاں عرف"

"یارِ باش" کے بعد: "و دردمند"

"ممکن" کے بعد: "خو کردہ غم ہائے عشق مجاز، تربیت یافتہ، عمائد و مہند"  
درفن سخن سخنِ متبع محاورات میرزا عبد اللہ اور میرزا

یا قاضی عبدالودود مرحوم نے نواب الہی بخش معروف کے دیوانِ دوم (ہمز غیر مطبوعہ) سے لے کر  
شعر درج کیا ہے "کچھ غزل اک اور بھی معروف اسرور کے لیے

آج اسی پر نکتہ فہمی، نکتہ دانی ختم ہے "دمعیار۔ پٹنہ جولائی

۱۹۳۷ء-۳۲۵۔ ممکن ہے سرور سے معروف کی یہ دوستی بھی غالب کے کام آئی ہو

علیہ الرحمہ و رختہ در محاورات فارسی موزوں می کند  
بالجملہ موجد طرزِ خودست و بار اتم رابطه یک جہتی مستحکم  
دارد

اشعار میں ۳۲ شعر اور ایک رباعی کا اضافہ ہوا۔ وہ یہ ہیں  
اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر چلے رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگر چلے  
پروانے کا یہ غم ہو تو پھر کس لیے اسد ہرات شمعِ شام سے لے تا سحر چلے  
جگر سے لڑی ہوئی ہو گئی گستاں پیدا دہانِ زخم میں آخر ہوئی زباں پیدا  
خواب کے جانے کے میں قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا  
نیا ز عشقِ خرمین سوزِ اسباب سے بہتر جو ہوا ہے غبارِ برقِ مشیتِ رخس بہتر  
یا دایا جو وہ کہنا کہ نہیں واہ غلط کی تصور نے بہ صحرائے ہوس راہ غلط  
گلشن میں بندِ بخت بہ منبسط و گرے آج قمری کا طوقِ حلقہ پیرون در ہے آج  
اس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ کچھ ہے اسد خونِ زاہد کو مباح اور مالِ صوفی کو حلال  
کہتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بہروز دل درو جہاں اسد اللہ خاں نہ پوچھ

اسد کو بوریے میں دھر کے پھونکا موج ہستی نے

فقیری میں بھی باقی ہے شرارتِ نوجوانی کی

شکلِ طاؤس گر تار بنایا ہے مجھے

ہوں میں وہ دام کہ سبزے میں چھپا پایا ہے مجھے

ماہِ نوبوں کہ فلکِ عمر سکھاتا ہے مجھے

عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

پھر کچھ اس دل کو بے قراری ہے

سینہ جو یا سے زخمِ کاری ہے

[اس کے بدلے غزل کے ۱۲ مزید شعر پھر یہ قطع ]

بے خودی بے سبب نہیں غالب  
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے  
کب سنے ہے وہ کہانی میری  
اور پھر وہ بھی زبانی میری  
خلش غمزہ خوں ریز نہ پوچھ  
ویکھ تو تباہ فشان میری  
کیا بیاں کر کے مرادیں گے لوگ  
مگر آشفستہ بیانی میری  
عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا  
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا  
تجھ سے قسمت میں مری صورتِ تغزلِ ابجد  
تھکا کھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا  
اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ  
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا  
دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال  
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

تا

۳۳

مشکل ہے زبیں کلام میرا اے دل  
ہوتے ہوں ملول اس کو سن کر جاہل  
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش  
گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل

ان ۳۳ اشعار اور ایک رباعی میں ۳۴ اشعار ایسے ہیں جو سولے ”عمدہ منتخبہ“ کے

کسی اور مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخے میں نہیں پائے جاتے۔ وہ ہیں شعر نمبر (۱) اک گرم آہ  
کی..... (۲) پروانے کا نہ غم..... (۵) نیازِ عشقِ خرمیں سوز..... (۶) یاد آیا  
جودہ کہنا..... اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ وہ غزلیں ہیں جو نسخہ بھوپال بخطِ غالب  
(۱۸۱۶ء) مرتب کرتے ہوئے غالب نے خارج کر دیں۔ لہذا ان کا زمانہ فکر بھی ۱۸۱۲ء  
ہی کے آس پاس ہوگا۔

شعر ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲، نسخہ بھوپال بخطِ غالب (۱۸۱۶ء) کے  
متن میں موجود ہیں اس لیے ان کا زمانہ فکر زیادہ سے زیادہ ۱۸۱۶ء قرار پایا۔  
طرِ عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا، اس غزل کے چار شعر نسخہ بھوپال (میرے)  
(۱۸۲۱ء) کے حاشیے پر اور نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کے متن میں موجود ہیں۔ اس لیے  
پیش از پیش ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء کی کہی ہوئی ہے۔ طرِ پھر کچھ اک دل کو بے قرار ہے  
اس غزل کے تمام شعر (۱۴) نسخہ حمیدیہ (۱۸۲۱ء) کے آخر میں درج ہیں۔ اس لیے  
اس کا زمانہ فکر بھی ۱۸۲۲ء تا ۱۸۲۶ء ہی ہوا۔ طرِ کب سنے ہے وہ کہانی میری، یہ مصرع  
جو لہجہ میں صرکب وہ سنتا ہے کہانی میری، میں تبدیل ہو گیا، ایک ایسی غزل سے ہے  
جو نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کی لچھن ریکھا کو یاد کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے کل شعر  
۹ ہیں جن میں سے ۳ عمدہ منتخبہ میں لیے گئے۔ یہ غزل نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کے  
حاشیے پر ہے۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ اگرچہ نسخہ شیرانی کی کتابت کے بعد کی ہے مگر ۱۸۲۶ء  
ہی میں کہی گئی ہوگی کیونکہ میری دانست میں عمدہ منتخبہ میں غالب کے ترجمے کے خواشی  
اور اشعار کے اضافے نومبر ۱۸۲۶ء تک مکمل ہو چکے تھے۔ گو اس بات کا امکان ہے  
کہ تذکرے کے ادراک مزید شاعروں کے تراجم کے اندراج کے لیے چندے اور بھی

لے بہر حال یہ کہ اس غزل کو نسخہ شیرانی (۱۸۲۶ء) کے حاشیے پر ہونے کی وجہ سے،  
۱۸۲۶ء تا ۱۸۲۸ء کے دور ہی میں رکھا ہے

کھلے رکھے گئے ہوں۔ ۱۸۲۶ء میں غالب کو دی گئی اور مستقل سکونت اختیار کیے ہوئے ۱۲۱۳ء برس ہو گئے تھے۔ اس مدت میں سرور مؤلف تذکرہ سے (جیسا کہ ترجمے میں بعد کے اضافے سے ثابت ہے) ”رابطہ یک جہتی“ بھی مستحکم ہو چکا تھا۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ دسمبر ۱۸۲۶ء میں جب غالب کلکتہ کے دور دراز سفر پر روانہ ہوئے تو وہ اپنے ترجمے میں کوئی کورس چھوڑ گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ ۱۸۲۶ء کے بعد تو دوسرے شاعر اپنا کلام انھیں دیتے تھے تاکہ وہ اپنے دوست نواب سرور سے سفارش کر کے ان کا کلام داخل تذکرہ کرا دیں اور یہ بات غالب کے خط بنام شیفٹہ (مطبوعہ بیچ آہنگ) سے ظاہر ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ قیام کلکتہ کے دوران مرزا احمد بیگ خاں تیاں نے انھیں اپنا کلام دیا تھا تاکہ جب وہ واپس لوٹیں اور اعظم الدولہ (نواب سرور مؤلف تذکرہ) ان سے ملنے آئیں تو انھیں وہ تیاں کا کلام تذکرے میں درج کرنے کے لیے دیں۔ ایسی حالت میں، اور غالب کے مزاج کو جانتے ہوئے، یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت (۱۸۲۶ء) تک تذکرہ سرور یعنی عمدہ منتخبہ میں ان کا ترجمہ کسی طرح بھی ادھر اور رہا ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ انہی تین غزلوں سے

پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے      سینہ جو یاے زخم کاری ہے  
کب سنے ہے وہ کہانی میری      اور پھر وہ بھی زبانی میری  
عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا      درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

غالب کی بہترین غزلوں میں سے ہیں اور یقیناً خود غالب کی فراہم کردہ ہیں۔

عمدہ منتخبہ کے تعلق سے یہاں تذکرہ عیار الشعراء کا کچھ حال بیان کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ تذکرہ عمدہ منتخبہ سے دو سال پہلے شروع ہوا اور ایک سال بعد تک اس میں مسلسل اضافے ہوتے رہے۔ اس کا زمانہ تصنیف ۱۲۱۳ھ تا ۱۲۲۸ھ ۱۸۳۳ء تا ۱۸۳۶ء

تسلیم کیا جاتا ہے۔ مگر اس کا ذکر عمدہ منتخبہ کے بعد اس لیے کیا جا رہا ہے کہ اس میں غالب کا ترجمہ اسد کے تحت نہیں بلکہ غالب کے تحت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں ترجمہ غالب، ۱۸۱۶ء یا اس کے بعد داخل کیا گیا کیونکہ غالب تخلص ۱۸۱۶ء ہی سے استعمال میں آیا۔ ترجمے کے شروع کے الفاظ یہ ہیں۔ ”مرزا اسد اللہ عرف مرزا نوشہ المتخلص بہ غالب.....“ کل شعرو کس ہیں جن میں دو شعر ایسے ہیں جو اور کہیں نہیں پائے جاتے۔ حتیٰ کہ نسخہ بھوپال بخط غالب (۱۸۱۶ء) میں بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شعر غالب کی کسی ابتدائی بیاض کے ہیں جو نسخہ بھوپال بخط غالب میں جگہ نہ پائے اور خارج کر دیے گئے۔ لہذا انہیں بھی ۱۸۱۲ء ہی کا فکر کردہ کہنا چاہیے۔ وہ شعر یہ ہیں:

زخمِ دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے      ایسے ہنستے کو رلایا ہے کہ جی جلنے ہے  
صبا، لگا وہ طپانچے پر سے بلبل کی      کہ روئے غنچہ گل، سوئے آشیان چھر جلے  
مجھے بتایا گیا ہے کہ غیر مطبوعہ تذکرہ طبقات سخن میں لکھا ہے کہ خوب چند ذکاؤں  
تذکرہ عیار الشعراء، نواب سرور مؤلف تذکرہ عمدہ منتخبہ کے وہاں منشی گیری پر بلازم  
تھا اور کہ جو کچھ وہ عمدہ منتخبہ میں درج کرتا تھا وہی گھر جا کر اپنے تذکرے عیار الشعراء  
میں شامل کر لیا کرتا تھا۔ یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ:

(۱) تذکرہ عیار الشعراء کی بنیاد عمدہ منتخبہ سے دو سال پہلے پڑ چکی تھی  
(ب) دونوں کے یہاں ترجمہ اسد (غالب) میں بہت فرق ہے اور دونوں  
ترجموں میں اشعار اور تعداد اشعار بھی ایک سے نہیں  
(ج) صاحب تذکرہ عمدہ منتخبہ نے اپنے یہاں ذکا کا ترجمہ دیا ہے اور لکھا ہے  
..... جو انے سلیم الطبع، مزاجش بہ صلاحیت راغب کلامش نمکین .....  
مشار الیہ ہم تذکرہ الشعراء تالیف کردہ۔ ورنہ علم اخلاص و دوستی راسخ دریافت  
گردیدہ ..... (۵۵ شعر)

یعنی خود صاحب تذکرہ (نواب سرور) ذکا کے تذکرے کا ذکر کرتے ہیں اور ذکا کو تحقیق







مولانا نظامی بدایونی مرحوم نے اپنی شرح دیوانِ غالب ص ۲۴۸ میں اس قطعے اور قطعہ نمبر ۲ کے متعلق لکھا ہے کہ سب سے پہلے ان قطعات کا اضافہ طبعِ سوم میں اس ریمارک کے ساتھ ہوا تھا کہ بعض نقادانِ سخن ان قطعات کے طرزِ بیان کو حضرت غالب کے رنگ سے جداگانہ سمجھتے ہیں۔ اس پر طبعِ سوم کے ناظرین میں سے بعض اہل الرائے حضرت نے شکایت کی کہ ان قطعات کو دیوانِ غالب میں جگہ دینا غالب کے کلام کی توہین کرنا ہے۔ ہم نے نواب عماد الملک (ميجر سید حسن بلگرامی کے بھائی) سے اُن کے متعلق دریافت کیا۔ وہ فرماتے تھے کہ وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غالب کے مصنف ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک بزرگ سے سنے تھے جو ان کو غالب سے منسوب کرتے تھے، ممکن ہے کہ یہ غالب کا ابتدائی کلام ہو۔

یعنی (۱) شیدائے ان اشعار کو ميجر سید حسن بلگرامی سے لیا اور سید حسن صاحب کو یہ اُن کے والد صاحب سے پہنچے اور (۲) نظامی بدایونی صاحب کے دریافت کرنے پر سید حسن صاحب کے بھائی نے تصدیق کی کہ انھوں نے اپنے ایک بزرگ سے (اپنے والدِ مرحوم سے نہیں) سنا تھا اور اس لیے وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ غالب کے مصنف ہیں۔ یہ روایت خامی ضعیف ہے۔

جناب قاضی عبدالودود نے اپنے مضمون ”کتب خانہ خدابخش اور غالب“ مشولہ اردو سے معنی، دہلی، غالب نمبر حصہ دوم، ص ۷۸ میں لکھا ہے کہ ”دیوانِ غالب اردو کے ان نسخوں میں جو غالب کے دورانِ حیات میں طبع ہو چکے تھے یہاں موجود ہیں: نسخہ مطبع احمدی، مطبع نظامی — مقام الذکر کے یہاں دو نسخے تھے، جن میں سے ایک کا باوجود تلاش اس وقت پتا نہ ملا۔ اس کے آخر میں جناب قاسم حسن خان و برادر زادہ خدابخش خاں منتظم کتب خانہ کے قول کے مطابق غالب کا ایک قطعہ ہے جو محمد بخش خاں پدر خدابخش خاں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ قطعہ وہی

ہے جو عماد الملک بلگرامی کی روایت پر غالب سے منسوب کیا گیا ہے۔ نیز مخزن میں اس قطعے کو شائع کرنے والے صاحب کا نام شیدائے لکھا گیا ہے۔ یہ عبدالحمید خواجہ ہیں۔ جو ان دنوں کیمبرج میں مقیم تھے۔۔۔۔۔“ ۱۶۔ ہم نے معلوم کر لیا ہے کہ قطعہ ۲۔۔۔۔۔ صید عن لب غالب کے شاگرد مرزا عبدالصمد بیگ نے لکھا ہے (دیکھو دیوانِ اکبر الی) (۱۳) جو تقویٰ ادا نہ ہوئے تو اپنا مذہب ہی ہے غالب ہوں نہ رہ جائے کوئی باقی، گناہ کیجے تو خوب کیجے

رضالا بیری، رام پور کے نسخہ تذکرہ کلزار سخن مؤلفہ جگن ناتھ فیض کے جو ۱۹۰۸ء میں نول کشور پریس میں طبع ہوا ہے، صفحہ ۲۹ پر غالب کا تذکرہ ہے۔ اس صفحے کے زیر حاشیہ میں جتنی لال عاتقی نے مطالعہ کرتے وقت غالب کے تحت یہ شعر لکھا ہے۔

(۱۴) اگر ہوتا تو کیا ہوتا، یہ کہیے نہ ہونے پر ہیں یہ باتیں دہن کی

یہ شعر ڈاکٹر نور الحسن شاہی صاحب نے رسالہ اردو سے معنی، دہلی کے غالب نمبر حصہ دوم ۱۹۹۷ء میں چھاپا ہے۔ اُن کا بیان ہے کہ میرے ایک بزرگ تھے سید عنایت حسین صاحب جو بھوپال میں ملازم تھے۔ نواب صدیق حسن خاں سے اُن کے خصوصی تعلقات تھے۔ نواب صاحب کے بھائی سید احمد حسن (متوفی ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء) غالب کے شاگرد تھے اور عرشی تخلص کرتے تھے۔ سید عنایت حسین صاحب نے منتخب اشعار کی ایک بیانی چھوڑی ہے۔ اس میں پہلے عرشی کا یہ شعر لکھا ہے:

کہیں کچھ ہے، دُعا دو گایوں کو  
بسنال بات یاتوں میں دہن کی

اس کے بعد غالب کا یہ شعر درج کیا ہے اگر ہوتا..... الخ

(۱۵) نسخہ سورشش دل درخورِ غناب نہیں  
سیر سودا زودہ، آتش کدہ تاب نہیں

(۱۶) ہمت و حوصلہ سورشش شبنم معلوم  
قلزم اشک، ہم دیدہ خواب نہیں

(۱۷) پُرسشِ عشق سے ہے اُن کو فراغت مقصود  
ہدیہ پارہ دل، نازشِ جلباب نہیں

(۱۸) ہمت و شوق طلب گاری مقصود کہاں  
برقِ نرین زن بے تاب سیماب نہیں

(۱۹) گلشن ہستی عالم ہے دبستانِ نشاط  
نقشِ گل، رونق بے مشقی طلب نہیں

اس غزل کا پہلا اور تیسرا شعر سب سے پہلے رسالہ الناظر لکھنؤ بابت مارچ ۱۹۲۹ء میں اس تہذیب کے ساتھ شائع ہوا تھا:

”مولوی عبدالرزاق صاحب ایڈیٹر رسالہ تحفہ حیدرآباد دکن، مؤلف کلیاتِ اقبال نے عرصہ ہوا ازراہِ کرم الناظر میں شائع ہونے کے لیے اشعارِ بالا ارسال فرمائے تھے اور ان کے متعلق اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ شعر بھوپال کے مطبوعہ نسخے

میں نہیں ہیں اور نہ کہیں چھپے ہیں۔ میرے کتب خانے میں دیوانِ غالب کے مختلف نسخے ہیں ایک نسخہ نول کشور کا مطبوعہ ہے۔ اس کے حاشیے پر اشعارِ بالا اس تقریب کے ساتھ کسی صاحب نے لکھے ہیں کہ مرزا غالب کے قلمی دیوان سے یہ غزل نقل کی گئی۔ دو شعروں کے علاوہ غزل کے اور شعر بھی ہیں، لیکن بے درد جلد ساز نے حاشیہ کاٹ دیا ہے، جس کے سبب سے بعض مصرعے بالکل کٹ گئے ہیں اور بعض پڑھے نہیں جاتے کہیں اور پتا چلے، تو بقیہ اشعار بھی ارسال کر دوں گا۔

بعد ازاں یہ شعر ’ماہ نو‘ فروری ۱۹۵۳ء میں مع چند اضافوں کے اس تہذیب کے ساتھ چھپے۔ ”پچھلے صفحے پر غالب کی جو مینہ غزل درج ہے، ہمیں جناب ناظر عالم نے حیدرآباد دکن سے ارسال کی ہے۔ موصوف نے اس سلسلے میں ایک خط بھی لکھا ہے جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کس حد تک مستند ہے۔ خط میں ناظر عالم صاحب نے اس غزل کی دریتا اور ضائع شدہ حصوں کے بارے میں عبدالرزاق راشد صاحب کا یہ بیان نقل کیا ہے۔ موصوف نے کہا کہ ”میاں داد سیاح شاگرد مرزا غالب کے ایک رشتے دار نظریاب خاں ریاست حیدرآباد کے صیغہ تعمیرات میں ملازم تھے۔ آج سے ۴۰، ۴۲ سال پہلے رسالہ ادیب نکالتے تھے۔ خان موصوف کے کتب خانے میں ایک مجلد کتاب ملی، جس کے اندر دیوانِ غالب، اور دیوانِ ذوق کے علاوہ تاسخ، آتش، آباد کا کلام تھا۔ دیوانِ غالب کے ایک حاشیے پر غزل غیر مطبوعہ غالب دہلوی، عنوان سے ۹ شعر لکھے تھے مگر کسی بے درد جلد ساز نے جلد بناتے وقت حاشیے کا ایک حصہ اس بُری طرح کتر دیا تھا کہ چار مصرعے کٹ گئے جو اشعار اور مصرعے باقی تھے، اُن کی نقل کر لی گئی۔ اس تحقیق کے لیے کہ یہ کلام میرزا غالب ہی کا ہے، نظریاب خاں ایڈیٹر ادیب، بے جوع کیا گیا، خان صاحب موصوف نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ ’غالب کے سوا ایسے شعر اور کون تصنیف کر سکتا ہے۔۔۔۔۔“

تحقیق کا دوسرا ذریعہ یہ تھا کہ حضرت استاد ذی علامہ نظم طباطبائی شارحِ غالب



جیسے پہلے تین شعر ہیں، اور ایسے نہیں ہیں کہ پانچوں شعر ایک ساتھ کہنے کے بعد غالب کا دیتے اور پہلے تین شعر باقی رکھتے۔ اب نقادان غالب فیصلہ کریں۔

اور اس اضافے سے لطف اندوز ہوں۔“

اس کے ایک عرصے کے بعد میں نے یہی مضمون دوسری طرح لکھ کر "رسالہ عجب رس" حیدرآباد وکن، بابت مارچ ۱۹۴۲ء میں چھپوایا تھا۔ 'سب رس' والا مضمون مولوی عبدالمجید صاحب دریا باوی کی نظر سے گذرا، تو انھوں نے مجھے لکھا:

”ان میں سے ایک شعر کو بیستیس سال قبل سنا ہوا، میرے حافظے میں ان الفاظ

یہی ہے : تم نہ آؤ گے ، تو میرے ہنسنے کی سوزائیں ہیں

موت کچھ تم تو نہیں ہو کہ بلا بھی نہ سکوں

ایک یہ بھی اچھی طرح یاد ہے کہ اُس وقت شیعوں نے غالب کی جانب متسوب سنا تھا۔ سید غالب دہلوی سے تو آپ واقف ہوں گے۔ 'ہمم' بھنوں کے ایڈیٹر جانی کے شاگرد اور اس طرح غالب کے شاگرد در شاگرد۔

"آپ کی اطلاع اور تحقیق مزید کے لیے لکھ رہا ہوں۔"

اس کے بعد مجھے مزید تحقیق کا موقع نہیں ملا کہ سید جالب کے کلام میں تلاش کرتا،

کے دوستوں سے پوچھتا۔ اب یہ کبھی ممکن ہے کہ دوسرا شعر بھی جالت ہی کا ہو۔

لما بعد صاحب نے ایک سُنّا، ایک نہ سُنّا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شعر میں

سب وجالب کو تار و ہو گیا ہو۔ اس لیے یہ قافیہ سوچتے وقت جب "بلا بھی نہ سکوں"

میں آئے گا، تو ایسی وہی چیزیں ہیں موت اور دوست، اس لیے یہ مصرع کو بنائے گا۔

ہے: ”موت کچھ تم لوہیں ہو کہ بلا بھی نہ سچوں۔ اب پہلے مصرع میں وہی بات ہے

خفی جو دوزوں نے فحی۔ لیکن اپنے اپنے فاطمیں ہی۔ میرے حیاں میں ملکب کا یہ جرس

حال اب آپ جانیں اور عرشی صاحب جانیں۔ میرا سلام کہیے گا۔“

مولانا حامد حسن قادری کے اس بیان کے علاوہ ایک اور شہادت بھی ہمارے سامنے ہے۔ اس سے جہاں اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ زیر بحث اشعار غالب ہی کے ہیں، وہاں مطلع اور شعر ”ہنس کے بلوایئے۔۔“ الح مزید دریافت ہوئے ہیں۔

کلیاتِ اقبال کے مرتب عبد الرزاق راشد حمید آبادی مرحوم نے رسالہ ”تحفہ حیدرآباد“ کی جلد ۴ شمارہ ۸، ۹، باب شعیان، رمضان ۱۳۴۲ھ میں ایک نوٹ کے ساتھ یہ مکمل غزل شایع فرمائی تھی۔ انھوں نے اس کے متعلق جو معلومات ”کلام غالب غیر مطبوعہ“ کے زیرِ عنوان درج کی تھیں، انھیں یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

”میرزا غالب کا یہ کلام جسے ہم ذیل میں تبرکاً درج کرتے ہیں ہمیں ان کے

ایک شاگرد قاضی عنایت حسین مرحوم کی بیانی سے دستیاب ہوا ہے۔ مولانا

حضرت موبانی اپنے مرتبہ دیوان میں غالب کے شاگردوں کا ذکر کرتے ہیں،

لیکن قاضی مرحوم کا نام نہیں لیتے۔ شعراء کے تذکروں میں بھی جو ہماری نظر

سے گزرے ہیں اُن کے حالات کا پتہ نہیں چلتا۔ ہم اپنی معلومات کی بنیاد پر چند

باتیں یہاں بیان کرتے ہیں۔

خاندان بنی حنیذ کے ایک بزرگ علی نقی الدین کے بیٹے قاضی عنایت حسین

مردم بدایوں کے رہنے والے تھے۔ رشتگی تخلص کرتے تھے۔ اچھے خاصے شعرا کہتے

تھے۔ ملازمت کے تعلق سے ہندوستان کے مختلف شہروں میں قیام کیا۔ کچھ

عرصے تک راست ٹوٹنک میں ملازم رہے۔ اسی مقام پر مرزا غالب سے تلمذ

اختیار کیا۔ (مرزا صاحب کا سفر بڑنگ محل نظر ہے۔ غرضی) حکمہ والی ٹونک

کی خواہش برائے سے ایک دو دفعہ ملنے گئے تھے۔ ۱۸۸۳ء میں حیدر آباد آئے

۱۹۰۸ء تک یہیں مقیم رہ کر دوسرے ممالک کی مشہور طبقاتی کے زمانے میں وطن

۱۹۱۲ء تک یہاں مسلم کارکنوں کی ایک کمیٹیوں کی سربراہی میں ایک مسلم لیگ قائم ہوئی۔

کے سینے کو اسے اغ کر چھو کر دیکھ کر اس نے کہا کہ یہ ایک ۱۸۹۱ء قریب ان کو

دن بہرح کرجہم بارے میں حکومت اعلیٰ درجہ - ۱۹۸۱ء میں لکھا گیا کہ

ہندوستان کھینچ لے گئی۔ وہیں بیوندر خاک ہوئے اور ایک اگلے وقتوں کی صورت مٹ گئی۔

اس امر کی نسبت کہ ذیل کے شعر غالب کے ہیں، ہم نے علامہ سید علی جید نظم طباطبائی نواب حیدر نواز جنگ سے (جن کی غالب شناسی بہت شہور ہے اور جن کے دیوان غالب کی شرح کھنہ کے بعد غالب پر سے مہل کوئی کا الزام اٹھا، تحقیق چاہی، اور دیگر صاحبان ذوق سے بھی استفسار کیا۔ یہ سب اصحاب علامہ طباطبائی کے اس جواب سے اتفاق کرتے ہیں کہ: ”بیاض رشتگی میں سے تین شعر (صحیح: چار۔ قرشی) جو مرزا غالب کے نام سے کھنہ ہوئے ہیں، یہ مجھے بھی بلاشبہ غالب کا کلام معلوم ہوتا ہے۔“ خود ہماری نظر جہاں تک کام دیتی ہے، ہم اس کو غالب ہی کا کلام سمجھتے ہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس میں شک و شبہ ہو تو امید ہے کہ وہ معقول وجوہ و دلائل کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے۔

رشتگی کی بیاض میں یہ غیر مطبوعہ کلام جس طرح کھنہ ہوا ہے ہم اس کو بحسنہ یہاں نقل کرتے ہیں۔“

اس نوٹ کے بعد یہ ایک سطر بھی رسالہ ”تحفہ“ میں غزل سے پہلے درج ہے جو بیاض مذکورہ ہی سے نقل ہوئی ہے کہ:

”یہ غزل مرزا صاحب پوری، دیوان میں طبع نہیں ہوئی ہے۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ ”بیاض“ میں اندراج کرنے والے کو اس بات کا علم تھا کہ اس غزل کے تین شعر پہلے سے دیوان غالب میں موجود ہیں اور یہ کہ ابھی تک یہ مکمل شکل میں کہیں شائع نہیں ہوئی ہے۔

ان سارے بیانات کے پیش نظر یہ بات قابل تحقیق ہو جاتی ہے کہ نوذریانت شعر بھی غالب ہی کے ہیں اور ان کا انتساب جالب یا کسی دوسرے شخص کی طرف صحیح ہے

یا غلط۔“

(۲۴) وصل میں ہجر کا ڈر یاد آیا  
عینِ جنت میں سقر یاد آیا

(۲۵) مزہ تو جیتے کہ اے آہِ نارسا، ہم سے  
وہ خود کہے کہ: ”بتا تیری آرزو کیا ہے؟“

(۲۶) حالت ترے عاشق کی یہ اب آنِ بنی ہے  
اعضا شکنی ہو چکی، اب جاں شکنی ہے

(۲۷) گھر سے نکالنا ہے اگر، ہاں نکال لے  
ناحق کی جھٹیں نہ مری جاں، نکال لے

(۲۸) لیں بوسہ، یا مصیبتِ ہجر ایاں کریں  
اک مُنہ ہے، کون کون سے اریاں نکال لے

(۲۹) جو معشوق زلفِ دو تا باندھتے ہیں  
مرے سر سے کالی بکلا باندھتے ہیں

قائمی معراج دھولپوری مرحوم کے پاس ”باغِ مہر“ نام کی ایک کتاب محفوظ تھی۔ جسے میر میر علی اکبر آبادی نے، ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۸۶۱ء روز پنجشنبہ کو تمام کیا تھا۔ اس میں اشعار متفرق کے تحت ”مرزا لوشہ“ کے نام سے بھی شعر درج تھے۔ یہ



شعر (۲۴ تا ۲۹) انھی میں کے ہیں۔ یہ اشعار قاضی صاحب نے تبرکاتِ غالب کے عنوان سے 'ہماری زبان' کے شمارہ ۸ اگست ۱۹۶۱ء میں شائع کرائے تھے۔

(۳۰) نتیجہ اپنی آہوں کا ہے شکل مستوی پورا  
ہیولی صورت کا بوس پھر خواب گراں کیوں ہو

## غالب کے بعض غیر متداول اردو اشعار کا زمانہ فکر

جناب امتیاز علی خاں عرشی مرحوم نے دیوانِ غالب کچھ اس طرح مدون کیا ہے کہ اب اس کے مطالعے سے غالب کے کلام کا عہد تخلیق بھی، ماخذوں کی مفصّل نشاندہی کے سبب سے، ایک حد تک متعین کیا جاسکتا ہے تاہم بعض اشعار ایسے ہیں جن کا عہد معلوم نہیں ہو سکا۔ میں نے ذیل میں ایسے ہی اشعار کا زمانہ فکر متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ روایتیں بیشتر وہی ہیں جو نسخہ عرشی میں بیان ہوئی ہیں۔ مگر کوشش کی گئی ہے کہ اصل ماخذوں کو منظرِ خود دیکھ بوجھ جائے اور اگر ہو سکے تو اپنے کتب خانے سے ان کو مزید تقویت پہنچائی جائے تاکہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ اس کے بعد نتائج کے لیے میں نے ماخذوں اور اپنے فہم ہی پر بھروسہ کیا ہے۔ پہلے غالب کے اشعار درج کیے گئے ہیں اور بعد میں اشعار کے زمانہ فکر کے تعین کی کوشش میں اپنے معروضات۔

(۱) خوشی جینے کی کب، مرنے کا غم کیا  
ہماری زندگی کب، اور ہم کب

یہ شعر فاضل زیدی صاحب نے رسالہ طوفان، لڑاب شاہ کے شمارہ جولائی ۱۹۵۱ء میں اس سہتید کے ساتھ شائع کیا تھا :

”سید احمد حسین میکش شاگردِ غالب جو بعدِ غدر بے جرم و خطا انگریز کے عتاب کا نشان بنے، غدر سے قبل کچھ دنوں پالوڈی میں مقیم رہے ہیں میر امتیاز علی، رئیس شاہ پور (پالوڈی) اور ان کے درمیان رشتہ اخلاص و محبت تھا اور انھی کی کشش ان کو پالوڈی بھیج لائی تھی۔ میکش نے اپنے استاد کی مشہور غزل ”سب کہاں کچھ لالہ و گل میں تمایاں ہو گئیں“ اور کسی کوڑے کے دل کوئی نواسیخ فغان کیوں ہو“ میر صاحب کو بطور تحفہ نقل کر کے دی تھیں جو ان کے صاحبزادے حکیم حبیب حسین کی ملکیت رہیں اور اب حکیم مرحوم کے لواحقین کے پاس ہیں۔ آخر لاکر غزل میں مروجہ غزل سے ایک شعر زائد ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالب نے یہ شعر بعد میں غزل سے خارج کر دیا۔ میکش کو یہ اتفاقاً زبانی یاد تھا۔ اس لیے انہوں نے لکھ دیا اور محفوظ رہ گیا۔“



یہ شعر مکتوبات امیر مینائی مرتبہ مولوی احسن اللہ خان ثاقب صفحہ ۲۱ کے حاشیہ سے ماخوذ ہے۔ ثاقب نے نواب یوسف علی خاں بہادر ناظم کے بارے میں متن میں لکھا ہے ”نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کیاب ہے مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے۔“

حاشیہ میں لکھا ہے ”خاکسار کو جولائی ۱۹۰۸ء میں خوابیدگانِ تربت گاہِ تقدس کی توجہ اور (رباعی)“

فرخندہ جہان بے مثالی      مدوحِ ادانی و اعالی  
پیرایہ صدق و پایہ فضل      شمس العلماء جناب حاکمی

کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ اُن کو سنار ہا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ نواب مصطفیٰ خاں صاحب شیعہ فرماتے تھے کہ ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا۔ میں نے بہت تعریف کی، تو فرمایا کہ بھئی، میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا، مطلع خوشی منجھنے کی... اچ... اس کے قطع نظر کہ یہ شعر دیوانِ ناظم (نواب یوسف علی خاں والی رام پور) میں شامل نہیں یہ کوئی ایسی تخلیق نہیں جس پر شیعہ یا غالب سر دھنتے۔ نواب رام پور (ناظم) ۱۸۹۵ء میں فوت ہوئے۔ اس لیے شعر یقیناً اس سے پہلے کا ہے۔

دیوانِ ناظم مطبوعہ ۱۲۷۸ھ ص ۲۱۶ پر سلام کے مقطع کا پہلا مصرع دیکھیے

”ہم کیا ہیں ناظم اور ہمارا سلام کیا“

شعر سے اس کا کوئی تعلق نہیں لیکن اس مصرع کا اسلوب ہی ہے جو شعر کے مصرع ثانی کا ہے۔

اگرچہ ثاقب مرحوم نے رباعی لکھا ہے تاہم وزن کی رو سے قطع ہے۔

دیوانِ حاکمی مطبوعہ ۱۸۹۳ء کے حصہء مقدمہ کے ص ۱۷ پر بھی حاکمی نے اس شعر کو مرزا غالب ہی سے منسوب کیا ہے

(۲) مسلمانوں کے میلوں کا ہوا قتل

سجے ہیں جوگ مایا اور دہی

نشانِ باقی بہنیں ہے سلطنت کا

مگر ہاں، نام کو اور رنگِ زہی

دہی سے مراد کالی دیوتا ہے۔ جس کی پوجا ہزاروں برسوں سے ہو رہی ہے۔ دہی میں اس دیوتا کا مندر ۹ میل دور تعلق آباد کی طرف ہے۔ جوگ مایا کا مندر مہرولی میں ہے جہاں ہفتہ وار میلہ لگتا ہے۔ مہرولی ہی میں سادوں میں پھول والوں کی سیر کے نام سے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار پر میلہ لگتا تھا اور اب بھی لگتا ہے۔ ظاہر ہے ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کے بعد جب مغلیہ سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا تو اس میلے کو شاہی سرپرستی حاصل نہ رہی۔ اس لیے یہ میلہ اس جوش سے جاری نہ رہا مگر اسے ہندوؤں نے سہارا دیا اور خواجہ صاحب کے مزار کے ساتھ انھوں نے اپنی توجہ جوگ مایا کے مندر کی طرف مبذول کر لی چنانچہ سید احمد دہلوی (پھول والوں کی سیر فرہنگِ آسینہ جلد اول) لکھتے ہیں ”غدر کے بعد سے اس میلے نے اور بھی ترقی کی یعنی خاصانِ ہند کی طرف سے بدھ کے روز جوگ مایا پر ایسے ہی دھوم دھڑکے سے منکھا پڑھنا شروع ہو گیا۔ سات سات اور نو نو پنکھے آگے پیچھے ہوتے ہیں۔۔۔“ یہ قطعہ اسی عہد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لیے اس کا زمانہ فکر ۱۸۵۹ء کے قریب یعنی ۱۸۵۷ء کے بعد کبھی ہو سکتا ہے۔

(۳) ہم نشین تارے ہیں اور چاند شہابِ لدینِ خاں

بزمِ شادی ہے نلک کاہ کشاں ہے سہرا

ان کو لڑیاں نہ کہو، بحر کی موجیں سمجھو

ہے تو کشتی میں، ولے بحر رواں ہے سہرا

یہ شعر مولانا مہر نے اُس فلمی نسخہ دیوانِ غالب سے نقل کیے ہیں، جو بگم نرائی اللہ

احمد خاں تانا باں دہلوی کی ملکیت میں تھا۔ مالک رام صاحب نے لکھا ہے کہ انھوں نے بیانی علیاں میں بھی اٹھیں دیکھا ہے۔ بہ ظاہر یہ اس پورے سہرے کے دو شعر ہیں جو مرزا شہاب الدین احمد خاں ثاقب شاگرد غالب (۱۸۴۶ تا ۱۸۶۹ء) کی شادی پر کہا گیا۔ ثاقب کے سب سے بڑے صاحبزادے مرزا شجاع الدین احمد خاں تانا باں ۲۳ ستمبر ۱۸۶۱ء کو پیدا ہوئے تھے۔ اس لیے شادی مارچ ۱۸۶۱ء میں یا اس سے پہلے ہوئی ہوگی۔ غالب کے ایک خط مورخہ دو شنبہ ۸ فروری ۱۸۵۸ء بنام شہاب الدین ثاقب کے اس جملے ”اپنے گھر میں اور اپنے بچوں کو میرے اور میرے گھر کی طرف سے دعا کہہ دینا اور تم کو بھی تمہاری استانی دعا کہتی ہیں“ سے شبہ ہوتا ہے کہ ثاقب کی شادی ۸ فروری ۱۸۵۸ء سے پہلے ہو چکی تھی۔ ”اپنے بچوں“ سے مراد البتہ علیاں وغیرہ کے بچے ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو سہرے کا زمانہ فکر بھی خط کی تاریخ ۸ فروری ۱۸۵۸ء کے پیش نظر ہی طے کرنا پڑے گا۔ شادی نواب شمس الدین احمد خاں دلی نیر پور جوہر کا کزن اسی سکندر جہاں بیگم سے ہوئی تھی۔

(۴) آپ نے ”مسنفی القصر“ کہا ہے تو سہی یہ سہی، یا حضرت ابوب گلاب ہے تو سہی رنج طاقت سے سوا ہو، تو نہ بیٹوں کیونکر؟  
ذہن میں خوبی تسلیم و رضا ہے تو سہی ہے غنیمت کہ بائید گزر جائے گی عمر نہ ملے داد، مگر روز جزا ہے تو سہی دوست گر کوئی نہیں ہے جو کرے چارہ گوی نہ سہی ایک تمنائے دوا ہے تو سہی غیر سے دیکھیے، کیا خوب نباہی اُس نے نہ سہی ہم سے پراس بت میں دنا ہے تو سہی

نقل کرتا ہوں اسے نامہ اعمال میں، میں کچھ نہ کچھ روز ازل تم نے لکھا ہے تو سہی سمجھی آجائے گی، کیوں کرتے ہو جلدی غالب شہرہ تیزی شمشیر قضا ہے تو سہی

یہ غزل مولانا تہرنے ”غالب“ ص ۳۰۴ (طبع اول) میں دیوان غالب کے خطوط بیگم تانا باں (حاشیہ ص ۱۰۷) سے نقل کی ہے۔ نیز یہ رسالہ ”آجکل“ دہلی بابت ۵ جون ۱۹۲۳ء میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

بقول مولانا تہر مرحوم، غزل، خطوط بیگم تانا باں کے حاشیے پر درج تھی اور خطوط بیگم تانا باں ”بہ ظاہر رام پور دلی قلمی نسخہ کی نقل معلوم ہوتا تھا۔“ نسخہ رام پور ۱۸۵۵ء میں لکھا گیا تھا، لہذا خطوط بیگم تانا باں اُس کے بعد کتابت ہوا اور یہ غزل اُس کے بھی بعد حاشیے میں اضافہ کی گئی۔ ارمنان غالب میں اسے ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۹ء کی تصنیف کہا گیا ہے۔ مقطع سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ غزل ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد لکھی گئی ہوگی۔

(۵) بتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادا بار آتا ہے تو یوسف ساحیں بکنے سر بازار آتا ہے

یہ شعر مولوی احتشام الدین صاحب دہلوی کے مضمون (ماہ نو فروری ۱۹۵۰ء) سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ مطلع انھیں ایک صاحب وجہہ الدین خاں کی مملوکہ بیاض میں ملا تھا، اس بیان میں مرزا صاحب کی غزل ”کہا ہے تو سہی، رہا ہے تو سہی“ بھی درج تھی۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”اس کے ساتھ کوئی دوسرا شعر نہیں ہے۔ وجہہ الدین خاں نے غزل مذکورہ کے ہاتھ آنے کی حکایت یہ بیان کی ہے کہ ان کے والد ماجد مرحوم نے مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے کلام کی اپنی بیانی میں لکھنے کے لیے استدعا کی۔ مرزا نے فرمایا کہ یہ غزل دیوان میں طبع ہونے سے رہ گئی ہے تم لے جاؤ۔ غالب اسی کے ساتھ یہ مطلع بھی عنایت ہوا ہوگا کیونکہ اس بیاض میں غالب کے نام سے

درج ہے، کسی مطبوعہ دیوان میں نہیں پایا جاتا۔

میں نے کہا ہے تو سہی، والی غزل کو بعد از ۱۸۵۷ء قیاس کیا ہے۔ لہذا غالب کے عنایت کردہ ایک ہی بیاض میں کچھ ہوئے اشعار کو اسی عہد میں شمار کرنا چاہیے۔ مگر میرا خیال ہے کہ غالب کم از کم اس بڑھاپے میں یعنی ۱۸۵۷ء کے بعد تو ”سرباز ابرا“ فروخت آتا ہے ”یا“ ”سرباز ابرا“ کے لیے آتا ہے، ”کو“ پکے ”سرباز ابرا“ ہے نہ کہتے۔ مطلع یقیناً ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے کا ہے۔ اسے ابتدائی کلام یعنی ۱۸۱۶ء سے بھی پہلے قرار دینا چاہیے۔

## غالب کے کچھ ہنگامی مصرعے اور شعر

کاتی تھیں شمر کی بیگم، تن ناہایا ہو  
دودھ میں پکے تھے شلغم، تن ناہایا ہو

مولوی احتشام الدین مرحوم نے اپنے مضمون ’غالب کے بعض غیر مطبوعہ اشعار اور لطیفے‘ (ماہ نو۔ فروری ۱۹۵۰ء) میں لکھا ہے کہ یہ ”مطلع“ مرزا کی ایک مہمل غزل کا ہے جو بچوں کے جھولے میں گانے کے لیے موزوں فرمائی تھی۔ اندازہ ہے کہ شعر ۱۸۶۵ء کے ابتدائی مہینوں میں کہا گیا ہو گا دیکھیے خط نمبر ۱۱۲ بنام ہرگوپال تفتہ آخر مئی ۱۸۶۵ء)

تم سلامت رہو قیامت تک

دولت و عز و جاہ، روز افزوں

اس شعر کا پہلا مصرع مرزا نے نواب یوسف علی خاں ناظم کے نام کے

خط مورخہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷ء میں اورپور اشرفیہ کے نام کے خط مورخہ ۱۴ اگست ۱۸۶۳ء میں لکھا ہے۔

۳ ے درم و دام اپنے پاس کہاں  
چیل کے گھولنے میں ماس کہاں

اب حیات میں درج ہے کہ حسین علی خاں (عارف کا چھوٹا لڑکا) ایک دن کھیلتا کھیلتا آیا کہ دادا جان (غالب) مٹھائی منگا دو۔ آپ نے فرمایا کہ پیسے نہیں۔ وہ صندوق کھول کر ادھر ادھر ٹولنے لگا اور آپ نے یہ شعر فرمایا۔

حسین علی خاں (شادان) کا سال ولادت ۱۸۵۰ء ہے۔ اندازہ ہے اس واقعے کے وقت (آغاز ۱۸۵۷ء) وہ سات آٹھ برس کا ہوگا۔

۴ ے سات جلدوں کا پارسل پہنچا  
واہ کیا خوب برحاصل پہنچا

یہ شعر میرزا حاتم علی مہر کے نام کے خط مورخہ ۲۰ نومبر ۱۸۵۸ء میں درج ہے۔

۵ ے یہ ضبط نہیں تو اور کیا ہے

”برہان قاطع کا وہ نسخہ جس کے حاشیوں پر ابتداً مرزا صاحب نے اپنے اختلافی نوٹ لکھے اور جو بعد کو قاطع برہان کے نام سے مرتب ہو کر چھپے۔۔۔۔۔ لفظ ’نسک‘ پر حاشیہ لکھتے ہوئے یہ مصرع بھی مرزا صاحب کے قلم سے نکل گیا ہے۔“ ظاہر ہے کہ یہ ۱۸۵۸ء ہی میں لکھا گیا ہوگا۔

۶ ے روز اس شہر میں اک حکم نیا ہوتا ہے  
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ کیا ہوتا ہے

غالب نے یہ شعر اپنے خط بنام مجروح مورخہ ۲ فروری ۱۸۵۹ء میں لکھا ہے۔

۷ ے دیکھیے کیا جواب آتا ہے

مندرجہ خط بنام مجروح ۱۳ دسمبر ۱۸۵۹ء۔ یہ پورے جملے کا ایک ٹکڑا ہے جو

از خود موزوں ہو گیا ہے: ”میں نے اس کا اپیل لفٹنٹ گورنر کے یہاں کیا ہے دیکھیے کیا جواب آتا ہے۔“

۸ ے خدا سے کیں بھی چاہوں از رہ مہر  
”فروش میرزا حاتم علی مہر“

مندرجہ خط بنام مہر۔ اپریل ۱۸۵۹ء۔ اس شعر کا دوسرا مصرع خود مہر کا ہے جو ان کی مشنری ’شمار‘ میں درج ہے۔

۹ ے پیرو مرشد معاف کیجئے گا  
میں نے جتنا کا کچھ نہ لکھا حال

مندرجہ خط بنام قواب الزور الدولہ بہادر شفق۔ ۱۹ جولائی ۱۸۶۰ء۔ خود مہر ہی میں یہ اسی طرح درج ہے مگر اردو سے معنی میں اسے نثر کی شکل دے دی گئی ہے اگرچہ اسے منظوم بھی پڑھا جاسکتا ہے

پیرو مرشد معاف کیجئے گا میں نے جتنا کا حال کچھ نہ لکھا

۱۰ ے خدا کے بعد نبی اور نبی کے بعد امام  
یہی ہے مذہب حق، والسلام والا کرام

مندرجہ خط بنام مجروح۔ مئی ۱۸۶۱ء

۱۱ ے تھا تو خط پر نہ تھا جواب طلب  
کوئی اس کا جواب کیا لکھتا

یہ شعر جو دھری عبد الغفور سردر کے نام کے خط میں لکھا ہے۔ خط پر تاریخ درج نہیں مگر قرآن سے بتا چلتا ہے کہ ۱۸۶۲ء کا لکھا ہوا ہے تفصیل کے لیے دیکھیے ’غالب کے خطوط‘ جلد دوم ص ۶۱۱۔

۱۲ ے میں بھولا نہیں تجھ کو اے میری جاں  
کروں کیا، کہ یاں گھر رہے ہیں مکاں



۱۸۶۶ء کے لگ بھگ ہوگا۔

۲۲ ے سین عمر کے ستر ہوئے شمار برس

بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس

غالب کا سال ولادت ۱۷۹۷ء ہے۔ اس طرح یہ شعر ۱۸۶۷ء میں کہا گیا ہوگا۔

ہجری حساب سے ستر برس ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵-۶۶) میں پڑیں گے۔

۲۳ ے آج یک شنبہ کا دن ہے آؤ گے ؟

یا فقط رستا ہمیں بتاؤ گے

خجائے جاوید جلد اول ص ۸۱ میں لالہ سری رام نے لکھا ہے کہ پیارے لال اشوب

دہلی میں ہوتے تھے تو کوئی ہفتہ مرزا صاحب کی ملاقات سے خالی نہ جاتا تھا۔ دیر ہو جاتی

تو مرزا ایک نہ ایک شعر لکھ کر اشوب کے پاس بھیج دیتے "جس کا مضمون حسن طلب ہوتا۔"

ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔ غالب نے دسمبر ۱۸۶۷ء کو زالہ حیثیت غری کا مقدمہ دائر

کیا تھا اس مقدمے میں پیارے لال اشوب (جو ابھی ۳۶ سال کے بھی نہ تھے) گواہوں

میں سے ایک تھے۔ شاید یہ شعر اُنھی دنوں کا ہو۔

مندرجہ بالا اشعار کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ یہ غالب کی شوخی طبع اور زانوائی

کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی قدر و قیمت اس پر منحصر ہے کہ یہ غالب کے کہے ہوئے ہیں۔

اور یہ کسی نہ کسی واقعے کی نشان دہی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

## دیوان غالب

طبع اول

غالب، میر جان جا کو ب بہادر (جان جیکب) کو، مطبع سید الاخبار کے بارے میں کچھ اطلاعات بہم پہنچاتے ہوئے، ایک خط میں لکھتے ہیں :

..... دیوان ریختہ کہ درنا تہای تمام است، عجب نیست کہ

ہم دریں ماہ بہ تہای و آنکاہ بنظر گاہ سای رسد.....

(ترجمہ : میرا) دیوان اُردو بھی جو بادِ وجود ادھورا ہونے کے، مکمل ہے،

عجب نہیں اسی مہینے میں (اسی مطبع سے) تمام ہو کر آپ کی نگاہِ عالی سے

گزرے.....

اس خط سے دو باتیں سامنے آتی ہیں : اول یہ کہ دیوان چھپ رہا ہے۔ دوم یہ کہ

دیوان اگرچہ ادھورا ہے تاہم مکمل ہے یعنی منتخب ہے۔ سرورق کے مطابق، بالآخر دیوان

شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۱ء میں چھپ گیا۔ دیوان کے ص ۱۰۴ پر ایک رباعی درج

۱۸۶۶ء کے لگ بھگ ہوگا۔

۲۲ ے سین عمر کے ستر ہوئے شمار برس

بہت جیوں تو جیوں اور تین چار برس

غالب کا سال ولادت ۱۷۹۷ء ہے۔ اس طرح یہ شعر ۱۸۶۷ء میں کہا گیا ہوگا۔

ہجری حساب سے ستر برس ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵-۶۶) میں پڑیں گے۔

۲۳ ے آج یک شنبہ کا دن ہے آؤ گے ؟

یا فقط رستا ہمیں بتاؤ گے

خنیا نہ جاوید جلد اول ص ۸۱ میں لالہ سری رام نے لکھا ہے کہ پیارے لال آشوب

دہلی میں ہوتے تھے تو کوئی ہفتہ مرزا صاحب کی ملاقات سے خالی نہ جاتا تھا۔ دیر ہو جاتی

تو مرزا ایک نہ ایک شعر کہہ کر آشوب کے پاس بھیج دیتے "جس کا مضمون حسن طلب ہوتا۔"

ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔ غالب نے دسمبر ۱۸۶۷ء کو زوالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر

کیا تھا اس مقدمے میں پیارے لال آشوب (جو ابھی ۳۶ سال کے بھی نہ تھے) کو اہوں

میں سے ایک تھے۔ شاید یہ شعر اُنھی دنوں کا ہو۔

مندرجہ بالا اشعار کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ یہ غالب کی شوخی طبع اور خاندانی

کے آئینہ دار ہیں۔ ان کی قدر و قیمت اس پر منحصر ہے کہ یہ غالب کے کہے ہوئے ہیں۔

اور یہ کسی نہ کسی واقعے کی نشان دہی میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

## دیوان غالب

### طبع اول

غالب، میجر جان جا کو ب بہادر (جان جیکب) کو، مطبع سید الاخبار کے بارے میں کچھ اطلاعات بہم پہنچاتے ہوئے، ایک خط میں لکھتے ہیں :

..... دیوان ریختہ کہ درنا تہای تمام است، عجب نیست کہ

ہم دریں ماہ بہ تہای و آنکاہ بنظر گاہ سای رسد.....

(ترجمہ : (میرا) دیوان اردو بھی جو باوجود ادھر اُدھر ہونے کے، مکمل ہے،

عجب نہیں اسی مہینے میں (اسی مطبع سے) تمام ہو کر آپ کی نگاہ عالی سے

گزرے.....

اس خط سے دو باتیں سامنے آتی ہیں : اول یہ کہ دیوان چھپ رہا ہے۔ دوم یہ کہ

دیوان اگرچہ ادھر اُدھر ہے تاہم مکمل ہے یعنی منتخب ہے۔ سرورن کے مطابق، بالآخر دیوان

شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۱ء میں چھپ گیا۔ دیوان کے ص ۴۰ پر ایک رباعی درج



ہے

ہیں شہ میں صفات ذوالجلالی باہم آثارِ جلالی و جمالی باہم  
ہوں شاد و نہ کیوں اسفل و عالی باہم ہے اب کے شبِ قدر و دوآلی باہم  
عرشی صاحب مرحوم اس رباعی کے پیش نظر لکھتے ہیں :

..... شعبان ۱۲۵۷ھ (اکتوبر ۱۸۶۸ء) میں میرزا صاحب کا دیوان  
اس مطبع (سیدالاجار) میں چھپنا شروع ہوا، اور ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر)  
تک زیر طبع رہا۔ تاریخ آغاز و سرورق پر مذکور ہے اور ۲۷ رمضان تک  
اختتام نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ رباعی بھی شامل ہے : ہے اب کے  
شبِ قدر و دوآلی باہم۔ اور از روئے حساب دوآلی اور شبِ قدر کا  
اجتماع اسی تاریخ کو ہوا تھا۔

مگر یہ دو وزن و دلیل ضعیف ہیں۔ دیوان کے سرورق پر یہ کہیں نہیں لکھا گیا کہ  
اکتوبر ۱۸۶۸ء طباعت دیوان کی تاریخ آغاز ہے۔ اگر تاریخ آغاز کی نشاندہی منظور ہوتی  
تو دن کا ذکر بھی ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح رباعی سے یہ کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ شبِ قدر اور  
دیوالی کے اجتماع کی تاریخ گزر چکی ہے۔ اس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ چھوٹے بڑے  
آپس میں اس لیے خوشی ہو کر گلے مل رہے ہیں کہ اب کے شبِ قدر اور دیوالی  
بھی ایک ہی تاریخ کو باہم بغل گیر ہونے والی ہیں۔ رباعی یقیناً ۲۷ رمضان (۱۲ نومبر)  
سے پہلے کہی گئی ہوگی۔ ایسا ہونا اگر ناممکن نہیں تو دور از قیاس ضرور ہے کہ طباعت  
سے مہینوں پہلے مسودے کی کتابت کرائی گئی ہو اور طباعت کے دوران میں  
بیکایک ایک رباعی کا اضافہ کر دیا گیا ہو۔ چھپے ہوئے دیوان میں یہ رباعی جس مقام  
پر ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام مسودہ ایک ہی قلم سے سلسلہ وار لکھا گیا تھا۔

دیوانِ غالب نسخہ عرشی آشاعت دوم مقدمہ ص ۱۲۷

دیوان میں درج شعروں کی تفصیل یہ ہے :

۹۹۸	غزلیات کے اشعار
۱	۲ مصرعے جو غزل میں چھپنے سے رہ گئے مگر غلط نامہ میں موجود ہیں
۹۹۹	میزان (اشعار غزلیات)
۹۷	قصیدوں، قطعوں، رباعیوں کے اشعار
۱۰۹۶	میزان

ص ۵۹ پر چھپے ہوئے ۳ شعر حقیقت میں قطعے کے ہیں جو ص ۱۰۰ پر درج نہیں اور اس  
میں شامل ہیں۔ اس طرح مجموعی تعداد اشعار ۱۰۹۳ رہ جاتی ہے۔ اب اگر معلوم ہو کہ  
یہ ۱۰۹۳ اشعار کم از کم، ۱۲۹۷ اشعار سے منتخب کیے گئے ہیں تو سمجھ میں آ جاتا ہے  
کہ غالب نے اپنے ”دیوانِ ریختہ“ کو ”درنامہ تمام“ کیوں کہا۔ ان کی مراد یہ ہے کہ  
دیوان صرف چھاپنے کی حد تک مکمل ہے حقیقت میں مکمل نہیں کیونکہ منتخب ہے۔  
غالب کے دیوانِ ریختہ کے پانچوں ایڈیشنوں میں ان کا فارسی میں لکھا ہوا بیباچہ  
شامل ہے مگر اس پر تاریخ تحریر درج نہیں ہے۔ دیوانِ غالب (نظامی بدایونی طبع ثانی)

۱۔ دیوانِ غالب طبع اول ص ۱۹ غزل کا پہلا مصرعہ یہ ہے ”یک ذرہ زمیں نہیں بے کار باغ کا“  
۲۔ ”گلشنہ کا جو ذکر کیا تو نے ہم نہیں“ معلوم ہوتا ہے اس شعر کو قطعے سے الگ کر کے، باقی تین شعروں کو  
غالب نے بعد از غزلوں میں درج کیا تھا بعد میں مکمل قطعہ بھی شامل کر لیا۔ مگر غزلوں سے تین شعر خارج  
کرنا بھول گئے۔ بعد کے ایڈیشنوں میں یہ غلطی درست کر لی گئی ہے

۳۔ دیکھیے ۱۸۱۲ء سے ۱۸۳۳ء تک کے اشعار = ۲۶۹۲۸ + ۱۸۳۲۷ = ۴۵۲۵۵ اشعار (۲۷۷۵۵ - ۲۹۷۵۵)  
۴۔ اردو دیوانِ غالب مع شرح نظامی۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں۔ ۱۹۲۳ء ص ۵۷ اور متن  
دیوانِ غالب سے ایک صفحہ پہلے



۳؎ غالب از ڈاکٹر سید عبداللطیف (انگریزی سے ترجمہ) مطبوعہ حیدرآباد - ۱۹۳۲ء ص ۱۳۵

۵۔ دیکھیے ۱۸۱۲ء سے ۱۸۶۱ء تک کے تم نشان والے اشعار

اس کے علاوہ تقریباً مشمولہ دیوان مطبوعہ میں لفظی تغیر و تبدل بھی ہوا اور مختلف اشاعتوں میں سینیں اور تعداد اشعار میں ترامیم بھی ہوئیں۔

۱۸۳۳ء کے بعد جن ۲۵ اشعار کا اضافہ ہوا وہ یہ ہیں

دیوان غالب ص ۵۳	دی سادگی سے جان پڑوں کو کہن کے پائو	۹ شعر نسخہ بدایوں ۱۸۳۸ء
۵۸ "	تاہم کوشکایت کی بھی باقی نہ رہے جا	۲ شعر حاشیہ ایضاً بعد از ۱۸۳۸ء
۶۵ "	زندگی اپنی جہاں شکل سے گزری غالب	۱ شعر کشن بے خمار
۸۴ "	ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے	۳ شعر اپریل ۱۸۳۵ء
		نسخہ بدایوں - حاشیہ بعد از ۱۸۳۸ء
۸۹ "	لاغر آنا ہوں کہ گرتو نیم میں جاوے مجھے	۴ شعر - ایضاً
۱۰۰ "	گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری	۲ شعر - ایضاً
۱۰۴ "	جیجی ہے جو مجھ کو شاہ جہاں نے وال	۲ شعر - ایضاً
۱۰۴ "	میں نشہ میں صفات ذوالجسمالی باہم	۲ شعر شنبہ و دو والی باہم
		۲۵ شعر ۱۸۴۱ء

مندرجہ بالا سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں

۱۔ ایک شعری ترمیم دلچسپ ہے تقریباً ۱۵۰ اشعار کا تیسرا شعر آٹا لٹا دید میں اس طرح ہے  
میں فرزند و نہ آباے علوی بہیں شاگرد روح القدس عالی  
اس کے مصرع ثانی کو دیوان غالب (طبع اول) میں یوں کر لیا ہے ۷ دم روح القدس در کشف معنی، پھر بعد کی  
اشاعتوں میں یہ شکل دے دی ہے ۷ بہیں شاگرد عقل کل عالی  
۲۔ بے جاہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی کہے میں کیوں دہائیں نہ ہم بڑوں کے پائو  
۳۔ شعر بدایوں دیوان غالب سے خارج کر دیا گیا تھا۔ اس طرح اب متداول دیوان میں اس غزل  
کے ۹ کے بجائے ۸ شعر شامل ہیں

۱۔ دیوان غالب اولیں طباعت کے لیے لگ بھگ ۱۸۳۳ء کے پہلے سہ ماہ تک مکمل ہو چکا تھا  
۲۔ اس میں ۱۰۷۱ اشعار تھے

۱۔ اگر جدول میں جو تفاوت میں دی جا چکی ہے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ۱۸۳۳ء تک متداول دیوان کے لیے  
منتخب اشعار کی تعداد ۱۰۷۱ نہیں بلکہ ۱۰۷۳ ہے۔ تاہم دیوان غالب کے پہلے ایڈیشن (۱۸۴۱ء) میں  
۱۸۳۳ء تک ۱۰۷۱ اشعار ہی شامل کیے گئے تھے۔ یہ کیوں کر ہوا۔ اس کیلئے "نگاہ" میں پورا جمع  
خروج رکھنا پڑے گا۔ ملاحظہ کیجیے:

۱۰۷۳ ۱۸۳۳ء تک دیوان کے لیے منتخب اشعار کی تعداد  
متداول دیوان میں قصیدہ "یک ذرۃ....." کے ۲۸ شعر  
ہیں مگر پہلے ایڈیشن (ص ۹۶/۹۵) میں صرف ۲۵ شعر درج ہیں۔ اس طرح  
اشعار کم ہوئے

۳-  
۱۰۷۰

پہلا ایڈیشن ص ۲۹/۳۰ غزل "میرے بعد" کے ۸ شعر ہیں۔ متداول  
دیوان میں بدازاں یہ شعر اضافہ ہوا ہے  
خون ہے دل خاک میں احوال بتاں پریشانی  
اُن کے فاضل ہوئے محتاج حنا میرے بعد

۱-  
۱۰۶۹

یعنی یہ شعر پہلے ایڈیشن میں نہیں  
۲۔ شعر بھی پہلے ایڈیشن میں نہیں تھے  
سیاہی جیسے گر جاوے دم تحریر کا غزبر  
مری قسمت میں یوں تصور ہے سہماں بجزاں کی  
مجاہد کیا ہے ۶ میں صامن، ادھر دیکھ

۲-  
۱۰۶۷

شہیدان نگہ کا خون بہا کیا  
یہ شعر پہلے ایڈیشن (ص ۷۲) میں ہے مگر بعد میں حذف کر دیا گیا  
۷ ہو کر شہید عشق میں پاسے ہزار جسم  
ہر موی گرد راہ، مرے سر کو دوش ہے

۱+  
۱۰۶۸

قطعے کے شعر جو پہلے ایڈیشن میں ص ۵۹ اور ص ۱۰۰ پر دو بار چھپ گئے  
۷ فلک کے جود کر گیا.....

۳+  
۱۰۷۱

پہلے ایڈیشن میں ۱۸۳۳ء تک کے کل منتخب اشعار



(ب) دیباچہ غالب جو دیوان غالب طبع اول میں چھپا ہے، یہ ہے :  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## دیباچہ

شامِ شمیم آشنایاں راضی، و نہادِ انجمن نشیناں را نرودہ کہ لختی از سامانِ مجمرہ  
گردانی آمادہ، دوامنی از خودِ ہندی دست، ہم دادہ است۔ نہ چوبِ ہای سنگِ نرودِ پ  
خوردہ بہ، بخارِ نا طبعی شکستہ، بی اندامِ تراشیدہ، بلکہ بہ ترشگفتہ، بکارِ دریزِ ریز  
کردہ، بہ سوہانِ تراشیدہ۔

ایہ دونِ نفسِ گداختگی شوق بہ جستجوی آتشِ پاری است۔ نہ آتشی کہ در گلخنِ ہای  
ہند افسردہ و خاموش، و از کفِ خاکسترِ مرگِ خودِ سپیدِ پوشِ بینی۔ چہ بروئی مسلم (است) !  
از ناپاکیِ با ستخوانِ مروہ ماہرِ شکستن، و از دیوانگیِ برشتہ شمعِ مزارِ کشتہ آدِ ختنِ ہر آئینہ بدل  
کہ اختنِ نیرزد، و بزمِ افروختنِ را نشاید۔ رخِ آتشِ بہ صبحِ ہر افروزندہ، و آتشِ ہر دست  
را بیا دافراہ ہم و آتشِ سوزندہ نیک میدانکہ پڑ و ہندہ در ہوا ہی آن رخشندہ آدرتعل  
در آتشِ است کہ پچشمِ روشنی ہوشنگ از سنگِ برون تافتہ، و در دیوانِ لہرِ آتشِ نہایانہ،  
خسِ افروختنِ دلالہ را رنگِ و من را چشم، و کدہ را چراغ۔ خشتیہ یزدان و کرون بسخنِ ہر فروز  
را سپاسم کہ شراری از آن آتشِ تابناکِ خاکسترِ خویش یانہ، بکا و کا و سینہ شتافہ ام،  
و از نفسِ و ہر برانِ بر نہادہ۔ گوکہ در اندک مایہ روزگارِ آن مایہ فراہم تواند آمد کہ مجمرہ  
را ہر و شنائی چراغِ و زائجِ رعد و را بالِ شناسائی و ماغ تواند خشد۔

ہمانا نگارندہ این نامہ را آن در سراسر است کہ پس از انتخابِ دیوانِ و تختہ برگرد آوردنِ  
سر مایہ دیوانِ فارسی بر خیزد، و با استفادہ کمالِ این فرورزن پس از لوزِ خویش نشیند۔  
امید کہ سخنِ سرایانِ سخنور ستای، بر آگندہ ابیاتِ را کہ خارج از این ادراکِ یابند،

## غالب کی زندگی میں دیوان غالب کی اشاعت (دیباچہ تقریظ، خاتمۃ الطبع اور تعداد اشعار)

(ا) غالب نے اپنے اردو دیوان کے پہلے ایڈیشن کا دیباچہ ۲۴ ذیقعد ۱۳۳۸ھ (۱۶ اپریل  
۱۸۳۳ء) کو تمام کیا۔ تقریظ چھ سال بعد ذاب ضیا الدین احمد خاں نے ۱۲۵۴ھ (۳۹-۱۸۳۸ء)  
میں لکھی۔ دیوان اکتوبر ۱۸۴۱ء میں اس سرورق کے ساتھ چھپا۔

دیوان اسد اللہ خان صاحب غالب خلتق  
مرزا نریشہ صاحب مشہور کا دہلی میں تید محمد خاں بہادر کے چھاپہ خانے کے  
لیتھو گرافک پریس میں شہر شعبان  
۱۲۵۷ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۸۴۱ء عیسوی کو سید عبدالغفور کے  
اہتمام میں چھپا ہوا

لے یہ تاریخ سب سے پہلے مولانا نظامی بدایونی نے ملتی احمد علی شوق قدوائی کے ملوکہ نسخے سے اخذ کر کے  
اپنے شائع کردہ دیوان کے دوسرے ایڈیشن میں درج کی تھی

از آثار تراش رگ کلک این نامہ سیاہ نشناسند و چامہ گرد آوراد رستایش دوش  
آن اشعار ممنون و ماخذ نسکالند۔

یاد این بوی هستی ناشیو پیشینی ز نیستی ماہ پیدائی نارسیده یعنی نقش ماہ صغیر آمدہ  
نقاش کہ بہ اسد اللہ خاں موسوم و بہ میرزا الوشہ معروف و بہ غالب مخلص است، چنانکہ  
اکبر کادی مولود و بوی مسکن است فرجام کار خفی مدفن نیز باد۔  
(ج) نواب ضیاء الدین احمد خاں کی تقریظ یہ ہے۔

## تقریظ

” بنام ایندوہی بالانا طورہ ایست از قدسی خاوادہ فکر برزہ گرم جلہ گری و لا ابالی خرام  
محبوبہ ایست مقنعہ از رخ برداشتہ دامن بہ بجزرہ، در اندازہ پرورہ وری۔ بوسفانی است  
نور انراوان معانی در وی دوش بدوش۔ عہد زاریست جلہ گاہ حیرتیاں باختہ ہوش۔  
پہنا و پرند نیست، ماندر سپہر ثواب، گوہر آئین۔ نور حق رونق شار سانیست کارنامہ صمد

لے یہ تقریظ وہ ہے جو دیوان غالب طبع اول کے آخر میں شائع ہوئی تھی۔ بعد کی اشاعتوں میں  
سال تصنیف تقریظ اور تعداد اشعار کے علاوہ معمولی سار و بدل ہوا ہے۔ جیسے محبوب کی جگہ محبوبہ دوش  
کی جگہ بردوش، کارنامہ کی جگہ بارنامہ، برگزشتہ چشمان سخن کی جگہ صرف برگزشتہ چشمان سخن، ہزار کی جگہ  
ارزنگ، ہم بجزو ہم کی جگہ ہم بجزوختہ ہم، ہر سخنتہ کی جگہ نسختہ، ہمدستانان کی جگہ ہمدستانان  
اشعار سے پہلے لفظ مثنوی کا اضافہ، مصرع دوم روح القدس و کشف معنی کی جگہ ہمیں شاگرد  
عقل کل عالی، فرخندہ کش کی جگہ فرو پیدہ کش، المتخلص بغالب کی جگہ غالب پوزش آئین  
کی جگہ پوزش آئین نیا و گستر، محمد ضیاء الدین کی جگہ ضیاء الدین نیز، قطعہ و رباعی کی جگہ قطعہ و مثنوی  
و رباعی، ازما کی جگہ ازمن، بردیکراں کی جگہ براسے و دیگران وغیرہ۔

نگارخانہ چین۔ فردغانی پڑا نیست پری پروانہ۔ سماوی ہیکلی ست حریر بازو سے فرزبانہ۔  
گوئی میکائیل لڑال موکلی فرخ سماوی ہنارہ است و برگزشتہ چشمان سخن راقصای عام درودہ۔  
بیت اللہ تقدس مبدیست کہ کلیدش بدست فہم درست دادہ اند، و درش برا حرام بدان مژدلفہ  
دل کشادہ ہونماست یک صفتان ز نار بندان خیال در وی جبین سای۔ از تنگست بنمایش  
نقشہای بدیع پشت دست مائی و ہزار بر زمین سای۔ ہر صفحہ ازین اوراق ہر ہمیت  
میدخوان۔ ہر ورق ازین کتاب موبدی است استخوان۔ آئینہ خانہ ایست گیتی نما۔  
صفو مکدہ ایست مقفا۔ پردہ گیانند جملہ نشیں سراقہ مریم کرداری۔ شوخ چشماند پرورہ  
در تراز شادان بازار۔ ہی دستانند توانگردل آزاد گاندہ یاد رکھ۔ عشاق طیتانند  
نحو لیشت مائل۔ سادہ بیکرانند نگارین دل۔ باروت پیشگانند زہرہ فن۔ برین گوہرانند  
بابل مسکن۔ سمندانند قلزم کش۔ ہنگانند سببہ پراکش۔ برشتگانند محنتہ مغز۔ ہم بجزو ہم  
پیوست لغز۔ بادہ آسمانند سید مست۔ از خود رفتگانند یا یکدگر ہمدست۔ ہندی  
ضمانند پاری گرد۔ و بلی نژادانند صفایان پرورد۔

ہاں دیوان، ترسم کہ آنچہ سرودم نسختہ باشی ہمانا، منتخب دیوان اردو زبان است ریختہ  
کلک سی فزتاب خدام قسطاس دانش۔ اسطرلاب بینش، جوہر آئینہ آفریش، میا نقد  
گرا نمائیگی، معراج سلیم بندہ پایگی، قہرمان قلمر و معنی پروری، فرماں فرمای گہمان سخنوری،  
گیتی خدایگان نوا آئین نگاری، جہاں سالار تازہ گفتاری، روان بخش کالبہ سخن گستری،  
بنیائ افزای چشم دیدہ وری، فرازندہ لوی شوکت خامہ، فروزندہ چراغ درودہ آمہ،  
آریہ ناسخ شہرت ہمدستانان، سرخیل انجن نکتہ دانان ے

سخن را از خیالش آرجندی	معانی را ز فکرش سر بلندی
مرید خامہ اش بس دلپذیر است	بہشتی غنایب را صغیر است
ہمیں فرزندہ آبای عسوی	دم روح القدس و کشف معنی
جہاں را بیدریغ آموزگار است	گزین معنی شناس روزگار است

سرد سرد دفتر شیدا بیانان درین فن، افتخار ہمزبانان  
 بجولانگاہ معنی یکہ تازے فلاطون فطرتے حکمت طرازے  
 زکھکش ریزش گنج معانی چو ابر آذری، در درفتانی  
 ز صہبای سخن سرشار گشتہ ورق، از فکراد، گلزار گشتہ  
 مودت کیش صافی منتسب ستودہ خوی و فرخندہ کیش، بزرگ نہاد پاکیزہ گوہر،  
 فرشتہ سرشت آذر مگستر کین گوار مہر پرورد، خوشتر شید فروغ کیوان، فراخکوش بخوہ  
 ستایش ستای۔ کشور معنی راوہ خدای، سرتاسر وفاد فتوت، دیدہ تادل حیا و مروت  
 درک مصور، روح مجسم عالم جان، و جان عالم  
 والا حسب عالی نسب۔ سنی و قسسی و الپسین و خوشور، آدانش حضرت چارمین دستور، اعنی  
 استادی، مرشدی، مولائی، انی، میرزا اسد اللہ خان بہادر المتخلص بہ غالب،۔ اللہم  
 کَمِلِ الْکَلَامَ بِدَیْمُومَةٍ لِّقَائِهِ، وَحَصِّلِ الْمَرَامَ بِمَحْنُونَةٍ لِّقَائِهِ!  
 پوش آئین محمد ضیاء الدین، از دیر باز ولائی اندیشہ نیست در آن اندیشندے و گرائی قدر  
 سبک اندران سنجیدے، کہ این گرائی براورزادہ ہار، کہ یگان یگان خلف الصدق دومان خمیر  
 بل البوالاباے مضامین دلپذیر است، بتعلیم نو آموزان نیکو از بد نشناس برا نیکزاد، دین ارزندہ  
 خواہر بارہ ہار، کہ ہر ایک آزان سیمین ساعد شخص خرد یارہ، و نازنین بیکر ہوش را گوشتوارہ  
 است، بر شمس پیش طاق ششاساے برآویزد۔  
 بارے، کار ساز ایندو بزرگ را ہزاران سپاس کہ درین زمان کہ سنہ مقدسہ  
 ہجریہ بنویہ، عَلٰی صَلَاحِہَا اَفْضَلُ الشَّحَاتِ وَاَكْمَلُ الصَّلَوَاتِ۔  
 بیکلئے و عدولست و پنجم و چہار رسیدہ، آن دیرین بسیج و دل نشین آرزوئے مساعد  
 روزگار راست ہنجار و مثلاً دوزی بخت بیدار خوشتر آزان کہ میخواستہم، روائی  
 گرفت۔ شادکامی در دل جاگزید و اندوہ گردآوری بدر رفت۔  
 چوں بہ احصای افراد این ہمایون صحیفہ شتافتہم، ہمگی اشعار شعری شمار غزل و

قصیدہ قطعہ در باغی ہزار و نود و ہشت دانہ یافتہم۔  
 اَلَا، یا تو انا ہوشان، ہوشے! دشنا گوشان، گوشے! بر شاہراہ شناخت فرادانی نیکو  
 معانی باید رفت، نہ در پیغولہ پیغارہ زنی خوردہ بر تلبت ایات گرفت چنانکہ خود آن والا  
 آموزگار در گزارش این ہنجار، بیاری نامہ خویشتن در پردہ ساز آن گفتار خودی سراید۔  
 آرے، راست میفرماید۔ بیت:

نگویم تا نماند لغز، غالب چہ غم، گر ہست اشعارین اندک؟  
 از مایہ دگارے دہر و یکران تدکارے باد! فقط تم تم  
 دیوان کے آخری صفحہ ۱۰۹ پر غلط نامہ ہے۔  
 (د) دیوان میں کل اشعار ۱۰۹۴ ہیں۔ ۳۲ شعر دوبار چھپ گئے ہیں۔ اس طرح مواد کے  
 لحاظ سے تعداد اشعار ۱۰۹۳ تسلیم کرنی چاہیے۔

(۲)

(ا) یہ ایڈیشن (دوسرا) مطبع دارالسلام دہلی واقع محلہ حوض قاضی سے مئی ۱۸۴۷ء میں  
 چھپا تھا۔ دیباچہ پہلے ایڈیشن کے مطابق ہے۔  
 (ب) تقریظ میں تاریخ تصنیف تقریظ ۱۲۵۴ھ دی گئی ہے۔ مگر تعداد اشعار غزل  
 و قصیدہ و قطعہ و رباعی یک ہزار و یک صد و اند" بتائی گئی ہے۔ عموماً اند (بمعنی  
 چند) سے مراد ۲۱، ۳۰، ۴۰ سے ۹ تک ہے جیسے انوری ۷، ہیچو تاریخ نہصد و چل و اند۔  
 تاہم دیوان کے کل اشعار ۱۱۵۸ ہیں۔  
 تقریظ کا لفظ ہٹا کر اس کی جگہ نشر رکھ دیا گیا ہے اور اس کے بعد بطور عنوان  
 یہ عبارت (معلوم ہوتا ہے غالب کی طرف سے) بڑھادی گئی ہے۔



## پہلے ایڈیشن کے کل شعر

۱۰۹۶

$$\frac{۳-}{۱۰۹۳}$$

کلکتہ کا تذکرہ... والے قطعے کے شعر جو سہواً دوبار چھپ گئے

یہ شعر پہلے ایڈیشن میں ہیں مگر دوسرے میں نہیں

۵۔ دل میں ہے یار کی صفِ مژگاں سے روکشی

حال آنکہ طاقتِ خلش خار بھی نہیں (ص ۴۹)

۶۔ بے چارہ کتنی دور سے آیا ہے شیخ جی

کعبے میں کیوں دبائیں نہ ہم برہمن کے پالو (ص ۵۳)

گویا دوسرے ایڈیشن میں پہلے ایڈیشن کے ۱۰۹۶ انہیں بلکہ ۱۰۹۱ اشعار ضم ہوئے۔

اب دیکھا چاہیے کہ دوسرے ایڈیشن میں نئے شعر کتنے لیے گئے۔

۲۔ قطعہ ۵۔ نہ پوچھ اس کی حقیقت... بیسن کی روغنی روٹی

۱۴۔ غزل ۵۔ نویدِ امن ہے بیدار دوست جاں کے لیے

۹۔ " ۵۔ کی دفا ہم سے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں

۱۲۔ " ۵۔ ہم پر جفا سے ترکِ دفا کا گماں نہیں

۱۳۔ " ۵۔ ملتی ہے خورے یار سے نارِ التہاب میں

۱۱۔ " ۵۔ کل کے لیے کرا آج نہ خستِ شراب میں

۲۵۔ پہلا ایڈیشن ص ۲۵۔ غزل میں ایک شعر کا اضافہ ہوا

۵۔ مجاہد کیا ہے میں ضامنِ ادھر دیکھ

۱۔ شہیدانِ تگہ کا خوں بہا کیسا

۲۹۔ پہلا ایڈیشن ص ۲۹۔ غزل میں ایک شعر کا اضافہ

۵۔ خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی

۱۔ ان کے ناخن ہوئے محتاجِ ضایرے بعد

۱۔ یہ شعر دیوان میں بڑھایا گیا ہے

سیاہی جیسے گرجا ہے دمِ تحریر کا غنڈہ پر

مری قسمت میں یوں تصویر ہے شہماں ہجران کی

(دوسرے ایڈیشن میں سہواً ہجران کی جگہ بجا چھپ گیا ہے)

۹۵۔ پہلا ایڈیشن ص ۹۵۔ "منتخب قصیدہ منقبت علی مرتضیٰ

علیہ السلام"۔ اس سے ۳ شعر حذف کر دیئے گئے تھے اب وہ

دوسرے ایڈیشن میں بحال کر دیئے گئے ہیں۔ محذوف اشعار

کے شروع کے لفظ یہ ہیں (۱) ادھ شہنشاہ (۲) ملک العرش (۳) سبزو جہن

$$\frac{۳-}{۴۷}$$

۴۷

میزان اشعارِ نوجو داخلِ دیوان ہوئے

میزان اشعار (پہلا ایڈیشن)

۱۰۹۱

۱۱۵۵

دیوانِ غالب (دوسرا ایڈیشن) کے کل اشعار

(۳)

(ا) یہ ایڈیشن (تیسرا) "در مطبع احمدی باہتمام اموجان طبع" ہوا تھا۔ دیباچے میں کوئی

ترمیم نہیں۔

(ب) تقریباً ۱۲۷۱ھ کو دیا گیا ہے اور تعداد اشعار ۱۶۹۵ لکھی گئی ہے حالانکہ صحیح

تعداد ۱۷۹۶ ہے تفصیل آگے آئے گی۔

(ج) تقریباً ۱۷۹۶ء میں محمد ضیاء الدین احمد خاں (جنتیں اس دیوان میں کم از کم دوبار لغو اب

محمد ضیاء الدین خاں لکھا ہے) کا "قطعہ تاریخِ انطباعِ دیوان" ہے۔

ہوا ہے حضرت غالب کا منقطعِ دیوان صلائے فیض بگویندگانِ ریختہ ہے

یہی کتاب ہے جس میں کہ استادانہ بیانِ ریختہ ہے اور زبانِ ریختہ ہے

بنائے ریختہ استاد ہی نے ڈالی ہے اسی سے قائم اساسِ جہانِ ریختہ ہے



زمین شعریں اترا ہے لشکرِ ابیات  
سو یہ رسالہ نامی نشانِ ریختہ ہے  
نہیں نیز و نشانِ بیانِ ریختہ ہے  
نہیں ریختہ ایک اور دوسری تاریخ

ایک اور قطعہ تاریخ درج ہے جو مرزا یوسف علی خاں عزیز شاگردِ غالب کا  
طبع زاد ہے

سردارِ ابنِ فضل محمد حسین خاں  
کہتے ہیں شعرِ خوب سمجھتے ہیں شعرِ خوب  
چھاپا انھوں نے حضرت غالب کی کتابت  
غالب کا میرزا اسد اللہ خاں ہے نام  
نکھی عزیزِ خستہ نے تاریخِ انطباع  
ہیں رونق بہارِ گلستانِ ریختہ  
تختِ تخلص اور زبانِ دانِ ریختہ  
وہ کلیات جس سے بڑھے شانِ ریختہ  
ہے دافعی وہ شیرِ نیستانِ ریختہ  
حاصل کے سر کو کاٹ کے دیوانِ ریختہ

**عبارتِ خاتمہ دیوان :** ”واو کا طالب غالب گزرا شش کرتا ہے کہ یہ دیوانِ اردو  
تیسری بار چھاپا گیا ہے۔ مخلص و داد آئین میر تقی الدین کی کارفرمائی اور خان صاحب الطاف  
نشان محمد حسین خاں کی ذاتی مقتضی اس کی ہوئی کہ دس جزو کا رسالہ ساڑھے پانچ جزو  
میں منطبق ہوا۔ اگرچہ یہ الطباع میری خواہش سے نہیں، لیکن ہر کامی میری نظر سے گزرتی رہی  
ہے اور غلطی کی تصحیح ہوتی رہی ہے۔ یقین ہے کہ کسی جگہ حرفِ غلط نہ رہا ہو۔ مگر  
ایک لفظ میری منطق کے خلاف نہ ایک جگہ بلکہ سو جگہ چھاپا گیا ہے۔ کہاں تک بدلتا ؟  
’اچار جابجا یونہی چھوڑ دیا۔ یعنی ’کسو‘ بکات مکسور حسین منعم و داد معروف۔ میں یہ  
نہیں کہتا کہ یہ لفظ صحیح نہیں۔ البتہ فصیح نہیں۔ قافیہ کی رعایت سے اگر کھٹا جائے تو عیب  
نہیں، ورنہ فصیح بلکہ انفع ’کسی‘ ہے۔ واو کی جگہ ’اے‘ تختانی۔ میرے دیوان میں ایک جگہ  
قافیہ ’کسو‘ بہ واو سے اور سب جگہ ’کسی‘ بہ ’اے‘ تختانی ہے۔ اس کا اظہار ضرور تھا۔ کوئی  
یہ نہ کہے کہ یہ کیا آشفتمی بیانی ہے ؟ اللہ بس ماسوائے ہوس۔“

اگے یہ عبارت درج ہے۔  
”مطبع احمدی میں واقع دہسای اموجان کے اہتمام سے بیسویں

محرم الحرام ۱۲۷۸ ہجری کو مطبوع ہوا۔“

(د) معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۷۰ھ (۱۸۵۳-۵۴ء) میں جب غالب نے اپنے دیوان کے  
تیسرے ایڈیشن کے لیے سوڈہ تیار کیا تو جیسا کہ تقریظ میں لکھا گیا، مندرجہ اشعار کی  
تعداد ۱۶۹۰ اور چند تھی۔ پھر جب انھوں نے ۱۲۷۱ھ (۲۴ ستمبر ۱۸۵۴ء تا ۱۳ ستمبر  
۱۸۵۵ء) میں یا اس کے کچھ عرصے بعد اپنا دیوان نواب یوسف علی خاں ناظم دلی  
رام پور کو تحفے میں بھیجا تو اس میں ۱۷۹۵ اشعار درج کیے گویا ۱۱۰۲ اشعار کا اضافہ  
کیا۔ (کیونکہ قرآن سے پتا چلتا ہے کہ ۱۷۹۰ اور چند سے مراد ۱۱۶۹ اشعار تھی)۔

جب اسی دیوان کی نقل لے کر اور اس میں ذیل کا شعر

مقطع سلسلہ شوق نہیں ہے یہ شہر

عزمِ سیرِ بخت و طوفِ حرم ہے ہم کو

اضافہ کر کے اسے آخر جولائی ۱۸۶۱ء کو مطبع احمدی دہلی سے چھپوایا تو اس میں تعدادِ اشعار  
۱۷۹۶ ہو گئی۔ یہ تمام اشعار ۱۸۵۷ء سے پہلے کے کہے ہوئے ہیں اور جو اشعار ۱۶۹۰  
اور چند کی تعداد کی تحت میں آتے ہیں وہ تقریباً ۱۸۵۴ء کے وسط تک کہے جا چکے تھے۔  
لہذا اضافہ (جو میری دانست میں، مندرجہ بالا ایک شعر کے علاوہ ۱۱۰۲ اشعار کا ہے) ذیل  
کے کلام پر مبنی ہے جو تمام کا تمام ۱۸۵۵ء کا کہا ہوا ہے :

قطرہ	اے شہنشاہِ آسمان	۳۰ شعر
”	نصرت الملک بہادر	”
”	ہے چارِ شبہ	”
”	سہل تھا سہل	”
”	سہل گیم ہوں	”
”	”	”

قطرہ	گو ایک بادشاہ	۲ شعر
مثنوی	ہاں، دل درو مند	۳۳ "
رباعی	ان سیم کے بیجوں	۲ "
غزل	اعتقاد نہیں (تافیہ ردیف)	۴ "
"	کشت کو ( " " )	۴ "
"	ہزار آئی ( " " )	۴ "
"	شہر یار کی ( " " )	۳ "

میزان ۱۰۳ شعر

تقریظیں سال تقریظ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۳/۵۵) کر دیا ہے مگر تعداد اشعار وہی "یکم تراد شش و وزو و پنج و اند" (پنج، اضافہ کاتب ہے) لکھی نہ گئی جو حقیقت میں

۱۷۹۵ + ۱۷۹۶ ہے۔ (۲)

- (۱) یہ ایڈیشن (چوتھا) "مطبوع نظامی واقع کابنور" میں چھپا۔ دیباچے میں کوئی ترمیم نہیں۔  
 (ب) اس میں نواب ضیا الدین احمد خاں کی لکھی ہوئی تقریظ شامل نہیں۔  
 (ج) خاتمہ الطبع کی عبارت یہ ہے۔

"بخدمت ارباب سخی عزیز کرتا ہے۔ امیدوار رحمت وغفران محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان طیب اللہ تھراہ کہ اس سے پہلے دیوانِ باغت نشان جناب نواب اسد اللہ خاں غالب کا دہلی میں چھپا لیکن بسبب سہرو نشان کے بعض مقام میں تغیر و تبدل ہوا۔ اس لیے جناب مجمع لطیف بیکراں محمد حسین خاں صاحب دہلوی نے بعد نظر ثانی اور تصحیح جناب مصنف کی ایک نسخہ میرے پاس بھیجا۔ میں نے بافضالِ ایزدی مطابق اس نسخہ کے شہر ذی حجہ ۱۲۷۸ھ ہجری مطبوع نظامی واقع شہر کابنور میں محبت تمام اور درستی کمال سے چھاپا امید کہ جب ناظرین اس کے مطالعہ سے

خلاوت سخن کی پائیں مہتمم کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ فقط "  
 پھر خواجہ طالب حسین طالب کے قطعہ تاریخ اور مالکانِ مطبع کے دستخط اور مہرِ دیوان ختم ہوتا ہے۔ قطعہ تاریخ یہ ہے۔

کیا ہی دیوان چھپا غالب کا دیکھ کر سب نے کہا خوب ہے یہ  
 بس کہ ہر ایک کو مرغوب ہوا ٹھہری تاریخ کہ مرغوب ہے یہ

۱۲۷۸ھ

(۵) اس ایڈیشن میں سب ایڈیشنوں سے زیادہ شعر ہیں یعنی ۱۸۰۲ اشعار۔ میں نے ابھی ۱۹۸۷ء میں اس کا عکسی ایڈیشن ایک وناحتی پیش لفظ کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ (۵)

(۱) اس ایڈیشن (پانچویں) کے سرورق کی عبارت یہ ہے۔

المسلم قوۃ

۱۸۹۳ء

دیوان غالب

مطبوع مفید خلافتِ آگرہ میں اہتمام سے منشی شیونارا سن کے چھپا۔

(ب) دیباچہ مثل سابق ہے

(ج) تقریظیں کوئی رد و بدل نہیں۔ تعداد اشعار "یک ہزار و ہفصد و زود و اند" بتائی گئی ہے۔ سال تصنیف تقریظ ۱۲۷۱ھ ہی ہے۔

(د) خاتمہ الطبع ندارد۔

(۵) صحیح تعداد اشعار ۱۷۹۵ ہے۔

غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے یہ پانچویں ایڈیشن میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ ان کی حالت الطینان بخش ہے مگر بعض مقامات و یک چاٹ گئی ہے اور بعض اوراق کے کچھ حصے ضائع ہو چکے ہیں۔ اس لیے گزارش ہے کہ اگر کوئی صاحب میری دی ہوئی معلومات پورے طور پر مطمئن نہ ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مطلوبہ معلومات میری دسترس سے باہر ہیں۔

ہوئے۔ بعد ازیں ۱۷۷۱ء جب شاہ عالم نے دہلی کی طرف کوچ کیا تو نجف خاں کو بھی الہ آباد سے فوج کا سردار بنا کر اپنے ساتھ کر لیا۔ یہیں سے عہد نجف خانی شروع ہوتا ہے اور انھی دنوں میں قوتان بیگ خاں نے نجف خاں کی ملازمت قبول کی۔ بعد میں مستعفی ہو کر مہاراجہ جے پور کے یہاں نوکری۔ آگرے میں قیام

۵۹-۱۷۵۸ء قتل کی ولادت شاہجہان آباد میں

۶۱۷۳ء (قیام) غالب کے دادا میرزا قوتان بیگ خاں کی شادی

۶۱۷۵ء (قیام) غالب کے والد عبداللہ بیگ خاں کی دہلی میں ولادت

۶۱۷۷ء غالب کے چچا نصر اللہ بیگ خاں، دو اور چچاؤں (نام نامعلوم) اور تین پھوپھیوں کی ولادت، اندازہ ہے کہ انھی بارہ تیرہ سالوں میں ہوئی ہوگی

۶۱۸۲ء (۶ اپریل) ذوالفقار الدولہ نجف خاں کا انتقال ۵۴ سال کی عمر میں

۱۷۸۸ء (قبل از ۲ جولائی) میرزا قوتان بیگ خاں کا انتقال

۱۷۹۳ء (تقریباً) عبداللہ بیگ خاں (غالب کے والد) کی شادی

## توقیت غالب

۶۱۷۳۰ غالب کے دادا میرزا قوتان بیگ خاں کی سمرقند میں ولادت (قیام)

۶۱۷۳۴ غالب کی دادی کی ولادت۔ مقام ولادت نامعلوم

۵۳-۱۷۵۲ء میرزا قوتان بیگ خاں، غالب کے دادا، کی سمرقند سے ہندوستان میں آمد، احمد شاہ ابدالی کے تیسرے حملے (دسمبر ۱۷۵۱ء تا مارچ ۱۷۵۲ء) کے بعد اور معین الملک کی وفات ۳ نومبر ۱۷۵۳ء سے پہلے۔ وسط ۱۷۵۴ء تک لاہور میں رہے۔ عالمگیر ثانی کے عہد میں، جو ۲ جون ۱۷۵۴ء سے شروع ہوتا ہے، دہلی پہنچے۔ چندے تلاشِ معاش میں سرگرداں رہے۔ پھر شاہ عالم کی شہزادگی کے عہد میں جو ۲۴ اپریل ۱۷۵۴ء سے شروع ہوتا ہے، شاہی ملازم

۱۷۹۵ء (تقریباً)

غالب کی بہن چھوٹی خانم کی ولادت

۱۷۹۷ء (۲۷ دسمبر)

(محمد) اسد اللہ بیگ (خان) (غالب) کی آگرے میں ولادت  
(توقان بیگ خان کے بڑے بیٹے عبداللہ بیگ خان کا  
نکاح آگرے کے ایک امیر فوجی افسر خواجہ غلام حسین خان کی  
بیٹی عزت النساء بیگم سے ہوا۔ عبداللہ بیگ خان اور  
عزت النساء بیگم، محمد اسد اللہ بیگ خان (غالب) کے  
والدین تھے)

۱۷۹۹ء اور آخر

یوسف علی بیگ خان (یعنی مرزا یوسف) غالب کے چھوٹے  
بھائی کی ولادت (۱۲۱۴ھ، ۵ جون ۱۷۹۹ء سے شروع  
ہوتا ہے)

۱۸۰۲ء

سال ولادت لاڈو بیگم زوجہ مرزا یوسف

۱۸۰۲ء

میرزا عبداللہ بیگ خان (غالب) کے والد کا ریاست اور  
کی ملازمت میں انتقال ہے

کافی بود مشاہدہ، شاہ ضرورت نیست

در خاک راج گرہ پدرم را بود مزار (غالب)

اسد اللہ بیگ خان (غالب) اور ان کے خاندان کا نصر اللہ  
بیگ خان (عبداللہ بیگ خان کے برادرِ خرد) کی سرپرستی میں  
آنا (نصر اللہ بیگ خان مرہٹوں کی طرف سے آگرے کے قلعہ دار  
تھے۔ ۱۸۰۳ء میں انہوں نے قلعہ لاڈو ایک کے حوالے کر دیا۔

اس پر وہ انگریزی فوج میں سترہ سو روپے ماہوار شاہرے  
پر چار سو سواروں کے رسالدار مقرر ہو گئے)

۱۸۰۳ء (۱۸ اکتوبر)

آگرے پر انگریزوں کا قبضہ

۱۸۰۴ء (۹ اپریل)

نصر اللہ بیگ خان کا ہاتھی سے گر کر زخمی ہونا اور انتقال  
(ذواب احمد بخش خان، والی فیروز پور بھڑکا ولہارو کی ہمیشہ  
نصر اللہ بیگ خان کے عقد نکاح میں تھی)

۱۸۰۴ء (۴ مئی)

احمد بخش خان کی سفارش پر انگریزوں کی طرف سے نصر اللہ  
بیگ خان کے پس ماندگان کا وظیفہ دس ہزار روپیہ (پہلا شقہ)  
(اس وظیفے میں نصر اللہ بیگ خان کی والدہ، تین بہنیں  
اسد اللہ بیگ خان یعنی غالب اور ان کے چھوٹے بھائی  
یوسف علی بیگ خان حصہ دار تھے)

۱۸۰۴ء (۷ جون)

وظیفہ کی رقم دس ہزار سے گھٹا کر پانچ ہزار سالانہ کر دی گئی۔  
(دوسرا شقہ) غالب کا حصہ ساڑھے سات سو روپے سالانہ  
(اس شقہ کی رو سے ایک شخص خواجہ حاجی بھی اس وظیفے میں  
دو ہزار سالانہ کا حصہ دار قرار دیا گیا تھا)

۱۸۰۴ء (۲۸ نومبر)

جلال الدین شاہ عالم ثانی کا انتقال،  
معین الدین اکبر شاہ ثانی کی تخت نشینی

غالب کی دادی کا انتقال

۱۸۰۶ء

(غالب کے عمری دعوے سے پتا چلتا ہے کہ ۱۸۰۶ء میں ان کی دادی زندہ تھی اور جب ۱۸۲۵ء میں خواجہ حاجی فوت ہوئے تو اس سے پہلے ان کی دادی کا انتقال ہو چکا تھا۔ غالباً ۱۸۲۵ء سے بہت پہلے)

۳

۱۸۲۵ء

شعر گوئی کا آغاز۔ اسد تخلص

۱۸۰۷-۱۸۰۸ء

چونکہ لوگ ایک اور شاعر میرا مانی اسد تخلص کا کلام غالب (اسد) سے منسوب کرنے لگے تھے اس لیے اسد تخلص ترک کر کے (دلگ بھگ ۱۸۱۶ء میں) غالب تخلص رکھ لیا گیا۔ تاہم کبھی کبھی اسد تخلص بھی روارکھا

(تقریباً)

قلندر بخش جرات کی بھنویس وفات (۱۲۲۵ھ، ۶ فروری ۱۸۱۰ء سے شروع ہوتا ہے اور ۲۵ جنوری ۱۸۱۱ء کو ختم ہوتا ہے)

۱۸۱۰ء

اسد اللہ بیگ خان (غالب) کی مولوی محمد معظم کے مکتب (آگرہ) میں تعلیم۔ بحوالہ عیار الشعر از خوب چند ذکا، گلستان بے خزاں از قطب الدین باطن۔ بعد میں حالی وغیرہ

۱۸۱۰ء (تقریباً)

الہی بخش خان معروف کی چھوٹی بیٹی امراؤ بیگم سے دلی میں نکاح ۷ رجب ۱۲۲۵ھ تاریخ نکاح حقیقت میں ۱۷ رجب ۱۲۲۵ء ہے دالہی بخش خان، نواب احمد بخش خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ نکاح

۱۸۱۰ء (۱۹ اگست)

کے وقت غالب کی عمر تیرہ سال کی تھی اور امراؤ بیگم کی گیارہ سال کی۔ معروف کا نام مکمل دیوان چھپ چکا ہے۔ دیوان مطبوعہ کے علاوہ ایک مخطوطہ مکتوبہ ۱۲۴۶ھ بھی میرے کتب خانے میں ہے

میر تقی میر کی بھنویس وفات

۱۸۱۰ء (۲۰ ستمبر)

غالب کی دلی میں آمد اور مستقل سکونت

۱۸۱۲-۱۸۱۳ء

کسی بھی سال میں مرزا یوسف کی شادی (یقینی دن، تاریخ اور مہینہ۔ دو شنبہ (سہ شنبہ ۹) ۲۲ شعبان)

۱۸۱۳ء ۱۹ اگست تا

۱۸۱۷ء ۸ جولائی

غالب کی پہلی مہر (۱۲۳۱ھ) غالب کی عمر ۱۸-۱۹ برس کی تھی یعنی ان کے عیش و نشاط کا زمانہ تھا

اسد اللہ خان عرف مرزا نوشہ  
۱۲۳۱ھ

۱۸۱۵-۱۹ء

غالب کی دوسری مہر

دیہ دولوں مہر ایک ہی سال میں بنوائی گئیں

اسد اللہ غالب  
۱۲۳۱ھ

اس مہر کی بنا حضرت علی کا لقب ہے اور یہ بطور سجع ہے۔ شاید تبدیل تخلص کے وقت یہی سجع کام آیا اور اسی سال اسد کی جگہ غالب تخلص قرار پایا۔ (۱۲۳۱ھ، ۳ دسمبر ۱۸۱۵ء سے شروع ہوتا ہے)

غالب تخلص کا باقاعدہ استعمال ۱۸۱۶ء

۱۸۱۶ء (۱۱ جون) دیوانِ اردو بخطِ غالب کی کتابت کی تاریخ (۱۴ رجب  
سہ شنبہ ۱۲۳۱ھ) ۹

۱۸۱۷ء (۱۹ مئی) انشاء کی لکھنؤ میں وفات

محمد اسد اللہ خاں  
۵۱۲۳۸

۱۸۲۲-۲۳ غالب کی تیسری مہر

۱۸۲۳ء (۳ دسمبر) نواب احمد بخش خاں پر قاتلانہ حملہ

۱۸۲۴-۲۵ مصحفی کی لکھنؤ میں وفات (۱۲ مہ ۲۴ اگست ۱۸۲۴ء سے  
شروع ہوتا ہے)

۱۸۲۵ء خواجہ حاجی کا انتقال (انتقال شاید ۱۸۲۵ء کے شروع میں ہوا  
ہوگا۔ ۲۸ اپریل ۱۸۲۸ء کی پنشن کی درخواست میں غالب نے  
لکھا ہے کہ خواجہ حاجی کا انتقال تین برس ہوئے جذام کے  
مرض سے ہوا)

۱۸۲۵ء (تقریباً جون) فیروز پور جھڑکا کا سفر۔ نواب احمد بخش خاں کی خدمت میں بسلسلہ  
حق پنشن۔ یہ بات جنرل اختر لون کے انتقال (۵ جولائی ۱۸۲۵ء)  
سے کچھ پہلے کی ہے۔ ناکام واپس پلٹے

۱۸۲۵ء (شاید اکتوبر) میرزا یوسف (علی بیگ خان) کی شدید بیماری، دیوانگی کا آغاز

۱۸۲۵ء (۲۸ نومبر) نواب احمد بخش خاں کی معیت میں سرچارلس میکاف اور ان  
کی فوجوں کے ساتھ بھرت پور کا سفر (اسے سفر کلکتہ کا آغاز کہہ سکتے  
ہیں کیوں کہ اب کے بددلی سے نکلے تو پھر ۲۹ نومبر ۱۸۲۹ء ہی کو  
سفر کلکتہ ختم کر کے واپس آ سکے۔ مقصد سرچارلس میکاف  
سے ملنا تھا)

۱۸۲۵ء (بعد از ۱۰ دسمبر) واپسی پر ایک بلے عرصے تک فیروز پور جھڑکا میں نواب احمد  
بخش خاں کے ساتھ قیام

۱۸۲۴ء فیروز پور ہی میں رُکے رہے کیوں کہ احمد بخش خاں یا الوریس  
یا اپنے بیٹے شمس الدین خان کی جانشینی وغیرہ کے معاملات میں  
بیشتر فیروز پور سے باہری رہے۔ غالب باؤس ہو گئے

۱۸۲۴ء (اول اکتوبر) غالب کی فرسخ آباد کے راستے کان پور کو روانگی۔ قرض خواہوں  
کے ڈر سے دہلی نہ گئے اس لیے فیروز پور ہی سے کلکتہ کے سفر  
پر نکل کھڑے ہوئے

۱۸۲۴ء الہی بخش خاں معروف (غالب کے خسر) کا انتقال (انتقال ۱۲ مہ ۱۲۳۲ھ  
میں ہوا تھا جو ۴ اگست ۱۸۲۴ء سے شروع ہوتا ہے۔ گویا ۴ اگست  
۱۸۲۴ء اور ۳ دسمبر ۱۸۲۴ء کے درمیان کسی وقت)

۱۸۳۶ء (۱۳ اکتوبر) نواب احمد بخش خان کی فیروز پور بھڑکا اور لوہارو کی حکومت سے دستبرداری (احمد بخش خان کے اس خیال کی ایک وجہ شاید اپنے چھوٹے بھائی معروف کی وفات بھی ہو) نواب شمس الدین احمد خان والی ریاست

۱۸۳۶-۳۷ء فارسی میں شہر کوئی کہا باقاعدہ آغاز اس سے پہلے کا سرمایہ شعر فارسی ناقابل اعتناء اور مقدار میں بہت کم ہے۔ کل رعنا میں شامل فارسی انتخاب اس پر شاہد ہے کہ ۱۸۳۸ء (۱۲۴۴ھ) تک ان کے پاس ۲۷ غزلوں سے زیادہ فارسی کلام نہ تھا اور وہ بھی اسی سفر کلکتہ کے دوران کہا گیا تھا۔ غالب کے قدیم ترین خط نسخے میں بھی اردو کا تو مکمل مرقوم دیوان ہے مگر فارسی کی صرف ۱۳ رباعیاں ہیں ۲

۱۸۳۷ء نواب احمد بخش خان کا انتقال۔ غالب کو یہ خبر سفر کلکتہ (۲۳ ستمبر تا ۲۴ اکتوبر) کے دوران میں مرشد آباد میں ملی

۱۸۳۸ء کلکتہ میں درود۔ اسی روز شملہ بازار (متصل چیت بازار) میں گروتالاب کے نزدیک مرزا علی سوداگر کی حویلی میں رہنے کو مکان مل گیا۔ غالب نے سہ شنبہ چارم شبان (۱۲۴۳ھ) لکھا ہے۔ سہ شنبہ کو ۲ شبان تھا جو ۱۹ فروری کے مطابق ہے۔ ۳ شبان کو پنج شنبہ تھا جو مطابق ہے ۲۱ فروری کے ۲

۱۸۳۸ء (۲۸ اپریل) پنشن کے مقدمے کا آغاز

پنشن کی درخواست میں مذکور ہے کہ "میراناں محمد اسد اللہ خاں ہے۔ اس کے سامنے وہ خط بنام لفتہ بھی دیکھے جس میں غالب نے لکھا ہے کہ وہ اب 'محمد' کا لفظ مبارک اپنے نام کے ساتھ اس لیے نہیں لگاتے کہ لوگوں نے لکھنا ترک کر دیا تھا۔ لہذا انھوں نے بھی موقوف کیا"

ایضاً غالب نے درخواست میں لکھا کہ آج ان پر بیس ہزار روپیہ قرض ہے

۱۱ ستمبر) گل رعنا کی ترتیب و تدوین مکمل۔ اردو اور فارسی کلام کا یہ انتخاب انھوں نے اپنے کلکتہ کے ایک دست مولوی سراج الدین احمد کی فرمائش پر خود اپنے قلم سے کیا تھا

۱۸۳۹ء (۱۶ فروری) گورنر جنرل کے دربار میں شمولیت۔ نواب کبر علی خاں کے ساتھ دسویں نشست

۱۸۳۹ء (یکم اگست) پھر گورنر جنرل کے دربار میں شمولیت۔ معلوم ہوا کہ گورنر جنرل ہندوستان کے دورے پر نکلیں گے۔ غالب نے بھی واپس دہلی آنے کا ارادہ کر لیا

۱۸۲۹ء (۲۹ نومبر) چار برس کی غیر حاضری کے بعد دلی واپس۔ سفرِ کلکتہ ختم

۱۸۳۰ء (۱۴ اگست) نظیر اکبر آبادی کی وفات

۱۸۳۰ء (۱۹ نومبر) راجارام موہن رائے کا سفر انگلستان۔ کپنی کے البیون (ALBION) نامی، بحری جہاز سے

۱۸۳۱ء (۲۴ جنوری) مقدمہ پنشن خارج  
(اس کے بعد وہ اپیل کرتے رہے۔ جس کا سلسلہ ۱۸۴۴ء تک رہا۔ لیکن ابتدائی فیصلہ قائم رہا)

۱۸۳۲ء (تقریباً) شیفتہ کی غالب سے پہلے پہل جان پہچان

۱۸۳۳ء (۱۴ اپریل) دیوانِ متداول (اردو) کی تاریخ ترتیب

۱۸۳۴ء (۱۸ اکتوبر) شمس الدین خان کے داروغہ شکار کریم خاں کی اتیا میوانی کے ساتھ انگریزوں کے ایجنٹ ولیم فریزر کے قتل کے لیے دہلی میں آمد، تین مہینے دہلی میں رہا مگر ناکام لوٹا۔ پھر دہلی واپس آیا

۱۸۳۵ء (۲۲ مارچ) ولیم فریزر کا قتل۔ نواب شمس الدین احمد خاں کے داروغہ شکار کریم خاں کی گرفتاری

۱۸۳۵ء (۱۸ اپریل) نواب شمس الدین احمد خاں کی الزام قتل میں گرفتاری

۱۸۳۵ء (۲۹ اپریل) دیوانِ غالب فارسی، "مینجائے آرزو سر انجام" کے نام سے مرتب۔  
یہ ترتیب ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۰ مئی ۱۸۳۴ء تا ۲۹ اپریل ۱۸۳۵ء میں مکمل ہوئی

۱۸۳۵ء (۲۴ اگست) کریم خان کو بکرم قتل پھانسی کی سزا

۱۸۳۵ء (۸ اکتوبر) نواب شمس الدین احمد خاں کو بالزلام اعانتِ مجرمانہ پھانسی  
(اس پر فیروز پور جہر کا علاقہ انگریزوں نے واپس لے لیا۔ اس کے بعد غالب کی پنشن، ساڑھے سات سو روپے سالانہ، ریاست لوبارو کی جگہ انگریزی خزانے سے ادا ہونے لگی)

۱۸۳۵ء (۲۰ مارچ) تا ۱۸۳۶ء (۲ مارچ) سرچارلس میکاف، ایکٹنگ گورنر جنرل

۱۸۳۶ء (مئی) جام جہاں نما کلکتہ بابت، جون ۱۸۳۶ء میں درج ہے کہ میرزا اسد اللہ خاں، یوسف خاں کی ملاقات کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں عدالت کے چیراسی نے دو سو پچاس روپے کی ناش کی بابت جو میکفرسن صاحب نے کی تھی، انھیں گرفتار کر کے ناظر کے مکان میں قید کر دیا۔ چنانچہ نواب امین الدین خاں نے چار سو روپیہ مع اصل وصول کر کے رہا کر دیا۔ میکفرسن مشہور شراب فروش انگریز تھے



۱۸۳۷ء (۲۸ ستمبر) معین الدین اکبر شاہ ثانی کا انتقال

(۶ بجے شام)

۱۸۳۷ء (۲۹ ستمبر) سراج الدین بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی

(علی الصبح تین بجے)

۱۸۳۷ء (۲۰ نومبر) راج دربار سے فارسی زبان خارج کرنے کا حکم

۱۸۳۸ء (۱۵ اگست) ناسخ کا لکھنؤ میں انتقال

۱۸۳۸ء شاہ نصیر کا حیدرآباد میں انتقال (۲۵ شعبان ۱۲۵۲ھ)

(۲۳ نومبر) ولادت ۱۱۷۲ھ مطابق ۱۷۹۰ء

۱۸۳۹ء (۲۷ جون) مہاراجہ رنجیت سنگھ کا انتقال

۱۸۴۰ء (۹) غالب کی والدہ کی علالت اور انتقال

(ایک فارسی تحریر کے پیش نظر وہ ۳۰ جنوری ۱۸۴۰ء تک زندہ تھیں)

ایضاً دلی کالج میں مدرس فارسی کے عہدے کی پیشکش اور غالب کا انکار

۱۸۴۰ء فروری "حکیم احسن اللہ خاں کو خلعت چم پارچہ کا، تین رقم جو ہر مہ

خطاب عمدۃ الحکماء معتمد الملک حاذق الزماں حکیم احسن اللہ خاں بہادر ثابت جنگ مرحمت ہوا۔ حکیم مذکور بجائے حکیم

شرف الدین کے ۔۔۔ سرفراز ہوئے۔ (دہلی اردو اخبار

۲۳ فروری ۱۸۴۰ء)

۱۸۴۱ء غالب کی، گھر پر جو خانے کے قیام میں، گرفتاری

(قبل از ۱۵ اگست) عدالت نے سو روپیہ جرمانہ کیا، عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت

میں چار مہینہ قید۔ جرمانہ ادا کر دیا گیا)

۱۸۴۱ء (اکتوبر) دیوان اردو کا پہلا ایڈیشن (مطبع سید الاخبار، دہلی۔ اگرچہ

دیوان ۱۸۳۳ء میں مرتب ہو چکا تھا)

۱۸۴۲ء بہمدار ڈاکٹر براگورنر جنرل، غالب کو خلعت ہفت پارچہ اور

سہ رقم جو ہر اعزاز

۱۸۴۲ء میر نظام الدین ممتون کا دہلی میں انتقال

۱۸۴۵ء دیوان (کلیات نظم) فارسی کا پہلا ایڈیشن (مطبع دار السلام دلی)

دیوان ۱۸۳۵ء میں مرتب ہو چکا تھا

۱۸۴۷ء زین العابدین خان عارف کے بڑے بیٹے، باقر علی خاں کا

سال ولادت

۱۸۴۷ء (۱۳ جنوری) آتش کا لکھنؤ میں انتقال

۱۸۴۷ء (مئی) دیوان اردو کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت (مطبع دارالسلام دہلی)

۱۸۴۷ء (۲۵ مئی) گھر پر جو خانہ قائم کرنے کے الزام میں غالب کی دوبارہ گرفتاری (فیصلے میں چھ ماہ قید با مشقت اور دو سو روپیہ جرمانے کی سزا ہوئی۔ مشقت غالب پچاس روپے ادا کر کے معاف ہو گئی۔ صرف تین مہینے قید میں رہنے کے بعد رہا)

۱۸۴۸ء (۹ مارچ) غالب کا پہلا اردو خط (بنام بنی بخش حقیر۔ اب ایک خط بنام نقشب کو غالب کا پہلا اردو خط تسلیم کیا جا رہا ہے۔ اس خط پر تاریخ درج نہیں مگر قیاس ہے کہ خط ۱۸۴۷ء کا لکھا ہوا ہے)

۱۸۴۹ء (۴ اگست) بیچ آہنگ (فارسی) کا پہلا ایڈیشن (مطبع سلطانی، لال قلعہ دہلی)

۱۸۵۰ء زین العابدین خان عارف کے چھوٹے بیٹے، حسین علی خان کا سال ولادت

۱۸۵۰ء (۴ جولائی) تیموری خاندان کی تاریخ (مہر نمروز) لکھنے پر مقرر چھ پارچے اور تین رقم جواہر کا خلعت اور خطاب نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ عطا ہوا (تاریخ نویسی کی تنخواہ چھ سو روپیہ سالانہ مقرر ہوئی)

۱۸۵۰-۵۱ حافظ عبد الرحمن خان (حافظ جیو) احسان دہلوی کا دہلی میں انتقال۔ (۱۲۶۷ھ، ۶ نومبر ۱۸۵۰ء سے شروع ہوتا ہے)

۱۸۵۰-۵۱

غالب کی چوتھی مہر خطاب بہادر شاہ ظفر نے ۴ جولائی ۱۸۵۰ء کو دیا، جو ۲۳ شعبان ۱۲۶۷ھ

نجم الدولہ دبیر الملک احسان دہلوی  
بہادر نظام جنگ  
۱۲۶۷ھ

کے مطابق ہے۔ مہر ۱۲۶۷ھ میں بنوائی گئی، جو ۶ نومبر ۱۸۵۰ء سے شروع ہوتا ہے)

۱۸۵۲ء (اپریل) زین العابدین خان عارف (امراؤ بیگم کے بھانجے) کی وفات (عارف اور پھر عارف کی والدہ بنیادی بیگم کی وفات کے بعد عارف کے دونوں لڑکوں کو امراؤ بیگم نے پالا، قبر مزار غالب کے قریب کونے میں ہے)

۱۸۵۲ء (۴ مئی) موتیں کا دہلی میں انتقال

۱۸۵۲ء (اگست؟) منٹوی شان نبوت و ولایت کی اشاعت مولوی محمد سالم کی نشر کا غالب کا کیا ہوا منظم ترجمہ بہادر شاہ ظفر کے حکم سے (جو ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۷ جولائی ۱۸۵۲ء کو دیا گیا تھا) مطبع سلطانی سے چھپا تھا۔ اس کے کل صفحے ۱۱ ہیں۔ پہلے اس میں ۱۰ اشعار تھے جب اسے کلیات غالب (فارسی) میں شامل

کی گیا تو اس کے آخری تین شعر نکال کر ۳۰ مزید شعروں کا  
اضافہ کر دیا گیا۔ اس طرح اب اس کے ۱۲۸ شعروں ہیں

۱۸۵۲-۵۳ء

غالب کی پانچویں مہر  
(غالت حضرت علی کو  
مشکل کشا مانتے تھے

یا اسد اللہ الغالب  
۱۲۶۹ھ

شاید یہ مہر ان کے سقیم حالات کی نشاندہی کرتی ہے۔ ۱۲۶۹ھ  
۱۵ اکتوبر ۱۸۵۲ء سے شروع ہوتا ہے)

۱۸۵۳ء (اپریل)

بینچ آہنگ کا دوسرا ایڈیشن (مطبع دارالسلام، دہلی)

۱۸۵۳ء (۲۰ دسمبر)

غالب کی بڑی اور آخری پھوپھی کا انتقال  
و اس پھوپھی کی وفات کے ساتھ، قرقان بیگ خاں کی  
مُلبی اولاد (بیٹے، بیٹیوں) کا خاتمہ ہو گیا ۲

۱۸۵۴ء

حالی پہلی مرتبہ دہلی آئے لہجہ ۱۸- برس۔  
ٹریڈ برس کے بعد اواخر ۱۸۵۵ء میں واپس پانی پت۔  
سال بھر حصار میں ملازمت کی

۱۸۵۴ء (اکتوبر)

غلام حسین خاں مسرور (زین العابدین خان عارف  
کے والد اور غالب کے ہم زلف) کا انتقال

۱۸۵۴ء (۱۵ نومبر) شیخ محمد ابراہیم ذوق (استاد ظفر) کا انتقال  
(بعد از انتقال ذوق، غالب استاد ظفر مقرر ہوئے)

۱۸۵۴-۵۵ء

مہر نیمروز کی طباعت و اشاعت (فخر المطابع، دہلی)۔ ۱۲۷۱ھ  
۲۴ ستمبر ۱۸۵۴ء سے شروع ہوتا ہے  
(یہ اسی سال میں کم از کم تین بار چھپی۔ یہ سب ایڈیشن جو پہلا  
ایڈیشن ہی کہلاتے ہیں۔ میرے کتب خانے میں موجود ہیں)

۱۸۵۵ء (۴ جون) بنیادی بیگم (امراؤ بیگم کی بڑی بہن اور والدہ عارف) کا انتقال

۱۸۵۶ء

قادر نامہ کی اشاعت اول (مطبع مسکطانی، مال قلعہ دہلی)۔ ۱۲۷۲ھ  
(ازم ۳۱ ستمبر) یہ نظم غالب نے عارف کے دونوں بچوں کو فارسی اور اردو  
پڑھانے کے لیے کہی تھی

۱۸۵۶ء (۷ فروری) الحاق اودھ (۳ مارچ ۱۸۵۶ء کو واجد علی شاہ بکھنوسے  
کلکتہ چلے گئے)

۱۸۵۶ء (۱۰ جولائی)

غلام فخر الدین عرف مرزا فخر (ولی عہد بہادر شاہ ظفر)  
کا انتقال

۱۸۵۷ء (۲۸ جنوری)

غالب نے مولانا فضل حق حیر آبادی کی تحریک پر والی رام پور  
نواب محمد یوسف علی خاں کی خدمت میں قصیدہ بھیجا

۱۸۵۷ء (۵ فروری) غالب کا تقریر بطور استادِ لڑا ب یوسف علی خان، ناظمِ دلی رام پور

۱۸۵۷ء (مارچ-اپریل) غالب کے رازدارانہ خطوط بنام دلی رام پور  
(قوی گمان ہے کہ یہ سیاسی امور پر مشتمل تھے۔ اس لیے  
غالب کی ہدایت پر یہ خطوط ضائع کر دیے گئے)

۱۸۵۷ء (۱۰ مئی) سنہ اٹھارہ سو ستاون کے ہنگامے دندرا کا میرٹھ سے آغاز

۱۸۵۷ء (۱۱ مئی) دیسی فوج (تلنگوں) کا دہلی میں داخلہ : انگریزی تسلط کا  
خاتمہ، دیسی اقتدار کا قیام : غالب کی تلخ کی تنخواہ اور  
انگریزی پنشن بند

۱۸۵۷ء (۲۰ ستمبر) انگریزوں کی فتح اور دہلی پر دوبارہ قبضہ

۱۸۵۷ء (دسمبر) دندرا کے بعد دہلی پر دوبارہ انگریزی قبضے کے دوران میں امام  
بخش صہبائی انگریزوں کی گولی کا نشانہ بنے

۱۸۵۷ء (۱۹-۱۸ اکتوبر) میرزا یوسف (علی بیگ خان برادر غالب) کی وفات (وہ  
انگریزی فوج کی گولی کا نشانہ بنے تھے، اگرچہ غالب نے مصلحتاً  
لکھا ہے کہ وفات بخار سے ہوئی)

۱۸۵۸ء (نومبر) دستنبو کی اشاعتِ اول (مطبوعہ مفید خلائق، آگرہ)

۱۸۵۹ء ۱۸۵۹ء خط بنام حسین مرزا۔ نوشتہ ۱۸ جون ۱۸۵۹ء

دکوری شنکر مخبر نے سیکے کی رپورٹ منسوب بہ غالب  
۱۹ جولائی ۱۸۵۷ء ہی کو انگریزوں کو پہنچادی تھی)

۱۸۵۹ء (۱۰ جولائی) دلی رام پور سے مستقل وظیفے کی درخواست اور اسی مہینے سے  
سورویہ ہاسوار بطور وظیفہ مقرر

۱۸۶۰ء (جنوری) گورنر جنرل یکم جنوری ۱۸۶۰ء کو دہلی آئے تھے۔ کچھ دنوں بعد

ہی غالب ان سے ملنے ان کی قیام گاہ پر گئے ہوں گے۔  
جواب ملا کہ "فرصت نہیں" اور کہ تم "باغیوں سے اخلاص رکھتے  
تھے" یہ سلوک سیکے کے الزام کی وجہ سے تھا۔ درحقیقت یہ سیکے  
حافظ دیران شاگر د ذوق کا کہا ہوا تھا جو صادق الاخبار کے  
۱۳ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ (مطابق ۴ جولائی ۱۸۵۷ء) کے شمارے  
میں شائع ہوا تھا۔ گوری شنکر مخبر کو دیران کی جگہ غالب کا  
نام یاد رہ گیا

۱۸۶۰ء (۱۹ جنوری) رام پور کا پہلا سفر (۲۷ جنوری کو رام پور پہنچے)

۱۸۶۰ء (۲۲ مارچ) رام پور سے واپسی (۱۷ مارچ کو رام پور سے روانہ ہوئے تھے)

۱۸۶۰ء (مئی) انگریزی پنشن کا دوبارہ اجراء  
دین برس کا بقایا ساڑھے سات سو سالانہ کے حساب سے

۲۲۵۰ روپے وصول ہوا

۱۸۹۱ء (۲۹ جولائی) دیوان اردو کاتیسرا ایڈیشن (مطبع احمدی، دہلی)

۱۸۹۱ء (۱۹ اگست) مولانا فضل حق خیر آبادی کا جریزہ انڈیمان میں انتقال

۱۸۹۱-۹۲ء

غالب کی چھٹی مہر

یہاں سے غالب کی زندگی کا انتہائی شہرت کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہ مختصر علم ان کی آٹا کا نقطہ عروج ہے۔ سات سال بعد ان کا انتقال ہوا۔ یہ ان کی آخری مہر تھی گویا ان کی آٹا کا مظاہرہ ان کے انتقال تک پوری آب و تاب کے ساتھ جاری رہا۔

غالب

۱۲۷۸ھ

۱۲۷۸ھ، ۱۰ جولائی ۱۸۹۱ء سے شروع ہوتا ہے)

قانع برہان کی طبع اول (مطبع نوکشتور، لکھنؤ)

۱۸۹۲ء

۱۸۹۲ء (۲ مارچ) انگریزی درباروں میں کرسی نشینی اور خلعت کے اعزاز کا دوبارہ اجراء

۱۸۹۲ء (جون) دیوان اردو کا چوتھا ایڈیشن (مطبع نظامی، کانپور)

۱۸۹۲ء (دیکم اکتوبر) لاڈو بیگم بیوہ مرزا یوسف کی حکومت سے درخواست گزارے کے لیے

۱۸۹۳ء (مئی جون) دیوان فارسی دکلیات نظم فارسی (کا دوسرا ایڈیشن) (مطبع نوکشتور، لکھنؤ)

۱۸۹۳ء (بعد از جون) دیوان اردو کی پانچویں اور آخری اشاعت (مطبع مفید خلائق، لاہور)

۱۸۹۳ء (جولائی) یکم اکتوبر ۱۸۹۲ء سے ۲۰ روپے مہینہ، خیراتی پنشن بنام لاڈو بیگم زوجہ مرزا یوسف مرحوم، جاری

۱۸۹۴ء مثنوی ابرگہر بار کی اشاعت (اکمل المطابع، دلی) (یہ مثنوی کلیات نظم میں شامل تھی، لیکن اب الگ سے شائع ہوئی)

۱۸۹۴ء قانع برہان کے جواب میں محرق قانع برہان مصنفہ سید سعادت علی کی اشاعت (مطبع احمدی، دلی)

۱۸۹۴ء قادر نامہ کی دوسری اشاعت (محبس پریس، دلی)

۱۸۹۴ء سر جان لارنس، گورنر جنرل

۱۸۹۴ء لطائف غیبی (اگرچہ نام میاں داد خان سیاح کا ہے مگر اس کے اصل مصنف غالب ہی ہیں)

۱۸۹۴ء انتخاب غالب کی ترتیب (مزید کوائف ۱۸۹۴ء کے تحت دیکھیے)

سوالاۃ عبد الکرم از عبد الکرم کی اشاعت۔ اکل المطابع، دہلی۔  
(دوسرے کے نام سے شائع ہوئی لیکن یہ بھی غالب کی اپنی تصنیف ہے)

۶۱۸۴۵

دافع بزیان مصنفہ سید محمد نجف علی جھجھی کی اشاعت

۶۱۸۴۵

ساطع برہان از مرزا رحیم بیگ رحیم پٹھی کی اشاعت

۶۱۸۴۵

غالب نے حکومت سے تین مطالبے کیے کہ انھیں شاعر دربار مقرر کیا جائے، پہلے سے اونچی جگہ ملے اور دستبنو حکومت اپنے توجہ پر شائع کرے۔ حکم ہوا کہ تحقیقات کی جائے کہ غدر میں غالب کا رویہ کیا تھا۔ رپورٹ ہوئی کہ ان سے سکتہ منسوب ہے۔ سب درخواستیں رد ہو گئیں۔ غالب پر سکتہ کا الزام ان کی زندگی میں غلط ثابت نہ ہو سکا۔

۶۱۸۴۵

لذاب یوسف علی خان والی رام پور کا انتقال، لوزاب کلب علی خان کی جانشینی

۶۱۸۴۵ (۲۱ اپریل)

غالب کے رسالے نامہ غالب بجواب ساطع برہان کی اشاعت (مطبع محمدی، دہلی)

۱۸۴۵ (اگست)

مرزا غالب کا رام پور کا دوسرا سفر۔ ۱۲ اکتوبر کو رام پور پہنچے

۶۱۸۴۵ (۷ اکتوبر)

دستبنو کا دوسرا ایڈیشن (مطبع لٹریچر سوسائٹی روہیل کھنڈ، بریلی)

۶۱۸۴۵

قاطع برہان کی طباعت ثانی بعنوان درفش کا دیانی (اکل المطابع، دہلی)

۶۱۸۴۵ (دسمبر)

رام پور کے دوسرے سفر سے واپسی۔ (۲۸ دسمبر کو رام پور سے روانہ ہوئے اور ۸ جنوری ۱۸۴۶ء کو دہلی پہنچے)

۶۱۸۴۵ (دسمبر)

قاطع برہان کے جواب میں مؤید برہان مصنفہ مولوی احمد علی احمد جہانگیر نگر کی اشاعت (مطبع منظر العجائب، کلکتہ)

۶۱۸۴۴

قاطع برہان کے جواب میں قاطع القاطع مصنفہ امین الدین امین دہلوی کی اشاعت (مطبع مصطفائی، دہلی)

۶۱۸۴۴

انتخاب غالب کی اشاعت۔ پہلے حصے میں دو دیباچے، ۱۲ خط، ۱۳ نقلیں اور ایک لطیفہ ہے۔ دوسرے حصے میں اردو کے ۳۱ منتخب شعر ہیں۔ مولوی ضیاء الدین خاں نے اس کے خطوط معمولی رد و بدل کے بعد اپنی مرتبہ انشائے اردو (حصہ دوم) میں شامل کر کے ۱۸۴۶ء میں مطبع فیض احمدی سے شائع کر دیے تھے۔

۶۱۸۴۴

نہیں معلوم کہ یہ مکمل انتخاب غالب کی زندگی میں کبھی شائع ہوا تھا کہ نہیں۔ مگر بیسویں صدی میں یہ انتخاب پہلے تین بار ناقص چھپ چکا ہے۔ میں نے اسے اب (۱۹۹۲ء) میں اصل خطوط کے عکس اور

تعارفی پیش لفظ کے ساتھ انتخابِ رقعات و اشعارِ غالب کے نام سے شائع کر دیا ہے ۲

۱۸۹۷ء (۹)

دعائے صباح۔ فارسی منظوم ترجمہ (مطبع نو لکھنؤ)  
(اس کا آج تک ایک ہی مطبوعہ نسخہ دریافت ہوا ہے جو میرے کتب خانے میں ہے۔ اس کا ایک ہوہواڈیشن میں نے ۱۹۷۷ء میں اپنے مسیوط مقدمے کے ساتھ شائع کر دیا تھا)

۱۸۹۷ء

تین تیر کی اشاعت (اکمل المطابع، دہلی)  
(غالب نے یہ مختصر رسالہ مؤیدِ برہان کے جواب میں لکھا تھا)

۱۸۹۷ء (فروری)

نکاتِ غالب و رقعاتِ غالب کی اشاعت مطبعِ سراجی، دہلی  
(پنجاب کے محکمہ تعلیم کے ڈائریکٹر میجر فلر نے رائے بہادر ماسٹر پیالے لال کو حکم دیا کہ غالب سے فارسی قواعد سے متعلق کتاب لکھوائی جائے۔ ماسٹر صاحب موصوف کے کہنے پر میرزا نے یہ دو مختصر رسالے قلمبند کیے)

۱۸۹۷ء (۱۱ اپریل) ہنگامہ دل آشوب (۱) کی اشاعت۔ مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ (قلم برہان کے مناقشے کے سلسلے کی منظومات)

۱۸۹۷ء (اگست) سبدِ چین کی اشاعت (مطبع محمدی، دہلی)

۱۸۹۷ء (۲۵ ستمبر) ہنگامہ دل آشوب (۲) کی اشاعت۔ مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ

۱۸۹۷ء (۲ دسمبر) مولوی امین الدین دہلوی مصنفِ قاطع القاطع کے خلاف مقدمہ ازالہ حیثیت عربی

۱۸۹۸ء (جنوری) کلیاتِ نثر فارسی (غالب) کی اشاعت (مطبع نو لکھنؤ)  
اس میں فارسی نثر کی تین کتابیں پنج آہنگ، مہرِ نمرود، و ستنبو شامل ہیں)

۱۸۹۸ء (۲۳ مارچ) مولوی امین الدین دہلوی کے مقدمے سے دست برداری، راضی نامہ

۱۸۹۸ء (۱۶ جولائی) مفتی محمد صدر الدین آزادہ کا دہلی میں انتقال

۱۸۹۸ء (۲۷ اکتوبر) عودِ ہندی مجموعہ مکاتیبِ غالب کی پہلی اشاعت (مطبع مجبائی، میرٹھ)

۱۸۹۹ء (۱۵ فروری) غالب کی وفات (بستی نظام الدین، خاندانِ لویا لوی کی ہڑواڑ میں تدفین۔ اگرچہ بہت دنوں سے مختلف امراض کا شکار تھے، لیکن موت سے چند دن پہلے غشی کے دورے پڑنے لگے تھے۔ ۱۳ فروری دوپہر کو بے ہوش ہو گئے۔ تشخیص ہوئی کہ دماغ پر فاج گرا ہے۔ اسی حالت میں اگلے دن دوپہر ڈھلے انتقال کیا۔ آخری وظیفہ بابت جنوری ۱۸۹۹ء منجانبِ نواب رام پور غالب

کی وفات سے صرف ایک گھنٹہ پہلے موصول ہوا تھا)

۱۸۶۹ء (۴ مارچ) اردو سے معنی (مجموعہ مکاتیب اردو) کی پہلی اشاعت  
(اکمل المطابع، دہلی)

۱۸۶۹ء (ستمبر، اکتوبر) نواب مصطفیٰ خان شیفۃ کا انتقال

۱۸۶۹ء شمشیر تیز تراز مولوی احمد علی احمد چنانگیر نگری کی اشاعت  
(مطبع بنوی، کلکتہ)

یہ قاطع برہان کے سلسلے کی آخری کتاب غالب کی تصنیف  
”نیغ تیز“ کے جواب میں ہے جو سرزادی وفات کے بعد شائع ہوئی  
اگرچہ اس کی طباعت ان کی زندگی میں شروع ہو چکی تھی۔ اس  
پر تاریخ طباعت ۱۸۶۸ء چھپی ہے مگر اس میں چھپے امداد علی  
مضطر کے قطعہ تاریخ سے ۱۲۸۶ھ برآمد ہوتا ہے جس سے معلوم  
ہوا کہ یہ غالب کی وفات کے بعد شائع ہوئی تھی۔ مادہ ہے  
”ترکی وادہ جواب ترکی“

۱۸۷۰ء (۴ فروری) غالب کی اہلیہ امراؤ بیگم کا انتقال  
(مزار غالب کی مشرقی دیوار کے باہر کی طرف مدفون ہیں)

۱۸۷۲ء (۲۶ جون) حکیم آغا جان عیش کا دہلی میں انتقال

۱۸۷۹ء (۲۵ مئی) باقر علی خاں (فرزند اکبر زین العابدین خاں عارف) کا انتقال  
(فارسی میں تخلص باقر تھا اور اردو میں کامل۔ مدفون سلطان جی  
میں حضرت محبوب الہی کی پانچویں قاسم جانیوں کی ہڑوار میں ہے)

۱۸۸۰ء (ستمبر) حسین علی خاں، زین العابدین خاں عارف کے چھوٹے  
بیٹے کا انتقال، اردو میں شادان تخلص کرتے تھے، فارسی  
میں خیتالی

۱۸۸۲ء (۳۱ اکتوبر) علائی، نواب علاء الدین احمد خاں (خلیفہ وجانشین غالب۔  
ولادت ۲۵ اپریل ۱۸۳۳ء) کی وفات دہلی میں ۷  
علائی جو برجائے غالب نشست  
درق بردرید و سلم در شکست (علائی)

۱۹۳۷ء (۱۹ جنوری) فرخ مرزا، نواب امیر الدین احمد خاں فرخی (ابن علائی۔ ولادت۔  
۲۶ جنوری ۱۸۶۰ء) کی وفات۔ لوہارویں دفن ہوئے  
”میاں تمہارے دادا، امین الدین خاں بہادر ہیں۔ میں تمہارا  
’دلدادہ ہوں‘۔ غالب

۱۹۴۵ء (۱۰ مئی) معظم زمانی بیگم عرف بیگم زوجہ باقر علی خاں کامل (فرزند  
اکبر زین العابدین خاں عارف) کا انتقال  
(بیگم بیگم ۱۲ سال کی عمر میں کامل کی دہن بن کر مرزا غالب کے گھر  
میں آئیں۔ ۲۴ سال کی عمر میں بیوہ ہوئیں اور ۶۹ سال بیوگی کے



عالم میں گزار کر عمر ۹۳ سال فوت ہوئیں۔ فخر الدین علی احمد مرحوم  
سابق صدر جمہوریہ ہندوان کے نواسے تھے،

۱۹۵۳ء (۲۹ مارچ) محمد سلطان بیگم عرف جندو بیگم کی وفات دیہ عارف کے بیٹے  
باقر علی خاں کامل اور بچکا بیگم کی دوسری بیٹی تھیں ۱۲۸۱ھ مطابق  
۱۸۶۴-۶۵ء میں پیدا ہوئی تھیں۔ نواب ضیاء الدین احمد خاں  
کے پوتے اور میرزا شہاب الدین احمد خاں کے بیٹے میرزا  
شجاع الدین احمد خاں تاباں سے بیاہ گئی تھیں۔ کوئی اولاد  
نہیں ہوئی۔ مرزا غالب، انھیں پیار سے مرزا جیون بیگ  
کہتے تھے،



دیوانِ غالبِ کامل  
(نسخہ عرضا)

تاریخی ترتیب سے

..... تا ۱۸۱۲ء

متفرقے

عمدہ منتخبہ

(تذکرہ سرور)

۱ - ۱۸۰۰ء تا ۳۲ - ۱۸۳۱ء

عیار الشعراء

(تذکرہ خوب چند ذکا)

۹۹ - ۱۷۹۸ء تا ۳۳ - ۱۸۳۲ء

## مشوی

ایک دن، مثلِ پتنگِ کاغذی لے کے، دل، سرِ رشتہ آزادی  
خود بخود کچھ ہم سے کیا نہ لگا اس قدر بگڑا کے سر کھانے لگا  
میں کہا "اے دل! ہولے دلبراں بس کہ تیرے حق میں کہتی ہے نہاں  
پیچ میں ان کے نہ آنا زینہار یہ نہیں ہیں گے کسو کے یارِ غار  
گوئے پندے پر، نہ کر، ان کے نظر کھینچ لیتے ہیں یہ دورے ڈال کر  
اب تو مل جائے گی تیری ان سے ساتھ لیکن آخر کو پڑے گی ایسی گانٹھ  
سخت مشکل ہوگا سلجھانا تجھے تھرپے دل ان سے اُلجھانا تجھے  
یہ جو محفل میں بڑھاتے ہیں تجھے بھول مت اس پر اڑاتے ہیں تجھے  
ایک دن تجھ کو لڑا دیں گے کہیں مفت میں ناحق کٹا دیں گے کہیں  
دل نے سن کر، کانپ کر کھا پیچ و تاب غوطے میں جا کر دیا کٹ کر جواب

"رشتہ در گردنم انگدہ دوست  
ی برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست"

تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب' کا اولین منظوم کلام، ص ۳۳

## غزلیات

نیازِ عشق، خرمن سوزِ اسبابِ ہوس بہتر  
جو، ہو جاوے نثارِ برقِ مُشتِ خارِ خوش بہتر  
یاد آیا جو وہ کہتا کہ، بہنیں، واہ غلط،  
کی، تصویر نے بے محلے ہو سس راہ، غلط

آئے ہیں پارہ ہاے جگر درمیانِ اشک ✓  
لایا ہے لعلِ پیشِ بہسا، کاروانِ اشک  
ظاہر کرے ہے جنبشِ مرگاہ سے مدعا ✓  
طفلا نہ ہاتھ کا ہے اشارہ، زبانِ اشک  
میں واوی طلب میں ہوا جملہ تن غرق ✓  
اڑیں کہ صرف قطرہ زنی تھا بسانِ اشک

غزل کے مطلع مندرجہ عمدہ منتخبہ کے ساتھ اس نشان ✓ والے تمام اشعار پہلی بار متنِ سخن میں درج ہوئے

۳۲۰-۲ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ'، منتخبہ، میں ذکرِ غالب، ص ۴۱  
۳۲۱-۲ سخن ہر چند

روئے نے طاقت اتنی نہ چھوڑی کہ ایک بار  
 مژگاں کو دوں فشار، پئے امتحانِ اشک  
 دل خستگان کو ہے طرب صد چمن بہار  
 باغِ بخولِ تپیدن، و آبِ روانِ اشک  
 شیلِ بنائے ہستی شبنم ہے، آفتاب  
 چھوڑے نہ چشم میں تیشِ دل، نشانِ اشک  
 ہنگامِ انتظارِ قدمِ بتاں، اسد  
 ہے بر سرِ مرزہ نگراں، دیدبانِ اشک

آنسو کہوں کہ، آہ، سوار ہوا کہوں ؟  
 ایسا عیناں گیسختہ آیا کہ کیا کہوں ؟  
 اقبالِ کلفتِ دلِ بے مدعا رسا  
 اختر کو داغِ سایہ بالِ ہما کہوں

۱۔ غ = سے گل کرے ہے

۲۔ درحال

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھیے "عمدہ" منتخبہ میں ذکرِ غالب، ص ۱۸

یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے  
 غزل کے مطلع مندرجہ "عمدہ" منتخبہ کے ساتھ اس نشان والے تمام اشعار پہلی  
 بار متن غ میں درج ہوئے۔

مضمونِ وصل ہاتھ نہ آیا، مگر اُسے  
 اب طائرِ پریدہ رنگِ جفا کہوں  
 عہدے سے مدحِ ناز کے باہر نہ آسکا م  
 گر ایک ادا ہو، تو اُسے اپنی قضا کہوں  
 حلقے ہیں، چشمِ ہاے کشادہ بسوے دل م  
 ہر تارِ زلف کو، نگہِ سرمہ سا کہوں  
 ظالم! مرے گماں سے مجھے منفعل نہ چاہ م  
 ہے ہے! خدا نہ کر دے تجھے بے وفا کہوں  
 دزدینِ دلِ ستم آمادہ ہے محال  
 مژگاں کہوں کہ جوہرِ تیغِ قضا کہوں  
 طرزِ آفرینِ نکمہ سرائیِ طبع ہے  
 آئینہ خیال کو طوطی نما کہوں  
 میں اور صد ہزار نوازے جگر نراش م  
 تو اور ایک وہ نشیدن کہ کیا کہوں

۱۔ غ = خیال کے

۲۔ مرتبہ فرا پریدہ

۳۔ غزل کے مطلع مندرجہ "عمدہ" منتخبہ کے ساتھ اس نشان والے تمام اشعار

پہلی بار متن غ میں درج ہوئے  
 یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

غالب! ہے رتبہ فہم تصور سے کچھ پرے  
ہے عجزِ بتِ دگی، کہ علی کو خدا کہوں

جلسِ شعلہِ عذراں میں جو آجاتا ہوں شمعِ نہاں میں تیرا دامنِ صبا جاتا ہوں  
ہونے ہے جاوہِ رہ، پشتِ گدہِ سرِ گام جس گزر گاہ سے میں ابلہ پا جاتا ہوں  
سرگراں مجھ سے بیک لڑکے نہ رہتے سے ہو کہ بیک جنبشِ لب، مثلِ صدا، جاتا ہوں

دیکھتا ہوں اُسے، تھی جس کی تمنا مجھ کو  
آج بیداری میں ہے خوابِ زلیخا مجھ کو

شمشیرِ صافِ یار، جو زہرِ ابِ دادہ ہو  
وہ خطِ سبز ہے کہ بہ رخسارِ سادہ ہو

منستے ہیں، دیکھ دیکھ کے، سب نالواں مجھ  
یہ رنگِ زرد، ہنسنے چمنِ زعفران مجھ

۱۔ رخ جو منستے ہیں، دیکھ دیکھ کے، سب نالواں مجھ  
۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۴  
۳۔ روایت، ج تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۴  
یہ شعر پہلی بار شمعِ رخ میں درج ہوا

دیکھ وہ برقِ تبسم، بس کہ، دل بیتاب ہے  
دیدہ گریاں مرا، فوارۂ سیماب ہے  
کھول کر دروازۂ میخانہ، بولائے فروش  
اب شکستِ توبہ میخواروں کو فتحِ الباب ہے

اک گرم آہ کی، تو ہزاروں کے گھر جلے  
رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر، ہم جگر جلے  
پروانے کا نہ غم ہو، تو پھر کس لیے، امد  
ہر رات، شمع، شام سے لے تا سحر جلے

زخمِ دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے  
ایسے ہنستے کو رلایا ہے کہ جی جانے ہے

۲۰۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۱

۳۔ ص ۴۹ یہ ایک شعر

تذکرۂ عیار الشعراء۔ خوب چند ذکا کے سولے کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان

یا بیاض میں نہیں پایا جاتا

صبا، لگا وہ طپانچے طرف سے بُلبل کی  
کہ روئے غنچہ گل سوئے آشیاں پھر جائے

بتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادب آتا ہے  
تو یوسفِ ساحین بکنے سر باز آتا ہے

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا  
اسد اللہ خاں قیامت ہے

- ۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۹ یہ ایک شعر تذکرۂ عیال الشعراء۔ خوب چند ذکا کے سوائے کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان بابریاض میں نہیں پایا جاتا
- ۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب کے غیر متداول اشعار کا زمانہ فکر' ص ۴۵
- ۳۔ خود غالب نے اس شعر کا زمانہ "ابتداءً منکر سخن" لکھا ہے۔ دیکھیے مکتوب بنام عبد الرزاق شاکر۔ عودِ ہندی ص ۱۵۹۔ میرا دیا ہوا عہد محض قیاس ہے



۱۸۱۳ء

تا

۱۸۱۴ء

نسخہ بھوپال  
(مخطوط غالب)

۱۸۱۴ء



صبا، لگا وہ طپانچے طرف سے ببل کی  
کہ روئے غنچہ گل سوئے آشیاں پھر جائے

بتو! توبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادب آتا ہے  
تو یوسفِ ساحین بکنے سر بازار آتا ہے

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا  
اسد اللہ خاں قیامت ہے

- ۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'عمدہ منتخبہ میں ذکرِ غالب' ص ۴۹ یہ ایک شعر تذکرۃ عیار الشعراء۔ خوب چند ذکا کے سوائے کسی مطبوعہ/غیر مطبوعہ دیوان یا بیاض میں نہیں پایا جاتا
- ۲۔ تفصیل کے لیے دیکھیے 'غالب کے غیر متداول اشعار کا زمانہ فکر' ص ۴۵
- ۳۔ خود غالب نے اس شعر کا زمانہ "ابتدائے فنِ سخن" لکھا ہے۔ دیکھیے مکتوب بنام عبد الرزاق شاہ کر۔ خود ہندی ص ۱۵۹۔ میرا دیا ہوا عہد محض قیاس ہے



۱۸۱۳ء

۳

۱۸۱۴ء

نسخہ بھوپال  
(مخطوطِ غالب)

۱۸۱۴ء





نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا؟ م کاغذی ہے پیر بن ہر سپیکر تصویر کا  
کا دکا و سخت جانی ہاے تنہائی نہ پوچھ م صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوے شیر کا  
جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے م سینہ شمشیر سے باہر ہے، دم شمشیر کا  
آگہی، دام شنیدن جس قدر چاہئے کھائے م مدعا عفتا ہے اپنے عالم تغیر کا  
شوخی نیز نگہ صید و حشت طاؤس ہے دام، سبزے میں ہے پرواز چمن تسخیر کا  
لذت ایجاد ناز، افسون عین ذوق قتل نعل، آتش میں ہے تیغ یار سے، نچیر کا  
خشت پشت ست عجز و قالب غوش دراع پر ہوا ہے میل سے پیمانہ کس تعمیر کا؟  
و حشت خوابِ عدم، شور تماشا ہے اسد جزیرہ جوہر نہیں آئینہ تعمیر کا  
بیس کہ ہوں غالب امیری میں بھی آتش زیر پا م موئے آتش دیدہ ہے، حلقہ مری زنجیر کا

جنوں گرم انتظار و نالہ بینا کی کند آیا سویدا، تابلو، زنجیری دود سپند آیا  
مہ اختر فشاں کی، بہر استقبال، آگھوں تماشا کشور آئینہ میں آئینہ بند آیا  
تغافل، بدگمانی، بلکہ میری سخت جانی سے نگاہ بے حجاب ناز کو ہم گزند آیا

- ۱- رخ = نعل و آتش ....  
۲- " = آتشیں پا ہوں گداز و حشت زندان نہ پوچھ / ..... ہر حلقہ یاں زنجیر کا  
۳- " = بہ استقبال، تماشا زماہ، اختر فشاں شوخی  
۴- " = تغافل، بدگمانی، نظر بر سخت جانی ہا  
۵- " = یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

نصائے خندہ گل تنگ و ذوق عیش بے پروا فراغت گاہ آغوش و داع دل، پسند آیا  
عدم ہے خیر خواہ جلدہ کو زندان بیتابی خرام ناز، برق خرم سخی سپند آیا  
جراحت تھک، الماس ارضائ دلغ جگر بندہ م مبارک باد! اسد، غم غوار جان درد مند آیا

شمار سجہ، مرغوب بہت مشکل پسند آیا م تماشا ہے بیک کف بردن مدل پسند آیا  
یہ فیض بیدلی، نویدی جادید اسان ہے م کشایش کو، ہمارا عقدہ مشکل، پسند آیا  
ہولے سیر گل، آئینہ بے مہر و قاتل م کانداز بخوں غلتیدن بسمل پسند آیا  
سواد چشم بسمل، انتخاب نقطہ آرائی خرام ناز بے پروائی قاتل پسند آیا  
روان ہاے موج خون بسمل سے ٹپکتا ہے م کلف بے تماشا رفتن قاتل پسند آیا  
ہوئی جس کو بہار فرصت ہستی سے آگاہی م برنگ لالہ، جام بادہ پر محل پسند آیا  
اسد، ہر جاسخن نے طرح باغ تازہ ڈالی ہے مجھے رنگ بہار ایجادی بیدل پسند آیا

خود آرا و حشت چشم پری سے شب بدخو تھا کرم، آئینہ تماشا کو تو عید یازو تھا  
بشیر بنی خواب آلودہ مژگاں، نشتر زنبور خود آرائی سے آئینہ، طلسم موم جادو تھا

- ۱- رخ = نادیدنی دعوت  
۲- رخ = تر  
۳- رخ = حجاب  
۴- رخ = غلطیدن  
۵- " = یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ..... ۱۸۱۶

نہیں ہے باز گشتِ سبیلِ غیر از جانبِ دِریا  
ہمیشہ دیدہ گریاں کو آبِ رفتہ در جوتھا  
رہا نظارہ وقتِ بے نقابی آپ پر لڑاں  
سرسک لگیں مڑے دستِ لے جانِ شتر بردھتا  
غمِ مجنوں، عزادارانِ لیلی کا پرستش گر  
خُم رنگِ سبکِ پیمانہ ہر چشمِ آہوتھا  
رکھا غفلت نے دور افتادہ ذوقِ فناور  
اشارتِ فہم کو، ہر ناخنِ بربیدہ، ابروتھا  
اسد! خاکِ دینِ پیمانہ اب سر برداتا ہوں  
گئے وہ دن کہ پانی جامِ مے نے لوزانو تھتا

دویدن کے کہیں ہوں ریشہ زیر زمیں پایا  
بگردِ سرمہ اندازِ نگاہِ شرمگین پایا  
اُگی اک پنبہ روزن سے ہی چشمِ سفید آخر  
جیسا کہ انتظارِ جلوہ ریزی کے کہیں پایا  
یہ حیرت گاہِ نازِ کشتہ جاں بخشی خوباں  
خضر کو چشمہ آبِ بقا سے تر جیں پایا  
پریشانی سے مغزِ سر ہوا ہے پنبہ بالمش  
خیالِ شخی خوباں کو راحتِ آفریں پایا  
نفسِ حیرت پرست طرزِ ناگیرائی مژگاں  
مگر یک دستِ دایمانِ نگاہِ واپسین پایا  
اسد کو بیچ تابِ طبعِ برقِ آہنگِ مسکن سے  
حصارِ شعلہ جو آئیں عرقلت گزین پایا

نزاکت ہے فسوںِ دعوی طاقِ شکستن ہا  
شرارتِ تنگ اندازِ چراغِ از چشمِ جستن ہا

۱۔ خ = سبیل یا بجز  
۲۔ خ = بے نقابی یا بخود  
۳۔ خ = اسد! خاکِ در کے خانہ یا برفیق یا شید  
۴۔ خ = خوش روزے کہ آب از ساغر نے تباہ لوزانو تھتا  
۵۔ خ = دستے بہ  
۶۔ خ = ہے

○ ..... ۱۸۱۶

مشر آسا، ز سنگِ سرمہ بکسر بارِ جستن ہا  
رسمیہ سی چشمِ شوخ سے ہیں، جو ہر مژگاں  
کہ تھا آئینہ خود بے نقابیِ نکِ جستن ہا  
ہوا لے ابر سے کی موسمِ گل میں نمد بانی  
بر رنگِ شعلہ ہے، مہرِ نماز از پناشتن ہا  
دلِ زاضطرابِ آسودہ طاعت گاہِ داغِ آیا  
نفسِ ہا بعدِ وصلِ دوستِ ناواں جستن ہا  
تکلفِ عاقبت میں ہے دلا، بندِ قبا و اگر  
بر بندِ گریہ ہے نقشِ بر آبِ اُمیدِ رستن ہا  
اسد، ہر اشک ہے یک حلقہ بر زنجیرِ افزون

بسانِ جوہرِ آئینہ، از ویرانیِ دل ہا  
غبارِ کوچہ ہاے موج ہے، خاشاکِ ساحل ہا  
نگہ کی ہم نے پیدا، رشتہ ربطِ اَلق سے  
ہوے ہیں پردہ ہاے چشمِ جہرتِ جلوہ حائل ہا  
نہیں ہے، باوجودِ ضعفِ میرِ بے خودی کساں  
رو خوابیدہ میں انگشتِ دنی ہے، طرحِ منزل ہا  
غریبی بہرِ تسکینِ ہوس درکار ہے ورنہ  
برومِ زرِ گرہ میں باندھتے ہیں برقِ حاصل ہا  
تماشا کر دنی ہے، انتظارِ آبا و حیرانی  
ہمیں غیر از نگہ جوں رنگِ ستانِ فرشِ محفل ہا  
اسد، تالِ نفس ہے ناگزیرِ عرقِ رہِ پیرائی  
بر لوکِ ناخنِ شمشیرِ کیجے حلِ مشکل ہا

بشعلِ انتظارِ مہوشاں و خلوتِ شب ہا  
سرمہ از نظر ہے رشتہ تبسیم کو کب ہا  
کرے گر فکرِ تعمیرِ خرابی ہاے دل، گردوں  
نہیکے خشتِ مثلِ استخوانِ بیرونِ قالب ہا

۱۔ خ = بیرونِ

عبادت ہائے طعن آلود یاراں زہرِ قاتل ہے  
کمرے ہے حسنِ خواباں پر دے میں مشکلی اپنی  
فنا کو عشق ہے بے مقصدانِ حیرت پر ستاراں  
اسد کو بتِ سستی سے غرض دردِ آشنائی ہے

رفے زخمِ کرتی ہے بے نوکِ شیشِ عقرب ہا  
کہ ہے تہِ بندیِ خطا، بے زہ خطِ درتہ لب ہا  
نہیں رفتارِ عمرِ تیز رو پابندِ مطلب ہا  
نہاں ہیں نالہ ناکوس میں در پردہ یارب ہا

یہ رہنِ شرم ہے، باوصفِ فوغی اہتمام اُس کا  
سر و کار تو اضع، تاخیمِ گیسور سانسِ دن  
مسی آلودہ ہے مہرِ نوازِ شش نامہ ظاہر ہے  
لڑاؤے گروہِ نرمے کشی میں قہر و شفقت کو  
بہ امیدِ نگاہِ خاص ہوں محملِ کشِ حسرت  
اسد، سودے سرسبزی سے ہے تسلیمِ رنگیں تر

نہیں میں جوں شرارتِ رنگِ ناپید ہے نام اُس کا  
لسانِ شانہ زینتِ یزید ہے حسرتِ لام اُس کا  
کہ داغِ آرزوے بومرِ دیتا ہے پیام اُس کا  
بھرے پیماؤ صد زندگانی، ایک عالم اُس کا  
مباوا! ہو عیناں گیرِ تغافلِ لطفِ عالم اُس کا  
کہ کشتِ خشک اُس کا، اربے پر اترام اُس کا

یادِ روزے کہ نفسِ سلسلہ یارب تھا  
بہ تحیرِ کدہِ فرصتِ آرایشِ وصل

نالہ دل، بہ کمرِ دامنِ قطعِ شب تھا  
دلِ شبِ آئینہ دارِ تپشِ کوکب تھا

۱۔ نخ = نہیں در پردہ حسن از کو ششِ مشکلی غافل  
۲۔ نخ = حسرت  
۳۔ عالم = عالم  
۴۔ پیلا = پیلا  
۵۔ میں = میں

۶۔ نخ = حسرت  
۷۔ شمر در = شمر در  
۸۔ دیوے گج = دیوے گج  
۹۔ در تحیر = در تحیر

بہ تمتِ کدہِ حسرتِ ذوقِ دیدار  
جو ہر فکرِ پیرِ افشانیِ نیرنگِ خیال  
پردہ درِ دل، آئینہ صد رنگِ نشاط  
نالہ ہا حاصلِ اندیشہ کہ جوں کشتِ پسند  
عشق میں ہم نے ہی ابرام سے پرہیز کیا  
آخر کار گرفتارِ سرِ زلفِ ہوا  
شوقِ سامان، فضولی ہے وگرہِ غالب  
اسد! افسردگی آوارہ کفر و دیں ہے

دیدہ گوخوں ہو، تماشاے چمنِ مطلب تھا  
حسنِ آئینہ و آئینہ چمنِ مشرب تھا  
بجئے زخمِ جگر، خندہ زہ لب تھا  
دلِ ماسوختہ، آتش کدہِ صدمت تھا  
در نہ جو چاہیے، اسبابِ تمنا تھا  
دلِ دیوانہ کہ دارِ ستہ ہر مذہب تھا  
ہم میں سرمایہ ایجادِ تمتِ کب تھا  
یادِ روزے کہ نفسِ در گروہ یارب تھا

شب کہ دلِ زخمی عرضِ دو جہاں تیر آیا  
وسعتِ جیبِ جنونِ تپشِ دل مت پوچھ  
ہے گرفتاریِ نیرنگِ تماشا، سستی  
دیدِ حیرتِ کش، و خورشیدِ چراغانِ خیال  
عشقِ ترساچہ و نازِ شہادت مت پوچھ  
اے خوشا! ذوقِ تنائے شہادت کہ اسد

نالہ، بر خود غلطِ شوخیِ تاثیر آیا  
محملِ دشت بہ دوشِ رمِ نچیر آیا  
پُر طائوس سے دل، پائے بہ نچیر آیا  
عرضِ شبنم سے چمن، آئینہ تعمیر آیا  
کہ کدہ گوشہ، بہ پروازِ پر تیر آیا  
بے تکلف بہ سجودِ خمِ شمشیر آیا

۱۔ نخ = بل  
۲۔ نخ = شوقِ سبک تاز  
۳۔ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○..... ۱۸۱۶ء

سیراں سوئے تماشا ہے طلب گاروں کا  
سرخِ بید ہوا، نامہ گنہ گاروں کا  
فردائینہ میں بخشیں شکنِ خندہ گل  
دادخواہ تپش و مہرِ خوشی برب  
وحشتِ نالہ بہ واماں دگر وحشت ہے  
چمڑہ سوئے چمن آتا ہے خدا خیر کرے  
جلوہ مایوس نہیں دل، نگہانی غافل  
اسد لے ہرزہ دل، نالہ بغوغا تا چند

طاؤس در رکاب ہے، ہرزہ آہ کا  
عزلت گزینِ بزم ہیں، واماں دگان دید  
ہر گام، آبلے سے ہے، دل، درتہ قدم  
جیبِ نیازِ عشق، نشاں دارِ ناپے  
غافل بہ وہم ناز، خود آرا ہے، ورنہ یاں  
بزمِ قدح سے عیشِ تمنانہ رکھ کہ رنگ  
رحمت اگر قبول کرے، کیا بعید ہے  
م شرمندگی سے عذر نہ کرنا گناہ کا

\* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں اضافہ کیے گئے + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○..... ۱۸۱۶ء

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہوں میں کہے  
م پُرگل، خیالِ زخم سے دامنِ نگاہ کا  
جاں، درہمولے یک نگہ گرم ہے اسد  
م پروانہ، ہے وکیل ترے دادخواہ کا

یک ذرہ زمیں نہیں بے کار باغ کا  
م یاں جادہ بھی، فیتلہ ہے لالے کے داغ کا  
بے مے، کسے ہے طاقتِ آشوبِ گہی؟  
م کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خطِ آیات کا  
بلبل کے کاروبار پہ ہیں خندہ ہائے گل  
م کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا  
تازہ نہیں ہے، نشہ فکری سخن مجھے  
م تریاکی قیدیم ہوں، دودِ چراغ کا  
شو بار بندِ عشق سے آزاد ہم ہوئے  
م پر کیا کریں؟ کہ دل ہی قدو ہے فراغ کا  
بے خون دل ہے چشم میں موجِ نگہ غبار  
م یہ میکہ، خراب ہے مے کے سراغ کا  
باغِ شگفتہ، تیرا بساطِ نشاطِ دل  
م ابر بہار، خمکدہ کس کے دماغ کا  
بوشِ بہار، کلفتِ نظار ہے اسد  
م ہے، ابر، پنبہ روزنِ دیوارِ باغ کا

نہ بھولا اضطرابِ دم شماری، انتظار اپنا  
م کہ آخر شیشہ ساعت کے کام آیا غبار اپنا  
زلی آتش نے فصلِ رنگ میں رنگِ دگر پایا  
م چراغِ گل سے ڈھونڈھے بنے چمن میں شمعِ خار اپنا  
ایمیر بے باں ہوں کاشکے! صیادِ بے پروا  
م یلام جوہر آئینہ، ہو جاوے شکار اپنا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے  
۱- خ = چشمِ تجوین میں نگہ غبار  
۲- خ = ہوا سے  
۳- = اسیر بے زبانی ہوں مگر

مگر ہوا نفع دامن کشی، ذوق خود آرائی  
 دینے! اے نالوئی، ورنہ ہم ضبطِ آشنایاں نے  
 اگر اسودگی ہے مدعاے رنجِ بیتابی  
 اسد، ہم وہ جنوں جولاں گلے بے مریاں ہیں م

بس کہ جوشِ گریہ سے زیر و زبر ویرانہ تھا  
 داغِ ہر ضبطِ پیے جا، مستی سخی سپند  
 وصل میں بختِ سید نے سنبھلتاں گل کیا  
 شبِ تری تاخیرِ سحرِ شعلہ آواز سے  
 موسمِ گل میں مے گلگوں حلالِ مے کشاں  
 انتظارِ جلوہ کاکل میں ہر شمشادِ باغ  
 حیرت اپنے نالہ بیدار دے غفلتِ بنی  
 کو بوقتِ قتلِ حقِ آشنائی، اے نگاہ!  
 جوشِ بے کیفیتِ ہے اضطرابِ آرا، اسد

۱۔ غ = کوشش یا  
 ۲۔ غ = انتظارِ رُفت میں تمشاد ہم دست چار  
 نقشِ بندِ شکلِ مرگاں، از نمودِ نشانہ تھا  
 ۳۔ غ = اندیش ۴۔ غ = طپیدن

راتِ دلِ گرمِ خیالِ جلوہ جانا نہ تھا  
 شبِ کہن کی کیفیتِ محفلِ بیادِ رومے یار  
 شبِ کہ باندھا خواب میں آنے کا، قاتلِ بے جراح  
 دود کو آج اس کے ماتم میں سید پوشی ہوئی  
 ساتھ جنش کے یک برخاستن طے ہو گیا  
 دیکھ اس کے ساعدِ سیمین و دستِ پرنگار  
 شگوہ یاراں غبارِ دل میں پنہاں کر دیا  
 اے اسد! دیبا جو دشتِ غم میں یں حیرت زدہ

پئے نذرِ کرم، تحفہ ہے شرمِ نارسائی کا م  
 جہاں مٹ جائے سعیِ دیدِ خضرِ آبادِ آسائش  
 بہ عجزِ آبادِ ہم مدعا تسلیم شوخی ہے  
 زکوٰۃ حسن دے، اے جلوہ بیتش کہ ہر آسا م

۱۔ غ = شب کہ باندھا یار نے پیمانِ درخواب آمدن  
 وہ فسوں وعدہ مجھ کو شوخیِ افسانہ تھا  
 ۲۔ غ = گوئی  
 ۳۔ غ = دیکھ اس کے ساعد و دستِ حنا آلود کو  
 یہ شعر پہلے پہل گل میں درج ہوا  
 ۴۔ غ = غلطیہ  
 ۵۔ غ = زکوٰۃ

○ ..... ۱۸۱۶ع

دہارا جان کر بے جرم، غافل، تیری گزین پر م رہا، مانند خونِ بے گنہ، حق آشنائی کا  
 وہاں ہر بہت پیغام جو، زنجیر رسوائی م عدم تک، بی وفا، چرچا ہے تیری بیوفائی کا  
 وہی اک بات ہے جو ایں نفسِ دل نہکت گل ہے م جن کا جلوہ باعث ہے، مری رنگیں فوائی کا  
 نہ دے نائے کو اتنا طول غالب، مختصر لکھ دے م کہ حسرت سنج ہوں، عرض ستم ہاے جدائی کا

دہو جس تماشا دوست، رسول بے وفائی کا م بہرِ صد نظر ثابت ہے، دعویٰ پارائی کا  
 ہوں گستاخی آئینہ، تکلیفِ نظربازی م بجیب آرزو پنہاں ہے، حالِ دل بانی کا  
 نظربازی، طلسم و حشت آباد پرستاں ہے م رہا ہے گانہ تائید، افسوں آشنائی کا  
 نہ پایا درد مندِ دوری یا رانِ یک دل نے م سوادِ خطِ پیشانی سے، نسخہ مومیائی کا  
 تنائے زباں، محو سپاس بے زبانی ہے م مٹا جس سے، تقاضا شکوہ بے دست پائی کا  
 اسد، یہ عجز و بے سامانی فرعون تو ام ہے م جسے تو بندگی کہتا ہے، دعوا ہے خدائی کا

کرے گر حیرتِ نظارہ، طوفانِ نکتہ گوئی کا م جاپ چشمہ آئینہ ہو دے، بیضہ طوطی کا  
 بڑے قیس، دستِ شرم ہے مژگانِ آنہو سے م مگر روزِ عروسی گم ہوا تھا شانہ لیلیٰ کا

۱- غ = اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر ہے  
 کہ حسرت کش رہا عرض ستم ہاے جدائی کا  
 ۲- = گیا + یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ..... ۱۸۱۶ع

فان تیغِ نازک قاتلاں، سنگِ جراحت ہے م دل گرم تپش، قاصد ہے پیغام تسلی کا  
 نہیں گدوب جز مرگرتگی ہاے طلب ہرگز م حجابِ مھر کئے ہے، آلبوں میں خار ہاے کا  
 نیازِ جلوہ ریزی، طاقتِ بالیں شکستن ہا م تکلف کو خیال آیا ہو گر بیمار پرسی کا  
 نہ بخشی فرصت یک شبِ منستاں جلوہ نور نے م تصور نے کیا سماں ہزار آئینہ بندی کا  
 اسد، تاثیرِ صافی ہاے حیرتِ جلوہ پڑ رہو م گر آبت چشمہ آئینہ دھو دے عکسِ زندگی کا

زبیںِ خوں گشتہ رشکِ وفا تھا، ستمِ بھل کا م چلایا زخم ہاے دل نے پانی تیغِ قاتل کا  
 نگاہِ چشمِ حامدِ مے، اے ذوقِ خود بینی م تماشا ہوں، وحدتِ خانہ آئینہ دل کا  
 شرفِ فرصت نگہ، سامانِ یک عالم چراغاں ہے م بقدرِ رنگ یاں گردش میں ہے، پیمانہ محفل کا  
 سترِ ترائق کو کششِ جہت یک عرصہ جولاں تھا م ہوا، دامنِ گئی سے ہر رواں کی، فرقِ منزل کا  
 سراپا ہر عشقِ دنا گیرِ الفتِ ہستی م عبادتِ برق کی کرتا ہوں اور افسوں حاصل کا  
 بقدرِ ظرف ہے ساقی، خمارِ تشنہ کا ی بھی م جو تو دریائے ہے تو میں خیمہ ہوں ساحل کا  
 بجھے لہ سخن میں خوفِ گمراہی نہیں غالب م عصاے مختصر صحرائے سخن ہے، خامہ تبدیل کا

۱- غ = بوشی (یعنی طلب بوشی)  
 ۲- = نہ دی خورشید نے فرصت بقدرِ شبنمستانی  
 ۳- = ذوق  
 ۴- غ = ہا  
 ۵- = میں ہوں خیمہ سازہ  
 ۶- = (اسد) افسوس و دردِ ناشناسی ہاے گمراہاں

فرو چھیدی ہے فرش بزم عیش گستر کا  
خطِ نوخیز کی آئینے میں دی کس نے آرائش؟  
کیا ہونا مہرِ رواں سے برنگِ باختہ آیا  
شکستِ گوثر گیران ہے فلک کو حاصلِ گردش  
فروں ہوتا ہے ہر دم خوشِ خوبناری تماشا ہے  
خیالِ شربتِ عسی، گدازِ تریجینی ہے

کیا کس شوخ نے ناز از سر تکیں شستن کا؟  
نہاں ہے مر دمک میں شوقِ رخسارِ فروزاں سے  
گدازِ دل کو کرتی ہے، کشودِ چشم، شبِ پیما  
نفسِ در سیدہ ہاے ہم دگر رہتا ہے پیوستہ  
ہونے ابر سے کی، موسمِ گل میں، نمد بانی  
تکلفِ عافیت میں ہے، دلا بندِ قبا واکر  
ہر اشکِ چشم سے یک حلقہٴ زنجیر بڑھتا ہے  
عیادت سے اس میں بیشتر بیمار ہوتا ہوں

کہ شمعِ گل کا خم، انداز ہے بالیں شکستن کا  
سپندِ شعلہٴ نادیدہ صفتِ اندازِ جستن کا  
نمک ہے شمع میں جوں موسمِ جادو، خوابِ بستن کا  
نہیں ہے رشتہٴ الفت کو اندیشہٴ شکستن کا  
کہ تھا آئینہٴ خور پر تصورِ رنگِ بستن کا  
نفسِ بعد از وصالِ دستِ تاواں گہستن کا  
یہ بندِ گریہ ہے نقشِ بر آب، اندیشہٴ رستن کا  
سبب ہے ناخنِ دخلِ عزیزانِ سیدہٴ شکستن کا

عیادت پس لٹا ہے دل یارانِ نگیں کا  
صدا ہے کوہ میں حشرِ آفریںِ غفلتِ اندیشاں  
بجائے غنجہٴ گل ہے ہجومِ خارِ خس، یاں تک  
نصیبِ استیں ہے حاصلِ روشِ برقِ آگیں  
بوقتِ کعبہٴ جوئی ہا، جس کربا ہے ناقوسی  
پتیدنِ دل کو موزِ عشق میں خوابِ فراموشی  
اسد، اربابِ فطرتِ قدردانِ لفظ و معنی ہیں

بہارِ رنگِ خونِ گل ہے سماں اشکباری کا  
برائے حلِ مشکل ہوں زبا افتادہٴ حسرت  
بدوقتِ سرنگونی ہے، تصورِ انتظارِ استاں  
لطافتِ بے کثافتِ جلوہٴ میدا کر نہیں سکتی  
حریفِ جوششِ دریا نہیں خود داریِ ساحل  
اسد، ساغرِ کشِ تسلیم ہو گردش سے گردوں کی

جنوں برقِ نشتر ہے رگِ ابر بہاری کا  
بندھا ہے عقدہٴ خاطر سے یہاں خاکساری کا  
نگہ کو آبلوں سے شغل ہے اخترِ شماری کا  
چمنِ رنگار ہے آئینہٴ بادِ بہاری کا  
جہاں ساقی ہو تو، باطل ہے دعویٰ ہوشیاری کا  
کننگِ فہمِ مستان ہے گلہٴ بدروزگاری کا

۱۔ رخ = از خرم مر

۲۔ = طبدن

۳۔ = اسد طرزِ آشنایاں قدردانِ نکتہٴ سنجی ہیں

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہٴ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

دردِ اسمِ حق سے دیدارِ صنم حاصل ہوا  
رشتہ تبسح تارِ جادہ منزل ہوا  
محتسبے ننگ ہے اویں کہ کارے کشاں  
رز میں جوا نگور نکلا، عقدہ مشکل ہوا  
قیس نے اویں کی سیرِ گریبانِ نفس  
یک دو چیں داماں صحرا، پردہ محل ہوا  
وقتِ شب اُس شمعِ رو کے شعلہ آواز پر  
گوشِ نسریں عارضوں، پروانہ محفل ہوا  
خاکِ عاشق، بس کہ ہے فرودہ پروازِ شوق  
جادہ ہر دشت تارِ دامنِ قاتل ہوا  
عیب کا دریافت کرنا ہے ہنرمندیِ اسد  
نقص پر اپنے ہوا جو مطلع، کامل ہوا

قطرہ نے، بس کہ حیرت سے نفس پرور ہوا م  
خطِ جام نے، سراسر رشتہ گنہ سر ہوا  
اعتبارِ عشق کی خانہ خرابی دیکھنا م  
غیرنے کی آہ، لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا  
گرمی دولت ہوئی آتشِ زن نامِ نکو  
خانہ ماتم میں، یا قوتِ نگیں، انکھر ہوا  
نشے میں گم کردہ رہ آیا، وہ مستِ فتنہ خو  
آج رنگِ رفتہ، دورِ گردشِ ساغر ہوا  
درد سے در پردہ دی مژگاں سپا ہائے فلکست  
ریزہ ریزہ استخوان کا، پوست میں نشتر ہوا  
نہ، گردین ہے گردِ خانہ ہائے مغموں  
دانہ تبسح سے ہیں مہرہ درشت در ہوا  
لے بے ضبطِ حالِ خوفا کر دگاں، جوشِ جنوں  
نشہ عے ہے، اگر یک پردہ نازک ہوا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں درج ہوا  
۱۔ غ = بادہ بیکسر

۲۔ غ = راہ

۳۔ " = نا افسر دگاں

۴۔ " = ریزہ

○ ..... ۶۱۸۱۶

اس چمن میں ریشہ داری جس نے سر کھینچا، اسد  
تر زبانِ شکرِ لطفِ ساقی کو تر ہوا  
دُش بن صیاد نے ہم رم خوردوں کو کیا کیا  
رشتہ چاکِ جیبِ بیدہ، صرف قماشِ دام کیا  
عکسِ رخِ افروختہ تھا تصویرِ بہشتِ آئینہ  
شورخ نے وقتِ حسن طرازی تمکین سے آرام کیا  
ساقی نے از بہرِ گریباں چاکِ موجِ بادہ ناب  
تارِ نگاہِ سوزنِ مینا، رشتہ خطِ جام کیا  
مہر بچائے نامہ لکائی پر لبِ بیکِ نادر ساں  
قاتلِ تمکینِ سنج نے یوں خاموشی کا بیجام کیا  
شامِ فراقِ یار میں جوشِ خرو مری سے ہم نے اسد  
ماہ کو دتسبح کو اکب بجائے نشینِ امام کیا

گر نہ اندہ شبِ فرقت بیاں ہو جائے گا م  
بے تکلف داغِ مہر وہاں ہو جائے گا  
زہرہ، گر ایسا ہی شامِ بحر میں ہوتا ہے آب م  
پر تو مہتابِ سیلِ خانماں ہو جائے گا  
لے قولوں سوتے میں اس کے پانچ کا بوسہ مگر م  
ایسی باتوں سے وہ کافرِ بگماں ہو جائے گا  
دل کو ہم صرف وفا سمجھے تھے، کیا معلوم تھا م  
یعنی یہ پہلے ہی نذرِ امتحان ہو جائے گا  
سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راہنی ہوا م  
مجھ پہ گویا، اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

۱۔ غ = لطفِ عام  
۲۔ غ = بادہ دسہوا  
۳۔ غ = احوال  
\* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا مصرعِ اول میں "پالو کا بوسہ کی جگہ" بوسہ ہائے پا" تحریر ہے  
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں درج ہوا  
= عین ممکن ہے کہ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ یا متن ق میں درج ہوا ہو مگر قاکے بعض صفحات کے نقصان کے باعث یہ غزل نسخے میں دستیاب نہیں۔ تاہم گلی میں موجود ہے



گر نگاہ گرم فرمائی رہی تسلیم منبسط م شعلہ خشن میں جیسے فوں گ میں نہاں ہو جائے گا  
 بلخ میں مجھ کو نہ لے جا، درد نہ میرے حال پر م ہر گل تر، ایک چشم فوں نشان ہو جائے گا  
 دل سے، اگر میرا ترا انصاف محشر میں نہ ہو م اب تلک تو یہ توقع ہے کہ داں ہو جائے گا  
 گر وہ مست ناز دیوے کا صلاے عرض حال خار گل بہر دہان گل زباں ہو جائے گا  
 گر شہادت آرد وہ ہے نقشے میں گستاخ ہو بال شیشے کا، رگ سنگ فناں ہو جائے گا  
 ناندہ کیا، سوچ، آخر تو بھی دانا ہے اسد م دوستی ناداں کی ہے جی کاریاں ہو جائے گا

تنگ ظرفوں کا رتبہ جہد سے برتر نہیں ہوتا حباب مے بعد بالیدنی سا غریب نہیں ہوتا  
 عجب لے آئے یلیان صحرائے نظر بازی کہ تارِ جادو رہ رشتہ گوہر نہیں ہوتا  
 خوشا و غمزے کے عاشق جلی بکھے جوں شعلہ فانی م کہ کم از سر مر اس کا مشت خاکستر نہیں ہوتا  
 تماشائے گل و گلشن ہے مفتِ سرچینی ہا یہ از چاکِ گریباں گلستان کا دور نہیں ہوتا  
 در کھنچم حصولِ نفع محبت ہائے محبت سے لب خشکِ صدف آبِ گہر سے تر نہیں ہوتا  
 نہ دیکھا کوئی ہم نے آشیانِ بلبل کا گلشن میں کہ جس کے در پہ غنچہ شکلِ قفلِ زر نہیں ہوتا

۱۔ شعلہ خشن میں مثل فوں گ میں نہاں ہو جائے گا  
 ۲۔ گر وہ مست ناز دیوے کا صلاے عرض حال  
 ۳۔ خار گل بہر دہان گل زباں ہو جائے گا  
 ۴۔ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ فی میں درج ہوئے۔

صفا کج جمع ہو سکتی ہے غیر از گوشہ گیری ہا صدف بن قطرہ نینساں اسد گوہر نہیں ہوتا

لب خشک در تنگی مردگان کا م زیارت کردہ ہوں دل آزدگان کا  
 ہمہ نا امیدی، ہمہ بدگانی م میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگان کا  
 شگفتن کیں کاہِ تقریب ہوئی شگفتن کیں کاہِ تقریب ہوئی  
 غریبِ ستم دیدہ باز گشتن سخن ہوں سخن بربلِ آذر دگان کا  
 سراپا یک آئینہ دارِ شکستن ارادہ ہوں یک عالمِ افسردگان کا  
 بصورت تکلف، بہ معنی تاسف اسد میں تبسم ہوں پژمردگان کا

ہے تنگ ز دامنہ شدہ حوصلہ پا جواشک گرا خاک میں ہے آبلہ پا  
 منزلِ ہستی سے ہے مہرے طلبِ در جو خط ہے کفِ پا پہ سو ہے سلسلہ پا  
 دیدارِ طلب ہے دلِ دامانہ کہ آخر نوزکِ سرِ مژگاں سے رقم ہو گلہ پا  
 آیا نہ بربا بانِ طلبِ کامِ زباں تک متبخی الہ لب ہو نہ سکا آبلہ پا  
 فریاد سے پیدا ہے، اسد، گرمی و خشک تبخی الہ لب ہے بحرِ آبلہ پا

۱۔ رخ = دارِ  
 ۲۔ رخ = غریب بدر جستہ .....  
 ۳۔ " = " = ہے سو  
 ۴۔ " = " = ہے سو  
 ۵۔ " = بیانِ (دھوا)

○ ..... ۶۱۸۱۶

وہ فلک رتبہ کہ برتوسن چالاک چڑھا  
ماہ پر ہالہ صفت، حلقہ فترک چڑھا  
نشہ کے کے اتر جانے کے غم سے انگور  
صورت اشک پشروگان رگ تاک چڑھا  
بوسہ لب سے ملی طبع کو کیفیت حال  
بے کشیدن سے مجھے نشہ تریاک چڑھا  
میں جو گردوں کو بہ میزان طبیعت تولا  
تھایہ کم وزن کہ ہم سنگ کف خاک چڑھا  
اے اسد، واشرن عقدہ غم گر چاہے  
حضرت زلف میں جوں شانہ دل چاک چڑھا

شب کہ ذوق گفتگو سے تیری دل بیتاب تھا  
شوخی وحشت سے افسانہ فسوں خواب تھا  
شب کہ برق سوز دل سے زہرِ آب تھا  
شعلہ جوالہ، ہریک حلقہ گرداب تھا  
واں کرم کو غنہ بارش تھا غناں گیر خرام  
گرے سے یاں پنہ بالمش کف سیلاب تھا  
لے زمیں سے آسمان تک فرش تھیں بے بابیاں  
شوخی بارش سے، مہ، فوارہ سیماں تھا  
واں ہجوم نغمہ ہائے سازِ عشرت تھا، اسد  
ناخن غم، یاں سر تارِ نفس، مغرب تھا  
واں خود آرائی کو تھا موتی پروئے کا خیال  
یاں ہجوم اشک میں تارنگہ نایاب تھا  
جلوہ گل نے کیا تھا واں چراغاں، آبجو  
یاں رداں پشروگان چشم تر سے خون ناب تھا

۱- رخ = خال (سہوکت بات ۹)  
۲- = گرمی برق چمک سے .....  
۳- رخ = گرے  
۴- = جو ششور یا د نغمہ دسازِ مطرب سے (اسد)  
۵- = بر  
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ..... ۶۱۸۱۶

یاں سر پشور بے خوابی سے تھا، دیوار جو م  
واں وہ فرق ناز، محبوبا لشیٰ کخواب تھا  
یاں نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بے خودی م  
جلوہ گل، واں بساطِ صحبت احباب تھا  
فرش سے ناعش، واں طوفان تھا موج رنگ کا م  
یاں زمیں سے آسمان تک، سوختن کا باب تھا  
ناگہاں اس رنگ سے خونا بہ ٹپکانے لگا م  
دل کہ ذوق کاوشِ ناخن سے لذت یاب تھا

نالہ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا م  
تھا پسند بزم وصل غیر، گوبے تاب تھا  
دیکھتے تھے ہم بچشم خود وہ طوفانِ بلا  
آسمانِ سفلہ جس میں یک کف سیلاب تھا  
موج سے پیدا ہوئے، پیراہن دریا میں خار  
گریہ وحشت بے قرار جلوہ مہتاب تھا  
جوشِ تکلیف تماشا، محشرِ ستان نگاہ  
فتنہ خوابیدہ کو آئینہ مشت آب تھا  
بے خبر مت کہہ ہمیں بے دروغ و بی یوچھ  
تلزم ذوقِ نظیر میں آئینہ پایاب تھا  
بے دلی ہائے اسد، افسردگی آہنگ تر  
یاد ایاے کہ ذوقِ صحبت احباب تھا  
مقدم سیلاب سے، دل کیا نشاط آہنگ ہے م  
خاند عاشق، مگر سازِ صدائے آب تھا  
نازشِ ایام خاکستر نشینی کی کہوں؟ م  
پہلوئے اندیشہ، وقفِ بسترِ سنجاب تھا

+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے  
+ یہ شعر گل تک کسی مخطوطے میں نہیں ہے۔ متن میں ہے گویا ۱۸۶۹ء تا  
۱۸۴۰ء کسی وقت کہا گیا ہو گا۔  
۱- رخ = آباد

○ ..... ۱۸۱۹

کچھ نہ کی اپنی جنونِ نارسا نے، درہ یاں م ذرہ ذرہ، رُکشِ نغمہ شیدِ عالم تاب تھا  
 آج کیوں پروا نہیں اپنے اسیرن کی تجھے؟ م کل تلک تیرا بھی دل، مہر و وفا کا باب تھا  
 یاد کروہ دن کہ ہر یک حلقہ تیرے دام کا م انتظارِ صید میں اک دیدہ بے خواب تھا  
 میں نے دکھاراتِ غالب کو و گرنہ دیکھتے م اس کی سیلِ گریہ میں گردوں کفِ سیلاب تھا

شب کہ وہ مجلسِ فروزِ خلوتِ ناموس تھا م رشتہ ہر شمع، خارِ کسوتِ فانوس تھا  
 بت پرستی ہے، بہارِ نقشِ بزدلی ہائے دہر ہر صریرِ خام میں، یک نالہِ ناقوس تھا  
 شہرِ عاشق سے کوسوں تک جواگتی ہے حنا م کس قدر یاربِ ہلاکِ حسرتِ پابوس تھا  
 حاصلِ الفت نہ دیکھا جز شکتِ آرزو م دل بہ دل پیوستہ، گویا، یک لبِ افسوس تھا  
 گیا کہوں بیماریِ غم کی فراغت کا بیاں؟ م جو کہ کھایا خونِ دل بے منتِ کیموس تھا  
 طبع کی وا شد نے رنگِ یک گلستاں گل کیا یہ دلِ وابستہ، گویا، بیضہ طائوس تھا  
 کل اسد کو ہم نے دیکھا گوشہ غم خانہ میں دست بر زنبر، سر بہ زانو سے دلِ یلوس تھا

۱- غ = شمع سے یک خار و در پیراہن .....

۲- = نقشِ بند ہی جہاں

۳- = غنچہ خراب طرے نے رنگِ صد .....

۴- = گردہ تصویرِ گشتن .....

۵- = یاد آئے تھے کہ درو سینہ ریشی سے اسد

۶- = دل

\* یہ شعر پہلے پہلِ متن ق میں درج ہوا

+ یہ اشعار پہلے پہلِ حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ یہ اشعار پہلے پہلِ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ..... ۱۸۱۹

شبِ اخترِ قدحِ عیش نے محلِ باندھا باریکِ تافلہ آبلہ منزلِ باندھا  
 سجدہ و اماندگی شوق و تماشا منظور جادہ پر زلیورِ صد آئینہ منزلِ باندھا  
 ضبطِ گریہ، گہرِ آبلہ لایا آخر پایے صد موج، بہ طوفاں کردہ دلِ باندھا  
 حیف! اے ننگِ تنہا، کہ پئے عرضِ حیا یک عرقِ آئینہ، بر جہنہ سائلِ باندھا  
 حسنِ اشتعلِ جلدوہ ہے عرضِ اعجاز دستِ موسیٰ بہ سرِ دعویٰ باطلِ باندھا  
 پیشِ آئینہ، پروازِ تمت لائی نامہ شوق، بہ بالِ پرِ بسلِ باندھا  
 دیدہ نادل ہے یک آئینہ چرخاں گہں نے خلوتِ ناز پہ پیرایہ محفلِ باندھا؟  
 نا اُمیدی نے، بہ تقریبِ مضامینِ خمار کو چہ موج کو خمیازہ ساحلِ باندھا  
 مطربِ دل نے مرے تارِ نفس سے غالب ساز پر رشتہ، پئے نغمہ بیدلِ باندھا

عرضِ نیازِ عشق کے تابل نہیں رہا م جس دل پہ ناز تھا مجھے، وہ دل نہیں رہا  
 جاتا ہوں دلِ غِ حسرتِ ہستی لیے ہوئے م ہوں شمعِ کشتہ، درِ خورِ محفلِ نہیں رہا  
 مرنے کی، اے دل، اور ہی تدبیر کر کہ میں م شایانِ دستِ دباؤ سے قاتل نہیں رہا

۱- غ = آبلہ ہائے تب خال

۲- = داغِ اے حاجتِ بے درد کہ در عرضِ حیا

۳- = معلوم

۴- = کہ نفس ہوں کہ اسد مطربِ دل نے مجھ سے

+ یہ اشعار سب سے پہلے حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

بوسے شش جہت در آئینہ باز ہے م یاں امتیاز ناقص و کامل نہیں رہا  
 واکر دیے ہیں شوق نے بند نقاب حسن م غیر از نگاہ، اب کوئی حائل نہیں رہا  
 گوئیں رہا رہیں ستم ہاے روزگار م لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا  
 دل سے ہوائے کشت و فامٹ گئی کہ واں م حاصل سوائے حسرت حاصل نہیں رہا  
 جاں داد کاں کا حوصلہ فرصت گزارے ہے یاں عرصہ پیدن بسل نہیں رہا  
 ہوں قطرہ زن بحرِ حلاۃ یاس روز و شب جز تارِ اشک جادہ منزل نہیں رہا  
 لے آہ، میری خاطر وابستہ کے سوا دنیا میں کوئی عقدہ مشکل نہیں رہا  
 ہر چند میں ہوں طوطی شیریں سخن دے آئینہ آہ! میرے مقابل نہیں رہا  
 بیکارِ عشق سے نہیں ڈرتا، مگر اسد م جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

خلوتِ ابلہ پایں ہے، جولاں میرا خون ہے دل تنگی و حشرت بیاباں میرا  
 ذوقِ سرشار سے بے پردہ ہے طوفان میرا موجِ خمیازہ ہے، ہرزخم نمایاں میرا  
 عیشِ بازی کردہ حسرتِ جاوید رسا خونِ آدینہ سے رنگیں ہے، دبستان میرا

- ۱- خ = تر  
 ۲- خ = طبع  
 ۳- = بواہی حسرتِ شبانہ روز  
 ۴- = اندازِ ناکہ یاد ہیں سب مجھ کو پر اسد  
 ۵- = کس  
 + یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

حسرتِ نشہ و حشرت نہ بے سہی دل ہے عرضِ خمیازہ مجنوں ہے، گریباں میرا  
 عالم بے سرو سامانی فرصت مت پوچھ لنگرِ وحشتِ مجنوں ہے، بیاباں میرا  
 بے دماغِ پیشِ رشک ہوں اے جلوہ حسن تشنہ بخونِ دل دیدہ ہے پیمان میرا  
 فہمِ ذخیرہ بے ربطی دل ہے، یارب! کس زباں میں ہے لقبِ خوابِ بیدار میرا  
 بے ہوس، دردِ سراپا سلامت تا چند؟ مشکلِ عشق ہوں، مطلب نہیں ساں میرا  
 سر نہ صفتِ نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے م کہ ہے چشمِ خسریدار پر احساں میرا  
 رخصتِ نالہ مجھے دے کہ مبادا! ظالم م تیرے چہرے سے ہونٹا ہر غمِ بہناں میرا  
 بوسے یوسف مجھے گلزار سے آتی تھی، اسد فے نے مبادا کیا پیرِ ہنستاں میرا

بہ مہرِ نامہ جو بوسہ گلِ پیام رہا ہمارا کام ہوا، اور تمہارا نام رہا  
 ہوا نہ مجھ سے بحرِ درد، حاصلِ صیاد لبانِ اشک، گرفتارِ چشمِ دام رہا  
 دل و جگر ترقہ فزونی سے جل کے خاک ہوئے دے ہنوز غیبِ ال وصال خام رہا  
 شکستِ رنگ کی لائی سحرِ شبِ سنبل پہ زلفِ یار کا افسانہ ناتمام رہا

- ۱- خ = بساط  
 ۲- خ = بوس  
 ۳- = کس  
 ۴- = برنگ

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

دہان تنگ مجھے کس کا یاد آیا تھا؟ کہ شب خیال میں بوسوں کا ازدحام رہا  
نہ پوچھ حال شب و روز ہجر کا، غالب خیال زلف و رخ دوست صبح و شام رہا

خط جو رخ پر جالشین بالہ نہ ہو گیا بالہ دو در شعلہ بوالہ نہ ہو گیا  
حلقہ گیسو کھٹلا دو رخ زخار پر بالہ دیگر بہ گرد بالہ نہ ہو گیا  
شب کہ مست دیدن ہمتا بھادہ جاوید پارہ چاک کتاں، پر کالہ نہ ہو گیا  
شب کہ وہ گل باغ میں تھا جلوہ فرما لے اسد داغ نہ ہوش چین سے لالہ نہ ہو گیا

بس کہ عاجز نارسائی سے کبوتر ہو گیا صفحہ نامہ، غلاف بالشیں پر ہو گیا  
صورت دیبا تش سے میری غرقِ فوں ہے آج خار پیرا ہی، رگ بستر کو نشتر ہو گیا  
بس کہ آئینے نے پایا اگر می رخ سے گداز دامن تیشال، مثل برگ گل، تر ہو گیا  
شعلہ زخار! تیر سے تری رفتار کے خار شمع آئندہ، آتش میں جوہر ہو گیا  
بس کہ وقت گریہ نکلا تیرہ کاری کا غبار دامن آلودہ عصیاں گراں تر ہو گیا

حیرت انداز رہبر ہے عنان گیر لے اسد

نقش پایے خضریاں، سد سکندر ہو گیا

۱۔ غ = اسد نہ پوچھ شب و روز ہجر کا احوال

۲۔ = برگ گل صفت

یک گام بخودی سے ٹوٹیں بہارِ صحرَا آغوشِ نقشِ پاییں کیجئے فشارِ صحرَا  
وحشت اگر رسا ہے بے حاصلی اول ہے پیمانہ ہوا ہے، مشتِ غبارِ صحرَا  
لے آبلے اکرم کمریاں رنجہ یک قدم کر لے نورِ چشم و وحشت لے یادگارِ صحرَا  
دل در رکابِ صحرَا، خانہ خرابِ صحرَا موجِ سرابِ صحرَا، عرضِ خسارِ صحرَا  
ہر ذرہ یک دل پاک آئینہ خانہ بے خاک تیشالِ شوق بے باک، مد جادہ چارِ صحرَا  
دیوانگی اسد کی حسرت کشِ طرب ہے سر میں ہوائے گلشن دل میں غبارِ صحرَا

دل بیتاب کہ سینے میں دم چند رہا بہ دم چند گرفتارِ غم چند رہا  
زندگی کے ہوئے ناگہ نفس چند تمام کوچہ یار جو مجھ سے قدم چند رہا  
لکھ سکا میں نہ اُسے شکوہ پیمان شکنی لاجرم، توڑ کے، عاجز، قلم چند رہا  
الفبتِ زہمہ نقصاں ہے کہ آخر قاروں زیر بارِ غم دام و درم چند رہا  
عمر بھر ہوش نہ یک جا ہوئے میرے کہ اسد میں پرستندہ روئے صنم چند رہا

۱۔ غ = آبلہ

۲۔ = مجنوں

۳۔ = آئینہ خانہ خاک

۴۔ = دوسرے ہوائے گلشن، دردِ غبارِ صحرَا

○ ..... ۱۸۱۶ء

جگر سے لٹٹی ہوئی ہوگئی سناں پیدا      دہانِ زخم میں، آخر ہوئی زباں پیدا  
 بسانِ سبزہ رگِ خواب ہے زباں ایجاد      کرے ہے خامشی احوالِ بخوداں پیدا  
 صفا و شوقی و اندازِ حسنِ پایہ رکاب      خطِ سیاہ سے ہے گردِ کارواں پیدا  
 نہیں ہے آہ کو ایماے تیرہ بالیدن      و گردن ہے خمِ تسلیم سے کماں پیدا  
 نصیبِ تیرہ، بلا گردشِ آفریں ہے اسد      زمیں سے ہوتے ہیں، صد دامنِ آسماں پیدا

دلِ مرسوزِ نہاں سے بے محاباں گیا      آتشِ خاموش کے مانند گویاں گیا  
 دل میں ذوقِ دل دیا دیا تک باقی نہیں      آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جوتھا جل گیا  
 میں عدم سے بھی پرے ہوں ورنہ غافلِ بار      میری آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل گیا  
 عرض کیجے جو ہر اندیشہ کی گرمی کہاں؟      کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ بحرِ جل گیا  
 دل نہیں تجھ کو دکھاتا، ورنہ دافوں کی بہاں      اس پیرغاں کا، کروں کیا کا فرماں جل گیا  
 دو دیرِ سنبلاستان سے کرے ہے ہم سہری      بس کہ ذوقِ آتشِ گل سے سراپاں جل گیا  
 شمعِ رکویوں کی سراگشتِ جنائی دیکھ کر      غنچہ گل، پرفشاں پروانہ آساں جل گیا  
 خانمانِ عاشقانِ دُگانِ آتش باز ہے      شعلہ رُوجب ہو گئے گرم تماشاں جل گیا

۱۔ خ = اُفت نہ کی گوسوزِ دل سے ---

۲۔ = شمعِ رویاں

۳۔ = یاں جب ہوئے

۴۔ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ..... ۱۸۱۶ء

تا کجا افسوسِ گرمی ہائے صحبت؟ اے خیال      دل، بہ سوزِ آتشِ داغِ تہمتِ اجل گیا  
 میں ہوں اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل      دیکھ کر طرزِ تپاکِ اہلِ دنیا، جل گیا

نہاں کیفیتِ ے میں ہے سلمانِ حجابِ اُس کا      بنا ہے پندہِ سینا سے ساقی نے نقابِ اُس کا  
 اگر اُس شعلہ رو کو دوں پیامِ مجلسِ افزوی      زبانِ شمعِ خلوتِ خانہ دیتی ہے جوابِ اُس کا  
 عیاں کیفیتِ میخانہ ہے جوے گلستاں میں      کہ ے عکسِ شفق ہے اور ساغرِ حجابِ اُس کا  
 اُٹھائے ہیں جویں اتحاد کی میں متصل صدے      کروں کا اشک ہائے دلچکیدہ حسابِ اُس کا

اسد کے واسطے رنگے بروے کار ہو پیدا

غبارِ آوارہ برگشتہ ہے یا بو ترابِ اُس کا

دُلس ہے نازِ پروازِ غرورِ نشہ صہبا      رگِ بالیدہ گردن ہے موجِ بادہِ دیمینا  
 درآبِ آنہ از جوشِ عکسِ گیسوئے مشکیں      بہارِ سنبلاستان جلوہ گر ہے آں سوے دریا  
 کہاں ہے دیدہ روشن کہ دیکھے بے حجابانہ      نقابِ یار ہے از پردہ ہائے چشمِ نابینا

۱۔ خ = دل ز آتشِ خیزی .....

۲۔ = ہے اسد بیگانہ کو افسردگی، کو بے کسی

دل ز گرمی تپاکِ اہلِ دنیا جل گیا

نہ دیکھے پاسِ ضبطِ آبرو، دوشِ کُستن بھی  
 تحملِ پیشہ تمکین رہے اُٹھنا آسا ۔

اسدِ طبعِ متین سے گز نکالوں شعرِ برجستہ  
 شرر ہو قطرۂ خونِ فسروہ درِ رگِ خارا

گرفتاری میں فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا  
زمین کو صفحہ گلشنِ بستا یا خوئی کمانی نے  
مگر وہ شوق ہے طوفاں طرآنِ شوقِ خونریزی  
نہیں ہے کھل لبِ نازک یہ فطرۃ اللہ سے  
عروجِ ناامیدی چشمِ زخمِ جراح کیا جائے ؟  
اسد جس شوق سے فرتے پیش فرما ہوں نرس میں

کہ طوقِ قمری از ہر حلقہ زنجیر ہے پیدا  
چمنِ بالیدنی ہا، از رمِ پنجیر ہے پیدا  
کہ دزخِ کماں بالیدہ موجِ تیر ہے پیدا  
لطافتِ ہا ہے جوشِ حسن کا سرشیر ہے پیدا  
بہارِ بے خزاں، از آلبے تاثیر ہے پیدا  
جراحتِ ہا ہے دل سے جو ہر شمشیر ہے پیدا

سحرگہ باغ میں وہ حیرت انگیز ہوا پیدا  
 جتاں! زہر لبس شدت سے دیکھان ناوک کو  
 اڑے رنگ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا  
 کہ خطِ مبرتا پشت لبِ سوا ہو پیدا  
 بجائے زخم گل برگوشہ دستار ہو پیدا  
 لگے گرسنگ سر پر یار کے دستِ نگاہ سے

۱۔ = ے نہیں کف بر لبِ تازک، و فور نشء ے سے  
۲۔ = یر

کروں گر عرض سنگینی کہسار اپنی بیتابی  
 یہ سنگِ شیشہ توڑوں سا قیامِ پیمانہ پیاں  
 رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا  
 اگر ابرِ سیدِ مت از سوئے کہسار ہو پیدا  
 اسد، مایوس مت ہو، گرچہ رونے میں اثر کم ہے  
 کہ غالب ہے کہ بعد از زاری بسیار ہو پیدا

بس کہ ہے میخانہ دیراں، جوں بیابانِ خراب  
تیر کی نظر اہری ہے طبعِ آگہ کالشاں  
یک نگاہ صاف صدائینہ تاثیر ہے  
ہے عرق افشاں مَشی سے، ادرہم مشکینِ یار  
ہے شفق، سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی  
بس کہ شرمِ عارضِ رنگیں سے حیرت جلو ہے

شب کہ تھانفِ رُگی رُوے بتاں کا، لے اُسے  
گر گیا باہمِ فلک سے صبح، طشتِ ماہتاب

۱۔ نخ = نہ ہو یا لوس غالب ۔۔۔

۲۔ = توقع ہے۔۔۔۔۔

۳-۱۱ = موزوں

شماره ۱۱۱

۴- = سمر ہے شفق از سوزِ دل با، آتشِ فروخته  
۵- =

۴۔ نظم زہگر

نہ بجے پاس ضبطِ آبرو، دقتِ کستن بھی تحمل پیشہ تمکین رہے اُٹھ آسا ۔  
اسد، طبعِ متین سے گرنکالوں شعرِ برجستہ  
شہر، ہو قطرہ خونِ فسرودہ درِ رگِ خارا

گرتاری میں فرمانِ خطِ تقدیر ہے پیدا کہ طوقِ قمری از ہر حلقہ زنجیر ہے پیدا  
زمین کو صفحہ کلشن بنایا خوچکانی نے چمن بالیدنی، از رمِ نچیر ہے پیدا  
مگر وہ شوق ہے طوفاں طرازِ شوقِ خوریزی کہ دگر کہاں بالیدہ موج تیر ہے پیدا  
نہیں ہے کف لبِ نازک پر فطرانہ سے لطافت ہاے جوشِ حسن کا سرشیر ہے پیدا  
عروجِ ناامیدی چشمِ زخمِ جرح کیا جائے؟ بہارِ بے خزان، از آفہ تائیر ہے پیدا  
اسد جس شوق سے فرتے تیش فرساہوں زن میں بھراحت ہاے دل سے جو ہر شمشیر ہے پیدا

سحرِ گرہ باغ میں وہ حیرت گلزار ہو پیدا اڑے رنگِ گل اور آئینہ دیوار ہو پیدا  
بتاں! از ہر لب اس شدتِ دوپیکانِ ناک کو کہ خطِ سبزِ تاپشت لبِ سوفا ہو پیدا  
لگے گرننگ سر پر یار کے دستِ نگارین سے بجائے زخمِ گلِ برگوشہ دستار ہو پیدا

۱۔ = " " نہیں کف بر لبِ نازک، و فور نشہ سے  
۲۔ = " " بر

کروں گے عرضِ سنگینی کہسار اپنی بیتابی رگِ ہر سنگ سے نبضِ دلِ بیمار ہو پیدا  
برسنگِ شیشہ توڑوں ساقیا! پیما نہ پیاں اگر ابرِ سید مست از سوئے کہسار ہو پیدا  
اسد، مایوس مت ہو، گرچہ رونے میں اثر کم ہے  
کہ غالب ہے کہ بعد از زاری بسیار ہو پیدا

بس کہ ہے میخانہ ویران، جوں بیابانِ خراب عکسِ چشمِ آہوئے م نور وہ ہے داغِ شراب  
تیرگیِ نظرِ اہری ہے طبعِ آگہ کا نشان غافلانِ عکسِ سوادِ صفحہ ہے گردِ کتاب  
یک نگاہِ صاف صد آئینہ تائیر ہے ہے رگِ یا قوت، عکسِ خطِ جامِ آفتاب  
ہے عرقِ افشاں مشی سے ادمِ مشکین یار وقتِ شب اختر گئے ہے چشمِ بیدارِ رکاب  
ہے شفق، سوزِ جگر کی آگ کی بالیدگی ہر یک اختر ہے فلک پر قطرہ اشکِ کباب  
بس کہ شرمِ عارضِ رنگیں سے حیرت جلو ہے ہے شکستِ رنگِ گل آئینہ پروازِ نقاب

شب کہ تھانظرِ رگی روئے بتاں کا، اے اسد  
گر گیا بامِ فلک سے صبح، طشتِ ماہتاب

۱۔ = " " نہ ہو مایوس غالب  
۲۔ = " " تو ہے  
۳۔ = " " موزوں  
۴۔ = " " شمر  
۵۔ = " " ہے شفق از سوزِ دل، آتشِ افروختہ  
۶۔ = " " نظر رہ کر



○ ..... ۱۸۱۶ء

ہے بہاراں میں خزاں حاصلِ خیالِ عنزیب      رنگِ گلِ آتشِ کدہ ہے زیرِ بالِ عنزیب  
عشق کو سرِ رنگِ شانِ حسن ہے مدِ نظر      مصرعِ سرودِ جن ہے حسبِ حالِ عنزیب  
حیرتِ جنِ چین پیرا سے تیرے، رنگِ گل      بسملِ ذوقِ پریدن ہے بہ بالِ عنزیب  
عمرِ میری ہو گئی صرف بہارِ حسنِ یار      گردشِ رنگِ جن ہے ماہِ وصالِ عنزیب  
\* منع مکرِ حسن کی، ہم کو پرستش سے کہ ہے      بادۂ نظارۂ گلشن، حلالِ عنزیب  
ہے مگر موقوف بروقتِ دگر، کارِ اسد  
اے شبِ پروانہ و روزِ وصالِ عنزیب

آندِ خط سے ہوا ہے سرودِ بازارِ دوست م      دو دُشمنِ کشتہ تھا شاید خطِ زخارِ دوست  
اے دلِ ناعاقبت اندیش! ضبطِ شوق کر م      کون لاسکتا ہے تابِ جلوۂ دیدارِ دوست  
خاندویراں سازیِ حیرت تماشا کیجیے م      صورتِ نقشِ قدم ہوں رفتہ رفتارِ دوست  
عشق میں بیدارِ شکِ غیر نے مارا مجھے م      کشتہ دشمن ہوں آخر گرچہ تھا بیمارِ دوست

- ۱۔ رخ = پروانہ  
۲۔ = رنگِ گلِ از حیرتِ گلشنِ فردزی ہاے دوست  
۳۔ = آہنگ  
۴۔ = نیم رنگی جلوہ ہے بزمِ تجلی زارِ دوست  
۵۔ = اے عدوئے مصلحتِ چندے بہ ضبطِ افسردہ رہ  
کردی ہے جمعِ تابِ شوقی دیدارِ دوست  
\* یہ شعر پہلے پہلِ متن قی میں درج ہوا  
○ یہ اشعار پہلے پہلِ متن قایم درج ہوئے

○ ..... ۱۸۱۶ء

چشمِ مارِ روشن! کہ اُس بیدِ کادِ شاہے م      دیدہ پُرخوں ہمارا، ساغرِ شرابِ دوست  
غیرِ لویں کرتا ہے میری پرش اُس کے ہر میں م      تے محکفِ دوست ہو جیسے کوئی غنوارِ دوست  
تا کہ میں جانوں کہ ہے اُس کی سائی وں تلک م      مجھ کو دیتا ہے پیامِ وعدہ دیدارِ دوست  
جب کہ میں کرتا ہوں اپنا شکوۂ منفِ دماغ م      سرِ کمرے ہے وہ حدیثِ زلفِ غنوارِ دوست  
چپکے چپکے مجھ کو روتے دیکھ پاتا ہے اگر م      ہنس کے کرتا ہے بیانِ شوقی گفتارِ دوست  
مہربانی ہاے دشمن کی شکایت کیجیے م      یابیاں کیجے سپاسِ لذتِ آزارِ دوست  
یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ م      ہے دلیفِ شعریں غالبِ زبں نکارِ دوست  
چشمِ بندِ خلق، غیر از نقشِ خود بینی نہیں      آئندہ ہے قالبِ خشتِ درو دیارِ دوست  
برقِ خرمین زارِ گوہر ہے نگاہِ تیریاں      اشکِ ہو جاتے ہیں خشک از گرمی رفتارِ دوست  
ہے سوانیرے پر، اس کے قامتِ نوخیز سے      آفتابِ روزِ محشر ہے گلِ دستارِ دوست  
غرضِ مستانِ وجوشِ تماشا ہے، اسد      آتشِ نئے سے بہارِ گرمی بازارِ دوست  
جاتا ہوں جدھر سب کی اٹھے ہے اُھر انگشت      یک دست جہاں مجھ سے بھرا ہے، مگر انگشت

- یہ اشعار پہلے پہلِ متن قایم درج ہوئے  
۱۔ رخ = پروانہ  
۲۔ = نیم رنگی جلوہ ہے بزمِ تجلی زارِ دوست  
۳۔ = اے عدوئے مصلحتِ چندے بہ ضبطِ افسردہ رہ  
کردی ہے جمعِ تابِ شوقی دیدارِ دوست  
\* یہ شعر پہلے پہلِ متن قی میں درج ہوا  
○ یہ اشعار پہلے پہلِ متن قایم درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

میں الفتِ مژگاں میں جو انگشت نما ہوں لگتی ہے مجھے تیر کے مانند ہر انگشت  
ہر غمِ نگہ صورتِ یک قطرہ فوں ہے دیکھا ہے کس کا جو حنا بستہ، سر انگشت  
گرمی ہے زباں کی، سببِ سوختن جاں ہر شمع، شہادت کو ہے یاں سر سر انگشت  
خون دل میں جو میرے نہیں باقی، تو بھڑاس کی جوں ماہی بے آب، تڑپتی ہے ہر انگشت  
شوخی تری کہہ دیتی ہے احوال ہمارا لڑ دلِ صدا پارہ کی ہے پردہ در انگشت  
بس ریتے میں باریکی و نرمی ہے کہ جوں گل آتی نہیں پنچے میں بس اس کے نظر انگشت  
افسوس! کہ دنداں کا کیا رزق فلک نے م جن لوگوں کی، تھی در خورِ عقدِ گہرا، انگشت  
کافی ہے نشانی تری، چھلے کا نہ دیس م خالی مجھے دکھلا کے، بوقتِ سفر، انگشت  
لکھتا ہوں، اسد، سوزشِ دل سے سخن گرم م تارکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر، انگشت

دودِ شمع کشتہ گل، بزمِ سامانی عبث یک شبہ آشفہ نازِ سنبھلتانی عبث  
ہے، ہوس، محلِ بدشِ شوخی ساقی مست نشہ کے تصور میں نگہبانی عبث  
باز ماہن ہاے مژگاں ہے یک غوشِ دواع عید و حیرت سوارِ چشمِ قربانی عبث

○ ..... ۶۱۸۱۶

جز غبارِ کردہ سیر، آہنگی پرواز کو؟ بلبلِ تصویر و دعوایِ پرافشانی عبث  
سر نوشتِ خلق، ہے طفرے عجزِ اختیار آرزو باخارِ چمنِ پیشانی عبث  
جب کہ نقشِ مدعا ہوئے نہ جز موجِ سراب وادیِ حسرت میں پھر آشفہ جولانی عبث  
دستِ برہم سودہ ہے، مژگاںِ خوابیدہ اسد  
اے دل از کفِ دادہ فغلت، پشیمانی عبث

نازِ لطفِ عشق، با وصفِ توانائی، عبث رنگ ہے سنگِ محک دعوایِ مینائی عبث  
ناخنِ دخلِ عزیزان، یک قلم ہے نقبِ زن پاسبانیِ طلسمِ کُنجِ تنہائی عبث  
عملِ پیمانہٗ فرصت ہے بروزِ شجواب دعویٰ دریا کُشی و نشہ پیمائی عبث  
جانِ عاشقِ حاملِ صد غلبہٗ تاثیر ہے دل کوئے بیدارِ خو، تعلیمِ خارا ئی عبث  
یک نگاہِ گرم ہے جوں شمع، سرتاپا گداز بہر از خودِ رنگاں، رنجِ خود آرائی عبث  
قیس بھاگا شہرے شرمندہ ہو کر سوئے دشت بن گیا تقلید سے میری، یہ سٹوئی عبث  
اے اسد بے جا ہے نازِ سجدہٗ عرضِ نیاز  
عالمِ تسلیم میں یہ دعویٰ آرائی عبث

۱- غ = چونکہ  
۲- غ = طبعِ نالان  
۳- غ = ع =  
۴- غ = ع =  
۵- غ = ع =  
+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا

۱- غ = مژگاں کی محبت میں  
۲- غ = خواب کا جو دیکھا ہے  
۳- غ = گرمی زباں ہے  
۴- غ = شمع شہادت کے لیے  
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ..... ۱۸۱۶ء

گلشن میں بڑیست بہ نگہ دگر ہے آج م قمری کا طوق حلقہ بیرون در ہے آج  
 آتا ہے ایک پارہ دل ہر فغاں کے ساتھ م تارِ نفس، کمندِ شکار اثر ہے آج  
 اے عافیت، کنارہ کرائے انتظام، چل م سیلاب گریہ درپے دیوار و در ہے آج  
 معزولی تپش ہوئی، افراطِ انتظار چشمِ کشودہ، حلقہ بیرون در ہے آج  
 حیرتِ فروغِ صد نگرانی ہے اضطراب ہر رشتہ چاکِ حجب کا، تارِ نظر ہے آج  
 ہوں داغِ نیم رنگی شامِ وصالِ یار نذرِ چراغِ بزم سے جوشِ سحر ہے آج  
 کرتی ہے عاجزی، سفرِ سوختن، تمام پیرا میں خشک میں غبارِ شر ہے آج  
 تاصبح ہے بہ منزلِ مقصد رسیدنی دو چرخِ خسانہ، غبارِ سفر ہے آج  
 دورِ اوقاتِ چمنِ فکری ہے اسد مرغِ خیال، بلبلِ بے بال و پر ہے آج

جنش ہر برگ سے ہے گل کے لب کو اختلاج حبِ شبنم سے صبا ہر صبح کرتی ہے علاج  
 شاخِ گل جنش میں ہے گہوارہ آسا، نفسِ طفلِ شوقِ غنچہ گل بس کہ ہے وحشی مزاج  
 سیرِ ملکِ حسن کر، میخانہ ہا نذرِ خمد چشمِ مستِ یار سے ہے گردنِ مینا پہ باج

۱۔ غ = یہ ضبط  
 ۲۔ غ = کشادہ  
 ۳۔ غ = بے تابی نے کیا  
 ۴۔ غ = بے لب گل کو زوا جنیدین برگ اختلاج  
 ۵۔ غ = وحشت  
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا  
 \* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

○ ..... ۱۸۱۶ء

گریہ ہاے میدلاں، گنجِ شرورِ آستین قہرمانِ عشق میں حسرت سے لیتے ہیں قہراج  
 رنگِ بزمِ جسم و جاں نے از خمستانِ عدم خرقہ ہستی نکالا ہے بزنکِ احتیاج  
 ہے سوادِ چشمِ قربانی میں یک عالمِ مقیم حسرتِ فرصتِ جہاںِ بقی ہے حیرت کو رواج  
 اے اسد، ہے مستعدِ شاد گیسو شن  
 بجنہ میزگان، بخود بالیدنی رکھتا ہے آج

میدل نہ ناز و وحشتِ حجبِ دریدہ کھینچ جوں بوسے فنجہ، یک نفسِ آرمیدہ کھینچ  
 یک مشتِ خوں ہے پر تو خور سے تمامِ وحشت دردِ طلب بہ آبلہ نادمیدہ کھینچ  
 پیچیدگی، ہے حاملِ طوارِ انتظار پائے نظریہ دامنِ شوقِ دیدہ کھینچ  
 برقِ بہار سے ہوں میں پادِ رونا ہنوز اے خارِ وحشت دامنِ شوقِ رمیدہ کھینچ  
 بخود بہ لطفِ چشمکِ عبرت ہے، چشمِ صید یک داغِ حسرتِ نفسِ ناکشیدہ کھینچ  
 بزمِ نظر ہیں بیضہ طائوسِ خلوتان فرسشِ طرب بہ گلشنِ نا آفریدہ کھینچ

دریا، بساطِ دعوتِ سیلاب ہے اسد  
 ساغر بہ بارِ گاہِ دماغِ رسیدہ کھینچ

۱۔ غ = یک جہاں ہے در سوادِ چشمِ قربانی مقیم  
 ۲۔ غ = حسرتِ فرصت نے بخشنا بس کہ حیرت کو رواج  
 ۳۔ غ = شاد گشتن بہر زلف  
 ۴۔ غ = گذر

○ ..... ۱۸۱۶ء

قطعِ سفرِ ہستی و آرامِ فنا، بیچ رفتارِ نہیں بیشتر از لغزشِ پایِ بیچ  
حیرتِ ہمہ اسرار، پہ مجبورِ خموشی ہستی نہیں جز بسنِ بیانِ وفا، بیچ  
تمثالِ گدازِ آئینہ، ہے عبرتِ بینش نظرِ ارہ تجرّ، چمنستانِ بقا، بیچ  
گلزارِ دیدن، شہرستانِ میدان فرصتِ تیش و حوصلہ نشود نما، بیچ  
آہنگِ عدمِ نالہ یہ کہسارِ گردِ ہے ہستی میں نہیں شوخیِ ایجادِ صدا، بیچ  
کس بات پہ مغرور ہے، اے عجزِ تمنا؟ سامانِ دعا و وحشت و تاثیرِ دعا، بیچ  
آہنگِ اسد میں نہیں جز نغمہِ بیدل  
"عالمِ ہمہ افسانہ مادرِ دوما، بیچ"

دعویٰ عشقِ بتاں سے بہ گشتاں گلِ صبح ہیں رقیبانہ ہم دست و گریبان گلِ صبح  
ساقِ گلِ رنگ سے، اور آئینہ زانو سے جامہ زنبوں کے سدا ہیں تیر داماں گلِ صبح  
وصلِ آئینہ رخواں، ہم نفسِ یک دیگر ہیں دعا ہاے سحر گاہ سے تو ہاں گلِ صبح  
آئینہ خانہ ہے صحنِ چمنستانِ یکسر بس کدیں بے خود و وارفتہ حیران گلِ صبح  
زندگانی نہیں بیش از نفسِ چند، اسد غفلتِ آرا می یاراں ہیں خنداں گلِ صبح

○ ..... ۱۸۱۶ء

بس کہ وہ پاکو بیاں در پردہ و حشر ہیں یاد ہے غلافِ دفعہ خورشید، ہر یک گردِ باد  
طرفِ موزونی ہے صرف جنگِ جوی ہاے یاد ہے سرِ مصرعِ صاف تیغ، خنجرِ مستزاد  
ہاتھ آیا زخمِ تیغِ یار سا پہلو نشیں کیوں نہ ہوئے آج کے دن، بیکسی کی روح شاد  
کچھے آہوے ختن کو خضرِ تھوڑے طلب مشک ہے سبیلستانِ زلف ہیں، گردِ سواد  
ہم نے سوزِ خمِ جگر پر بھی زباں پیدا نہ کی گل ہوا ہے ایک زخمِ سینہ پر خوانِ داد  
بس کہ ہیں در پردہ مصروفِ سیہ کاری تما آستر ہے خرقہ زہاد کا، صوفِ برداد  
تیغِ درِ کف کف بلب آتا ہے قائل اس طرف  
شرہ باد، اے آرزو سے مرگِ غالبِ شرہ باد

تو پست فطرت اور خیالِ بسا بلند اے طفلِ خود معاملہ، قد سے عھا، بلند  
دیرانے سے، جز آمد و رفتِ نفس نہیں ہے کوچہ ہاے نے میں، غبارِ صدا، بلند  
رکھتا ہے انتظارِ تماشا سے صحنِ دوست مژگانِ باز ماندہ سے، دستِ دعا، بلند  
موقوف کیجیے یہ تکلفِ نگاریاں ہوتا ہے، ورنہ، شعلہ رنگِ حنا، بلند  
قربانِ اوجِ ریزی چشمِ حیا پرست یک آسماں ہے، مرتبہ پلشتِ پا، بلند

۱۔ غ = غنچہ کا دل خون ہوا لیکن .....  
۲۔ = اسد  
۳۔ = وا کشادہ  
\* یہ اشعار پہلے پہل متن ق میں درج ہوئے

۱۔ غ = جنوں  
۲۔ غ = و خط  
۳۔ = جامہ زیبایاں  
۴۔ = یک دست

ہے، دبیری، کیس گرا یکا دیک نگاہ کار بہانہ جوئی چشم حیا، بلند  
بالیدگی نیاز قد جہ انفراد  
ورہر نفس بقدر نفس ہے، قبا، بلند

حسرت دست گد و پائے تحمل تا چند؟ رگ گردن، خط پیمانہ بے گل تا چند؟  
ہے کلیم سید نخت پریشان کا کل مؤمن بافتن ریشہ سبیل تا چند؟  
کو کب نخت، بجز روزن پرودہ نہیں عینک چشم جنوں، حلقہ کا کل تا چند؟  
چشم بے خون دل، دل ہی از جوش نگاہ بہ زبان عرض فسون ہوس گل تا چند؟  
بزم داغ طرب و باغ کشادہ پر رنگ شمع و گل تاکے؟ پروانہ و بلبل تا چند؟  
نالہ دام ہوس و درد اسیری معلوم شرح بر خود غلطی ہاے تحمل تا چند؟  
جوہر آئینہ منکر سخن ہوئے دماغ عرض حسرت پس زائقے تامل تا چند؟  
سادگی ہے عدم قدرت ایجاد غنا ناکسی، آئینہ ناز توکل تا چند؟  
اسد خستہ، گرفتار دو عالم اوہام  
مشکل آساں کن یک خلق، تنافل تا چند؟

بہ کام دل کریں کس طرح گمراہ فریاد؟ ہوئی ہے لغزش پا، بکثرت زبان فریاد!

بالیدن = رخ = رنگ

کمال بندگی گل ہے رہن آزادی ز دست مشت پرو خارا شیاں فریاد  
لوازش نفس آشنا کہاں؟ ورنہ برنگ نے ہے نہاں درہر استخوان فریاد  
تخافل، آئینہ دار خوشی دل ہے ہوئی ہے محو بہ تقریب امتحان فریاد  
ہلاک بے خبری، نعمت وجود و عدم جہان و اہل جہاں سے جہاں جہاں فریاد  
جواب سنگ دلی ہاے دشمنان ہمت ز دست شیشہ دلی ہاے دوستان فریاد

ہزار آفت و یک جان بے نوالے اسد  
خدا کے واسطے، اے شاہ بیگمساں! فریاد

شیشہ آتشیں، رخ پر نور عرق از خط چکیدہ، روغن مور  
بس کہ ہوں بعد مرگ بھی نگران مردک سے ہے خال بربل گور  
بار لائی ہے دانہ ہاے سرشک مرہ، ہے ریشہ رز انکور  
ظلم کرنا گد اے عاشق پر نہیں شاہان حسن کا دستور  
دوستو، مجھ ستم رسیدہ سے دشمنی ہے، وصال کا مذکور  
زندگانی پہ اعتماد غلط ہے کہاں قیصر اور کہاں مغفور؟  
کیجے، جوں اشک اور قطرہ زنی اے اسد، ہے ہنوز دلی دور

آ۔ رخ = فدائے  
رخ = شیشہ کی طبع  
- ۲ = رخ = مستند  
- ۵ = " = داندہ ہاے سرشک لاتی ہے

○..... ۱۸۱۶ء

بس کہ مائل ہے وہ رشکِ بہتاب آئینے پر  
باز گشتِ جادہ پیمائے روحِ حیرت کہاں؟  
بدگماں کرتی ہے عاشق کو خود آرائی تری  
نازِ خود بینی کے باعث مجرمِ صد بے گناہ  
ناتوانی نے نہ چھوڑا بس کہ بیش از عکسِ جسم  
مدعی، میری صفائے دل سے ہوتا ہے خجل  
سداً اسکندر بنے بہر نگاہِ گلِ رِخاں  
دل کو توڑا جو ششِ بیتابی سے غالب کیا کیا؟  
رکھ دیا پہلو بوقتِ اضطراب آئینے پر؟

دندان کا خیال، چشمِ تر، کمر  
آتی مہینیں نیند، اے شبِ تار  
اے دل، یہ خیالِ عارضِ یار  
ہر چہند اُمیدِ دور تر ہو

۱۔ غ = ہونکا وہ گلِ رِخاں کو سداً اسکندر اسد  
۲۔ غافل  
۳۔ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ ہوا

○..... ۱۸۱۶ء

میں آپ سے جا چکا ہوں اب بھی اے بے خبری، اُسے خبر کر  
افسانہ، اسد، بایں درازی  
اے غمزدہ! قصہ مختصر کر

بینشِ بے سعی ضبطِ جنوں، تو بہار تر  
قاتلِ بے غم ناز و دل از زخمِ درگداز  
ہے کسوتِ عروجِ تغافل، کمالِ حسن  
سعی خرام، کاوشِ ایجا دِ جاوہ ہے  
ہر گر د باد، حلقہٴ فتر اک بے خودی  
اے چرخ! خاکِ بر سر تعمیرِ کائنات  
سبھا ہوا ہوں عشق میں نقصان کو فائدہ  
آئینہ داغِ حیرت و حیرتِ شکِ یاس

فُسون یک لی ہے لذتِ بیدار دشمن پر  
مکلفِ خار خارِ التماسِ بے قراری ہے  
کہ وجدِ برقِ جوں پُر زہ بالِ افسانہ ہے فزون پر  
کہ رشتہ باندھتا ہے پیرِ ہنِ انگشتِ نون پر

○ یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ..... ۱۸۱۹ء

یہ کیا وحشت ہے؟ اے دیوانے! پیش از مرگ دیلا رکھی بے جا بنائے خانہ زنجیر شیون پر  
 جنوں کی سنگیری کس ہے، گر ہو نہ عریانی؟ م گریباں چاک کا حق ہو گیا ہے میری گردن پر  
 برنگ کاغذ آتش زدہ، نیزنگ بیتابی م ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر  
 فلک سے ہم کو عیشِ رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے! م متاعِ بڑہ کو سمجھے ہوئے ہیں قرضِ رہزن پر  
 ہم اور وہ بے سببِ نج، آشنا دشمن کر رکھتا ہے م شعاعِ مہر، تہمتِ نگر کی چشمِ روزن پر  
 فنا کو سوینا گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا م فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوفِ کفن پر  
 اسدِ بسمل ہے کس انداز کا؟ قاتل سے کہتا ہے م کہ "مشتقِ نازِ کونونِ دو عالم میری گردن پر"

صفائے حیرت آئینہ ہے سامانِ رنگِ آخر م تغیر آبِ برجِ ماندہ کا، چلتا ہے رنگِ آخر  
 نہ کی سامانِ عیش و جاہ نے تدبیرِ وحشت کی م ہوا جامِ زہرِ دجی، مجھے، داغِ پلنگِ آخر  
 خطِ لونی زینلِ چشمِ زخمِ صافی عارض لیا آئینے نے حرزِ برِ طوطی پینگِ آخر  
 ہلالِ آساہی رہ، اگر کشادہ ہائے دل چاہے ہوا، مہِ کثرتِ سراپہ اندوزی سے تنگِ آخر  
 تڑپ کر گیا وہ صیدِ بالِ افشاں کہ مضطر تھا ہوا، ماسوہِ چشمِ تعزیت، زخمِ خدنگ، آخر

○ ..... ۱۸۱۹ء

لکھی یاروں کی بدستی نے میخانے کی پامالی ہوئی قطرہ فشانِ ہائے بارانِ سنگِ آخر  
 اسد، پیری میں بھی آہنگِ شوقِ یاقائم ہے  
 نہیں ہے لغے سے خالی، خمیدن ہائے چنگِ آخر

دیباہوں نے بے ہوشی میں درماں کا فریبِ آخر ہوا سکتے نے میں آئینہ دستِ طیب، آخر  
 رگِ گل، جادہ تارِ نگہ سے حدِ وافق ہے ملیں گے منزلِ الفت میں ہم اور عندلیبِ آخر  
 غورِ مضبط، وقتِ نزعِ طوبائے قرار سے نیازِ پر فشانِ ہو گیا صبر و مشکبِ آخر  
 ستم کشِ مصلحت سے ہوں کہ خواہ تھجہ عاشقی ہیں م حکمِ برطرت، مل جائے گا تجھ ساریقِ آخر  
 اسد کی طرح میری بھی، بغیر از صبحِ رخساراں  
 ہوئی شامِ جوانی، اے دلِ حسرتِ نصیبِ آخر

حسنِ خود آرا کو ہے مشتقِ تغافلِ ہنوز ہے کعبہِ مشاطہ میں آئینہ گلِ ہنوز  
 سادگیِ یک خیال، شوخیِ مدنگِ نقش حیرتِ آئینہ ہے جیبِ تاملِ ہنوز  
 سادہ و پرکار تر، عرفِ افل و ہمشیار تر مانگے ہے شمشاد سے شانہِ سنبھلِ ہنوز

۱۔ رخ = سے زہدِ مستی سے لوشاں ہوا ویرانہ میخانہ  
 ۲۔ = سے قرارانہ  
 ۳۔ = بالِ افشانی ہوا  
 ۴۔ = مائل

۱۔ رخ = طیبین  
 ۲۔ = میں  
 ۳۔ = تمنا  
 + یہ اشارِ سید ہے سہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے  
 ۵۔ یہ شعر پہلی بار مشق ق میں درج ہوا

○ ..... ۱۸۱۶ء

ساقی و تعلیم رنج، محفل و تمکین گراں سبکی استاد ہے ساغر بے مل ہنوز  
 شغل ہوس در نظر، لیک حیا بے خبر شاخ گل نغمہ ہے، نالہ بلسبل ہنوز  
 دل کی صدا ہے شکست ساز طرب، اللہ  
 شیشہ بے بادہ سے چاہے ہے قفل ہنوز

چاک گریباں کو ہے ربط تامل ہنوز غنچے میں دل تنگ ہے، حوصلہ گل ہنوز  
 دل میں ہے، سودے زلف مست تغافل ہنوز ہے مژدہ خوابناک ریشہ سنبیل ہنوز  
 پرورش نالہ ہے وحشت پرواز سے ہے تر بال پری بیضہ بلبیل ہنوز  
 عشق کہیں گاہ درد و وحشت دل دور گرد دام نہ سبزہ ہے، حلقہ کاکل ہنوز  
 لذت تقریر عشق، پردگی گوش دل جو سرافسانہ ہے عرض تجمل ہنوز  
 آئینہ امتحاں، نذر تغافل اسد  
 شش جہت اسباب ہے وہم توکل ہنوز

بے گانہ وفا ہے ہولے چمن ہنوز وہ سبزہ سنگ پر نہ اگا، کو کہن! ہنوز  
 فارغ مجھے نہ جان کہ مانہ صبح و مہر م ہے داغ عشق زینت جیب کہن ہنوز

۱۔ غ = ۲۔ غ = رنج  
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ..... ۱۸۱۶ء

ہے نازِ مفلساں نذر از دست رفتہ پر م ہوں گل فروش شوخی داغ کہن ہنوز  
 خیمہ کھینچے ہے بت بے داغ ہنوز م خیمہ کھینچے ہے بت بے داغ ہنوز  
 یارب! یہ درد مند ہے کس کی نگاہ کا؟ ہے ربط مشک و داغ سواد ختن ہنوز  
 جوں جادہ، سر بہ کوئے تنائے بیدلی زنجیر پا ہے رشتہ حب الوطن ہنوز  
 میں دور گرد قرب بساط نگاہ تھا بیرون دل نہ تھی تپش انجن ہنوز

تھا مجھ کو خار خار جنون و فاسد  
 سوزن میں تھا، ہفتہ گل بیرہن ہنوز

میں ہوں سراب یک تپش آموختن ہنوز زخم جگر ہے تشنہ لب و دختن ہنوز  
 اے شعلہ، فرشتے کہ مویڈے دل سے ہوں کشت پسند صد جگر اند و ختن ہنوز  
 فانوس شمع ہے کہن کشتگان شوق در پردہ ہے معاملہ سوختن ہنوز  
 مجنوں، فسون شعلہ خراں فسانہ ہے ہے شمع جادہ، داغ یفر و ختن ہنوز  
 گو یک شرر، کہ ساز چراغاں کروں اسد بزم طرب ہے پردگی سوختن ہنوز

داغ اطفال ہے دیوانہ بہ کسار ہنوز خلوت سنگ میں ہے نالہ طلبکار ہنوز

۱۔ غ = ۲۔ غ = ضبط مرکب  
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا



○ ..... ۶۱۸۱۹

خانہ ہے سبیل سے، نو کردہ دیدار ہنوز دور میں در زدہ ہے رخت دیوار ہنوز  
 آئی یک عمر سے معذور تماشا نرگس چشم شبنم میں نہ ٹوٹا مژہ خار ہنوز  
 کیوں ہوا تھا طرفِ آبلہ پا، یارب؟ جاہ ہے دانش پر پیش طومار ہنوز  
 وسعت سعی کرم دیکھ، کہ ستر اسر خاک م گزرتے ہے آبلہ پا، ابر کھر بار ہنوز  
 یک قلم کاغذ آتش زدہ ہے صفحہ دشت م نقش پا میں ہے تب گری رفتار ہنوز  
 ہوں خموشی چمن حسرت دیدار اسد  
 مژہ ہے شانہ کش طرہ گفتار ہنوز

نہ بندھا تھا بے عدم نقشِ دل مور ہنوز تب سے ہے یاں دہن پار کا مذکور ہنوز  
 سبزہ ہے لوک زبان دہن گور ہنوز حسرتِ عرض تمنا میں ہوں رنجور ہنوز  
 صد تجلی کدہ ہے صرف جبینِ غربت پیرہن میں ہے غبارِ شمرِ طور ہنوز  
 زخمِ دل میں ہے نہاں غنجہ بیکانِ نگار جلوۂ باغ ہے در پردہ ناسور ہنوز  
 پاپراز آبلہ راہ طلبِ مے میں ہوا ہاتھ آیا نہیں یک دائہ انگور ہنوز  
 گل کھلے، غنچہ چکنے لگے اور صبح ہوئی سرخوشِ خواب ہے وہ نرگسِ نمود ہنوز  
 اے اسد، تیرگیِ بختِ سیدہ ظاہر ہے نظر آتی نہیں صبحِ شبِ دیکھو ہنوز

۱- خ = وحشت  
 ۲- خ = یک دید  
 ۳- = یک ناصیہِ غربت میں

○ ..... ۶۱۸۱۹

کو بیابانِ تمت و کجا جولانِ عجز؟ آبلے پائے ہیں یاں رفتار کو دندانِ عجز  
 ہو قبولِ کم نکاہی، تحفہ اہل نیاز اے دل وائے جانِ ناز اے دین وائے ایمانِ عجز  
 بوسہ پا، انتخابِ بدگمانی ہاے حسن یاں ہجومِ عجز سے تاسیہ ہے جولانِ عجز  
 حسن کو غنچوں سے ہے پوشیدہ چشی ہاے ناز عشق نے واک ہے ہر یک خار سے مژگانِ عجز  
 اضطرابِ نار سائی، مائیہ شرمندگی ہے عرقِ ریزیِ جملتِ جوششِ طوفانِ عجز  
 وہ جہاں مسند نشین بارگاہِ ناز ہو قامتِ فویاں، ہو محرابِ نیازستانِ عجز  
 بس کہ بے پایاں ہے صحرےِ محبت اے اسد  
 گردِ باد اس راہ کا ہے عقدہ پیمانِ عجز

حاصلِ دبستگی ہے عمر کو تہ اور بس وقفِ عرضِ عقدہ ہاے متصل تارِ نفس  
 کیوں نہ طوطیِ طبیعتِ نغمہ پیرائی کرے باندھتا ہے رنگ گلِ آبلہ تاجِ پاکِ نفس  
 اے ادا فہماں، صد ہے تنگیِ فرصتِ نون ہے بحرِ تجرِ چشمِ قربانی، بجز بس  
 تیز تر ہوتا ہے خشمِ تند فویاں عجز سے ہے رگِ سنگِ فسانِ تیغِ شعاعِ خارِ نفس

۱- خ = ہو پڑ پڑاے تکلف  
 ۲- = موحضہ  
 ۳- = کو تھی عمر و بس  
 ۴- = پر

○ ..... ۱۸۱۶ء

سختی راہِ محبت، منعِ دخلِ غیر ہے بیچِ تابِ جادہ ہے یاں جو مرغِ عشق  
اے اسد، ہم خود اسیرِ رنگِ دلوںے باغِ ہیں  
ظاہر، حیثیادِ ناداں ہے گرفتارِ ہو کس

دشتِ الفت ہیں خاکِ کشتگانِ مجوں بس بیچِ تابِ جادہ ہے خطِ کفِ افسوس و بس  
نیمِ رنگی ہاے شمعِ محفلِ خواباں سے ہے پیچکِ مہِ مروتِ چاکِ پردہِ فانوس و بس  
ہے تصویر میں نہاں سرمایہٴ ہمدگستان کاسۂ زالوہ ہے مجھ کو بیضۂ طاؤس و بس  
کفر ہے غیر از دُورِ شوق، رہِ بڑھو نہ ڈھتا راہِ مہجر ہے مرم میں ہے ہر سِ ناؤس و بس  
یک جہاں گل، تختۂ مشقِ شگفتن ہے اسد  
غنجۂ خاطر رہا افسردگیِ مانوس و بس

کرتا ہے، بیا و بتِ رنگیں دلِ مایوس رنگِ ز نظر رفتہ، حیلے کفِ افسوس  
تھا خواب میں کیا جلوہ پرستارِ لیتا ہے بالِشِ دلِ سوختگان میں پر طاؤس

۱- رخ = حکم  
۲- = جادہ  
۳- = خواست  
۴- = اے اسد گل، تختۂ مشقِ شگفتن ہو گئے  
۵- = نظر جو ش

○ ..... ۱۸۱۶ء

بیرستے ترے جلوے کی از بس کہ ہیں بے کار نورِ قطرہٴ شبنم ہیں ہے جوں شمع بہ فانوس  
دریا فتقِ صحبتِ اغیار غریب ہے اے نامہ ساں! نامہ ساں چاہیے جاموں  
ہے مشق، اسد، دستگیرِ وصل کی منظور  
ہوں خاکِ نشیں از پئے ادراکِ قدمِ بوس

ہوئی ہے بس کہ صرفِ مشقِ تمکین بہارِ آتش برآمد از جناب ہے رونقِ دستِ چنارِ آتش  
شر ہے رنگِ بعدِ اظہارِ تابِ جلوہٴ تمکین کرے ہے سنگِ برِ ترشیدِ آبِ روئے کارِ آتش  
گلزوم ہے افسونِ ربطِ پیکرِ آرائی نکالے کب نہاں شمع، بے تخمِ شرارِ آتش  
نہ بوسے گزشتہ جوہرِ طراوت، سبزۂ خط سے لگاؤے خاندۂ آئینہ میں روئے نگارِ آتش  
فروغِ حسن سے ہوتی ہے حلِ مشکلِ عاشق م نکالے شمع کے پائے نکالے گردِ خارِ آتش  
خیالِ دود تھا، سرِ جوشِ سودا غلط فہمی اگر کھتی نہ خاکِ سترِ نشینی کا غبارِ آتش  
ہوئے پر فغانی، برقیِ ترنم ہاے خاطر ہے بہ بالِ شعلہ بے تاب ہے پروانہ زارِ آتش

۱- رخ = رخ دوست  
۲- = ۲- رخ = سے  
۳- = ۳- = ز جوشِ اعتدالِ فصل و تمکین بہارِ آتش  
۴- = ۴- = نہ باوے بے گلزوم ربطِ پیکرِ آرائی  
۵- = ۵- = ہے  
۶- = ۶- = از  
۷- = ۷- = ۲- رخ = عشق  
۸- = ۸- = نکالے ہے ز پائے شمع، برجامانہ خارِ آتش  
۹- = ۹- = ز

○ ..... ۶۱۸۱۶

نہیں برق و شرر تجز و تشت و ضبط تین ہا  
 بلا گردان بے پروا، خرابی ہاے یار آتش  
 دھوئیں سے آگ کے، اک لہے دریا بار ہو پیدا  
 اسد حیدر پرستوں سے اگر ہوئے دوچار آتش

تعلیم سخن ہے جلوہ گرد سواد آتش کہ ہے دود چراغان سے، ہو لایہ ملا آتش  
 اگر مضمون خاکستر کرے دیباچہ آرائی نہ ماندھے شعلہ تجوالہ غیر از گرد باد آتش  
 کرے ہے لطف انداز برہنہ گوئی خوبان تفسیر نگارش ہاے سطر شعلہ بار آتش  
 دیا داغ جگر کو آہ نے سامان شگفتن کا نہ ہو بالیدہ، غیر از جنبش دامن باد آتش  
 اسد قدرت سے تیر کی ہوئی ہر گز و ترسا کو  
 شرار سنگ بت پہر بنائے اعتقاد آتش

- ۱- رخ = طبع  
 ۲- = اسد از دو آتش ابر دریا بار ہو پیدا  
 اگر ناگاہ ہو حیدر پرستوں سے دوچار آتش  
 ۳- = گرد افروز سواد آتش رخ = خاکستر شکر دیباچہ آرا ہو  
 ۴- = زوا بالیدن مضمون  
 ۵- = دیا داغ جگر کو آہ نے رنگ شگفتن ہا  
 ہوئی بالیدہ تر از جنبش دامن باد آتش  
 ۶- = پڑی ہے گز و ترسا کے  
 ۸- = سے در

○ ..... ۶۱۸۱۶

جانہ رخ خود کو وقت شام ہے نار شمع م چرخ واکرتا ہے ماہ نو سے آغوش وداع  
 شمع سے ہے بزم، انگشت تجر و درہن شعلہ آواز خواباں پر بہن گام سماع  
 جوں پر طائوس جوہر تختہ مشق رنگ ہے بس کہ ہے وہ قبلہ آئینہ محو اختراع  
 رنجش حیرت مرشتان سید صافی پیشکش جوہر آئینہ ہے یاں، گرد میدان نزار  
 چار سوے دہریں باز غفلت گرم ہے عقل کے نقصان سے اٹھتا ہے خیال ارتفاع  
 آشنا، غالب نہیں ہیں درد دل کے آشنا درد کس کو میرے افسانے کی تاب سماع

رخ نگار سے ہے سوز حسادانی شمع م ہوئی ہے آتش گل، آب زندگانی شمع  
 زبان اہل زبان میں ہے سرگ خاموشی م یہ بات بزم میں روشن ہوئی زبانی شمع  
 کرے ہے صرف بایماے شعلہ قصہ تمام م بطر زابل فنا ہے، فسانہ خوانی شمع  
 غم اس کو حسرت پروانہ کا ہے لے شعلے م ترے لرنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع  
 ترے خیال سے روح استرا کرتی ہے م بجلوہ ریزی بادو پیر فشانی شمع  
 نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ م گفتگی ہے شہید گل خزانہ شمع  
 جلے ہے دیکھ کے بالین یار پر مجھ کو م نہ کیوں ہو دل پر مرے داغ بدگانی شمع

- ۱- رخ = رنگیں  
 ۲- = غفلت کا باز اگر گرم  
 ۳- = درد نقصان تصور  
 ۴- = لے اسد میں آشنا بیگانہ سوز و گداز  
 ۵- = ملا نہ ہم کو شعور  
 ۶- = اسد ہے  
 \* یہ اشعار پہلے پہل متن ق میں درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

عشاق، اشک چشم سے دھو دیں ہزار داغ دیتا ہے اور جوں گل و شبنم بہار داغ  
جوں چشم، باز ماندہ ہے ہر یک سوزِ دل دکھتا ہے داغ تازہ کا یاں انتظار داغ  
بے لالہ عارضائیں مجھے کلگشتِ باغ میں دیتی ہے، گری گل و ٹیکل، ہزار داغ  
جوں اعتماد نامہ و خط کا ہو مہر سے یوں عاشقوں میں ہے سبب اعتبار داغ  
ہوتے ہیں محو جلوہٴ نور سے، ستار گاہ دیکھ اُس کو دل سے مٹ گئے بے اختیار داغ

وقتِ نصیالِ جلوہٴ حسنِ بتاں اُسد  
دکھلائے ہے مجھے دو پہرِ اں لالہ زار داغ

بلبلوں کو دور سے کرتا ہے منع بارِ باغ ہے زبانِ پاسباں، خارِ سرِ دیارِ باغ  
کون آیا جو چین بے تاب استقبال ہے؟ جنبشِ موجِ صبا ہے شوخیِ رفتارِ باغ  
میں ہمہ حیرت جنوں بے تابِ دورانِ خارِ مردمِ چشمِ تماشا، نقطہٴ پُرکارِ باغ  
آتشِ رنگِ رخِ ہر گل کو جھنسنے ہے فروغ ہے دمِ سردِ صبا سے، گری بازِ باغ

۱۔ رخ = ہے جوں چشم، دکشادہ ہے ہر ایک ظاہر

دکھتا ہے اور داغ کا یاں انتظار داغ

۲۔ = بے لالہ عارضائیں چین و باغ میں مجھے

۳۔ = در حالتِ تصورِ رو سے

۴۔ = چین

\* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ..... ۶۱۸۱۶

کون گل سے ضعفِ خاموشی بُلبل کہہ سکے؟ نے زبانِ غنچہ گویا، نے زبانِ خارِ باغ  
جوشِ گل، کرتا ہے استقبالِ تحریرِ اسد  
زیرِ مشقِ شعر ہے نقشِ از پئے احضارِ باغ

نامہ بھی لکھتے ہو، تو بخطِ غبارِ حیف! رکھتے ہو مجھ سے اتنی کدورتِ ہزار حیف!  
بیش از نفسِ بتاں کے کرم نے وفانہ کی تھا محلِ نگاہ بدوشِ شرارِ حیف!  
تھی میرے ہی جلانے کو، اے آہِ شعلہ ریز گھر پر پڑا نہ غیر کے کوئی شرارِ حیف!  
گل، چہرہ ہے کسو خفقاںی مزاج کا گھبرا رہی ہے بیمِ خزاں سے بہارِ حیف!  
بیمِ رقیب سے نہیں کرنے دواغِ ہوش م مجبوریاں تلک ہوئے اے اختیارِ حیف!  
جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم اک بازل گئے م اے ناتما ہی نفسِ شعلہ بارِ حیف!  
میں میری مشتِ خاک اس کو کدورتیں پائی جگہ بھی دل میں تو ہو کر غبارِ حیف!

بنتا، اسد، میں سرمہٴ چشمِ رکابِ یار

آیا نہ میری خاک پہ وہ شرِ سوزِ حیف!

عیسیٰ مہرباں ہے شفا ریز یک طرف درد آفریں ہے طبعِ الم خیز یک طرف

۱۔ رخ = نہ (جو سہو ہے)

+ یہ اشارہ پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

سجیدنی ہے ایک طرف رخ کو کھن  
خواب گرانِ خسرو پرویز یک طرف  
نفرین بباد وادہ دغوی ہیں ہو ہو  
ہم ایک طرف ہیں، برقِ شریز یک طرف  
مفتِ دل و جگر، خلشِ غمزہ ہائے ناز  
کاوشِ فروشیِ مژدہ تیز یک طرف  
ہر مو، بدن پہ بشیر پرواز ہے مجھے  
بے تابیِ دلِ تپش انگیز یک طرف

یک جانب، اے اسد، شبِ فرقت کا یم ہے

دامِ ہوس ہے، زلفِ دلاویز، یک طرف

گر تجھ کو یقینِ اجابت، دعا نہ مانگ م  
یعنی، بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ  
اے آرزو! شہیدِ وفا! خوں بہا نہ مانگ  
جو بہر دست و بازوے قابلِ مدعا نہ مانگ  
گستاخی وصال، ہے مشاطہٗ نیاز  
یعنی، دعا، بجز خمِ زلفِ دو تانہ مانگ  
برہم ہے بزمِ غنچہ، بیک جنبشِ نشاط  
کا نشانہ پس کہ تنگ ہے، غافلِ ہوانہ مانگ  
عیسیٰؑ طلسمِ حسنِ تغافل ہے، زینہار  
جز پشتِ چشم، نسوئے عرضِ دوانہ مانگ  
میں دور گردِ عرضِ رسومِ نیاز ہوں  
دشمنِ سمجھ، ولے نگہ آشنا نہ مانگ  
نظارہ دیگر دِلِ خویشِ انفسِ دگر  
آئینہ دیکھ، جو ہر برگِ چنانہ مانگ

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا

○ ..... ۶۱۸۱۶

آتا ہے، داغِ حسرتِ دل کا شمار یار م  
مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ  
یک تختِ اوج، نذرِ سبک باری، اسد  
سر پر، و بالِ سایہ بالِ ہما نہ مانگ

بدر، ہے آئینہٗ طاقِ ہلال  
غافلان، نقصاں سے پیدا ہے کمال  
ہے بیا زلفِ مشکیں سالِ دماہ  
روزِ روشن، شامِ آں سوئے خیال  
بس کہ ہے اصلِ دمیدنِ باغبار  
ہے نہالِ شکوہ، ریحانِ سِفال  
صافیِ رخ سے ترے، ہنگامِ شب  
عکسِ داغِ مدہوا عارضِ پہ خال  
نور سے ترے ہے اس کی روشنی  
ورنہ تھا ترشید یک دستِ سوال  
شورِ حشر اُس فتنہٗ قامت کے حضور  
سایہ آسا ہو گیا ہے پایمال

ہو جو بلبِ پیر و فکرا اسد

غنچہٗ منقارِ گل ہو زیرِ بال

ہوں، بہ وحشت، انتظارِ آواہ وشتِ خیال  
اک سفیدی مارتی ہے دور سے چشمِ غزال

- ۱۔ رخ = حسابِ بے گنہی
- ۲۔ = مشکیں بہتال
- ۳۔ = رخصاں سے
- ۴۔ = نورِ خباں سے یدِ بیضا ہے آج

○ ..... ۶۱۸۱۶

ہے نفس پروردہ، گلشن کس ہوائے بام کا ؟ طوقِ قمری میں ہے سرو باغ، ریحانِ سفال  
ہم غلط سمجھے تھے، لیکن زخمِ دل پر رحم کر آخر اس پردے میں تو ہنستی تھی اے صبحِ صال  
بیکسی افسرہ ہوں اے ناتوانی، کیا کروں ؟ جلوۂ ترشید سے ہے گرم پہلوئے ہلال  
شکوہ درودِ دردِ داغ، اے بے وفا، مغزِ درکھ خوں بہاے یک جہاں اُمید ہے تیرا خیال  
عرضِ دردِ بے وفائی، وحشتِ اندیشہ ہے خوں ہوا دل تا جگر یارِ زبانِ شکوہ لال  
اُس جفا مشرب پہ عاشق ہوں کہ سمجھے تھے اسد  
مالِ سستی کو مباح اور خونِ صوفی کو حلال

ہر عضو، غم سے ہے شکن آسا شکستہ دل جوں زلفِ یار ہوں میں سرِ لاشکستہ دل  
ہے سرِ لاشکستہ میں رقمِ لاشکستگی ہوں جوں خطِ شکستہ بہر جا شکستہ دل  
امواج کی جو یہ شکنیں آشکار ہیں ہے چشمِ اشکِ یز سے دریا، شکستہ دل  
ناسازیِ نصیب، درشتی غم سے ہے اُمید و نا اُمید و تمتِ شکستہ دل  
ہے سنگِ ظلمِ چرخ سے مینخانے میں اسد  
صہبافتِ ادہ خاطر و مینا شکستہ دل

۱۔ نخ = نفس  
۲۔ " = علاج  
۳۔ " = خونِ صوفی کو مباح اور مالِ سستی کو حلال  
۴۔ " = ہمہ

○ ..... ۶۱۸۱۶

بہرِ عرضِ حالِ شبنم سے رقمِ ایجب و گل ظاہر ہے اس جن میں لالِ مادرِ زاد، گل  
گھر گھرے انجام کو آغاز ہی میں یاد، گل غنچے سے منقارِ بلسل وار ہو فریاد، گل  
گر بہ بزمِ باغ، کھینچے نقشِ روئے یار کو شمعِ سماں ہو جائے قسطِ خاتمہ بہرِ زاد، گل  
دستِ رنگیں سے جو رخ بردا کرے زلفِ رسا شاخِ گل میں ہونہاں ہوں شانہ و شمشاد، گل  
سچی عاشق ہے فرغِ افزائے آبِ رُسے کار ہے شرارِ تیشہ، بہرِ تربتِ فریاد، گل  
ہے تصویرِ صافی قطعِ نظر از غیرِ یار تختِ دل سے لافے ہے شمعِ خیالِ آباد، گل  
گلشنِ آباد دلِ مجروح میں ہو جائے ہے غنچہ پیکانِ شاخِ نادرِ صیاد، گل  
برقِ سامانِ نظر ہے، جلوۂ بے باکِ حسن شمعِ خلوتِ خانہ کیجے ہر چہ بادِ آباد، گل

خاک ہے عرضِ بہارِ صد نگارستان، اسد  
خسرتیں کرتی ہے، میری خاطرِ آزاد، گل

۱۔ نخ = گر گھرے پڑمردہ انجامی کو داغِ یاد، گل  
۲۔ " = کھینچا چاہے نقشِ روئے یار  
۳۔ " = رنگ  
۴۔ " = یاں شرارِ تیشہ ہے بر تربتِ فریاد، گل  
۵۔ " = جسم و جہاں  
۶۔ " = ہے بر سر  
۷۔ " = ہو گیا در گلشنِ آباد جراثیمِ ہلے دل  
۸۔ " = برقِ زارِ جلوہ سے از خود ربودن بائے حسن  
۹۔ " = کیجے شمعِ بزمِ خلوت، ہر چہ بادِ آباد، گل  
از رویں کرتے ہیں از خاطرِ آزاد، گل

○..... ۱۸۱۶ء

گرچہ ہے یک بیضہ طاعونِ آسانگِ دل ہے چمنِ سرِ پایہ بالیہ صد رنگِ دل  
بے دلوں سے ہے تیشِ جوں خواہشِ آبِ نرَب ہے شرِ موم، اگر کھتا ہوئے سنگِ دل  
رشتہٴ ہمیدِ مُسک ہے بہ بندِ کوہی عقدہٴ ساں ہے کیستہٴ زہرِ خیالِ تنگِ دل  
ہوں زباۃٴ افتادہٴ اندازِ یادِ حسنِ سبز کس قدر ہے نشہٴ فرمایِ خارِ بنگِ دل  
شوقِ بے پرواہے ہاتھوں مثلِ سازِ نادرست کھینچتا ہے آج نالے خارجِ از آہنگِ دل

اے اسد، خاموش ہے طوطی شکرِ گفتارِ طبع  
ظاہر رکھتا ہے آئینہٴ اسیرِ رنگِ دل

انزکندی فریادِ نارِ سامعِ معلوم غبارِ نالہ، کیں گاہِ مدعا معلوم  
بقدرِ وصلہٴ عشقِ جلوہٴ ریزی ہے وگرنہ خانہٴ آئینہٴ کی فضا معلوم  
بہارِ درِ گروہِ غنچہٴ شہزادِ جولاں ہے طلسمِ ناز، بجز تنگیِ قبا معلوم  
بنالہ، حاصلِ دبستگیِ فراہمِ کرم متاعِ خانہٴ ذخیرہٴ جودِ صد معلوم

- ۱۔ بے دلاں =
- ۲۔ بے خفہٴ شرِ طوفانِ باطلِ گرنہ رکھتا سنگدل =
- ۳۔ بے گرہِ برگیستہٴ دریم =
- ۴۔ بے پو خوابِ سبزہٴ آرزویش =
- ۵۔ یانِ آئینہٴ زہرِ رنگِ دل =
- ۶۔ جلوہٴ سازی =
- \* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○..... ۱۸۱۶ء

طلسمِ خاک، کیں گاہِ یک جہاں سودا بہ مرگِ تکیہٴ آسائشِ فنا معلوم  
تمکلفِ آئینہٴ دو جہاںِ مدار ہے سرِ غریکِ نگہِ قہرِ آشتِنا معلوم  
اسد فریفتہٴ انتخابِ طرزِ جفا  
وگرنہ دلبری وعدہٴ وفا معلوم

ازاں جا کہ حسرتِ کشِ یار ہیں ہم رقیبِ تمنا سے دیدار ہیں ہم  
رمین، گلِ باغِ واماندگی ہے عبتِ محملِ آراے رفتار ہیں ہم  
نفسِ ہونہٴ معزولِ شعلہٴ درودن کہ ضبطِ تپش سے شرکِ راز ہیں ہم  
تغافل، کیں گاہِ وحشتِ شناسی نگہبانِ دل ہاے اغیار ہیں ہم  
تماشاے گلشن، تمنا سے چیدن بہارِ آفرین! گنہ گار ہیں ہم  
نہ ذوقِ گریبانِ نہ پڑاے دامان نگہِ آشنائے گل و خار ہیں ہم  
اسد، شکوہٴ کفر و دعا نا پسای  
ہجومِ تمنا سے لاچار ہیں ہم

یاں اشکِ جدِ گرم ہے، اور آہِ جدِ گرم حسرتِ کدہٴ عشق کی ہے آبِ وہِ گرم  
اُس شعلے نے نگہوں کو جو گلشن میں کیا گرم پھولوں کو ہوئی بادِ بہاری، وہ ہو گرم  
واکر سکے یاں کون بجز کاوشِ شوخی جوں برق ہے پیچیدگیِ بندِ قبا گرم

○ ..... ۱۸۱۶ء

گر ہے سر دیوزگی جلاوہ دیدار      ہوں پچہ خورشید ہوائے دست دعا گرم  
یہ آتش ہمسایہ کہیں گھر نہ جلاوے      کی ہے دل سوزاں نے مرے پہلوں جاگرم  
غیروں سے اُسے گرم سخن دیکھ کے، غالب  
میں رشک سے، ہوں آتش خاموش رہا گرم

بس کہ ہیں بدست لشکن لشکن مینجانہ ہم      موئے شیشہ کو سمجھتے ہیں خطِ پیمانہ ہم  
بس کہ ہر ایک نے لطف اشناں سے ہے تاشعاع      پچہ خورشید کو سمجھے میں دستِ شانہ ہم  
ہے فروغِ ماہ سے ہر موج، اک تصویرِ چاک      سیل سے فرشِ کتاں کرتے ہیں تادیرانہ ہم  
مشقِ از خود رفتگی سے ہیں بگلزارِ خیال      آشنا تعبیرِ خوابِ سبزہ بے گانہ ہم  
فرطِ بے خوابی سے ہیں شبِ ہائے ہم یار میں      ہوں زبانِ شمع، داغِ گرمی افسانہ ہم  
جاتے ہیں بوششِ سودے زلفِ یار میں      سنبُلِ بالیدہ کو موئے سرِ دیوانہ ہم  
بس کہ وہ چشمِ و چراغِ محفلِ اغیار ہے      چپکے چپکے جلتے ہیں، ہوں شمعِ خلوتِ خانہ ہم  
شامِ غم میں، سوزِ عشقِ آتشِ رخسار سے      پریشانِ سوختن ہیں، صورتِ پروانہ ہم

- ۱۔ غ = سے آگاتے  
۲۔ = پچہ خورشید سمجھتے ہیں زیر  
۳۔ = نقش بند چاک ہے موج از فروغِ مابتاب  
۴۔ = در  
۵۔ = آشفتنہ  
۶۔ = شمع رویاں سے اسد

○ ..... ۱۸۱۶ء

غم نہیں ہوتا ہے آزادوں کو بیش از یک نفس      برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم  
غفلیں برہم کرے ہے، گنجفہ باز خیال      ہیں ورق گردانی نیرنگِ یک مہتابانہ ہم  
\* باوجودیک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں      ہیں چو اغانِ شبستانِ دلِ پروانہ ہم  
ضعف سے ہے نہ قناعت، یہ ترکِ جستجو      ہیں وبالِ تکیہ گاہِ ہمتِ مردانہ ہم  
دائم الحبس اس میں ہیں لاکھوں تمنائیں اسد  
جاتے ہیں سینہ پر خوں کو زنداںِ خانہ ہم

جس دم کہ جادہ دار ہوتا نفس تمام      بیما ییشِ زمین رہِ عمر بس تمام  
کی دے صدا کہ گفتِ گم گشتگان، آہ      ہے سمرہ، گردہ بہ گلوے برس تمام  
ڈرتا ہوں کوچہ گردی بازارِ عشق ہے      ہیں، خارِ راہ، جو ہر تیغِ عس تمام  
اے بالِ اضطراب! کہاں تک فسرگی؟      یک پرزدن تپش میں ہے کارِ نفس تمام  
گزاراؤ اشیاء کا تصور بوقتِ بند      مژگانِ چشمِ دام ہوئے خارِ خس تمام  
کرنے نہ پائے ضعف سے شورِ جنوں، اسد  
اب کے بہار کا یہ نہیں گزرا برس تمام

- ۱۔ غ = ترساں ہوں  
۲۔ + = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں درج ہوا  
۳۔ \* = یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا  
۴۔ ۵ = یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے



○ ..... ۱۸۱۹ء

خوش دھستے کہ عرض جنون فنا کروں      ہوں گردِ راہ، جامہ ہستی تب اکروں  
 گریہ مرگ و حشتِ دل کا گلا کروں      موج غبار سے پر یک دشت و اکروں  
 آ، اے بہارِ ناز! کہ تیرے خرام سے      دستار گردِ شاخِ گلِ نقشِ پاکروں  
 خوش اوفتا دگی! کہ بہ صحراے انتظار      ہوں جادہ، گردِ رہ سے نگہ سرساکروں  
 صبر اور یہ ادا کہ دل آدے اسیرِ چاک      درد اور یہ کہیں کہ رہِ نالہ و اکروں  
 وہ بے دماغِ منتِ اقبال ہوں کہیں      دشتِ بد دغِ سایہ بالِ ہما کروں  
 وہ التماسِ لذتِ بیداد ہوں کہ میں      نینغِ ستم کو پشتِ خمِ التجا کروں  
 وہ رازِ نالہ ہوں کہ بشرحِ نگاہِ عجز      افشاں، غبارِ سرمہ سے فردِ صدا کروں  
 لوں دامِ بختِ خفستہ سے، یک خوابِ خوش و گے  
 غالبؔ! یہ خوف ہے کہ کہاں سے ادا کروں

جہاں تیرا نقشِ قدم دیکھتے ہیں      م خیاباں خیاباں ابرم دیکھتے ہیں  
 کسو کو زِ خود رستم دیکھتے ہیں      کہ آہو کو پا پندِ رم دیکھتے ہیں

- ۱۔ غ = عرض جنون ہوا  
 ۲۔ غ = خوش خرام  
 ۳۔ غ = استس  
 ۴۔ غ = لبکن  
 ۵۔ غ = ہم

○ ..... ۱۸۱۹ء

خطِ لختِ دل یک قلم دیکھتے ہیں      مژدہ کو جواہر رقم دیکھتے ہیں  
 دلِ اشقِ گناہ خالِ کجِ دہن کے      سویدا میں سیرِ عدم دیکھتے ہیں  
 ترے سروِ قامت سے یک قد آدم      م قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں  
 تماشا کہ اے محوِ آئینہ داری!      م تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہیں  
 مُرغِ لعلِ نالہ لے داغِ دل سے      م کہ شبِ رو کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں  
 سرابِ یقیں ہیں پریشاں نگاہاں      اسد کو گراں چشمِ کم دیکھتے ہیں  
 کہ ہم بیضہ طوطی بہت، غافل      ترِ بالِ شمعِ حرم دیکھتے ہیں  
 \* بنا کر فقیرِ دل کا ہم بھیس، غالبؔ  
 تماشاے اہلِ کرم دیکھتے ہیں

مَتِ مردِ مک دیدہ میں سمجھو نہ نگاہیں      م ہیں جمع، سویداے دلِ چشم میں، آہیں  
 جوں مردِ مک چشم میں ہوں جمع، نگاہیں      خوابیدہ بہیرت کدہ داغ ہیں آہیں  
 پھر حلقہ نکال میں پڑیں دید کی راہیں      جوں دود، فراہم ہوئیں روزن میں نگاہیں

- ۱۔ غ = رعب  
 ۲۔ غ = بازی  
 ۳۔ غ = خوابیدہ حیرت کدہ  
 \* یہ شعر پہلی بار متن قیاس درج ہوا  
 = شبہ ہوتا ہے کہ یہ مطلع اس غزل کے آخری شعر مطلع ہمہ حسرت کش یک ...  
 ہی کی ترقی یافتہ شکل ہے لیکن یہ بات قابلِ غور ہے کہ م میں اشاعت کے لیے  
 صرف یہی مطلع انتخاب ہوا۔

پایا سر ہرزہ، جس گروشنہ وحشت  
ہیں داغ سے معمور، شقایق کی کلاہیں  
کس دل پہ ہے غم صفِ مژگانِ خود آرا؟  
آئینے کے پایا ہے اتری ہیں سپاہیں  
دیو و حرم، آئینہ تکرارِ تمنا  
واماندگی شوق تراشے ہے پناہیں  
یہ مطلع، اسد، جو ہر افسونِ سخن ہو  
گر عرضِ تپاکِ نفسِ سوختہ جاہیں  
حسرت کش یک جلوہ معنی ہیں لگا ہیں  
کھینچوں ہوں سُویداے دلِ چشم سے آہیں

جس جا کہ پائے سَیلِ بلادِ میاں نہیں  
دیوانگیاں گوداں ہوسِ خانماں نہیں  
کس جہزم سے ہے چشم تجھے حسرتِ قبول  
برگِ جنا مگر مژدہ خوں فشاں نہیں  
ہر رنگ گردش، آئینہ ایجادِ درد ہے  
اشکِ سحابِ جزبہ و داغِ نزاں نہیں  
جز عجز کیا کروں بہ تمنائے بے خودی  
طاقتِ تریفِ سختی خوابِ گراں نہیں  
عبرت سے پوچھ درد پریشانی نگاہ  
یہ گمروہم جز بسیر امتحان نہیں  
گل، غنچگی میں غرقہ دریاے رنگ ہے  
اے آگہی، فریبِ تماشا کہاں نہیں  
برقِ بجانِ حوصلہ آتشِ فگن، اسد  
اے دلِ فسرہ طاقتِ ضبطِ فغان نہیں

- ۱- غ = لبریز  
۲- غ = جاے کہ  
۳- غ = دیوانگانِ غم کو سر  
۴- غ = اے

مرگ شیریں ہوگئی تھی کوہکن کی فکر میں  
تھا، حریرِ سنگ سے قطعِ کفن کی فکر میں  
فرصتِ یک چشمِ حیرت، شش جہتِ آفتاب  
ہوں سپندِ آسا، وداعِ انجن کی فکر میں  
وہ غریبِ وحشت آبادِ تسلی ہوں جسے  
کوہِ دے ہے خمِ دل، صبحِ وطن کی فکر میں  
سایہ گلِ داغ و جوشِ نہکتِ گلِ موجِ دود  
رنگ کی گرمی ہے تاراجِ جہن کی فکر میں  
فالِ ہستی، خارِ خارِ وحشتِ اندیشہ ہے  
شوقِ سوزن ہے سامانِ بیرن کی فکر میں  
غفلتِ دیوانہ، جز تہیدِ اکامی نہیں  
مغزِ سرِ خوابِ پریشاں، سخن کی فکر میں

محمد میں اور مجھوں میں وحشت سازِ دعا ہے اسد  
برگِ برگِ بید ہے ناخنِ زدن کی فکریں

ہے ترجمِ آفریں، آرایشِ بیدار، یاں  
اشکِ چشمِ دام ہے ہر دانہ صیتِ دایاں  
ہے، گدازِ موم، اندازِ چکیدن ہائے خوں  
نیشِ زبورِ عسل ہے نشترِ فضا، یاں  
ناگوارا ہے ہمیں احسانِ صاحبِ دولتوں  
ہے، زگرِ گل بھی، نظریں جو ہر فولاد، یاں  
جنشِ دل سے ہوئے ہیں عقدہ ہائے کاروا  
کمتریں مزدورِ سنگیں دست سے فرادایاں  
دل لگا کر لگ گیا ان کو بھی تنہا بیٹھنا م  
بارے اپنی بیکسی کی ہم نے پائی دادِ یاں

- ۱- غ = حسرت  
۲- غ = تعبیر  
۳- غ = در نظر  
۴- + یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا

○ ..... ۱۸۱۶ء

ہیں زوالِ آمادہ، اجزا آفرینش کے تمام م مہر گردوں ہے چرخِ رگزارِ باد، یاں  
قطرہ ہائے خونِ بسمِ لبِ لبابِ داناں ہیں، اسد  
ہے تماشا کردنی گلِ چینی جلدایاں

اے لوا سازِ تماشا، سرکھ جلتا ہوں میں یک طرف جلتا ہے دل اور یک طرف جلتا ہوں میں  
شمع ہوں، لیکن بپا در رفتہ خارِ جستجو مدعا گم کردہ ہر سو ہر طرف جلتا ہوں میں  
ہے، ماسِ دستِ افسوسِ آتشِ انگیزِ تپش بے تکلف آپ پیدا کر کے لطف جلتا ہوں میں  
ہے تماشا گاہِ سوزِ تازہ، ہر یکِ عضو تن ہوں پرخاغانِ دود آئی، صفِ بھفت جلتا ہوں میں  
شمع ہوں، تو بزم میں جا پاؤں غالب کی طرح  
بے عل، اے مجلسِ آراءِ نجف اچلتا ہوں میں

فتادگی میں قدمِ استوار رکھتے ہیں نہ رنگِ جادہ، سر کو بے یار رکھتے ہیں  
برہنہ مستیِ صبحِ پہا رکھتے ہیں جنونِ حسرتِ یک جامہ دار رکھتے ہیں  
طلسمِ مستیِ دلِ آں سوئے ہجومِ سرِ رشک ہم ایک میکہ دریا کے پار رکھتے ہیں  
ہمیں ہمیرِ شربِ آبِ سنگِ خلعت ہے یہ ایک پیرِ سن زرنکار رکھتے ہیں  
نگاہِ دیدہ نقشِ قدم ہے جادہ راہ گزشتہ گاہ اثرِ انتظار رکھتے ہیں

\* یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں درج کیا گیا

○ ..... ۱۸۱۶ء

ہوا ہے، گریہ بے باک، ضبط سے تسبیح ہزار دل پہ ہم ایک اختیار رکھتے ہیں  
بساطِ بیچ کسی میں برنگِ یکِ دلاں ہزار دل بہ وداعِ قرار رکھتے ہیں  
برنگِ سایہ سرو کارِ انتظار نہ پوچھ سرخِ خلوتِ شب ہائے تار رکھتے ہیں  
جنونِ فرقتِ یارانِ رفتہ ہے، غالب  
لسانِ دشت، دلِ پر غبار رکھتے ہیں

تن بہ بندِ ہوس در ندادہ رکھتے ہیں دلِ زکارِ جہاں اوقادہ رکھتے ہیں  
تمیزِ رشتی و نیکی میں لاکھ باتیں ہیں بے عکسِ آئینہ، یک فردِ سادہ رکھتے ہیں  
بہ رنگِ سایہ ہمیں بندگی میں ہے تسلیم کہ دلِ غ دلی بہ جبین کشادہ رکھتے ہیں  
بزاہان، رگ گردن، ہے رشتہ زُناں سرِ پیائے بیتے ناہنہ ادہ رکھتے ہیں  
معافِ بیہرہ گوئی ہیں ناصحانِ عزیز دلِ بدستِ نگارے ندادہ رکھتے ہیں  
بہ رنگِ سبزہ، عزیزانِ بگ زبان یک دست ہزار تیغ بہ زہرِ آب دادہ رکھتے ہیں  
ادب نے سوچی، ہمیں سرمہ سائی حیرت زبان بستہ و چشم کشادہ رکھتے ہیں  
زمانہ سخت کم آزار ہے، بجانِ اسد م و گرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں

۱۔ غ = سرشار  
۲۔ غ = برنگ  
۳۔ = پیچ  
۴۔ = پیچ

بغفلت عطر گل ہم آگهی مخمور ملتے ہیں چرخان تماشا چشم صد ناسور ملتے ہیں  
 رہا کس جرم سے میں بیکار داغ ہم طرحی؟ سمنہ کو پر پروانہ سے کافر ملتے ہیں  
 چمن نامحرم آکا ہی دیدارِ خوباں ہے سحر گل ہائے نرگس چند چشم کو ملتے ہیں  
 کجا بوسہ؟ چہ عکس خط و تباہ وقتِ آرائی دل آئینہ زیر پاے خیل مور ملتے ہیں  
 تماشا ہے بہار آئینہ پرداز تسلی ہے کف گل برگ سے پاے دل بخور ملتے ہیں  
 گراں جانی رنگ سار و تماشا ہے داغ آیا کف افسوس فرصت رنگ کو ملتے ہیں  
 اسد حسرت کش یک داغ مشک اندوہ ہے یارب  
 لباس شمع پر عطر شب و بخور ملتے ہیں

برنگ آشفہ سر تھا قطرہ زن ترگاں سجائے میں ہے یاں شوخی رفتار سے، پا آستانے میں  
 ہجوم مژدہ دیدار، پرداز تماشا ہا گل اقبالِ خس ہے چشم بلب، آشیانے میں  
 ہوئی یزید جو دی چشم و زباں کو تیرے جلوے سے کہ طوطی قفلِ زنگ آلودہ ہے آئینہ خانے میں  
 تے کوچے میں ہے مشاطہ داماد کی، قاصد پرداز، زلفِ ناز ہے ہمد کے شانے میں  
 کجا معزولی آئینہ؟ کو ترک خود آرائی؟ نمد و تاب ہے اے سادہ چکارا اس بہانے میں

۱۔ رخ = آئینہ پرداز تسکین  
 ۲۔ = مجیب گل کف پاے  
 ۳۔ = آلودہ

بچم مجن، ابرو سے میر تھیرت ایما ہے کہیاں گم کو حسین سجدہ فرسا آستانے میں  
 قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس میں آنا م تعجب ہے وہ بولا "یوں بھی ہوتا ہے مانے میں؟"  
 دلِ نازک پارس کے حم آتا ہے مجھے غالب م نہ کر گم اس کافر کی الفت آستانے میں  
 فزوں کی دستوں نے حوص قاتلِ ذوق کشتن میں ہوئے ہیں پنجہ ہائے زخم، جو ہر تیغ دشمن میں  
 ہمیں ہے زخم کوئی، بچے کے زخموں سے تن میں م ہوتے تاراشک بائیں رشتہ چشم سوزن میں  
 تماشا کر دنی ہے لطف زخم انتظار اے دل سودا داغِ مرہم، مرد نک ہے چشم سوزن میں  
 دل دین و فرو تاراج نازِ جسلوہ پیرائی ہوا ہے، جو ہر آئینہ، خیل مورِ نرمن میں  
 لکھو ش، مانج بے ربطی شور جنوں آئی م ہو گئے خذہ اجاب، بچہ جیٹ دامن میں  
 ہوئی ہے مانج ذوق تماشا، خزانہ ویرانی م کف سیلاب باقی ہے برنگِ نہر وزن میں  
 ودیعتِ خانہ بیدار کاوشہاے مژگاں ہوں م لیکن نام شاہد ہے مرے ہر قطرہ خونِ تن میں  
 بیاں کس ہو غلط گسری میرے شبستان کی؟ م شب ہو، جو رکھ دیں پندہ دیواروں کے وزن میں  
 جوئے اس مہروش کے جلوہ تمثال کے گکے م پرافشاں جوہر آئینے میں، مثلِ ذرہ و وزن میں

۱۔ رخ = اسد آں  
 ۲۔ = دلوانجی ہائے جنوں  
 ۳۔ = ہوئی قاصد منع شوق دیدن خانہ ویرانی  
 ۴۔ = لکھیا خذہ نام صحنے بچہ  
 ۵۔ = یہ اشعار گل میں نہیں مگر میں موجود ہیں۔ شاید ۱۸۶۸ء تا ۱۸۷۰ء کسی وقت فکر کیے گئے ہوں گے  
 + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں اضافہ ہوا  
 \* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

○ ..... ۶۱۸۱۶

نہ جانوں نیکوں یاد ہوں پر صحبتِ مخالف ہے م جوکل ہوں تو ہوں گلشن میں جو گلشن میں  
ہزاروں دل دیے خوش جنونِ عشق نے مجھ کو م یہ ہو کر سویدا ہو گیا، ہر قطرہ خون، تن میں  
اسد، زندانیِ تاثیرِ الفت ہے خواباں ہوں م خمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوقِ گردن میں

خون در جگر نہفتہ، بہ زردی رسیدہ ہوں خود آستیانِ طائرِ رنگِ پریدہ ہوں  
ہے دستِ ردیہ سیرِ جہاں، بستنِ نظر پائے ہوں بدامنِ مژگاں کشیدہ ہوں  
میں چشمِ واکشادہ و گلشنِ نظر فریب لیکن غبت کہ شبنمِ فرشتہ دیدہ ہوں  
تسلیم سے یہ نالہ موزوں ہوا حصول اسے بے خبر، میں نغمہ چنگِ خمیدہ ہوں  
پیدا نہیں ہے اصلِ تگ و تازِ جستجو مانندِ موجِ آب، زبانِ بریدہ ہوں  
سر پر مرے وبالِ ہزار آرزو رہا یارب میں کس غریب کا بختِ مریدہ ہوں  
میں بے ہنر کہ جو ہر آئینہ تھا، غبت پائے نگاہِ خلق میں خارِ خلیدہ ہوں

میرا نیاز و غمِ غم ہے مفتِ بتاں اسد  
یعنی کہ بندہ بہ درم ناخیرہ ہوں

ہو دے عشق سے دمِ سرکشیدہ ہوں شامِ خیالِ زلف سے صبحِ دیدہ ہوں  
دورانِ سر سے گردشِ ساغر ہے متصل نچھائے جنوں میں دماغِ رسیدہ ہوں

عہ یہ اشعار پہلی بار گل میں درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

کی متصلِ ستارہ شماری میں عمر صرف تبسحِ اشک ہائے زمردِ گاہ چکیدہ ہوں  
ظاہر ہیں میری شکل سے افسوس کے نشان خارِ الم سے، پشتِ بندانِ گزیدہ ہوں  
ہوں گرمیِ نشاطِ تصور سے نغمہِ سنج میں عنایبِ گلشنِ نا آفریدہ ہوں  
دیتا ہوں کشتگاں کو سخن سے سر پیش مضرابِ تار ہائے گلوے بریدہ ہوں  
ہے جنبشِ زباں بدینِ سختِ ناگوار فونانہِ ہلاہلِ حسرتِ چشیدہ ہوں

جوں بوسے گل، ہوں گر چہ گراں بارِ شستِ زرد  
لیکن، اسد، بوقتِ گزشتنِ جریدہ ہوں

ہوئی ہیں آب، شرمِ کوششِ بجائے تدبیریں عرقِ ریشِ ہیں، موج کے مانندِ زنجیریں  
خیالِ ساوکی ہائے تصور، نقشِ حیرت ہے پرِ عقابِ رنگِ فتنہ سے کھینچی ہیں تصویریں  
زبیں ہر شمعِ یاں آئینہ حیرت پرستی ہے کرے ہیں غنچہ منقارِ طوطی نقشِ گل گیری  
پسندِ آہنگی ہستی و سعیِ نالہ فرسائی غبارِ کودہ ہیں، جوں دردِ شمعِ کشتہ تقریریں  
بجوئے سادہ لوحی، پنبہ گوشِ حریفان ہے وگرنہ خواب کی ہضم ہیں افسانے تقریریں

۱۔ خ = مانندِ ستارہ، دستِ بندان  
۲۔ = کھینچے ہے  
۳۔ = طازی  
۴۔ = درختی تار ہے فسونِ پنبہ درگوشی

○.....۶۸۱۶

بتان شوخ کی تمکین بعد از قتل کی حیرت      بیاض دیدہ پنجر پر کھینچے ہے تصویریں  
اسد، طرز عروج اضطراب دل کو کیا کہیے  
سمجھتا ہوں تپش کو الفت قاتل کی تاثیریں

بے دماغی، حیلہ جوئے ترک تنہائی نہیں      در نہ کیا موجِ نفسِ زنجیر سوائی نہیں؟  
وحشی تو کردہ نظارہ ہے، حیرت جسے      حلقہ زنجیر، جز چشمِ تماشائی نہیں  
قطرے کو جوشِ عرق کرتا ہے دریا و سنگا      جز حیا، پرکار سعی بے سرو پائی نہیں  
چشمِ زکس میں نمک بھرتی ہے شبنم سے بہا      فرصت نشوونما، سازِ شکیبائی نہیں  
کس کو دوں یارب حسابِ ناکِ ہائے دل؟      آدھ رفتِ نفسِ جز شعلہ پیمائی نہیں  
مت رکھو اے انجامِ غافل! سازِ مستی پر غور      چو ٹی کے پر، سرورِ بگِ خود آرائی نہیں  
سایہ افتادگی بالین و بستر ہوں اسد  
جوں صنوبر، دل سراپا قامت آرائی نہیں

ظاہر اسر پنجر افتادگان گیر انہیں      در نہ کیا حسرت کش دامنِ نقشِ پائیں

۱۔ رخ = رُسل آہنگاں      ۲۔ رخ = سمجھتے ہیں

۳۔ " = بوقی      ۴۔ " = مور کے پر ہیں

۵۔ " = دامن کی حسرت

○.....۶۸۱۶

آنکھیں پھرائی ہیں، نامحسوس ہے تارِ نگاہ      ہے زیں از بس کہ سنگیں جادہ بھی پیدا نہیں  
ہو چکے ہم جادہ ساں صدا قطع، اور پھر ہنوز  
ہو سکے ہے پردہ جوشیدنِ خونِ جگر  
ہو سکے کب کلفتِ دل مانعِ سیلانِ شک؟  
ہے طلسمِ دہریس، حدِ حشر یادِ اششِ غل  
آگہی غافلِ کرا لیکِ امروز بے فردا نہیں

بُسل اس تیغِ دوستی کا نہیں بچتا، اسد  
عافیتِ پیزار، فوقِ کعبتین اچھا نہیں

صنط سے مطلب، بحرِ وارستگی، دیگر نہیں      دامنِ تبتال، آبِ آئندہ سے تر نہیں  
ہے وطن سے باہر ازلِ دل کی قد و منزلت      عزتِ آبادِ صدف میں قیمتِ گوہر نہیں  
باعثِ ایذا ہے، برہم خوردنِ بزمِ سرور      لختِ لختِ شیشہ لبشکستہ، جز نشتر نہیں  
دلِ سیاہی مردک ہے، اور یاں دلِ شراب      مہِ حریفِ نازشیں، ہم چینی ساغر نہیں  
ہے فلک بالانشینِ فیضِ خمِ گردیدنی      عاجزی سے ظاہر رتبہ کوئی برتر نہیں

۱۔ رخ = دتا ہنوز      ۲۔ رخ = کم

۳۔ " = اے اسد ہے      ۴۔ " = ہوتے ہیں بے قدر و بیکچِ وطن صاحبِ دلاں

۵۔ " = شیشہ ریزہ غیر عرضِ شوخی نشتر نہیں

۶۔ " = دامنِ سیاہی ہے سوا مردک یاں داغ ہے

+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

دل کو اظہارِ سخن، اندازِ فتحِ الباب ہے یاں صریحاً غمِ غیر از اصطکاکِ در نہیں  
ہوئی ہے غیر کی شیریں بیانی، کارگرِ م عشق کا، اس کو گماں ہم نے بانوں پر نہیں  
کب تلک پھیرے اس لبِ ہائے فتنہ پر زباں؟  
تابِ عرضِ تشنگی، اے ساقی کوثر، نہیں

ضمانِ جادہ رویا ندن ہے خطِ جامِ نیشاں  
ہنیں ہے ضبطِ ہنرِ مشاطگی ہائے غمِ آرائی  
بہ گامِ تصورِ ساغرِ زلف سے پیتا ہوں  
نشانِ رشقیِ دل نہاں ہے تیوِ بختوں کا  
پریشانی، اسدِ و پروردہ ہے سامانِ جمعیت  
کہ ہے آبادیِ صحران، ہجومِ خسانہ بردوشاں

نہیں ہے بے سبب قطرے کو، کھل کو، ہر افردن  
مہِ نو سے ہے رہزنِ وارِ نعلِ وازگوں باندھا  
غمِ مضبوط سے بھی نشہ اظہار پیدا ہے  
خوابِ آبادِ غربت میں جت افسوسِ دیرانی  
گرہ ہے حسرتِ آبے بروے کار آمدن  
نہیں ممکن بکوالا ہائے گردوںِ دخلِ پے بردن  
تراوشِ شیرۂ انگوڑ کی ہے مفتِ افشردن  
گلِ از شاخِ دو را قنادہ ہے نزدیکِ پیرِ مردن

○ یہ شعر پہلی بار متقی قلیں درج ہوا

فغانِ و آہ سے حاصلِ بحرِ دردِ سرِ یاراں خوشا! غفلتِ آگاہاں نفسِ زردین و بدن  
درینا! بسنِ رختِ سفر سے ہو کے میں غافل رہا! مالِ حسرتِ ہائے فرسشِ بزمِ گسردن  
اسد ہے طبعِ مجبورِ تمتِ آفرینی ہا  
فغان! بے اختیاری و فریبِ آرزو خوردن

دیکھتے مت چشمِ کم سے سوئے ضبطِ افردگاں  
گرہِ تکلیفِ دلِ رنجیدہ ہے از بس کہ چرخ  
رنجشِ دلِ یک جہاں دیراں کمرِ گئی اے فلک  
ہاتھ پر ہو ہاتھ، تو درسِ تاسف ہی سہی  
جوں صدفِ پردہ میں دندانِ بکھر افشردگاں  
قرصِ کافوری ہے مہر، انہرِ سرِ ماخوردگاں  
دشتِ سماں ہے غبارِ خراطِ آرزو دگاں  
شوقِ مفتِ زندگی ہے اے بغفلتِ مردگاں  
خار سے گلِ سینہ افکارِ حفا ہے اے اسد  
برگِ ریزی ہے پرافشانی، نازکِ خوردگاں

سازشِ صلحِ بتاں میں ہے نہاں جنگیدن  
بس کہ شرمندہ بوسے خوشِ گلِ ریاں ہے  
ہے فروغِ رخِ افروختہ و خواباں سے  
نغمہ و جنگِ یں جوں تیر و کماں فہمیدن  
نہکت گل کو ہے غنچے میں نفسِ دزدیدن  
شعلہ شمع، پرافشان، بخود لرزیدن

۱- غ = تاہم جنبشِ فرسودنی  
۲- =

گلشنِ زخم کھلاتا ہے جگر میں، پیکان گرو غنچہ ہے سامانِ چمن بالبدن  
چمن دہریں ہوں سبزہ بیگانہ، اسد  
وایے! اے بے خودی و تہمتِ آرا میدان

صاف ہے ازبس کہ عکسِ گل سے، گلزارِ چمن جانشین جوہرِ آئینہ ہے خارِ چمن  
ہے نزاکت بس کہ فصلِ گل میں مہمارِ چمن قالبِ گل میں ڈھلی ہے خشتِ دیوارِ چمن  
بُرشکالِ گریہ عاشق ہے، دیکھا جاہیے م کھل گئی، ماندِ گل سو جاہیے دیوارِ چمن  
الفتِ گل سے غلط ہے، دعویٰ و دستگی م مرفیہ بادِ صفِ آزادی، گرفتارِ چمن  
تیری آرائش کا استقبال کرتی ہے بہار جوہرِ آئینہ ہے یاں نقشِ احضارِ چمن  
بس کہ پائی یار کی رنگیں ادائی سے شکست ہے، کلاہِ نازِ گل، بوطاقِ دیوارِ چمن  
وقت ہے، گزلبیل مسکین زلیخائی کرے یوسفِ گل جلوہ فرما ہے بہ بازارِ چمن  
دشتِ افزا گریہ ہا موقوفِ فصلِ گل، اسد  
چشمِ دریا بار ہے میرابِ سرکارِ چمن

منقار سے رکھتا ہوں، ہم چاکِ قفس کو تاگلِ زجگر زخم میں ہے راہِ نفس کو

۱۔ غ = اس موسم  
۲۔ غ = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

بیباک ہوں ازبس کہ بہ بازارِ محبت سمجھا ہوں زہ جوہرِ شمشیرِ عین کو  
رہنے دو گرفتار بہ زندانِ خموشی پھیڑونہ مجھ افسردہ دزدیدہ نفس کو  
پیدا ہوئے ہیں ہم الم آبادِ جہاں میں فرسودنِ پایے طلبِ دستِ ہوس کو  
نالایا ہو، اسد، تو بھی سیرِ راہ گزر پر  
کہتے ہیں کہ تاثیر ہے فریادِ ہوس کو

اگر وہ آفتِ نظارہ جلوہ گستر ہو ہلال، ناخنک دیدہ ہاے اختر ہو  
بہ یادِ قامت، اگر ہو بلند آتشِ غم ہر ایک داغِ جگر، آفتابِ محشر ہو  
ستمِ کشتی کا، کیا دل نے، حوصلہ پیدا اب اس سے ربط کروں جو بہت تمکد ہو  
عجب نہیں پئے تخریرِ حالِ گریہ چشم بروئے آبِ جواہر موجِ نقشِ مسطر ہو  
امید وار ہوں، تاثیرِ تلخِ کامی سے کہ قندِ بوسہ شیریں لبوں مکر ہو  
صدف کی، ہے ترے نقشِ قدم میں کیفیت  
سرسرشتِ چشمِ اسد، کیوں نہ اس میں گوہر ہو

۱۔ غ = کہ سطحِ آب پر  
۲۔ غ = اسد یہ گوشتِ چشمِ عنایت لے آقا  
کہ یہ سرشتِ چشمِ آفتادہ گوہر ہو  
\* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا



○ ..... ۱۸۱۹ء

بے درد، سر بہ سجده الفت فرو نہ ہو      جوں شمع، غوطہ داغ میں کھا، گرد و نہ ہو  
 دل دے کفِ تغافلِ ابرو سے یار میں      آئینہ ایسے طاق پہ گم کر کہ تو نہ ہو  
 زلفِ خیالِ نازک و اظہار بے قرار      یارب، بیانِ شانہ کش گفتگو نہ ہو  
 تمثالِ ناز، جلوہ نیزنگ اعتبار      ہستی عدم ہے، آئینہ گرد و نہ ہو  
 مژگانِ خلیہ رگ ابر بہار ہے      نشتر، بہ مغز، پنبہ مینا فرو نہ ہو  
 عرضِ نشاطِ دید ہے، مژگانِ انتظار      یارب کہ خسارِ پیر بن آرزو نہ ہو  
 داں پر نشانِ دامِ نظر ہوں جہاں، اسد  
 صبح بہار بھی، نفسِ رنگِ دیونہ ہو

خند سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو م      کہ چشمِ تنگ شاید کثرتِ نظار سے وا ہو  
 ہم بالینِ سنگِ گلِ صحرا پہ چاہے ہے      کہ تارِ جاوہ بھی کسار کو زنا ریتا ہو  
 حریفِ محبتِ نازِ نسیمِ عشق جب آؤں      کہ مثلِ غنچہ سازِ نگِ گلستانِ دل مہیا ہو

- ۱۔ غ = در  
 ۲۔ غ = سوپ  
 ۳۔ = کہ شوق  
 ۴۔ = جلوہ گر نقش اعتبار  
 ۵۔ = حسیہ جان ہے دل، عالم آبِ تماشا ہو  
 ۶۔ = کیفیت  
 ۷۔ =  
 ۸۔ = ح

○ ..... ۱۸۱۹ء

بجائے دانِ خرمین یک بیاباں بیفتہ قمری      مرا حاصل وہ ختم ہے کہ جس سے خاک پیدا ہو  
 کسے کیا سا پیش وہ شہیدِ دردِ آگاہی؟      جسے موعے مارغ بے خودی، خوابِ زلیخا ہو  
 بقدرِ حسرتِ دل چاہیے ذوقِ معاصی بھی م      بھروں یک گوشہ دامنِ گر آبِ بہتِ بیا ہو  
 وہ دل، جوں شمع، بہرِ عروتِ نظارِ لا محسوس      نگہ لبرِ زلفِ سینہ معمورِ تمنا ہو  
 اگر وہ سرو قد، گرم خرامِ ناز آ جاوے م      کفِ ہر خاکِ گلشنِ شکیلِ قمری نالہ فرسا ہو  
 نہ دیکھیں روئے یک دل سرو غیر از شمعِ کافوری  
 خدایا، اس قدر بنم اسد گرم تماشا ہو

مبادا! بے تکلفِ فصلِ کا برگِ و لقا کم ہو      مگر طوفانِ میں پیمیشِ موجِ صبا کم ہو  
 سببِ وارِ شکارِ کوئی تنگِ ہمت ہے، خداوند      اثرِ مری سے اور لیلِ عاشق سے صدم کم ہو  
 نہیں جزوِ تسکینِ کوششِ ہائے میدرواں      کہ موجِ گریہ میں صد خندہ دُعاں مٹا کم ہو  
 ہوئی ہے ناتوانی، بے مارغِ شوخیِ مطلب      فرو ہوتا ہے سرِ سجیدِ کیں لے ستِ عالم کم ہو

- ۱۔ غ = مجھے  
 ۲۔ = تماشا رخِ آگاہی  
 ۳۔ = جنونِ عیش ہے یارب سروشانِ آزادی  
 ۴۔ = کروں یک گوشہ دامنِ گر آبِ بہتِ بیا ہو  
 ۵۔ = یعنی  
 ۶۔ = اگر وہ سرو جانِ محبتِ خرامِ ابتزاز آوے  
 ۷۔ = خدایا! بنم غالب اس قدر گرم تماشا ہو  
 ۸۔ = جہیں میں در لباسِ سجده لے

تجھے ہم مفت دیوں یک جاں چین چین لیکن مبادائے ہیچیتاب طبع نقش مدعا گم ہو  
 بلاگردان تمکین بتاں، صد موجب گوہر عرق بھی جن کے عارض پر بہ تکلیف حیا گم ہو  
 اٹھائے کب جان شرم تہمت قتل عاشق کی کہ جس کے ہاتھ میں ماند ترخوں، رنگِ خاکم ہو  
 کریں خویاں جو سیرِ حسن، اسد، یک پردہ نازک تر  
 دم صبح قیامت، در گریبانِ قبا گم ہو

خشکی کے نئے لطف کی سے کدے کی آبرو کاسرہ در یوزہ ہے، پیمانہ دستِ سبو  
 بہر جاں پروردن یعقوب بال چاک سے وام لیتے ہیں، پر پرواز، پیرا ہن کی بو  
 گردِ ساحل ہے ہم شرم جبین آشنا گمر نہ باندھے قلم الفیت میں سرِ چاہے کدو  
 گرمی شوقِ طلب ہے عین تاپاکِصال غافلاں، آئینہ داں ہے، نقشِ پایے جستجو  
 رہن خاموشی میں ہے، آرایشِ بزمِصال ہے پر پروازِ رنگِ رفتہ خوں، گفتگو  
 ہے تماشا، حیرتِ آبادِ تغافل ہائے شوق یک رگ خواب و سرِ سرخوشِ خونِ آرزو

خوے شرمِ سر و بازی، ہے سبیلِ خانماں  
 ہے، اسد نقصان میں مفت اور صاحبِ سرِ لہو

۱۔ رخ = سے کاسرہ در یوزگی ہے جامِ بروستِ سبو

۲۔ = لیتی ہے

اشکِ چکیدہ، رنگِ پریدہ ہر طرح ہوں میں از خود رسیدہ  
 گو، یاد مجھ کو کرتے ہیں خویاں لیکن لسانِ دردِ کشیدہ  
 ہے رشتہ جاں فطرت کشش سے مانند نبضِ دستِ بریدہ  
 لڑنا ہے، افسوس! موئے خمِ زلف ہے شانہ یکسر دستِ گزیدہ  
 خالِ سیاہ رنگیں رُخاں سے ہے داغِ لالہ درخوںِ طپیدہ  
 جوشِ جنوں سے جوں کسوتِ گل مترابہ پاہوں، جیبِ دریدہ

یارو، اسد کا نام و نشان کیا؟  
 بیدل، فقیرِ آفت رسیدہ

خوشا! طوطی و گنجِ آشیانہ نہاں در زیرِ بالِ آئینہ خانہ  
 سرشکِ بر زمیں اُنتادہ آسا اٹھایاں سے نہ میرا آب و دانہ  
 حریفِ عرضِ سوزِ دل نہیں ہے زباں ہر چند ہو جسا دے زبانہ  
 دلِ نالاں سے ہے بے پردہ پیدا نوائے بر ربط و چنگ و چغانہ  
 کرے کیا دعویٰ آزادیِ عشق گرفتارِ الم ہائے زمانہ

اسد، اندیشہ ششدر شدن ہے

نہ پھر یہ مہرہ ساں خانہ کجانی

○ ..... ۶۱۸۱۶

رفتار سے شیرازہ اجڑاے قدم باندھ  
ایک آبلے بھلے پے صحرائے عدم باندھ  
بیکاری تسلیم، بہر رنگِ حمن ہے  
گر خاک ہو گدستہ نقشِ قدم باندھ  
اے جاکے، بسرِ رشتہ یک ریشہ ویدن  
شیرازہ صد آبلہ جوں سبجہ، بہم باندھ  
حیرت، حدِ اقلیم تنہا ہے پری ہے  
آئینے پہ آئینِ گلستانِ ارم باندھ  
پامردیک انداز نہیں قامتِ ہستی  
طاقت اگر اعجاز کرے تہمتِ خم باندھ  
دیباچہ و محنت ہے، اسدِ شکوہ خواں  
خوں کر دلِ اندیشہ و مضمونِ ستم باندھ

خلق ہے صفحہ عبرت سے سبق ناخواندہ  
در نہ ہے چرخِ وز میں، ایک ورقِ گردانہ  
دیکھ کر بادہ پرستوں کی دل افسردگیاں  
موج کے مثلِ خطِ جام ہے برجامانہ  
خواہشِ دل ہے زباں کو سببِ گفتِ بیاں  
ہے، سخن، گردِ زردمانِ صنمیر افشانہ  
کوئی آگاہ نہیں باطنِ ہم دیگر سے  
ہے ہر اک فردِ جہاں میں ورقِ ناخواندہ  
حیف! بے حاصلی اہلِ ریاء پر غالب  
یعنی ہیں ماندہ ازاں سودا زیں سودانہ

- ۱۔ رخ = آبلہ  
۲۔ " = حادہ  
۳۔ " = تالاف  
۴۔ " = مے گردے میں زرد افسردگی بادہ کشاں  
۵۔ " = اے اسدِ ولے بے حاصلی تو اہلِ ہوساں  
۶۔ " = ہرزہ

○ ..... ۶۱۸۱۶

بس کہ مے پیتے ہیں، اربابِ فنا پوشیدہ  
خطِ پیمانہ مے، ہے نفسِ دزدیدہ  
بر غرورِ طرحِ قامت و رعنائی سرو  
طوق، ہے گردنِ قمری میں رگِ بالیدہ  
کی ہے و اہلِ جہاں نے بگلستانِ جہاں  
چشمِ غفلت نظرِ شبنمِ خور نادیدہ  
اے دریغا! کہ نہیں طبعِ نزاکتِ سماں  
ور نہ کانٹے میں ٹپکے ہے سخنِ سنجیدہ  
یاسِ آئینہ پیدائی استغنا ہے  
ناامیدی ہے پرستارِ دلِ رنجیدہ  
واسطے فکرِ مضامینِ متین کے، غالب  
چاہیے خاطرِ جمع و دلِ آرامیدہ

از مہر تابہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ م  
طوطی کو، شش جہت سے، مقابل ہے آئینہ  
حیرت، ہجومِ لذتِ غلطانی تپش  
سیمابِ بالش و کمرِ دل ہے آئینہ  
غفلت، بہ بالِ جوہرِ شمشیرِ پر نشان  
یاں پشتِ چشمِ شوخیِ قابل ہے آئینہ  
حیرت نگاہِ برق، تماشا بہارِ شوخ  
در پردہ ہوا پر بسمل ہے آئینہ  
یاں رہ گئے ہیں ناخنِ تدبیرِ ٹوٹ کر  
جوہرِ طلسمِ عقدہ مشکل ہے آئینہ

- ۱۔ رخ = بس کہ مے پینے لگے بادہ کشاں پوشیدہ  
۲۔ " = اے اسدِ بہرِ رم آموختنی ہا سے تپش  
۳۔ " = در کسوت  
\* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

ہم زانوے تامل و ہم جلوہ گاہ گل آئینہ بندِ خلوت و محفل ہے آئینہ  
دل کار گاہِ فکر و اسد بے لوائے دل  
یاں سنگِ آستانہ بیدل ہے آئینہ

بوشِ دل ہے مجھ سے حسنِ فطرت بیدل نہ پوچھ  
قطرے سے میخانہ دریا ہے بے ساحل نہ پوچھ  
پہن گشتن ہلے دل، بزمِ نشاطِ گردباد  
لذتِ عرضِ کشارِ عقدہ مشکل نہ پوچھ  
آبد، پیمانہ اندازہ تشویشِ تنہا  
لے دماغِ نارسا، خم خانہ منزل نہ پوچھ  
نئے صبا بالِ پری، نئے شعلہ سامانِ جنوں  
شمع سے جزِ عرضِ افسون گداز دل نہ پوچھ  
یک مژہ بزمِ زونِ حشر و دو عالم فتنہ ہے  
یاں سراغِ عافیت، جزوِ دیدہ بے لیل نہ پوچھ  
بزم ہے یک پنبہ مینا، گدازِ ربط سے  
عیشِ کرغافل، حجابِ نشہ محفل نہ پوچھ  
تا تخلصِ جامہ مشغرفی ارزانی، اسد  
شاعری جز سازِ درویشی نہیں حاصل نہ پوچھ

جزوِ دل سراغِ در و بدلِ خفنگان نہ پوچھ  
آئینہ عرضِ کر، خط و خیالِ بیاں نہ پوچھ  
پروازِ یک تبِ غمِ تسخیرِ نالہ ہے  
گرمیِ نبضِ خار و خسِ آشیان نہ پوچھ

۲۔ غ = قطرہ

۱۔ غ = نشہ ہے  
۳۔ = حرزِ عافیت

ہے سبزہ زار، سہر و دیوارِ غم کدہ م  
جس کی بہار یہ ہو، پھر اس کی خزاں نہ پوچھ  
ہندوستان سایہ گلِ پائے تخت تھا  
جاہ و جلالِ عہد وصالِ بتاں نہ پوچھ  
تو مشقِ ناز کر، دل پروانہ ہے بہار  
بے تابی تجلیِ آتشِ بجاں نہ پوچھ  
غفلتِ متاعِ کفہِ میزانِ عدل ہوں  
یارب، حسابِ سختی خوابِ گراں نہ پوچھ  
ہر داغِ تازہ یک دلِ داغِ انتظار ہے  
عرضِ فضاے سیدہ دروِ امتحاں نہ پوچھ  
ناچارِ بیکسی کی بھی حسرت اٹھائیے م  
دشواری رہ و ستم ہر ماں نہ پوچھ  
کہتا تھا کل وہ محرمِ راز اپنے سے کہ آہ  
دردِ جدائی اسد الشداخاں نہ پوچھ

ضبط سے جوں مروک اپنہ اقامت گیر ہے  
مجرمِ بزمِ فسردن، دیدہ پنچیر ہے  
آشیانِ بندِ بہارِ عیش ہوں ہنگامِ قتل  
یاں پر پروازِ رنگِ رفتہ، بالِ تیر ہے  
ہے جہاں فکرِ کشیدن ہائے نقشِ گویے یار  
بانتابِ ہالہ پیرا، گردہ تصویر ہے  
وقتِ حسنِ افروزی زینتِ طرازاں چلے گل  
ہر نہالِ شمع میں اک غنچہ گل گیر ہے

۱۔ غ = نازِ بہارِ رفتہ  
۲۔ غ = غرض  
۳۔ غ = ہیں  
۴۔ = ہے  
۵۔ = ضبط سے  
۶۔ = از نہالِ شمع پیدا غنچہ  
۷۔ = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا  
۸۔ = یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

ہم زلفے تامل و ہم جلوہ گاہ گل آئینہ بند خلوت و محفل ہے آئینہ  
دل کار گاہ و سر و اسد بے لولے دل  
یاں سنگ آستانہ بیدل ہے آئینہ

بوش دل ہے مجھ سے حسن فطرت بیدل نہ پوچھ  
پہن گشتن ہلے دل، بزم نشاط گرد باد  
آبلہ، پیمانہ اندازہ تشویش تھا  
نئے صبا بال پری، نئے شعلہ سامان جنوں  
یک مژہ بزم زدن ہشرد و عالم فتنہ ہے  
بزم ہے یک پنہ مینا، گداڑ ربط سے  
تا تخلص جائے شکر فی ارزانی، اسد  
شاعری جز ساز و روشی نہیں، حاصل نہ پوچھ

جز دل سراغ و رو بدل خفتگان نہ پوچھ  
پرواز، یک تب غم تسخیر نالہ ہے  
آئینہ عرض کر، خط و خال بیاں نہ پوچھ  
گرچی نبض خار و خسِ آشیاں نہ پوچھ

۲۔ غ = قطرہ

۱۔ غ = نشہ ہے  
۳۔ = ترز عافیت

ہے سبزہ زار، سہرورد و دیوار غم کدہ م  
ہندوستان سایہ گل پائے تخت تھا  
تو مشق ناز کر، دل پروانہ ہے بہار  
غفلت متاع کفہ میزانِ عدل ہوں  
ہر داغ تازہ یک دل داغ انتظار ہے  
ناچار بیکی کی بھی حسرت اٹھائیے م  
کہتا تھا کل وہ محرم راز اپنے سے کہ آہ  
دردِ جدائی اسد الشداخاں نہ پوچھ

۵۔ ضبط سے جوں مروک اپنہ اقامت گیر ہے  
آشیاں بند بہار عیش ہوں ہنگام قتل  
ہے جہاں فکر کشیدن ہائے نقشِ گدے بار  
وقتِ حسن افروزی زینت طرازاں جالے گل  
مجرم بزمِ فسرون، دیدہ پنچیر ہے  
یاں پر پرواز رنگِ رفتہ، بال تیر ہے  
ماہتابِ ہالہ پیرا، گردہ تصویر ہے  
ہر نہال شمع میں اک غنچہ گل گیر ہے

۱۔ غ = ناز بہار رفتہ  
۲۔ غ = کہتا تھا کل وہ نامہ رساں سے بسوز دل  
۳۔ غ = ضبط سے اپنہ جوں مردم اقامت گیر ہے  
۴۔ غ = از نہال شمع پیدا غنچہ  
۵۔ = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں اضافہ کیا گیا  
۶۔ = یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ..... ۱۸۱۶ء

گریے سے بندِ محبت میں ہوئی نام آوری      لختِ لختِ دل، نیکنِ خانہ ذخیر ہے  
ریزشِ خونِ وفا ہے، جبرِ نوشی ہاے یار      یاں لگوئے شیشہ کے، قبضہ شمشیر ہے  
جو بشارِ غمِ پیرِ غزلتِ دل تھا، اند  
وصل میں وہ سوزِ شمعِ مجلسِ تقریر ہے

کرے ہے ہر واں سے خطرِ راہِ عشقِ جلا دی      ہوا ہے موجِ ریگِ رواں شمشیرِ فلا دی  
نظر بندِ تصور ہے قفس میں لطفِ آزادی      شکستِ آرزو کے رنگِ کرتا ہوں یتادی  
کے ہے حسنِ دیراں کا رُخِ سادہ ویاں پر      غبارِ خط سے تعمیرِ بنائے خسانہ بریادی  
چنارِ اساعدم سے بادلِ پُرا تاش آیا ہوں      تہی آغوشِ دشتِ تنہا کا ہوں فریادی  
اسد، از بس کہ فوجِ دروغم سرگرمِ جولان ہے  
غبارِ راہِ دیرانی ہے ملکِ دل کی آبادی

یہ سرِ لُشت میں میری ہے، اشک افشانی      کہ موجِ آب ہے، ہر ایک چینِ پیشانی  
جنونِ وحشت، ہستی یہ عام ہے کہ بہار      لکھے ہے کسوتِ طاؤس میں پُر افشانی

۱۔ رخ =  
۲۔ " = ریزشِ خون ہے سراسر  
۳۔ " = خط

○ ..... ۱۸۱۶ء

لبِ نگار میں آئینہ دیکھ، آبِ حیات      بہ مورتیِ سکندر ہے موجِ حیرانی  
نظرِ بغفلتِ اہلِ جہاں ہوا ظاہر      کہ عیدِ خلق پہ حیراں ہے چشمِ قربانی  
کہوں وہ مصرعِ جہستہ و صفِ قلمت میں      کہ سروِ ہونہ سکے اُس کا مصرعِ ثنائی  
اسد نے کثرتِ دل ہائے خلق سے جانا  
کہ زلفِ یار ہے مجموعہ پریشانی

ہے آریدگی میں نکویش، بحا مجھے م      صبحِ وطن ہے خندہ دندانِ مناجھے  
ہے بیچِ تابِ رشتہ شمعِ سحر گہی      خجلتِ گدازیِ نفسِ نارسا مجھے  
واں رنگِ ہا بہ پُردہ تدبیر ہیں ہنوز      یاں شعلہ چراغ ہے، برگِ جنا مجھے  
دھونڈھ ہے اُس مٹنی آتشِ نفسِ کو، جی م      جس کی صدا، ہو جلوہ برقِ فنا مجھے  
مستانہ طے کروں ہوں رہِ وادیِ خیال م      تابا زگشت سے نہ رہے مدعا مجھے  
پروازِ با، نیلِ تماشا ہے حسنِ ددرت      بالِ کشادہ ہے، نگہِ آشنا مجھے  
کرتا ہے، بس کہ باغ میں تو بے حجابیاں م      آنے لگی ہے نہکتِ گل سے حیا مجھے  
از خود گزشتگی میں خموشی پہ حرف ہے      موجِ غبارِ سرمہ ہوئی ہے صدا مجھے

۱۔ رخ = لکھوں  
۲۔ " = " = ہفتہ  
۳۔ " = یہ اشعار پہلی بار متن و تا میں درج ہوئے

کھلتا کھسی پر کیوں مرے دل کا معاملہ؟ م شعروں کے انتخاب نے سوا کیا مجھے  
 تاج پست فطرتی طبع آرزو؟ یارب ملے بلندی دست دعا مجھے  
 یاں آب و دانہ موسم گل میں تسلیم ہے نثار و انگستہ ہے، موج صبا مجھے  
 یک بار امتحان ہوس بھی ضرور ہے اے جوش عشق، بادہ مرد آزا مجھے  
 میں نے جنوں سے کی جو اسد التماس رنگ  
 خون جگر میں ایک ہی غوطہ دیا مجھے

ہر رنگ سوز، پردہ یک ساز ہے مجھے بال سمندر، آئینہ ناز ہے مجھے  
 طاؤس خاک حسن نظر باز ہے مجھے ہر ذرہ، چشمک نگہ ناز ہے مجھے  
 آغوش گل ہے آئینہ ذرہ ذرہ خاک عرض بہار، جو ہر پرواز ہے مجھے  
 بے بوے گل غریب تسلی گر وطن ہر جزو اشیاء پر پرواز ہے مجھے  
 ہے جلوہ خیال، سویدائے مردک جوں داغ، شعلہ سرخط آواز ہے مجھے  
 وحشت بہار نشہ و گل ساغر شراب چہنم پری شفق کدہ راز ہے مجھے  
 فکر سخن، بہانہ پرواز خامشی دود چراغ، سرمہ آواز ہے مجھے

۱۔ رخ = کسو  
 ۲۔ = تاج پست حوصلگی ہائے طبع خام  
 ۳۔ = اے آرزو بلند دست دعا مجھے  
 ۴۔ = ہے مست امتحان ہوس طینتی اسد  
 \* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

ہے خام فیض بیعت بیدل بکف اسد یک نیستاں تسلیم رواج باز ہے مجھے  
 کہوں کیا گرم جوشی نے کشی میں شعلہ زیاں کی کہ شمع خانہ دل آتش مے سے فروزاں کی  
 سیاہی جیسے گر جاوے دم تحریر کاغذ پر م مری قسمت میں یوں تصویر ہے شبائے بحر کی  
 بد زلف مہ نشان رہتی ہے شب بیدار ظاہر ہے زبان شانہ سے تعمیر صد خواب پریشاں کی  
 ہمیشہ مجھ کو طفلی میں بھی مشق تیرہ روزی تھی سیاہی ہے مرے ایام میں، لوح دبستاں کی  
 دریغ! او سحر گر کار باد صبح کرتی ہے کہ ہوتی ہے زیادہ، سر مہری شمع زیاں کی  
 مجھے اپنے جنوں کی تے تکلف پردہ داری تھی ویکین کیا کروں آوے جو رسوائی گریباں کی  
 ہر نیر کیا ہے میں نے، حیرت آزمائی میں کہ جو ہر آئینے کا، ہر بلیک ہے چہنم حیراں کی  
 خدا یا، کس قدر اہل نظر نے خاک چھانی ہے کہ ہیں صد خیر جنوں غریباں و یواریں گلستاں کی  
 ہوا شرم ہمیدستی سے وہ بھی سرنگوں آثر بس اے خم جگر اب کھلی شورش نمکداں کی

بیاد گرمی صحبت، برنگ شعلہ دکھ ہے  
 چھپاؤں کیونکے غالب، سوزشیں داغ نمایاں کی

جنوں بہت کش تکیں نہ ہو، گر شادمانی کی م نمک پاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی

۱۔ رخ = آئینہ  
 + یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا  
 \* یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

کشاکش ہائے ہستی سے کمرے کی سعی آزادی م ہونی ذخیرہ موج آب کو فرصت روانی کی  
 نہ کھینچا اے دستِ سعیِ نارسا زلفِ تنہا کو پریشاں تہے سے حاتم سے مدیر مانی کی  
 کماں ہم بھی رگ پے رکھتے ہیں انصاف بہتر ہے نہ کھینچے طاقتِ خمیازہ تہمتِ نالوانی کی  
 تکلف برطرف فرما دواتی سبک دستی خیال آسان تھا لیکن خوابِ غریب نے گرانی کی  
 پس از مردن بھی دیوانہ زیارت گاہِ طفلان م فرار رنگ نے تربت پہ میری کشفشانی کی

اسد کو لورے میں دھر کے بھونکا موجِ ہستی نے  
 فقیری میں بھی باقی ہے، شرارتِ لوتوانی کی

نکوش ہے سزا فریادی بیدار دلبر کی م مبادا خندہ دندان نما ہو، صبحِ محشر کی  
 رگِ لیلیٰ کو خاکِ شستِ محضوں ریشگی بخشنے م اگر بوجے بجائے طنہ دہقان لولہ نشتر کی  
 مژدہ مانگتے ہیں عاریت اہل ہوس شاید یہ جایا جاتے ہیں آج دعوت میں سمنہ کی  
 پر پروانہ شاید بادبانِ کشتی کے تھا م ہوئی مجلس کی گرمی سے طانی دودِ ساغر کی  
 گزوں بیدار ذوقِ پریشانی عرض کیا قدرت! م کہ طاقت اڑ گئی اُڑنے سے پہلے میرے شہر کی  
 غورِ لطفِ ساقی نشہ عجبے باکی مستان م ہم دالانِ عصیاں سے طراوتِ موج کو تڑکی

۱۔ رخ = نہ کھینچے دست

۲۔ = واظف اسبک

۳۔ = گرمی مجلس

+ یہ اشار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

کہاں تک وٹس کے خیمے کی پچھے قیامت! م مری قیمت میں یارب کیا نہ تھی دیوارِ پتھر کی؟  
 تھکا جب قطرہ بے دست دیا بالادین سے زہرِ یادگاری ہاگرہ دیتا ہے گم کر کی  
 بجز دیوانگی ہوتا نہ انجامِ خود آرائی اگر پیدا نہ کرتا آئینہ زنجیرِ جوہر کی  
 اسد، جز آبِ بخشیدن ز دریا خضر کو کیا تھا!  
 ڈبو تا چشمہ حیواں میں، گر کشتی سکندر کی

آنکھوں میں انتظار سے جاں پرشتاب ہے آتا ہے آ، وگر نہ یہ پادرِ رکاب ہے  
 حیراں ہوں، دامنِ مژہ کیوں بھارتا نہیں خطِ صفحہ عذار پہ گردِ کتاب ہے  
 جوں نخلِ ماتم، ابر سے مطلب نہیں مجھے رنگِ سیاہ نیل، غبارِ سحاب ہے  
 ممکن نہیں کہ ہودلِ خواباں میں کارگر تاثیرِ جستنِ اشک سے نقشِ بَرآب ہے  
 ظاہر ہے طرزِ قید سے، صیاد کی غرض جو دانہ دام میں ہے سوا اشکِ کباب ہے  
 بے چشمِ دل نہ کر ہوس سیرِ لالہ زار یعنی یہ ہر ورق، ورقِ انتخاب ہے  
 دیکھ اے اسد، بہ دیدہ باطن کہ ظاہر ا  
 ہر ایک ذرہ غیرتِ صدا قناب ہے

۱۔ رخ = سرشک

+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

\* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا



بے خود، ز بس کہ خاطر بے تاب ہو گئی  
موج تبسم لب آلودہ مسی  
رخسار یار کی جو کھلی جلوہ گسری  
بیاد انتظار کی طاقت نہ لاسکی  
غالب، ز بس کہ سوکھ گئے چشم کیں شرشک  
آنسو کی بوند گوہر نایاب ہو گئی

بھوم غم سے یاں تک سرخوئی مجھ کو حاصل ہے م  
ہوا ہے مانع عاشق نوازی، ناز خود بینی  
پیکل اشک، لخت لہ ہے امن گیر ترکان  
نکلتی ہے تنش میں بسملوں کی برق کی شوخی  
بہا ہے یاں تک اشکوں میں غبارِ کلفت خاطر  
کرتارِ دامن و تارِ نظر میں فرق شکل ہے

- ۱- غ = واکشادہ ۲- غ = تبسم از لب ۳- غ = آئینہ دارِ تیغ  
۴- = رخسارِ صاف نے خود دیے جلوہ ہائے نور  
زلف پری وصال شبِ مہتاب ہو گئی  
۵- = یک لمحہ ۶- غ = اشک چشم میں ۷- غ =  
۸- = ز بس دل میں ۹- غ = انداز

رفوے غم سے مطلب ہے لذتِ خم سوزن کی م  
چٹکنا غنچہ نگل کا، صدائے خندہ دل ہے م  
جنوں سوائی و استسکی؟ زنجیر بہتر ہے  
خوشا! خود بینی و تدبیرِ غفلت تقدیرِ اندیشہ  
کمالِ حسن اگر موقوف اندازِ تغافل ہو  
دل آگاہ تسکینِ خیرِ بیداری نہ ہو یارب!  
خدایا، چشم تامل در دہے، افسون آگاہی  
درون جوہر آئینہ، ہوں برگِ جناخوں ہے

تمنا ہے، اسد، قتلِ رقیب اور شکر کا سجدہ  
دعا ہے دل، بہ محرابِ غم شمشیر بہتر ہے

مرہ پہلوئے چشم، اے جلوہ اداک باقی ہے  
چمن میں کچھ نہ چھوڑا تو نے غیر از بیضہ قمری  
ہوا وہ شعاعِ دلغ، اور شوخیِ خاشاک باقی ہے  
عدم میں بہر فرقِ مرد و خفاک باقی ہے

- ۱- غ = دل تنگی ۲- = تعمیر ۳- = یہ شعر پہلی بار حاشیہ میں بڑھایا گیا  
۴- = یہ شعر پہلی بار متن قایم درج ہوا

گردِ سخی بنشِ رشتِ خوشِ نقشِ خود کامی      سرِ با شبنم آئیں، یک نگاہ پاک باقی ہے  
 ہوا ترکِ لباسِ زعفرانی دکھنا، لیکن      ہنوز آفتِ نسبِ یک خندہ یعنی چاک باقی ہے  
 چمن زارِ تمنا ہو گئی صرفِ خزاں، لیکن      بہارِ نیم رنگِ آہِ حرمتِ ناک باقی ہے  
 نہ حیرتِ چشمِ ساقی کی، نہ صحبتِ دورِ ساغر کی  
 مری محفل میں، غالب، گردشِ افلاک باقی ہے

خوشیوں میں "تماشا ادا" نکلتی ہے      نگاہ، دل سے تیسے سرِ سرِ نکلتی ہے  
 یہ حلقہ خمِ گیسو ہے راستی آموز      وہاں مارے گویا صبا نکلتی ہے  
 بد رنگِ شیشہ ہوں یک گوشہ دلِ خالی      کبھی پری مری خلوت میں آنکلی ہے  
 فشارِ تنگی خلوت سے بنتی ہے شبنم      صبا ہو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے  
 نہ پوچھ سینہ عاشق سے اب تیغِ نگاہ      کہ زخمِ روزِ در سے ہوا نکلتی ہے  
 بہارِ شوق و چمن تنگِ رنگِ گلِ چسپ      نسیمِ باغ سے پا درِ حنا نکلتی ہے  
 اسد کو حسرتِ عرضِ نیاز تھی دمِ قتل  
 ہنوز، یک سخنِ بے صدا نکلتی ہے

- ۱۔ غ = دردِ خزاں پیچیدہ ہے لیکن  
 ۲۔ " = آتی  
 ۳۔ " = غنچہ کی خلوت میں

زبس کہ منشِ تماشا، جنوں علامت ہے      کشتا دو لبستِ مژرہ، سیلیِ ندامت ہے  
 نہ جالوں کیونکہ مٹے داغِ طعنِ بدِ عہدی      تجھے کہ آنتہ بھی درِ طہِ ملامت ہے  
 بڑے بچا و تاب ہوں، سلکِ عافیتِ مت لوڑ      نگاہِ عجز، سرِ رشتہ سلامت ہے  
 وفا مقابلِ وعدوئے عشقِ بے بنیاد      جنوںِ ساختہ و فصلِ گلِ قیامت ہے  
 اسد، بہارِ تماشاے گلستانِ حیات  
 وصالِ لالہِ غزلانِ سر و قامت ہے

ترجیس رکھتی ہے، شرمِ قطرہ سامانی مجھے      موجِ گردابِ حیا ہے، چینِ پیشانی مجھے  
 شبنم آسا کو مجالِ سبجہ گردانی مجھے؟      ہے، شمعِ مہر، زُنا رِ سیلانی مجھے  
 بلبَلِ تصویر ہوں بے تابِ اظہارِ تپش      جنبشِ نالِ تلم، بوشِ پرافشانی مجھے  
 ضبطِ سوزِ دل ہے دجیرِ حیرتِ اظہارِ حال      داغ ہے مہرِ دین، ہوں چشمِ قربانی مجھے  
 فوخ، ہے شلِ حجابِ از خویشِ بیرون آمدن      ہے گریباں گیرِ فرصتِ ذوقِ عریانی مجھے  
 واکِ ہرگز نہ میرِ عقدہ تارِ نفس      ناخنِ بریدہ ہے تیغِ صفائی مجھے  
 ہوں، ہیولا سے دو عالم صورتِ تقریرِ اسد  
 منکرے سوئی خوشی کی گریبانی مجھے

- ۱۔ غ = پیچیدہ      ۲۔ غ = خفتہ  
 ۳۔ غ = صرقتے لے ضبط سوزشِ حیرت  
 ۴۔ " = پونست      ۵۔ " = ظالم

○ ..... ۱۸۱۶ء

ہم زباں آیا نظر کس سخن میں تو مجھے مروت ہے طوطی آئینہ زانو مجھے  
 باعث دامن دنگی ہے عمر فرصت جو مجھے کر دیا ہے پایہ زنجیر رم آہو مجھے  
 پایہ دامن ہو رہا ہوں بس کہ میں صحرانورد م خار پا میں جو ہر آئینہ زانو مجھے  
 خاک فرصت بر سر ذوق فنا لے انتظار ہے غبارِ شیشہ ساعتِ رم آہو مجھے  
 یادِ مژگاں میں بد نشتر زارِ سوداے خیال چاہیے وقتِ تیش یک دست صد پہلو مجھے  
 دیکھنا حالت مرے دل کی، ہم آغوشی کے وقت مے نگاہ آشنا، تیرا سر ہر مو مجھے  
 کثرتِ جو رستم سے ہو گیا ہوں بے دماغ خوب رویوں نے بنایا عاقبت بد خو مجھے  
 ہوں سراپا سازِ آنک شکایت کچھ نہ پوچھ م ہے ہی بہتر کہ لوگوں میں نہ پھیرے تو مجھے  
 اضطرابِ عمر بے طلب نہیں آنو، کہ ہے جستجو ہے فرصتِ ربطِ سر زانو مجھے  
 چاہیے دریاںِ شیشہ بھی تیغِ ناز سے مرہم زنگار ہے وہ وسمۂ ابرو مجھے  
 فرصتِ آرامِ غش ہستی ہے بحرِ عدم ہے شکستِ نگارِ مکانِ گردشِ پہلو مجھے  
 سازِ ابماے فنا ہے عالمِ پیری، اسد  
 قامتِ خم سے ہے حاصلِ شوخی ابرو مجھے

۱۔ نخ = صحراے  
 ۲۔ نخ = اسد! آخر کیل  
 ۳۔ " = سرو زانو  
 ۴۔ " = یار  
 ۵۔ " = محو  
 ۶۔ " = فرصت  
 \* یہ اشعار پہلی بار متن قی میں درج ہوئے

○ ..... ۱۸۱۶ء

یاد ہے شادی میں مجھے ہنگامہ یارب مجھے م سُبْحَ زاہد سوا ہے، خندہ زیر لب مجھے  
 ہے کشادِ خاطر وابستہ، در رہن سخن م تھا طلسمِ قفلِ ابجد، خسانہِ مکتب مجھے  
 یارب! اس اشفتگی کی داؤ کس سے چاہیے؟ م رشکِ آسائش پہ ہے زندانیوں کی لب مجھے  
 صبحِ ناپید ہے کلفتِ خانہ اِدار میں توڑنا ہوتا ہے رنگِ یک نفس ہر شب مجھے  
 شوقِ طالع سے ہوں ذوقِ معاصی میں سیر نامہ اعمال ہے، تاریکی کو کب مجھے  
 دردِ ناپیدا ہے جاہِ تہمتِ دارِ ستگی پردہ دارِ یادگی ہے، دعوتِ مشرب مجھے  
 طبع ہے مشتاقِ لذت ہائے حسرت کیا کروں! م آرزو سے ہے اشکستِ آرزو، مطلب مجھے  
 دل لگا کر آپ بھی غالب، بھی سے ہو گئے م عشق سے آتے تھے مانع، میرزا صاحب مجھے

کاوشِ دزدِ حنا پوشیدہ افسوں ہے مجھے ناخنِ انگشتِ خوباں، نعلِ داڑوں ہے مجھے  
 ریشہ شہرتِ دوانیدن ہے، رفتنِ زیرِ خاک غنجرِ جلاد، برگِ بی مجھوں ہے مجھے  
 ستاؤ! دے ایک ہی ساغریں سب کوئے کہ آج آرزو ہے بوسہ لب ہائے مے گوں ہے مجھے  
 ہو گئے! ہم دگر، جوشِ پریشانی سے، جمع گردشِ جامِ تمنا، دورِ گردوں ہے مجھے  
 دیکھ کی جوشِ جوانی کی ترقی بھی کہ اب بدگر کے مانند، کاش روز افزوں ہے مجھے  
 غنچگی ہے، بر نفسِ پچیدنِ فکر اے اسد دانشمندی ہائے دل در رہن مضمون ہے مجھے

۱۔ نخ = عقدِ نالہ  
 ۲۔ نخ = صحت اے آغاز و انجامِ سیرِ شامِ شباب  
 ۳۔ " = یہ اشعار پہلی بار متن قی میں درج ہوئے  
 ۴۔ نخ = ماہ

دیکھ تری غمے گرم، دل بہ پیش رام ہے طائر سیاب کو، شعلہ رگ دام ہے  
 شوقی چشم حبیب، فتنہ آیام ہے قسمتِ نجاتِ رقیب، گردشِ صبحام ہے  
 جلوہ بینش پناہ، بخت ہے ذوقِ نگاہ کعبہ پوششِ سیاہ، مردکِ احرام ہے  
 گو نفس وچہ غبار، جزا آشکار در پیشِ آبادِ شوق، سرمہ، صدا نام ہے  
 غفلتِ افسردگی، تہمتِ تمکین نہ ہو لے ہمہ خوابِ گراں، تو صلہ بدنام ہے  
 بزمِ وداعِ نظر، یا سطرِ نامہ بر فرصتِ رقصِ شرر، بوسہ بہ پیغام ہے  
 گریہ طوفانِ رکاب، نالہ محشرِ عنان  
 بے سرو سامانِ اسد، فتنہ سرا انجام ہے

بس کہ سوداے خیال زلف و حشت ناک ہے تادلِ شب، آبوی شانہ آسا، چاک ہے  
 یاں، فلاخنِ باز، کس کا نالہ بے باک ہے؟ جادہ، نا کہ سارِ مومے چینی افلاک ہے  
 ہے دو عالم صیدِ اندازِ شہِ دلایلِ سوار یاں، خطِ پرکارِ سستی، حلقہ، فتراک ہے  
 خلوتِ بال و پر قیری میں واکراہِ شوق جادہ گلشن، رنگِ یشہ، زیرِ خاک ہے  
 عیشِ گرمِ اضطرابِ اہل غفلتِ سرور مہر دورِ ساغر، یک گلستاں برگِ یزتاں ہے

۱۔ غ = طیش  
 ۲۔ = کسوت  
 ۳۔ = نازیک صیدِ شہر

عرضِ وحشت پر ہے نازِ ناتوانی ہاے دل شعلہ بے پردہ، چینِ دامنِ خاشاک ہے  
 ہے کندِ موجِ گل، فتراکِ بے تابی، اسد  
 رنگِ یاں بوسے، سوارِ توسنِ جالاک ہے

چشمِ خوبانِ خاموشی میں بھی نوا پر داز ہے م سرمہ تو کہوے کہ دو شعلہ آواز ہے  
 پیغمبرِ عشاق، سازِ طالعِ ناساز ہے م نالہ گویا، گردشِ سیارہ کی آواز ہے  
 ہے، صریرِ خامہ، ریش ہاے استقبالِ ناز نامہ خود پیغام کو بال و پر پر داز ہے  
 سر نوشتِ اضطرابِ انجامی الفتنہ نہ پوچھ نالہ خامہ، خارِ خارِ طرِ آغاز ہے  
 شرم ہے طرزِ تلاشِ انتخابِ یک نگاہ اضطرابِ چشمِ برپا، دوختِ غماز ہے  
 نغمہ ہے کانون میں اُس کے نالہ مرغِ اسیر رشتہ پا، یاں نوا سامانِ بندِ ساز ہے  
 دستِ نگاہِ دیدہ، خوبائِ مجنون دیکھنا م یک بیابانِ جلوہ گل، فرشِ پاندا ز ہے  
 نقشِ سطرِ صد تبسم ہے برابِ زیرِ گاہ حسن کا خطِ پر نہاں خندِ بدنی انداز ہے

۱۔ غ = آشفستہ فتراک، اسد  
 ۲۔ = چشمِ خوبان، سے فروشن نشہ زارِ ناز ہے  
 ۳۔ = سرمہ گویا، دو شعلہ آواز ہے  
 ۴۔ = نالہ خامہ، خار و در پر این آغاز ہے  
 ۵۔ = وضعِ نالہ  
 ۶۔ = نالہ دلِ نغمہ ریزاں ہے بہ اضطرابِ خیال  
 ۷۔ = صد سطر تبسم (شاید سہو کتابت)  
 ۸۔ = یہ اشعار پہلی بار متن قاسم درج ہوئے

شوخی اظہار غیر از دشتِ محبتوں نہیں  
لیکنی معنی، اسد، محل نشین راز ہے

بس کہ حیرت سے زیا افتادہ نہ ہمارے  
ناخن انگشت، بتخال لب بیمار ہے  
جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیوں؟ م  
ہم نہیں جلتے، نفس ہر جذبہ آتش ہے  
زلفت سے شبِ دریاں دلدن نہیں ممکنِ دریغ  
ہٹے دی بستی ہر ذرہ کا خود غدر خواہ م  
جس کے جلوے سے زینِ آسمان شراب ہے  
بس کہ ویرانی سے کفر و دیں ہوئے زیر و زبر  
گر دھڑلے تھم تاکو چہ زُنا ہے  
اے سرشوریدہ، ذوقِ عشق و پاس آبرو  
جوشِ سودا کب حریفِ منتِ ستار ہے  
مجھ سے مت کہ تو نہیں کہتا تھا اپنی زندگی م  
زندگی سے بھی مرا جی ان دنوں بیز ہے  
آنکھ کی تصویرِ سرتا ہے پکھیتی ہے کہ تا م  
تجھ پہ کھل جاوے کہ اس کو حسرت دیدار ہے  
وصل میں دل انتظارِ طر فرکتا ہے مگر  
فتنہ تاراجِ تنہا کے لیے درکار ہے  
ایک جا حرفِ وفا لکھا تھا ہو بھی مل گیا م  
ظاہر، کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے

۱۔ خ = شوخی اظہار کو، جزو دشتِ محبتوں اسد

بس کہ لیلے سخن محل نشین راز ہے

۲۔ = قدرت = ۳۔ خ = در نہ محشر بابہن صافی خراب ہے

۳۔ = در = ۴۔ = ایک طرف سودا و یک سو منتِ دستار ہے

۵۔ = ہے تیر تاراجِ تنہا، فتنہ درکار ہے

۵۔ = یہ شعر پہنی کار متین کتابیں درج ہوا

\* = یہ شعر پہلی مرتبہ متن ق میں درج ہوا

+ = یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

آگ سے پانی میں بجھتے وقت اٹھتی ہے صدمہ م  
ہر کوئی، در ماندگی میں نالے سے ناپا ہے  
در خیال آبا و سوارے سرِ مژگانِ دوست  
صدمہ رگِ جانِ جاوہ آسا، وقفِ نشتر زار ہے

خانماں ہا، پائمالِ شوخی دعویٰ، اسد

سایہ دیوار، سیلابِ درو دیوار ہے

کوہ کے ہوں بارِ خاطر، گر صدمہ ہو جائیے م  
بے تکلف، اے شرارِ جستہ، کیا ہو جائیے؟  
یاد رکھیے نازِ باے التفاتِ اولیں  
آشیانِ طائرِ رنگِ حنا ہو جائیے  
بیضہ آسا، تنگ بال و پر پہ ہے کجِ نفس م  
از سر نو زندگی ہو، گھر رہا ہو جائیے  
لطفِ عشقِ ہر یک اندازِ دگر دکھلاے گا  
بے تکلف یک نگاہ آشنا ہو جائیے  
دوازدستِ جھٹے صدمہ ضربِ المثل  
گو ہمہ افتادگی، ہوں نقشِ پا ہو جائیے  
از دل ہر درد مندے جوشِ بے تاب زدن  
اے ہمہ بے مدعا، یک دعا ہو جائیے

وسعتِ مشرب، نیازِ کلفتِ دشتِ اسد

یک بیاباں سایہ بالِ ہما ہو جائیے

کوشش، ہمہ بے تاب تر و دشمنی ہے  
صدمہ جنبشِ دل، یک مژدہ بر ہم زدنی ہے

۱۔ خ = جاوہ صحرائے نشتر زار

۲۔ = رفتہ دل بردنی

۳۔ = یہ شعر میں طبع ہوا

گو حوصلہ پامر و تغافل نہ ہیں، لیکن خاموشی عاشق، گلہ کم سخنی ہے  
 دی لطف ہوائے بہ جنوں، طرفہ نراکت تا آبلہ، دعوائے تنک پیرہنی ہے  
 را شکر اربابِ فتناء زنجیر عیش ابد از خویش بردن تاختنی ہے  
 از بس کہ ہے محو یہ چمن نکیہ زدن ہا گل برگ پر بالش سر و چہنی ہے  
 آئینہ و شانہ، ہمہ دست و ہمہ زانو اے حسن، مگر حسرت پیاں شکنی ہے

فریاد، اسد، بے نگہی ہاے بتاں سے  
 سچ کہتے ہیں، واللہ کہ اللہ غنی ہے

کاشانہ ہستی کہ بر انداختنی ہے یاں سوختنی، اور وہاں ساختنی ہے  
 ہے شعلہ شمشیر فنا، حوصلہ پر داز لے دلِ تمنا، سپر انداختنی ہے  
 جز خاک بسر کردن بے فائدہ حاصل؟ ہر چند بہ میدانِ ہوس ساختنی ہے  
 اے بے شمران! حاصل تکلیف دیدن گردن، بہ تماشاے گل، افراختنی ہے  
 ہے سادگی ذہن، تمناے تماشا  
 جائے کہ، اسد، رنگتِ حمن باختنی ہے

۱۔ بخ = پرداز  
 ۲۔ بخ = آئینہ  
 ۳۔ " = چادر گر  
 ۴۔ " = انگار

حکم بے تابِ ہنیں، اور آرمیدن منع ہے باوجود عشق و حشمت ہا، رمیدن منع ہے  
 شرم، آئینہ تراشِ جہتہ طوفان ہے آب گردیدن روا، لیکن چکیدن منع ہے  
 بخودی، فرماں رواے حیرت آباد جنوں زخم دوزی ہرم و پیرا ہن دریدن منع ہے  
 مزوۃ دیدار سے رسوائی اظہار دور آج کی شب چشم کوکب تک پریدن منع ہے  
 نیم طبع نازکِ خواباں سے وقتِ سیر باغ ریشہ زیر زیں کو بھی دیدن منع ہے  
 یار معذرتِ تغافل ہے عزیزاں شفقتے! نالہ بلبل بگو کش گلِ مشنیدن منع ہے

مانع بادہ کشی نادان ہے، لیکن، اسد  
 بے ولایے ساتی کو ترکشیدن منع ہے

چار سے عشق میں صاحبِ دکائی مفت ہے نقد ہے دلِ اور آتشِ زبانی مفت ہے  
 زخمِ دل پر بانہیے حلوائے مغز استخوان تندرستی فائدہ اور نالوائی مفت ہے  
 نقدِ انجم تا بجے از کیسہ بیرونِ رختن؟ یعنی اے پیر فلکِ شام جوانی مفت ہے  
 گس نہیں پاتا ورونِ خانہ، ہرے گانہ اجا برو نکشودہ دل، پاسبانی مفت ہے  
 چونکہ بالائے ہوس پرہر قبا کوتاہ ہے برہوس ہاے جہاں و امن فشانی مفت ہے  
 یک نفس ہر یک نفس جاتا ہے قسطِ عمر میں حیف ہے اُن کو تو سمجھیں زندگانی مفت ہے  
 مال و جاہ و دست و پا بے زرخیر ہیں اسد پس بہ دل ہاے و گر راحت سانی مفت ہے

۱۔ بخ = پا \* یہ شعر پہلی بار شوق میں درج ہوا

بے تابی یا دوست ہم رنگ تسلی ہے غافل تپش مجنوں محل کشِ یللی ہے  
 کلفت کشی ہستی، بدنام دورنگی ہے یاں تیرگی اختر خال رخِ زنگی ہے  
 دیدن ہمہ بالیدن، گردن ہمہ افسردن خوشتر زنگی و غنچہ چشم و دلِ ساقی ہے  
 ورمِ طربِ ہستی، ایجادِ سیہ مستی تسکینِ دہِ محفلِ یک ساغرِ خالی ہے  
 زندانِ تحمل میں مہمانِ تغافل ہیں بے فائدہ یاروں کو فرقِ غم و شادی ہے  
 ہوئے نہ غبارِ دلِ تسلیمِ زیں گیران مغرور نہ ہو، ناداں، سرتا سرگیتی ہے  
 رکھ کر سخن میں تو معذوب سمجھے غالب  
 یاں زورِ خود داری، طوفانی معنی ہے

گلشن کو تری صحبت از بس کہ خوش آئی ہے م ہر غنچے کا گل ہونا، آغوشِ کشائی ہے  
 \* واں گنگرِ استغنا، ہر دم ہے بلندی پر م یاں نالے کو اور اُلٹا دعوایے رسائی ہے  
 آئینہٴ نفس سے بھی ہوتا ہے کدورت کش عاشق کو غبارِ دل، اک وجہِ صفائی ہے

۱۔ رخ = ایام

۲۔ " = تپش

۳۔ " = ہوں وقت سخن گوئی ہر صورت اسد معذوب

۴۔ " = جنوں کے شگفتگی میں

۵۔ " = آئینہٴ نفس سے ہو جان کدورت یاں جوشِ غبارِ دل، سامانِ صفائی ہے

\* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

از بس کہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے م جو داغِ نظر آیا، اک چشمِ نمائی ہے  
 ہنگامِ تصور ہوں دیروزہ گر بوسہ یہ کاسہ زانو بھی اک جامِ گدائی ہے  
 دہ دیکھ کے حق اپنا، مغرور ہوا، غالب!  
 صد جلوة آئینہ، یک صبحِ جدائی ہے

دیروزہ ساماں ہا، اے بے سرو سامانی ایجادِ گریباں ہا، در پردہٴ عریانی  
 تماشال تماشا ہا، اقبالِ تنہا ہا عجزِ عرقِ شہرے، اے آئینہٴ حیرانی  
 دعوایے جنوں باطل، تسلیمِ عبثِ حاصل پروازِ فنا مشکل، میں عجزِ تنِ آسانی  
 بے گانگیِ خواہا، موجِ رم آہو ہا دامِ گلہٴ الفت، زنجیرِ پیشانی  
 پروازِ تپشِ رنگی، گلزارِ ہمہ تنگی خوں ہو نفسِ دل میں اے ذوقِ پرافتانی  
 سنگ آمد و سخت آمد، دردِ خود داری معذورِ سبک ساری مجبورِ گراں جانی  
 گلزارِ تمتا ہوں، گلچینِ تماشا ہوں  
 صد نالہٴ اسد، بلیلِ در بندِ زباں دانی

نظرِ نقص گدایاں، کمالِ بے ادبی ہے کہ خارِ خشک کو بھی دعویٰ حقِ نبی ہے

۱۔ رخ = داغوں کا نظر آنا، اک  
 ۲۔ " = ہے، یا ۳۔ رخ = سعی

○ ..... ۱۸۱۶ ع

ہوا وصال سے شوقِ دلِ حریص زیادہ لبِ قدح پہ کفِ بادہ، جوشِ تشنہ لگی ہے  
خوشا! وہ دل کہ سراپا طلسم بے خبری ہو جنوںِ یاس و الم، رزقِ مدعا طلبی ہے  
تم اپنے شکوے کی باتیں کھود کھود کے پوچھو م حذر کرو مے دل سے کہ اس میں آگِ دبی ہے  
چمن میں کس کی ایہ برہم ہوئی ہے بزمِ تماشا؟ کہ برگِ برگِ سمنِ شیشہ ریزہ جلی ہے  
ولا! ایہ دردِ عالم بھی تو مغنم ہے کہ آخر م نہ گریہ سحری ہے، نہ آہ نیم شبی ہے  
ایامِ ظاہر و باطن، امیرِ صورت و معنی  
علی، ولی، اسد اللہ، جالشینِ نبی ہے

ولا! عبت ہے تمنا سے خاطرِ افروزی کہ بوسہ لبِ شیریں ہے اور گلو سوزی  
طلسمِ آئینہ زانوے فکر ہے، غافل ہنوز حسن کو ہے، سعیِ جلوہ اندوزی  
ہوئی ہے سوزشِ دل بس کہ داغِ بے اثری اُگی ہے دردِ جگر سے شبِ سیرِ روزی  
بہ پریشانی پروانہ چرخِ مزار! کہ بعدِ مرگ بھی ہے لذتِ جگر سوزی  
پیش تو کیا، نہ ہوئی مشقِ پریشانی بھی رہا میں ضعف سے شرمندہ نوا موزی

۱۔ خ = سے خوشا خیالِ کسانے کہ محو ہے خبری ہیں  
۲۔ " = حصول  
۳۔ " = اسد کو کیوں نہ ہو امیدِ لطفِ بندہ نوازی  
۴۔ " = غلط  
۵۔ " = خود بینی  
۶۔ " = یک پر افشاندن  
\* یہ اشعار پہلی مرتبہ متن ق میں درج ہوئے

○ ..... ۱۸۱۶ ع

اسد ہمیشہ پے کفشِ پایے سیم تنوں شعاعِ مہر سے کرتا ہے پرخِ زردوزی  
خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدو جانے وہ جلوہ کر کہ نہ میں جانوں اور نہ تو جانے  
نفسِ بے نالہ رقیب و نگہ بر اشکِ عدو زیادہ اس سے گرفتار ہوں کہ تو جانے  
شبِ کسوتِ عرقِ شرمِ قطرہ زن ہے خیال مباد، حوصلہ معذورِ جستجو جانے  
جنوںِ فسرہ تمکین ہے، اکاشِ اہدِ وفا گذرِ حوصلہ کو پاسِ آبرو جانے  
نہ ہووے کیونکہ اسے فرصِ قتلِ اہلِ وفا ہو میں ہاتھ کے بھرنے کو جو وضو جانے  
زباں سے عرضِ تمنا سے خامشی معلوم مگر وہ خانہ بر اندازِ گفتگو جانے

سیح کشتہ الفتِ ببرِ علی خاں ہے

کجو، اسد، تیشِ نبضِ آرزو جانے

اگر گلِ حسنِ الفت کی بہم جو شیدنی جانے پر بلبل کے افسردن کو دامنِ چیدنی جانے  
فسونِ حسن سے ہے، شوخیِ گلگونہ آرائی بہارِ اُس کی کفِ مخاطب میں بالیدنی جانے  
نوائے بلبل و گل، پاسبانِ بے دماغی ہے بیکِ شکرانِ خوباںِ حدِ چمنِ خوابیدنی جانے

۱۔ خ = سے تیش ہے شرمِ بغدِ چکیدنِ عرق

۲۔ " = یا

۳۔ " = یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا



○ ..... ۶۱۸۱۶

نہے! شب زندہ دار انتظارِ آسا، چیرنی جانے  
خوشا! ہستی، کہ جوشِ حیرتِ اندازِ قائل سے  
جفا شوخ و بوس گستاخِ مطالب، مگر عاشق  
نوائے طائرانِ آشتیاں کم کردہ آتی ہے  
اسد، جاں نذرِ اطلبے کہ ہنگام، ہم آغوشی  
زبانِ ہر سرور، حالِ دل پر سیدنی جانے

گلستاں بے تکلف پیش پا افتادہ مضموں ہے  
بہارِ گلِ دماغِ نشہِ ایح و مجنوں ہے  
ہجومِ گرہ سے دل، خوشا! سرمایہ طوفان  
عدم و خستِ سراغ و مستی آئیں بندِ رنگینی  
تماشا ہے علاجِ بے دماغی ہائے دلِ غافل  
فنا کرتی ہے زائل سرِ نوشتِ کلفتِ ہستی  
اسد ہے آج مژگانِ تماشا کی منابندی  
چراغِ انِ نگاہِ خوشی اشکِ جگرگوں ہے

- ۱- رخ = در پیکرِ مہ، سوزن آسا  
۲- = شوکتے  
۳- = اگر  
۴- = کلفتِ اظہاری  
۵- = رخ = یک تماشا  
۶- = رخ = رجوع

○ ..... ۶۱۸۱۶

صبح سے معلوم، آثارِ ظہورِ شام، ہے  
بس کہ ہے صبا و راہِ عشق میں محو کیں  
بس کہ تیرے جلوہ دیدار کا ہے اشتیاق  
مستعدِ قتلِ یک عالم ہے جلاؤ فلک  
کیا کمالِ عشقِ نقصِ آبادِ گیتی میں ہے  
پختگی ہائے تصورِ بیاں خیالِ خام ہے  
ہو جہاں، وہ ساقیِ خورشیدِ رو، مجلسِ فروز  
واں، اسد، تارِ شعاعِ مہرِ خطِ جام ہے

دیکھتا ہوں وحشتِ شوقِ فردشِ آمادہ سے  
دامِ گرہِ سرے میں پنہاں کیجیے طاؤس ہو  
آندِ سیلابِ طوفانِ صدا سے آب ہے م  
بزمِ عے، وحشتِ کردہ ہے کس کی چشمِ مرگ؟ م  
خیمہ لیلیٰ سیاہ و خندانہ مجنوںِ خراب  
بزمِ ہستی وہ تماشا ہے کہ جس کو ہم، اسد  
دیکھتے ہیں چشمِ از خوابِ عدم نکھادے

- ۱- رخ = بس کہ صبا و راہِ عشق میں صرف مکین  
۲- = خورشید  
۳- = رخ = پاترِ بیلِ طوفان  
۴- = رخ = غالب ہم جیسے  
۵- = رخ = خورشید

○ ..... ۶۱۸۱۶

ایہ خیالِ صولِ نادہ ہے مے آشامی تری  
 رنجِ گیا بوشِ صفا سے زلف کا اعضا میں عکس  
 برگِ ریزی ہائے گل ہے وضعِ زرافشا ندنی  
 باجِ لیتی ہے گلستاں سے گل اندازی تری  
 بس کہ ہے عبرتِ ادیبِ یادگی ہائے ہوس  
 میرے کام آئی، دلِ یالوسِ ناکامی تری  
 ہم نشینیِ رقیباں، گرچہ ہے سامانِ رشک  
 لیکن اس سے ناگوارا تر ہے بدنامی تری  
 تجھ کو اے غفلتِ نسبِ پوشائے شقا کا کہاں  
 یاں نگہ آلودہ ہے دستارِ بادانی تری  
 سرِ بزلوے کرم رکھتی ہے شرمِ ناکسی  
 لے اسد، بیجا مہنیں ہے غفلتِ آرائی تری

چشمِ گریاں، بسملِ شوقِ بہارِ دیدہ ہے  
 دامنِ گردوں میں وہ جاتا ہے ہنگامِ وداع  
 رتبہ تسلیمِ خلعتِ مشربانِ عالی سمجھ  
 کچھ نہیں حاصلِ تعلق میں بغیرِ کشمکش  
 اشکِ ریزیِ ہر حقِ بالِ افشانی امید ہے  
 گوہرِ شبِ تابِ اشکِ دیدہ خورشید ہے  
 چشمِ قربانی، گلِ شاخِ ہمالِ عید ہے  
 اے خوش! رندے کہ مرغِ گلشنِ تجرید ہے  
 کثرتِ اندوہ سے حیرانِ مضطر ہے اسد  
 یا علی، وقتِ عنایات و دمِ تائید ہے

۱۔ غ = بھاگیا فرطِ صفا  
 ۲۔ غ = فردوسِ زیب  
 ۳۔ غ = خورشید  
 ۴۔ غ = سوزِ دساز

○ ..... ۶۱۸۱۶

دلِ سراپا وقفِ سودائے نگاہِ تیز ہے  
 ہو سکے کیا خاکِ ستِ بازوے فرہاد سے؟  
 ان ستم کشوں کے کھائے ہیں دس تیز نگاہ  
 خونِ چکان ہے جادہ، مانندِ رگِ سودائیاں  
 ہے بہارِ تیز رو، گلگونِ نکمتِ پر سوار  
 کیوں نہ ہو چشمِ بتاںِ محوِ تغافل کیوں ہو؟  
 مرنے مرنے دیکھنے کی آرزو رہ جائے گی  
 عارضِ گل دیکھ کر مے یارِ یاد آ یا، اسد

نظرِ پرستی و بے کاریِ خود آرائی  
 دُخِ گزشتنِ دل، کارِ دانِ حیرت ہے  
 نہیں ہے حوصلہ، پامردِ کثرتِ تکلیف  
 چشمِ درشدہ مژگان ہے جوہرِ رگِ خواب  
 خرابِ نالہِ بلبل، شہیدِ خندہِ گل  
 شکستِ سازِ خیالِ آں سے گریوہِ غم  
 رقیبِ آئندہ ہے، حیرتِ تماشاں  
 نگہ، غبارِ ادبِ گاہِ حیلہ فرمائی  
 جنونِ ساختہ، حذرِ فسوںِ دانائی  
 نہ پوچھ نازکی وحشتِ شکیبائی  
 ہنوز دعویٰ تمکین و بیمِ رسوائی  
 ہنوز نالہِ پرافشانِ فوقِ رعنائی

۱۔ غ = وہ مرہ برآہِ روبانینِ ازول تیز ہے  
 ۲۔ غ = تیرہ فولاد و دستِ بازوے فرہاد کیا  
 ۳۔ غ = شوقی  
 ۴۔ غ = دلِ آفتاد  
 یہ اشعار پہلی بار سنن قنایں درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

ہزار قافلہ آرزو، بیاباں مرگ ہنوز محلِ حسرت بدوشِ خود رائے  
وداعِ حوصلہ، توفیقِ شکوہِ عجزِ دنا  
اسدِ ہنوز، گمانِ غرورِ دانائی

گداے طاقتِ تقریر ہے زبانِ تجھ سے کہ خامشی کو ہے پیرائے بیانِ تجھ سے  
فسرگی میں ہے فریادِ بے دلاںِ تجھ سے پر بارِ صبح و گلِ موسمِ خزاںِ تجھ سے  
بہارِ حیرتِ نظارہ، سخت جانی ہے حنائے پائے اجلِ خونِ کشکانِ تجھ سے  
پری بہ نیشہ و عکسِ رخ اندر آئینہ نگاہِ حیرتِ مشاطہِ خونِ نشانِ تجھ سے  
طراوتِ سحرِ بجا دی اثر یک سو بہارِ نالہ و رنگینیِ فغاںِ تجھ سے  
چمنِ جنِ گلِ آئینہ در کنارِ ہوس امید، محوِ تماشاے گلستانِ تجھ سے  
نیاز، پردہِ اظہارِ خود پرستی ہے جبینِ سجدہِ نشانِ تجھ سے آستانِ تجھ سے  
بہانہ ہوئی رحمت، کمیں گہرِ مقربِ دفاے حوصلہ و رنجِ امتحانِ تجھ سے

اللہ طلسمِ قفس میں رہے، قیامت ہے!

خرامِ تجھ سے صبا تجھ سے، گلستانِ تجھ سے

شکلِ طاووس، گرفتار بنایا ہے مجھے ہوں وہ کلامِ کہ سبزے میں چھپایا ہے مجھے

۱۔ خ = ۲۔ اسدِ ہنوز، گمانِ غرورِ دانائی

○ ..... ۶۱۸۱۶

پرِ طاووس، تماشا نظر آیا ہے مجھے ایک دل تھا کہ بعدِ رنگ دکھایا ہے مجھے  
عکسِ خط، تاسخِ ناصحِ دانا سرسبز آئینہ، بیضے طوطی نظر آیا ہے مجھے  
سنبستانِ جنوں ہوں، ہستم نسبتِ لطف موکشاںِ خاندہِ زنجیر میں لایا ہے مجھے  
گردباد، آئینہ محشرِ خاکِ مجنوں یک بیاباں دلِ بیتاب اٹھایا ہے مجھے  
حیرتِ کاغذِ آتشِ زدہ ہے جلوۂ عمر تیرِ خاکسترِ صد آئینہ پایا ہے مجھے  
لالہ و گل بہم آئینہ اخلاقِ بہار ہوں میں وہ داغِ کھیلوں میں بسایا ہے مجھے  
دردِ اظہارِ تیشِ کسوتی گلِ معلوم! ہوں میں وہ چاکِ کپاٹوں سے سلایا ہے مجھے  
بے داغِ تیشِ دامنِ دو عالم فریاد ہوں میں وہ خاکِ کہ ماتم میں اڑایا ہے مجھے  
جامِ ہر فردہ ہے سرشارِ تمنا مجھ سے کس کا دل ہوں؟ کہ دو عالم سے لگایا ہے مجھے

جو ششِ فریاد سے لوں گا دیتِ خوابِ اسد

شوخیِ نغمہ بیدل نے جگایا ہے مجھے

باغِ تجھ بن گلِ نرگس سے ڈالتا ہے مجھے چاہوں گہرِ سبزِ جن آنکھ دکھاتا ہے مجھے  
ماہِ نو، ہوں کہ فلکِ عجزِ سکھاتا ہے مجھے عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سلاتا ہے مجھے

۱۔ خ = ۲۔ چشمت  
۳۔ = ۴۔ ڈھونڈو  
۵۔ = ۶۔ عجز

○ ..... ۱۸۱۶ع

باغ، پاکر نفقانی، یہ ڈراتا ہے مجھے م سائے شاخِ گل، افعی نظر آتا ہے مجھے  
نالہ، سرمایہ یک عالم و عالم، کفِ خاک م آسمانِ بیضہ قمری نظر آتا ہے مجھے  
جو ہر تیغِ لبر چشمہ و دیگر معلوم م ہوں میں وہ سبزہ کہ نہراں اکاٹا ہے مجھے  
مُدعا، محو تماشاے شکستِ دل ہے م آئینہ خانے میں کوئی لیے جاتا ہے مجھے  
خوہرِ تمثال ہے کس شکستِ جن کا، یارب؟ آئینہ، بیضہ بلبل نظر آتا ہے مجھے  
حیرتِ آئینہ انجام جنوں ہوں ہوں شمع کس قدر داغِ جگر شعلہ اٹھاتا ہے مجھے  
میں ہوں اور حیرتِ جاوید مگر ذوقِ خیال یہ فسوںِ نغمہ ناز ستا ہے مجھے  
زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھادیتے تھے م دیکھوں اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے  
حیرتِ فکرِ سخن، سازِ سلامت ہے اسد  
دل پسِ زانوے آئینہ بٹھاتا ہے مجھے

قتلِ عشاق نہ غفلت کشِ مدیر آئے یارب، آئینہ بہ طاقِ زخمِ شمشیر آئے  
بالِ طاووس ہے رعنائیِ ضعفِ پرواز کون ہے داغِ کہ شعلے کا عیاں گیر آئے  
عرفِ حیرانیِ بیسارِ حجتِ معلوم عیسیٰ، آخر کیفِ آئینہ تصویر آئے

۱۔ غ = عبرت  
۲۔ " = حسرت  
۵۔ یہ شعر پہلی بار سن تھا میں درج ہوا  
۱۱۔ یہ شعر میں طبع ہوا

○ ..... ۱۸۱۶ع

ذوقِ راحت اگر احرامِ تپش ہو، جوں شمع پائے خوابیدہ، بہ دلجوئی شکیں آئے  
اُس بیاباں میں گرفتارِ جنوں ہوں کہ جہاں موجبِ ریک سے دل، پائے بہ زنجیر آئے  
وہ گرفتارِ خرابی ہوں کہ فوارہ سمنہ سیل، صیادِ کیں خانہ تعمیر آئے  
میر معنی بہ گریبانِ شوقِ خامہ اسد  
چاکِ دل، شائد کشِ طرہ تحریر آئے

تشنہ خونِ تماشا جو وہ پانی مانگے آئینہ رخصتِ اندازِ روانی مانگے  
رنگ سے گل سے دمِ عرضِ پریشانی بزم برگِ گلِ ریزہ میس کی نشانی مانگے  
زلفِ تحریر پریشانِ تقاضا ہے ہنجر شانہ ساں موبہ زباں خامہ آئی مانگے  
آئینہ خط ہے نہ کرخِ شیریں کہ مبادا چشمِ مورا آئینہ دلِ نگرانی مانگے  
ہوں گرفتارِ کیں گاہِ تغافل کہ جہاں خوابِ صیاد سے پرواز، گرانی مانگے  
چشمِ پرواز و نفسِ خفتہ، مکہ ضعفِ امید شہپر کاہ، پئے مژدہ رسانی مانگے  
تو وہ بدخو کہ تحریر کو تماشا جانے م غم وہ افسانہ کہ آشفته بیانی مانگے  
دشتِ شور تماشا ہے کہ جونِ نہمتِ گل نمکِ زخمِ جگر بالِ فشانِ مانگے

۱۔ غ = جوں فوارہ  
۲۔ " = چشمک  
۳۔ " = رنگ سے گل سے  
۴۔ " = افسوں  
۵۔ " = دل

نقشِ نازِ بُتِ طنازِ باغوشِ رقیب م پائے طاؤس، پئے خامۂ مانی مانگے  
 وہ تب عشقِ تمنا ہے کہ پھر صورتِ شمع م شعلہ تا نبضِ جگر ریشہ دوانی مانگے  
 گر لے حضرت بیتِ دل کا خطِ لوحِ مزار  
 اسد، آئینہ پروازِ معانی مانگے

مخ = جوں رشتہ شمع

خوابِ جمعیتِ نخل ہے پریشاں مجھ سے رگِ بستر کو ملی شوخیِ مژگاں مجھ سے  
 غمِ عشاق نہ ہو سادگیِ آموزِ بتاں م کس قدر خانہ آئینہ ہے ویراں مجھ سے  
 کنجِ تاریک و کینِ گیریِ اخترِ شمری عینکِ حشمِ بشارِ وزنِ زنداں مجھ سے  
 اتلی ہو س وعدہ فریبِ افسوں ہے در نہ کیا ہونہ سکے نالہ بہ سماں مجھ سے  
 بستیِ عہدِ محبت ہمہ نادانی تھا چشمِ نکشودہ رہا عفوِ پیمیاں مجھ سے  
 آتشِ افروزیِ یک شعلہ ایما تجھ سے چشمِ آرائیِ سدِ شہرِ چراغاں مجھ سے  
 اے اسد، دسترسِ وصلِ تمنا معلوم  
 کاش! ہو قدرتِ برچیدنِ دلاں مجھ سے

فرصتِ آئینہ صد رنگِ خود آرائی ہے روز و شب ایک کفِ افسوسِ تماشاں ہے  
 وحشتِ زخمِ وفا دیکھ کہ سرتاسر دل بجنہ جوں جو ہر تیغ، آفتِ گیرائی ہے  
 شمعِ آسا، چہ سرِ دعویٰ؟ و کوپاے ثبات؟ گلِ صد شعلہ، بیکِ حبیبِ شکیبائی ہے  
 نالہِ خویشِ ورق، و دلِ گلِ مضمونِ شفق چمنِ آرائے نفسِ وحشتِ تنہائی ہے  
 بوسے گلِ فتنہ بیدار و چمنِ جامۂ خواب دہلِ ہر رنگِ جنوںِ کسوتِ سولائی ہے

۱- رخ = آرزو خانہ  
 ۲- مخ = ہوا  
 ۳- افشان  
 ۴- یک  
 ۵- پیش

۱ ملاحظہ فرمائیے یہ عبارت ص ۵۹ کے حاشیہ ۲ سے متعلق

’غالب اور شاہانِ تیموریہ‘ (ص ۹۴) میں درج ہے

”یہ قطعہ تہنیتِ دہلی اردو اخبار کی ۳ دسمبر ۱۸۵۳ء کی اشاعت میں شامل ہے۔ یہ بادشاہ کے غسلِ صحت کے موقع پر پڑھا گیا۔“  
 تاہم یہ پہلی بار کتابی شکل میں نسخہء رام پور ثانی (قدیم مکتوبہ ۱۸۵۵ء میں شامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس عمالت سے شفا یاب ہونے کے بعد شاہ ظفر کا ”شہوت کی طرف..... رجحان ہو گیا تھا“

○ ..... ۶۱۸۱۶

شرم، طوفانِ خزاں رنگِ طرب گاہ بہار  
باہت بانی بکھتِ چشم تماشاںی ہے  
باغِ خاموشی دل سے سخنِ عشق، اسد  
نفسِ سوختہ رمزِ چمن ایمانی ہے  
اگ رہا ہے درو دیلا سے سبز غالب م  
ہم بیاباں میں ہیں اور گمراہی بہار آئی ہے

کار گاہِ مستی میں لالہ داغِ ساراں ہے م  
برقِ خرمینِ راحت، خونِ گرمِ دماغ ہے  
ہم سے رنج بے تابی کس طرح اٹھایا جائے؟ م  
داغِ پشتِ دستِ عجزِ شعلہ جس بند ہے  
حیرتِ تپیدن با، خون پہاے دیدن با  
رنگ گل کے پڑے میں آئندہ پر افشاں ہے  
عشق کے تغافل سے ہرزہ گرد ہے عالم  
غنجِ تاشگفتن با، برگِ عایت معلوم! م  
و شش بہرِ اتفاق، پشتِ چشمِ زنداں ہے  
دو جہاں میں باوجودِ دلِ تمی خوابِ گل پریشاں ہے  
وحشتِ انہیں بے گل، دیکھ لالے کا عالم  
مثلِ دودِ بھر کے داغِ بال افشاں ہے  
اے کرم نہ ہو غافل، وارث ہے اسدِ میل  
بے گھرِ صرف گویا پشتِ چشمِ نہاں ہے

۱۔ غ = گلِ مہتاب بکھت

۲۔ = یہ مطلعِ اول ہے اور یوں ہے۔

داغِ پشتِ دستِ عجزِ شعلہ جس بند ہے  
لے ہوشِ رعونت با، بکارِ عشقِ آساں ہے

۳۔ = طپیدن با ۴۔ غ = گلِ بکھ از لالہ، بزمِ ساز بے تابی ۵۔ غ = با

۶۔ = در عشق ہے بیدل ۷۔ غ = از گھر صرف خالی

۸۔ نسخہ شیرانی (۱۸۷۶ء) کے متن سے غالب نے اس غزل کا مقطع ہے باغِ خاموشی دل  
اسد حذف کر کے یہ مقطع شامل کر دیا یہاں دونوں مقطع وہ

دیے گئے ہیں

○ ..... ۶۱۸۱۶

جورِ زلف کی تقریرِ چیتابِ خاموشی  
ہند میں اسدِ نالائ، نالہ درمقا باں ہے  
گریہ سرشاری شوقِ بیاباں زدہ ہے  
قطرہٴ خونِ جسگرِ چشکِ طوفانِ زدہ ہے  
گریہ لذتِ کاوش نہ کرے جزاوتِ شوق  
قطرہٴ اشکِ دلِ برصِ مژگاں زدہ ہے  
بے تماشا نہیں جمیعتِ چشمِ بسمل  
مژغہٴ فالِ دو جہاں خوابِ پریشاں زدہ ہے  
فرصتِ آئندہ و پروازِ عدم تاہستی  
یک شربالِ دل و دیدہ پیرغاں زدہ ہے  
نقشِ رنگینی سعیِ تسلیم مائی ہے  
بکمرِ دامنِ صدرِ رنگِ گلستاں زدہ ہے  
دیں نیزنگ کے کس موعِ نگہ کا، یارب؟  
غنجِ صدائے زلفِ گھٹاں زدہ ہے

سازِ وحشتِ رقی با، کہ با ظہارِ اسد

دشتِ وریگ آئندہ دفعہ افشاں زدہ ہے

خوابِ غفلت بہ کیں گاہِ نظرِ نہاں ہے  
خام، سلا میں بتاراجِ سحرِ نہاں ہے  
دو جہاں، بگوشِ یک سجمہ امرارِ نیاز  
نقدِ دلِ بکمرِ بیانِ سحرِ نہاں ہے  
خلوتِ دل میں نہ کرِ دخلِ بجزِ سجدہٴ شوق  
آستان میں صفتِ آئندہ در نہاں ہے  
فکرِ پروازِ جنوں ہے سببِ ضبطِ نہ پوچھ  
اشکِ جوں بریضہٴ مژغہ سے تیر نہاں ہے

۱۔ غ = نہ ہو جزاوتِ کشِ شوق  
۲۔ غ = عرض  
۳۔ = مژگاں تیر پر

ہوش اے ہرزہ دار، تہمت بیدوی چند! نالہ و گرو تمناے اثر پہناں ہے  
وہم غفلت مگر، احرام فردن باندھے ورنہ ہر سنگ کے باطن میں شر پہناں ہے  
وحشت دل ہے اسد، عالم نیرنگ نشاط  
خندہ گل، بلب زخم جگر پہناں ہے

دلان دل یہ وہم تماشا نہ کھینچے اے مدعی، خجالت بے جانہ کھینچے  
گل، سرگسر، اشارہ حبیب دیدہ ہے ناز بہار جز بہ تقاضا نہ کھینچے  
حیرت حجاب جلوہ و وحشت غبار شیم پائے نظر بہ دامن صحرا نہ کھینچے  
ولمانگی بہانہ، دل بستگی فریب درد طلب بہ ابدہ پا نہ کھینچے  
گرتے ہوئے تصویر یار اے ہے حیا کیا فائدہ کہ منت بیگانہ کھینچے  
گر صفحے کو نہ دیجیے پرواز سادگی جز خط عجز، نقشِ تمنا نہ کھینچے  
دیدار دوستانِ لباسی ہے ناگوار صورت بہ کار خانا دیبا نہ کھینچے  
ہے بے خمار نشہ خون جگر اسد  
دست ہوس بہ گردن مینا نہ کھینچے

۱۔ رخ = سرا  
۲۔ رخ = درد و وحشت اسد آئینہ اظہار نشاط  
۳۔ رخ = خشک  
۴۔ رخ = یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

تا چند ناز مسجد و بت خانہ کھینچے جوں شمع، دل بخلوت جانا نہ کھینچے  
بہزاد، نقش یک دل صد چاک عرض کر گزلف یار کھینچ نہ سکے شانہ کھینچے  
راحت کین شوخی تقریب نالہ ہے پائے نظر بہ دامن افسانہ کھینچے  
زلف پری، بہ سلسلہ آرزو رسا یک عمر، دامن دل دیوانہ کھینچے  
یعنی دماغ غفلت ساقی رسیدہ تر خمیازہ خمار سے پیمانہ کھینچے  
پرواز آشیانہ عقابے ناز ہے بال پری بہ وحشت بے جانہ کھینچے  
عجز دنیا سے تو نہ آیا وہ راہ پر دامن کو اس کے آج تریفانہ کھینچے  
ہے ذوق گریہ، عزم سفر کیجیے اسد  
روخت جنون سکیل بہ ویرانہ کھینچے

\* آئینہ کیوں نہ دوں، کہ تماشا کہیں جسے م ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے  
ہے انتظار سے شرر آباد و رستخیز مژگان کو کہن رگ خارا کہیں جسے  
حرکت لڑکھاتری بزم خیال میں م گلدستہ نگاہ، سویدا کہیں جسے  
کس فرصت ممال پہ ہے گل کو عندلیب! زخم فراق، خنق ہے جا کہیں جسے

۱۔ رخ = کتاب ہے گل، جنون تماشا کہیں جسے  
۲۔ رخ = گلدستہ نگاہ سویدا کہیں جسے  
۳۔ رخ = اے خدا  
\* یہ اشعار پہلی مرتبہ متن ق میں درج ہوئے

دگر ہائے شگفتن گل ہائے عیش کو م صبح بہار، پنبہ مینا کہیں جسے  
پھونکا کہے کوشِ مجت میں اے خدا! م افسونِ انتظار، تمنا کہیں جسے  
یار! ہمیں تو خواب میں بھی مٹ کھائو یہ محشرِ خیال کہ دنیا کہیں جسے  
سرورِ مجوم دروغِ غری سے ڈالے م وہ ایک مُشتِ خاک کہ صحر کہیں جسے  
ہے چشمِ تریں، حسرتِ دیدار سے نہاں م شوقِ غناں گسیختہ، دیا کہیں جسے  
غالب، بُرائے مان، جو واعظِ بُرا کہے م ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہیں جسے؟

منت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے دامنِ صد کفن، تر سنگِ مزار ہے  
کس کا سرِ غرِ جلوہ ہے، حیرت کو اے خدا؟ م آئینہ، فرشِ شیشِ جہتِ انتظار ہے  
عبرتِ طالب ہے، محلِ ممائے آگہی شبنم، گدازِ آئینہ اعتبار ہے  
ہے ذرہ ذرہ، تنگی جاسے، غبارِ شوق م گردِ ام یہ ہے دعتِ صحرِ آشکار ہے  
دلِ مدعی، و دیدہ بنا مدعی علیہ م لٹکائے کامقہ پھر رو بکار ہے  
چہرے شبنم، آئینہ برگِ گل پہ، آب م اے عندلیب! وقتِ وداعِ بہار ہے  
جلت کشِ وفا کو شکایت نہ چاہیے اے مدعی، طلسمِ عرق بے غبار ہے

۱- غ = ہے تار و پودِ فرشِ تبسم بہ بزمِ عیش ۲- غ = اسد

۲- غ = سے ۳- غ = اے بے جا

۵ یہ شعر پہلی بار متن و تائیں درج ہوا  
\* یہ اشعار پہلی مرتبہ متن و تائیں درج ہوئے

چچ اُڑتی ہے وعدہ دلدار کی مجھے م وہ آئے یا نہ آئے پہیاں انتظار ہے  
کیفیتِ مجوم تمنا رسا، اسد  
خیمہ ازہ، ساغرِ کئے رنجِ خار ہے

مستی، یہ ذوقِ غفلت ساقی، ہلاک ہے م موجِ شرابِ یک مژدہ خوابِ ناک ہے  
کلفتِ طلسمِ جلوہ کیفیتِ دگر زنگارِ خوردہ آئینہ، یک برگِ تاک ہے  
ہے عرضِ جوہرِ خط و خالِ ہزارِ عکس لیکن ہنوز دامنِ آئینہ پاک ہے  
ہوں، خلوتِ فسردگیِ انتظار میں وہ بے مارِ جس کو ہوس بھی تباک ہے  
بجز زخمِ تیغِ ناز، سنہیں دل میں آرزو م جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے  
جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا سنہیں اسد م صحرِ ہماری آنکھیں یک مُشتِ خاک ہے

حُسنِ بے پردہ، خریدارِ متاعِ جلوہ ہے م آئینہ زلفِ منکرِ اختراعِ جلوہ ہے  
عجزِ دیدنِ بابائے و نازِ رفتنِ ہاچشم جادہ صحرائے گہا شُعاعِ جلوہ ہے  
اختلافِ رنگِ بو، طرحِ بہاؤِ خودی صلحِ گلِ گردِ ادب کاوِ نزاعِ جلوہ ہے

۱- غ = بستہ  
۲- غ = یہ شعر پہلی بار متن و تائیں درج ہوا  
۵ یہ شعر پہلی بار متن و تائیں درج ہوا  
\* یہ اشعار پہلی مرتبہ متن و تائیں درج ہوئے



تا کجا، اے اگھی رنگ تماشا باختم؟ م چشم واکر دیدہ، آغوش و دل جلوه ہے  
حُسنِ خوباں بس کہ بے قدر تماشا ہے اسد  
آئینہ یک دست رِوا متاعِ جلوه ہے

خود فروشی ہائے ہستی بس کہ جائے خندہ ہے ہر شکستِ قیمتِ دل میں صدائے خندہ ہے  
عُرضِ نازِ شوخی و دُعاں برائے خندہ ہے م دعویٰ جمعیتِ اجابِ جائے خندہ ہے  
ہے عدم میں غنچہ، محوِ عبرتِ انجامِ گل م یک جہاں زلزلہ نائل، در قفائے خندہ ہے  
کلفتِ افسردگی کو عیشِ بے تابی حرام م در نہ دُعاں در دلِ افسردہ بنائے خندہ ہے  
نقشِ عبرت در نظر، یا نقدِ عشرت در لباط دو جہاں وسعتِ بقدرِ یک نضائے خندہ ہے  
شورشِ باطن کے ہیں اجابِ مکرور نہیاں م دلِ محیطِ گریہ و لبِ آشنائے خندہ ہے  
جائے استہزاء ہے، عشرتِ کوشی، ہستی اسد  
صبح و شبنم، فرصتِ نشو و نما کے خندہ ہے

شوخی مضربِ بولاں، آبِ بارِ نغمہ ہے برگِ ریزِ نازِ مَطربِ بہارِ نغمہ ہے

۱۔ غ = تا ۲۔ غ = ہا ۳۔ غ = شوخی اظہارِ دُعاں ہا

۴۔ " = ہے ہیں عدم میں غنچہ با عبرت کشِ انجامِ گل

۵۔ " = ہے عیشِ بے تابی خرامِ کلفتِ افسردگی

۶۔ " = عرض \* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

کس سے اے غفلت تجھے تعمیر آگاہی ملے؟ گوشِ ہاسیابی، و دل بے قرارِ نغمہ ہے  
سازِ عیشِ بے دل ہے خانہ ویرانی، مجھے سبیلِ یاں کوکِ صدائے آتشِ نغمہ ہے  
سنبلی خوان ہے بدوقِ تارِ گیسوے دراز نالہِ زنجیرِ محنتوں، رشتہ دارِ نغمہ ہے  
شوخیِ فریاد سے ہے پردہ زنبور، گل کسوتِ ایجا دِ بلبل، خارِ خارِ نغمہ ہے  
نشہ ہا، شادابِ رنگِ سازِ ہامتِ طرب م شیشہ ہے، سروِ سبزِ قویاںِ نغمہ ہے  
ہم نشیں مت کہ کہ "ہم کر نہ برِ عیشِ دست" م واں تو میرے نالے کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے  
غفلتِ استعدادِ ذوق، و مدِّ غافلِ اسد  
پندہ گوشِ حریفان، پود و تارِ نغمہ ہے

نشہ ہے، بے چمن، دودِ چراغِ کشتہ ہے جام، داغِ شعلہ اند و چراغِ کشتہ ہے  
رحمِ کرِ ظالم، کہ کیا بودِ چراغِ کشتہ ہے م نبضِ بیمارِ وفا، دودِ چراغِ کشتہ ہے  
دلِ لگی کی آرزو بے چین رکھتی ہے ہمیں م ورنہ یاں بے لوثی، سودِ چراغِ کشتہ ہے  
داغِ ربطِ ہم ہیں اہلِ باغ، گر گل ہو شہید لالہِ جہنمِ حسرتِ آلودِ چراغِ کشتہ ہے  
شور ہے کس بزم کی عرضِ جراتِ خانہ کا؟ صبحِ یکِ زخمِ نمکِ سودِ چراغِ کشتہ ہے

۱۔ غ = ہم دیگر ہیں

۵۔ یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

\* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

○ ..... ۱۸۱۹ء

نامراد جلوہ، ہر عالم میں حسرت گل کیسے لالہ، داغ شعلہ فرسودہ چراغ کشتہ ہے  
 ہو جہاں تیرا داغ ناز مست بے خودی خواب نازِ کلر خاں دود چراغ کشتہ ہے  
 ہے، دلِ افسردہ، داغِ شوخی مطلبِ اسد  
 شعلہ آخر فالِ مقصود چراغ کشتہ ہے

پیش سے میری وقف کشمکش ہر تارِ بستر ہے م راسخ بایں ہے، مراقبِ بارِ بستر ہے  
 یہ ذوقِ شوخی اعضا تکلفِ بارِ بستر ہے معافِ بیچ تاب کشمکش ہر تارِ بستر ہے  
 خوشا! اقبالِ رنجوری، عبادت کو تم آئے ہو م فروغِ شمعِ بایں، طالعِ بیدارِ بستر ہے  
 تمہارے تکلفِ سبز ہر چشم پوشیدن گذارِ شمعِ محفلِ بچشِ طواری بستر ہے  
 مزہ فرس رہ و دلِ ناتوان و آرزو مضطر پیائے غفٹہ، سیرِ وادیِ پر خوارِ بستر ہے  
 سرشکِ سرِ صحرادادہ، نور العینِ امن ہے م دلِ دوستِ پافتادہ، بر خورِ دارِ بستر ہے  
 بطونانِ گاہِ جوشِ اضطرابِ بنامِ تنہائی م شعاعِ آفتابِ صبحِ محشر، تارِ بستر ہے

- ۱۔ غ = دہ ہر رنگ  
 ۲۔ = داغِ خوفِ نازک نیم مست  
 ۳۔ = داغِ آرزوئے شوخ اسد  
 ۴۔ = عبارتِ بے گنج سے گری بازارِ بستر ہے  
 ۵۔ = بستن ہا  
 ۶۔ =  
 ۷۔ = اضطرابِ وحشتِ شبِ با  
 ۸۔ = یہ شعر پہلی بار شبنم قاضی درج ہوا

○ ..... ۱۸۱۹ء

انجی آتی ہے بوباش سے جس کی زلفِ مشکیں کی م ہماری دید کو خوابِ زلیخا، عارِ بستر ہے  
 کہوں کیا، دل کی کیا حالت ہے بحرِ یاسینِ غالب م کہ بیتابی سے ہر یک تارِ بستر خوارِ بستر ہے

خطر ہے رشتہ الفتِ رگ گردن ہو جائے م غرورِ دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جائے  
 پیاسِ شوخیِ مہرِ گانِ مہر ہر خد سوزن ہے تبسمِ برگِ گل کو، بچہ دامن نہ ہو جائے  
 جراتِ دوزیِ عاشق ہے حاجتِ ترسائیوں م کہ رشتہ تارِ شاکِ دیدہ سوزن نہ ہو جائے  
 غضبِ شمرِ آفریں ہے رنجِ یزی ہائے خود بینی پیدی آٹنے کی پیٹہ روزن نہ ہو جائے  
 سمجھ اس فصل میں کوتاہی نشو و نما غالب م اگر گلِ سرو سے قامتِ پربہرین نہ ہو جائے

نوائے خفتہ الفتِ اگر بیتاب ہو جائے م پر پرواز تارِ شمعِ بر مغربِ ہو جائے  
 اگر وحشتِ عرفِ افشانِ بے پروا خرامی ہو بیاضِ دیدہ آمو اکفِ سیلابِ ہو جائے  
 زبیںِ طوفانِ آبِ گل ہے غافل کیا تجھے ا کہ ہر یک گرو بادِ گلستاں گروابِ ہو جائے  
 انہیں یاں تک اے دستِ عا، دخلِ تصرفِ کر کہ سجدہِ قبضہ تیغِ خمِ محرابِ ہو جائے  
 رنگِ گل اگر شیرازہ بند بے خودی رہے م ہزار شفقِ مجموعہ یک خوابِ ہو جائے

- ۱۔ غ = اسد خوشی بہار دیدہ بیدار کے صدقے  
 ۲۔ = یہ شعر میں موجود ہے  
 ۳۔ = طرارتِ جوشیِ طوفانِ آبِ گل سے ممکن ہے

○ ..... ۶۱۸۱۶

نمکِ برداغِ مشکِ آلودہ وحشت تماشا ہے سوادِ دیدہ آہو شبِ مہتاب ہو جاوے  
اسد، باوصفِ مشقِ یہ تکلفِ خاکِ گزین  
غضب ہے، گر غبارِ خاطرِ احباب ہو جاوے

دلِ بیمار از خود رفتہ، تصویرِ نہالی ہے کہ مژگانِ ریشہ دارِ نیستانِ شیرِ قالی ہے  
سرورِ نشہ گروں اگر کیفیتِ افزا ہو نہاں ہر گردِ بادِ دشت میں جامِ سفالی ہے  
عروجِ نشہ ہے سزا قدمِ قدیمِ ریاں بجائے خود، وگرنہ، سرِ دھجی مینائے خالی ہے  
ہوا آئینہ، جامِ بادہ عکسِ روئے گلگون سے نشانِ خالِ رخ، دلِ غبارِ ترنگالی ہے  
بپائے خامہ موٹے رہِ وصفِ کمر کیجے کہ تارِ جادہٗ سرِ منزلِ نازکِ خیالی ہے  
اسد، اٹھنا قیامتِ قاتلوں کا وقتِ آرایش  
لباسِ نظم میں بالیدنِ مضمونِ عالی ہے

شبنم، بگلِ لالہ، نہ خالی زاد ہے م داغِ دلِ بے درد، نظرِ گاہِ حیا ہے  
دلِ خون شدہ کشمکشِ حسرتِ دیدار م آئینہ، بدستِ بُتِ بدستِ جنا ہے  
تمثال میں تیری ہے وہ شوخی کہ بعدِ ذوق م آئینہ، بہ اندازِ گل، آغوشِ کثابہ ہے

۱۔ غ = کثرتِ اظہار

○ ..... ۶۱۸۱۶

قری کفِ خاکستر، و بلبِ نفسِ رنگ م اے نالہ! نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے؟  
مجوری و دعوایِ گرفتاری الفت م دستِ ترِ سنگِ آمدہ، پیمانِ وفا ہے  
سرِ ششہٗ بیتابیِ دل، درِ گرو عجز پروازِ بیخونِ خفتہ و فریادِ رسا ہے  
اے پر تو خورشیدِ جہانِ تابِ ادھر بھی م سلیے کی طرح، ہم یہ عجب وقت پڑا ہے  
معلوم ہو احوالِ شہیدانِ گزشتہ م تیغِ ستم، آئینہٗ تصویرِ نما ہے  
شعلے سے نہ ہوتی، ہوسِ شعلہ نے جوکی م جی، کس قدر افسردگیِ دل پہ جلا ہے  
خونے تری افسردہ کیا وحشتِ دل کو م معشوقی و بے حوصلگی، طرفہ بلا ہے  
ناگردہ گناہوں کی بھی حسرت کی ملے داو م یارب! اگر ان کردہ گناہوں کی مزا ہے  
بے گناہیِ خلق سے بید نہ ہو، غالب! م کوئی نہیں تیرا، تو امری جانِ خدا ہے

زلفِ سیہ، افنی نظرِ بد قلمی ہے ہر جزِ خطِ سبز و زردِ رقی ہے  
ہے مشقِ وفا، جانتے ہیں لغزشِ پاتک اے شمع، تجھے دعویٰ ثابتِ قدی ہے  
ہے عرضِ شکستِ آئینہٗ ہر ات عاشق جزا کہ سرِ لشکرِ وحشتِ علمی ہے

۱۔ غ = دامنِ ترِ سنگِ آمدہ احرامِ وفا ہے

۲۔ غ = خطِ ہر ہے اسدِ حالِ شہیدانِ گزشتہ

۳۔ غ = شمعِ سہمی بارِ متنِ ق میں درج ہوا

\* یہ اشعار گل میں موجود ہیں۔ یہ غزل بعض اوراق کے نقصان کی وجہ سے  
میں دستیاب نہیں

○ ..... ۱۸۱۹ء

واماندہ فوقِ طرب وصل نہیں ہوں اے حسرتِ بسیار، تمنّا کی کمی ہے  
وہ پردہ نشیں، اور اسدِ آئینہ اظہار  
شہرت چمنِ فتنہ و عبقارِ می ہے

اس قامتِ رعنا کی جہاں جلوہ گری ہے تسلیم فروشی، روشِ کبکِ دری ہے  
شمرندۂ الفت ہوں مدا و طلبی سے ہر قطرۂ شربت مجھے اشکِ شگری ہے  
سرمایہ وحشت ہے، دلا، سایہ گلزار ہر سبزۂ نوحہ ستہ یاں بالِ پری ہے  
روشن ہوئی یہ بات دمِ نزع کہ آخر فانوسِ کفن بہرِ چراغِ سحری ہے  
ہم آئے ہیں، غالباً رہِ اقلیمِ عدم سے  
یہ تیرگیِ حال لباسِ سفری ہے

تاچندِ نفس، غفلتِ ہستی سے براؤے قاصدِ تیشِ نالہ ہے، یارب، خبر آئے!  
ہے طاقِ فراموشیِ سوداے دو عالم وہ سنگ کہ گلدستہ جوشِ شر آئے  
ورد، آئینہ کیفیتِ صدرِ نگہ، یارب خیازہ طرب ساغرِ زخمِ جگر آئے  
جمعیتِ آوارگی دید نہ پوچھو دل تارِ شرہ، آغوشِ وداعِ نظر آئے

○ ..... ۱۸۱۹ء

اے ہرزہ دری، منتِ تمکین ہنوں کھینچ تا ابدہ محلِ کشِ موجِ گہر آئے  
وہ تشنہ سرشارِ تمنا ہوں کہ جس کو ہرزہ بہ کیفیتِ ساغرِ نظر آئے  
زاہد کہ جنوں سبجہ تحقیق ہے، یارب زنجیری صد حلقہ بیرونِ در آئے  
تمثالِ بتاں گرنہ رکھے پنبہ مرہم آئینہ بہ عریانی زخمِ جگر آئے  
ہوں میں بھی تماشاںِ نیرنگِ تماشا م مطلب نہیں کچھ اس سے کہ طلبِ بے بر آئے  
ہر غنچہ، اسد، بارگہ شوکتِ گل ہے  
دلِ فرسِ رو ناز ہے، بیدل اگر آئے

لگاہ اُس چشم کی، افزوں کرے ہے نالوائی پرِ باش ہے وقتِ دیدِ شرکانِ تماشاں  
شکستِ قیمتِ دل آں سوسے عذرِ ناساں طلسمِ ناامیدی ہے خجالتِ گاہِ پیدائ  
پرِ طاوس ہے نیرنگِ داغِ حیرتِ انشاں دو عالم دیدہ بسملِ چراغاں جلوہ پیمائ  
تجربے گریباں گیرِ ذوقِ جلوہ پیرائی ملی ہے جوہرِ آئینہ کو، جوں بچندہ گہرائ  
شرارِ سنگ سے پادِ رحنا گلگونِ شیریں ہے ہنوز اے تیشہ قرآءِ عزمِ آتشیں پائی  
غورِ درستِ رونے شانہ توڑِ فرقِ ہمد پر سلیمانی ہے ننگِ بے دماغانِ خود آرائ  
جنوں اندر وہاں ناتواں اے جلوہ شوخی کر گئی ایک عمر خودداری با استقبالِ رعنائ

۱۔ غ = یہ شعر پہلی بار متن و ق میں درج ہوا  
۵

۱۔ غ = شوق

نگاہِ عبرتِ انہوں گاہِ برق و گاہِ شعل ہے ہوا پر خلوت و جلوت حاصلِ ذوقِ تہائی  
جنونِ بیکسی سا غرکشِ داغِ پلنگ آیا شررِ کیفیتِ نئے سنگِ محوِ نیازِ مینائی  
خدایا، خوں ہو رنگِ اتیانِ زار و زالہِ نوزوں ہو جنوں کو سخت بیتابی ہے تکلیفِ شکستِ کیا بی  
خراباتِ جنوں میں ہے اسبہ وقتِ قدحِ نوشی  
پر عشقِ ساقی کو شر بہارِ بادہِ پیمائی

غم و عشرتِ قدمِ بوسِ دلِ تسلیمِ آئیں ہے دعاے دعا گم کردگان، لبرِ نیرِ آئیں ہے  
تماشا ہے کہ ناموسِ وفارِ سوائے آئیں ہے نفسِ تیری گلی میں خوں ہوا و بازارِ رنگیں ہے  
لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہِ جنبانی م قیامت کشتہ لعلِ تباں کا خوابِ سنگیں ہے  
ہمارا دیکھنا اگر رنگ ہے سیرِ گلستاں کر شرارِ آہ سے موجِ مباح، طمانِ گلچیں ہے  
پیامِ تعزیت پیدا ہے اندازِ عیادت سے شبِ ماتم، تر و اماں دو و شمعِ بایں ہے  
زبکسِ جز حسنِ منتِ ناگوارا ہے طبیعت پر کشادہ عقدا محوِ ناخنِ دستِ نگاریں ہے  
سنہیں ہے سرِ نوشتِ عشقِ غیر از بے دماغی ہا جبین پر میری، اندھا مہ قدرتِ خطِ آہیں ہے  
بہارِ باغ، پامالِ خرامِ جلوہ فرمایاں حنا سے دست و خونِ کشکان سے تیغِ رنگیں ہے

۱۔ غم = عین  
۲۔ گم کردگان = گم کردگان عشق  
۳۔ اسبہ =

بیابانِ فنا ہے بعدِ محارے طلبِ غالب پسینہ تو سنِ ہمت کا سیلِ خانہ زری ہے  
محوِ امیدگی، سامانِ بیتابی کرے چہنم میں توڑے نمکدانِ ناشکرِ خوابی کرے  
آرزوے خانہ آبادی تے ویراںِ ترکیا کیا کروں گرسایہ دیوارِ سیلابی کرے  
نغمہ ہا، والبستہ یک عقدہ تارِ نفس ناخنِ تیغِ تباں شاید کہ مضرابی کرے  
بھجی تسم وہ جلوہ ریزِ بے نقابی ہو اگر رنگِ خسارِ گلِ خمرِ شیدِ بہتابی کرے  
زخمِ ہائے کہنہ دل رکھتے ہیں جنوںِ مرگی لے خوشا اگر آبرِ تیغِ نازِ تیرابی کرے  
بادشاہی کا جہاں یہ حال ہو غالب تو پھر  
کیوں نہ دلی میں ہر اک ناچیزِ نوابی کرے

اے خوشا! وقفے کر ساقی یک خمستانِ واکرے تار و پودِ فرسِ محفلِ پینہ مینا کرے  
گرتبِ اسودہ مژگاں تصرف واکرے رشتہ پا، شوخیِ بالِ نفس پیدا کرے  
گردِ کھانوں صفحہ بے نقشِ رنگِ فتنہ کو دستِ روا، سطرِ تسم یک قلمِ انشا کرے

۱۔ غم = طلبِ تازی  
۲۔ ناخنِ مشکل کشا لاؤں = ناخنِ مشکل کشا لاؤں  
۳۔ گرسایہ = گرسایہ ہو اسبہ  
۴۔ خمرِ شید = خمرِ شید  
۵۔ کہنہ برجائندہ = کہنہ برجائندہ  
۶۔ آہ = آہ  
\* یہ شعر پہلی بار متن ق میں درج ہوا

جو عزادار شہیدانِ نفسِ در دیدہ ہو      نوحۂ ماتم باواز پر عفت کرے  
حلقہ گردابِ جوہر کو بت ڈالے تہوڑ      عکسِ گر طوفانی آئینہ دریا کرے  
یک در بر روی رحمت بستہ دوشِ جہت      ناامیدی ہے خیالِ خانہ ویراں کیا کرے  
تو بیٹھے جب کہ ہم جام و سبوح ہم کو کیا ؟      آسماں سے بادہ گلغام گریبا کرے  
نا توانی سے نہیں سرور گریبانی، اندہ  
ہوں سراپا یک خم تسلیم، جو مولا کرے

چاک کی خواہش اگر وحشتِ بے عربانی کرے      صبح کے مانند زخمِ دل، گریبانی کرے  
ہے شکستن سے بھی دلِ نوید یارب کب تک      آہگینہ، کوہ پر عرضِ گراں جانی کرے  
میکدہ گرو چشمِ مستِ ناز سے پاؤں شکست      موئے شیشہ، دیدہ ساغری مژگانی کرے  
خطِ عارض سے کھائے زلف کو الفت نے عہد      یک قلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے  
ہاتھ پر گر ہاتھ مار سے یارِ وقتِ قبہ      کر یک شب تاب سا، مہرِ افشانی کرے  
جلوے کا ترے وہ عالم ہے کہ گر کچھ خیال      دیدہ دل کو زیارت گاہِ حیرانی کرے

- ۱۔ غ = ہو تہوڑ ستاں طلسمِ حلقہ گرداب ہا  
۲۔ = شفقت  
۳۔ = حسرتاں  
۴۔ = جلد تن ہوں یک خم تسلیم، جوق کرے  
۵۔ = یار  
+ یہ شعر پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھایا گیا  
۵ یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

وقت اس افتادہ کا خوشِ جوق وعتِ اندہ      نقشِ پائے مور کو تختِ سلیمانی کرے  
بقصِ ظاہری رنگِ کمالِ طبعِ پنہاں ہے      کہ بہر مدعاے دل زبانِ لال، زبناں ہے  
خوشیِ خانہ زادِ چشمِ بے پروا لگا ہاں ہے      عبا رِ سر مزیں گرو سوا و نرگستاں ہے  
صفائے اشک میں دلاخِ جگر جلوہ دکھاتے ہیں      بر طائوسِ گویا، برقی ابر چشمِ گریاں ہے  
بر بوسے زلفِ مشکین یہ دماغ، آشفتم ہیں      کہ شاخِ آہوں دودِ چراغِ آسا پریشاں ہے  
مکلفِ بر طرف ہے جانتاں تر لطفِ بد نویاں      نگاہِ بے حجابِ ناز، تیغِ تیزِ عریاں ہے  
اندہ یہ فطر غم نے کی تلفِ کیفیتِ شادی      کہ صبحِ عیدِ مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

تمام اجزائے عالم صیدِ دامِ چشمِ گریاں ہے      طلسمِ شش جہت، یک حلقہ گردابِ طوفان ہے  
نہیں ہے مردانِ صاحبِ لالِ جز کسبِ حقیقت      سویدا میں نفسِ نامنِ خطِ نقطے میں پنہاں ہے  
عبا رِ دشتِ حشت، سرمد سازِ انتظار آیا      کہ چشمِ آبلہ میں طولِ میلِ راہِ مژگاں ہے  
زائسِ دوشِ رم آہو پہ ہے محلِ تمت کا      جنونِ قیس سے بھی شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

- ۱۔ غ = دلاخِ جگر آئینہ پر تو ہیں  
۲۔ = بر طائوس برقی ابر چشمِ اشک باراں ہے  
۳۔ = بر بوسے زلفِ مشکِ آفتاں ہیں ہم افز و آشفتم  
۴۔ = جہاں زندانِ مروجستانِ دل ہائے پریشاں ہے  
۵۔ = در نقطہ  
۶۔ = طرازِ نہانہ محل ہے بر دوشِ رم آہو  
ز وحشت ہائے مجنونِ شوخیِ لیلیٰ نمایاں ہے

لقاب یار ہے غفلت نگاہی اہل نیش کی مژدہ پوشیدنی ہا پردہ تصویر عریاں ہے  
اسد، بند قباے یار ہے فردوس کا غنچہ  
اگر واہو، تو دکھلا دوں کہ یک عالم گلستاں ہے

ہجوم نالہ حیرت عاجز عرض یک افغاں ہے م خموشی ریشہ صد نیستاں سے خس بدندان ہے  
دل دین نقد لاساقی سے گرسودا کیا چاہے م کہ اس بازار میں ساغر، متاع و سنگدوں ہے  
عم آغوش بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو م چراغ روشن اپنا، تلزم مصر کا مرجاں ہے  
گجائے ہر کو عرق ہر سعی عروج نشہ لگیں تر خط رخسار ساقی تا ناخراط ساغر چرخ افغاں ہے  
رہا بے قدر دل، در پردہ جوشن ظہور آخر گل و زکس بہم آئینہ واقلم کوراں ہے  
تکلف ساز رسوائی ہے، غافل شرم رخسائی دل خوں گشتہ دردست جنا آلودہ عریاں ہے  
تماشا، سرخوش غفلت ہے با وصف حضور دل ہنوز آئینہ خلوت گاہ ناز ربط شرکاں ہے  
تکلف بر طرف ذوق زلیخا جمع کر، در نہ پریشاں خواب غوش وداع یوسفستاں ہے  
اسد، جمعیت دل در کنار بے خودی تو شتر

دو عالم آگہی، سامان یک خواب پریشاں ہے

۱۔ غ = غفلت نگاہی ہا بے بندہ

۲۔ = اسد بند قباے غنچہ رنگار ساقی

۳۔ = اگر مودے شگفتن جوشن یک عالم گلستاں ہے

۴۔ = یہ اشعار گل میں موجود ہیں۔ فتاکے لبض اور ق تلف ہو چکے ہیں۔ اس لیے  
یہ غزل دستیاب نہیں ہو سکی۔

تغافل مشربی سے ناتمامی بس کہ پیدا ہے نگاہ ناز چشم یار میں زنا ریتا ہے  
تصرف و خنوں میں ہے تصور ہائے محنوں کا سواد چشم آہو، عکس خال روئے لیلآ ہے  
محبت طرز پیوند نہال دوستی جانے دویدن ریشہ سان مفت کی خواب لیلآ ہے  
کیا یکسر گداز دل نیاز جوشش حسرت سویدا نسخہ تہ بندی داغ تمتا ہے  
ہجوم ریش خوں کے سبب نگاہ نہیں مکتا جہاں ہے بچہ میاں، مرغ رشتہ برپا ہے  
اسد، گر نام والا عی علی تعویذ بازو ہو  
غزل، بحر خوں، تمثال در آئینہ رمتا ہے

افز سوز محبت کا، قیامت بے مجاہا ہے کہ رگ سے سنگ میں تخم شرکار ریشہ پیدا ہے  
نہاں ہے گوہر مقصود جیب خود شنائی میں کیاں غواص ہے تمثال، اور آئینہ دریا ہے  
عزیز و ذکر وصل غیر سے مجھ کو نہ پہلاؤ کہ یاں انسون خواب افسانہ خواب لیلیا ہے  
تصور بہر تسکین پسین ہاے طفل دل بجار رنگ ہاے رفتہ گلچین تماشا ہے

۱۔ غ = در چشم بستاں

۲۔ = نہیں ہوتا پریدن جلوہ رنگ از فرط خوں ریزی

۳۔ = دانہ در جفت

۴۔ = عزیزان مگر چہ پہلا تے ہیں ذکر وصل سے لیکن

۵۔ = مجھے

۶۔ = پسین

۷۔ = بیاؤ

○ ..... ۱۸۱۶ء

بسی غیر ہے قطع لباس خانہ دیرانی کہ تارِ جادہ رہ، رشتہ دامنِ صحرایہ  
 مجھے شب ہائے تاریک فراقِ شعریاں ہیں چراغِ خانہ دل، سوزشِ داغِ تمنا ہے  
 ترے نوکر ترے در پر اسد کو ذبح کرتے ہیں  
 شملکِ ناخدا ترس، آشنا کشِ باجر کیا ہے؟

یہ بزمِ پستیِ حسرتِ تکلیفِ بے جا ہے کہ جامِ بادہ، کفِ بربلیبِ تقریبِ تقاضا ہے  
 مری ہستی، فضا ہے حیرتِ آبادِ تمنا ہے م جسے کہتے ہیں نالہ وہ اسی عالم کا علقا ہے  
 نہ لائی شوخی اندیشہ تابِ رنجِ نو میدی م کفِ افسوس ملنا، عہدِ تجدیدِ تمنا ہے  
 نشاطِ دیدہ مینا ہے کو خواب؟ وجہِ بیداری؟ ہم آوروں مژگاں سے برے تماشا ہے  
 نہ کوئی آبلوں میں، اگر سرِ شکِ دیدہ نم سے بھولان گاہِ نو میدی، نگاہِ عاجزاںِ پا ہے  
 وفائے دلبران ہے اتفاقی، ورنہ، اے ہمد م اثرِ فریادِ دل ہائے حزیں کا کس نے دیکھا ہے؟

- ۱۔ رخ = خانہ بربادان  
 ۲۔ " = اسد  
 ۳۔ " = کرباں کفِ بربلیبِ پیمانہ از جوششِ تقاضا ہے  
 ۴۔ " = درد  
 ۵۔ " = سودن  
 ۶۔ " = بوسِ جیبِ تماشا  
 ۷۔ " = نہ ہو کر جوششِ اشکِ آئینہ درآبلہِ حُسن  
 ۸۔ " = مطلب یا  
 \* یہ شعر پہلی بار مشقِ ق میں درج ہوا  
 ۵ یہ اشعار پہلی مرتبہ مشقِ ق میں درج ہوئے

○ ..... ۱۸۱۶ء

نگہِ معمارِ حسرتِ با چہ آبادی؟ چہ دیرانی؟ کہ مژگاں جس طرف دہو، بکھ دامنِ صحرایہ  
 یہ سختی ہائے قیدِ زندگی، معلومِ آزادی شری بھی صیدِ دامِ رشتہِ رگ ہائے خار ہے  
 خزان کیا؟ فصلِ گل کہتے ہیں کس کو؟ کوئی سمجھ م وہی ہم ہیں افس ہے اور ماتمِ بال و پر کا ہے  
 اسد، پاسِ تمنا سے نہ رکھ امتیادِ آزادی  
 گلزارِ ہرمتِ آبِ بارِ صدمت ہے

بہر پروردنِ سرِ امرِ لطفِ گسترِ سایہ ہے پیچہ مژگاں بے طفلِ اشکِ ستِ دایہ ہے  
 فصلِ گل میں دیدہ خونیں نگاہانِ جنوں دولتِ نظارہ گل سے شفقِ سرمایہ ہے  
 شورشِ باطن سے یاں تک مجھ کو غفلت ہے اگر آہ! شیونِ دل یک سرودِ خانہ ہمسایہ ہے  
 گیوں نہ تیغِ یار کو مشاطہ الفت کہوں؟ رخم، مثلِ گلِ سراپا کا مرے پیرایہ ہے  
 اے اسد آباد ہے مجھ سے جہانِ شاعری خامہ میرا تختِ سلطانِ سخن کا پایہ ہے

وہ نہا کر آبِ گل سے سایہ گل کے تلے بال کس گرمی سے سکھاتا تھا سُنبل کے تلے  
 کثرتِ جوشِ نوید سے نہیں تل کی جگہ خال کب مشاطہ سے سکتی ہے کاکل کے تلے

- ۱۔ رخ = در بند دام  
 ۲۔ " = گلزارِ آرزو یا آبِ بارِ آرزو ہے  
 ۳۔ " = عبت  
 ۴۔ " = جوں

\* یہ شعر پہلی بار مشقِ ق میں درج ہوا = شیخِ رم میں طبع ہوا



○ ..... ۶۱۸۱۶

بس کہ خواباں باغ کو دیتے ہیں تو جی شکست  
ہے پر افشانِ پلیدن با بہ تکلیفِ ہوس  
پے بمقصدِ بزدنی ہے خضر سے اے اسد

جو ہر آئینہ ساں مژگاں بدل آسودہ ہے  
دامِ گاہِ عجز میں سامانِ آسایش کہاں؟  
اے ہوس، عرضِ بساطِ نازِ مشتاقی نہ مانگ  
ہے ریا کار تبہ بالا تر تصورِ کردنی  
کی کہوں پرواز کی آوارگی کی کشمکش؟  
پنہ میناے مے رکھ لو تم اپنے کان میں  
جس طرف سے آئے ہیں آخرِ اصرارِ جاییں گے  
ہے سوادِ خط، پریشاں موتی اہلِ عزا  
کثرتِ انشائے مضمونِ تخیل سے اسد

- ۱۔ غ = قطرہ اشک بڑا وید و نگاہ آلودہ ہے
- ۲۔ = در طسم عاجزی اے اضطرابِ آرام کو
- ۳۔ = با = نازِ مستحقاں نہ پوچھ
- ۴۔ = جوں پرطاؤس جس چنوں
- ۵۔ = تیرگی داغ سے

\* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

○ ..... ۶۱۸۱۶

بہارِ تعزیتِ آبا و عشق، ماتم، ہے  
نہ پوچھ نسخہ مرہمِ جراحتِ دل کا م  
کہ تیغِ یار، ہلالِ مہِ محرم ہے  
کہ اس میں ریزہ الماس جزوِ اعظم ہے  
بہ رہنِ ضبط ہے، آئینہ بندِ گوہر  
وگر نہ مجھ میں ہر قطرہ چشمِ پرہم ہے  
جن میں کون ہے طرزا فنِ شیوہِ عشق؟  
کہ گل ہے بلسلِ رنگین و بیضہ بنم ہے  
اگر نہ ہوئے رگِ خواب صرفِ شیرازہ  
تمامِ دفترِ ربطِ مزاج، درہم ہے  
بہت دلوں میں تغافل نے تیرے پید کی م  
وہ اک نگہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہے  
اسد بہ ناز کی طبعِ آرزو انصاف!

کہ ایک وہم ضعیف و غم دو عالم ہے

عذارِ یار، نظر بندِ چشمِ گریاں ہے  
ہجومِ ضبطِ فغاں سے مری زبانِ خموش  
عجب کہ پر تو فوراً شمعِ شبنمستاں ہے  
برنگِ بستہ، بہ زمِ سرابِ دادہ بیکان ہے  
قبائے جلوہ فرا ہے، لباسِ عریانی  
بطرِ زگل، رگِ جاں مجھ کو تارِ داماں ہے  
لبِ گزیدہ معشوق ہے، دلِ افکار  
کہ نجیہ جلوہ آثارِ زخمِ دندان ہے

- ۱۔ غ = رنگِ نیاز
- ۲۔ = زبانِ بکامِ خموشاں دِ خطِ تلخیِ ضبط
- ۳۔ = بستہ
- ۴۔ = نسب
- ۵۔ = نشانِ جوہرِ شمشیر
- ۵۔ = یہ اشعار پہلی بار متن ق میں درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

گشود غنچہ رخا طر عجب نہ رکھ غافل صبا خرامی خواباں بہار سداں ہے  
 فغاں کہ بہر شفا سے حصول ناشدنی دماغ نازکش منت طیبیاں ہے  
 طلسم منت یک خلق سے رہائی دی جہاں جہاں مرے قاتل کا مجھ پہ احساں ہے  
 جنوں نے مجھ کو بنایا ہے مدعی میرا ہمیشہ ہاتھ میں میرے مرا گریباں ہے  
 اسد کو زیست تھی مشکل اگر نہ سُن لیتا  
 کہ قتل عاشقِ دلدادہ تجھ کو آساں ہے

شفق، بدعویٰ عاشق گواہ نکلیں ہے کہ ماہ، دروختاے کھنکھاریں ہے  
 کرے ہے بادہ سے لبے کسے نگ فرغ م خط پیلہ، سرسرا، نگاہ گنجیں ہے  
 عیاں ہے پائے خانی بزرگ پر تو خور یکاب، روزن دیوارِ خاندانِ زین ہے  
 جبین صبح امیرِ فساد گویاں پر درازی رگ خوابِ بتاں خطِ چین ہے  
 ہوا، نشانِ سوادِ دیارِ حسن، عیاں کہ خط، غبارِ زینِ خیز زلفِ مشکیں ہے  
 بجائے گردِ سُنے نالہ ہے بلبلِ زار م کہ گوشِ گل، ہم شبنم سے پنہ آگین ہے  
 کجی تو اس سر شوریدہ کی بھی داو لے م کہ ایک عمر سے حسرت پرستِ بالیں ہے

۱۔ رخ = دل  
 ۲۔ = اسد جہاں کہ علی بر سرِ زارش ہو  
 ۳۔ = کشا و عقدہ دشوار کا آساں ہے  
 ۴۔ = سے پر تو خور شید  
 ۵۔ یہ اشعار پہلی بار متن و تائیں درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

نہ پوچھ کچھ سر و سامان کا دوبار اسد! جنوں معاملہ، بیدل، فقیر مسکین ہے  
 اسد ہے نزع میں چل کے وفا پر اے خدا م مقام ترکِ حجاب و دواعِ تمکین ہے

روتا ہوں بس کہ درہوسِ آرمیدگی جوں گوہرِ اشک کو ہے فراموش چکیدگی  
 بر خاک اوفت ادگی کشتگانِ عشق ہے سجدہ سپاسِ منزلِ رسیدگی  
 انسانِ نیاز مندِ ازل ہے کہ جوں کماں مطلب ہے ربط سے رگ و پے کی خمیدگی  
 ہے بسملِ ادائے حسنِ عارضِ بہار گلشن کو رنگِ گل سے ہے درخولِ طمیدگی

دیکھا نہیں ہے ہم نے بعشقِ بتاں اسد  
 غیر از شکستہ عالی و حسرت کشیدگی

عاشق، نقابِ جلوہ جانا نہ چاہیے فالوسِ شمع کو پر پروانہ چاہیے  
 ہے وصل، ہجرِ عالمِ تمکین و ضبط میں م معشوقِ شوخ و عاشقِ دیوانہ چاہیے  
 پیدا کروں دماغِ تماشاے سرو و گل حسرت کشوں کو ساغرِ مینا نہ چاہیے  
 دیوانگماں میں حاملِ رازِ نہانِ عشق اے بے تمیز، گنج کو ویرانہ چاہیے

۵۔ یہ شعر پہلی بار متن و تائیں درج ہوا  
 \* یہ شعر پہلی بار متن و تائیں درج ہوا

○ ..... ۶۱۸۱۶

اُس لبِ لہلہ ہی جائے گا بوسہ کبھی تو، ہاں م شوقِ فضول و جزا تِ زندانِ چاہیے  
 ساقی، بہارِ موسمِ گل ہے مردِ بخشش پیماں سے ہم گزر گئے، پیمانہ چاہیے  
 جٹا دو ہے یار کی روشِ گفتگو، اسد  
 یاں جو فوس نہیں اگر افسانہ چاہیے

یوں، بعدِ ضبطِ اشک پھروں گریز کے پانی پے کسو پہ کوئی جیسے دار کے  
 سیما بپشتِ گرمی آئینہ دے ہے، ہم م حیراں کیے ہوئے ہیں، دلِ بے قرار کے  
 بعد از وداعِ یارِ بخون در تپیدہ ہیں نقشِ قدم، ہیں ہم کفِ پائے نگار کے  
 ظاہر ہے ہم سے کلفتِ نختِ سیاہ روز گویا کہ تختہ مشق ہیں خطِ غبار کے  
 حسرت سے دیکھ رہے ہیں ہم، اب رنگِ گل مانندِ بنیم، اشک ہیں مژگانِ خار کے  
 آغوشِ گل، گشودہ برائے وداع ہے م اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے  
 ہم، مشقِ فکر و صل و غم، ہجر سے اسد  
 لائقِ نہیں رہے ہیں، غمِ روزگار کے

۱۔ غ = جٹا دو ہے طرزِ گفتگو سے یار اے اسد

۲۔ = چھرا جس طرح بیوے پانی کوئی دار و دار کے

۳۔ = طبعی طرزِ گل گفتگو کنارِ وداع ہے ۴۔ اے بلبو! چلو کہ چلے دن بہار کے

۵۔ = وقتِ گل

\* یہ اشعار اہلسی بار متن ق میں درج ہوئے

○ ..... ۶۱۸۱۶

دینکِ حیرتِ رم، آئینہ پروازِ زانو ہے کہ مشکِ نافہ تھمالِ سوادِ چشم آہو ہے  
 ترجمِ ستمِ کوشوں کے ہے سامانِ غمِ نری میر شکِ چشمِ یار، آبِ دمِ شمشیرِ ابرو ہے  
 کرے ہے دستِ فرسودہ ہوس، دہم تو انائی پر افشاں دہ در کجِ قفسِ تعویذِ بازو ہے  
 ہوا، چرخِ خمیدہ، نالواں بارِ علق سے کہ ظاہر پہ پنجہ خورشیدِ دستِ زیرِ پہلو ہے  
 اسد، تاکہ طبعیت طاقتِ ضبطِ الم لاوے؟  
 فغانِ دل بہ پہلو، نالہ بیمارِ بدخو ہے

بدستِ آوروں دل گم ہو دیاے شاہی ہے وگرنہ خاتمِ دستِ سیماں فلس ماہی ہے  
 سخنِ تاریکِ طبعوں کا ہے اظہارِ کثافت ہا کہ رنگِ خامہِ فولاد، ماناے سیاہی ہے  
 خمیدنِ نشتر ہے میں ہے شرمِ زشتِ اعمالی دماغِ زہد میں آخرِ غرورِ بے گناہی ہے  
 نہیں ہے خالی آرایش سے بے سامانی عاشق شکستِ حال، اندازِ آفرینِ کجِ کلاہی ہے  
 اسد، خواباں بھی دورِ چرخ سے ریختہ خاطر ہیں  
 گریباں چاکِ گل ہا نشانِ داودِ خواہی ہے

۱۔ غ = ستم کوشاں

۲۔ = تابِ پریدن ہا

۳۔ = خورشید

○ ..... ۶۱۸۱۶

بچھڑو محفلِ عشرت میں جا، اے میکشاں خالی  
نہ دوڑا ریشم دیوانگی صحنِ بیابان میں  
دکانِ ناوک تاثیر ہے، از خود تہی ماندن  
محبت ہے لہذا سازِ فناں درپردہ دل ہا  
عبت ہے خطِ ساغرِ جہوہ، طوق گردنِ قمری  
نہ پھولوریش اعداد کی قطرہ فشانی پر

اسد، ہنستے ہیں میرے گریہ ہائے زار پر مژم

بھرا ہے دہریے دردی سے دل کیجے کہاں خالی

ہو واجب حسن کم، خطِ برعدارِ سادہ آتا ہے  
نہیں ہے مزیعِ الفت میں حاصلِ غیرِ پامالی  
محیطِ دہریں بالیدن، از سستی گزشتن ہے  
دیارِ عشق میں جاتا ہے جو سوداگری ساماں

اسد، وارستگانِ بادِ صفِ سماں بے تعلق ہیں

صنوبرِ گلستاں میں بادلِ آزادہ آتا ہے

۱۔ رخ = جز تفت گشتن  
۲۔ = خود و گزشتن

○ ..... ۶۱۸۱۶

نگاہِ ناز نے جب عرضِ تکلیفِ شرارت کی  
روانی موج کے کی، مگر خطِ جامِ آشنا ہوئے  
شرِ گل نے کیا جب بند و بستِ گلشنِ آرائی  
ہیں ریشِ عرق کی آب سے وہاں اعضا ہے  
دیا برو کو چھڑا اور اُس نے فتنے کو اشارت کی  
لکھے کیفیت اُس سطرِ تبسم کی عبارت کی  
عصلے سبز دے زکس کو دی خدمتِ نظار کی  
تب خجالت نے نبضِ رگِ گل میں حرارت کی  
زبلس نکلا عبارِ دل بوقتِ گریہ آنکھوں سے  
اسد کھائے ہوئے مڑے نے آنکھوں میں بصارت کی

خدایا، دل کہاں تک نہ بصرِ رخ و لقب کاٹے  
کریں گھرِ قدرِ اشکِ دیدہ عاشقِ خود آریاں  
دیکھنا! وہ مریضِ غم کہ فرطِ ناتوانی سے  
یقین ہے آدمی کو دستِ گاہِ فقر حاصل ہو  
ہوئے یہ رہرواں دل خستہ نمرِ نارسائی سے  
اسد مجھ میں ہے اُس کے بوسہ پاکی کہاں برأت ؟  
خیم گیسو ہوشیہ سر سید تاب اور شب کاٹے  
صدفِ دندانِ گہریے بر حیرت اپنے لب کاٹے  
بقدرِ یک نفسِ جاوہ، بصرِ رخ و لقب کاٹے  
دم تیغ توکل سے اگر پائے سبب کاٹے  
کہ دستِ آرزو سے یک قلم پائے طلب کاٹے  
کہ میں نے دستِ پابا ہم بہ شمشیرِ ادب کاٹے

۱۔ رخ = نگاہِ سرمد سے عرضِ تکلیفِ شرارت کی  
۲۔ = یہ ابرو سے خم تیغِ صفتِ مانی اشارت کی  
۳۔ = ہوئی ریشِ عرق کی جو ششِ اسہالِ دوبانی  
۴۔ = اشکِ خاموشی  
۵۔ = فناں برجِ حالِ رنجورے  
۶۔ = اسد کو جراتِ بوسیدہ پائے جن رویاں  
۷۔ + یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

○ ..... ۶۱۸۱۶

تماشا ہے جہاں مفت نظر ہے کہ یہ گلزار باغِ رہ گزر ہے  
 جہاں شمعِ خموشی جلوہ گر ہے پر پروانگاہاں بالِ شر ہے  
 بہ جیبِ اشکِ چشمِ سرمہ آلود مہی مالیدہ دندانِ گہر ہے  
 شفقِ ساں موجِ نون ہے رگِ کُفَل کہ مژگانِ کشودہ نیشتر ہے  
 کرے ہے روئے روشن آفتابی غبارِ خطِ رخ، گردِ سحر ہے  
 ہوئی یک عمر صرفِ مشقِ نالہ اثرِ موقوفِ بر عمرِ دگر ہے

اسد ہوں میں پرافشانِ ریدن

سوادِ شعر در گردِ سفر ہے

بس کہ زیرِ خاک با آبِ طراوتِ راہ ہے ریشے سے ہر تخمِ کاڈو، اندر دنِ چاہ ہے  
 عکسِ گلِ ہائے سخن سے چشمہ ہائے باغ میں فلسِ ماہی آنستہ پر دازِ داغِ ماہ ہے  
 دامن سے ہے تکلیفِ عرضِ بیدار معنی ہائے دل یاں صریحاً مجھ کو نالہ جہانکاہ ہے  
 حسنِ دروغانی میں وہمِ صدرِ سرگردن ہے فرقِ سوز کے قامتِ پہاگل، یک دامنِ کوتاہ ہے  
 رشک ہے آسائشِ اربابِ غفلتِ پراستد بیچِ تابِ دل، نصیبِ خاطرِ آگاہ ہے

اور پ دو نہیں، اصل میں ایک ہی شعر ہے۔ (کوہ کی غزل میں بطورِ مقطع دب استعمال کرنا کیا ہے، اسی لیے حاشیہ ق میں لکھا گیا مگر دلِ قلم زد ہونے سے رہ گیا۔

۱۔ غ = سے چشمہ ہائے باغ میں از عکسِ گلِ ہائے سخن

۲۔ \* یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا دیکھو، (ب) کے لیے دیکھیے ص ۲۸۹

○ ..... ۶۱۸۱۶

اے اسد، یوں مت ہوا ز درِ شاوِ نجف صاحبِ دل ہا وکیلِ حضرتِ اللہ ہے  
 بس کہ چشمِ اذانتظارِ خوش خطاں بے نوبہ ہے یک قلمِ شاخِ گلِ تو گس، عصا ہے کوہ ہے  
 بزمِ خواباں بس کہ جوشِ جلوہ سے پرتو ہے پشتِ دنتِ عجریاں ہر برگِ نخلِ طور ہے  
 ہوں، تصورِ ہائے ہمدوشی سے بدستِ شراب حیرتِ آغوشِ خواباں، ساغرِ بکور ہے  
 ہے عجب مردوں کو غفلتِ ہائے اہلِ دہر سے ہنرہ یوں انگشتِ حیرتِ در دہانِ گور ہے  
 حسرتِ آبادِ جہاں میں ہے الم، غمِ آفریں نودِ گویا خانہ زادِ نالہ رنجور ہے  
 کیا کروں؟ غمِ ہائے پنہاں لے گئے صبرِ قرار دزدِ گریہ خانگی، تو پاسِ باں مندوبہ ہے  
 ہے زبانتِ دگلی نشہِ بیماری مجھے بے سخن، تیغِ لہ لبِ دانہ انگور ہے  
 جس جگہ ہو مسندِ آرا جانشینِ مصطفیٰ اُس جگہ تختِ سیماں، نقشِ پایے بولہ ہے

۱۔ دامن سے ہے تکلیفِ عرضِ بیدار معنی اور اسد

یاں صریحاً مجھ کو نالہ رنجور ہے

(پ ب یہ دو نہیں، اصل میں ایک ہی شعر ہے۔ (کوہ کی غزل میں بطورِ مقطع دب استعمال کیا گیا ہے، اسی لیے حاشیہ ق میں لکھا گیا مگر دلِ قلم زد ہونے سے رہ گیا۔ ص ۲۸۸ پر

۱۔ غ = صافی

۲۔ = دروہے غمِ آفریں در حسرتِ آبادِ جہاں ہائے ماتمِ خانہ، زادِ نالہ رنجور ہے

۳۔ = در نظر

۴۔ = ہو جہاں اورنگِ آرا

۵۔ = دامنِ اسد

۶۔ + یہ اشعار حاشیہ ق میں ہیں

سوختنِ گاہ کی خاک میں ریزشِ نقشِ داغ ہے آئینہ نشانِ حالِ مثلِ گلِ چراغ ہے  
 لطفِ خمارِ مے کو ہے دردِ دلِ ہمدِ گراثر پینہ شیشہ شرابِ کفِ بلبِ کیاغ ہے  
 مُفتِ صفائے طبع ہے جلوۂ نازِ سوختنِ داغِ دلِ سیدِ دلاں، مردمِ چشمِ زان ہے  
 رنجشِ یارِ مہرباں، عیش و طرب کا ہے نشانِ دل سے اٹھے ہے جو غبارِ گردِ سوادِ باغ ہے  
 شعر کی فکر کو، اسد، چاہیے ہے دلِ دماغ  
 داکے! کہ یہ فسردہ دل، بیدل و بیداغ ہے

### رباعیات

ہر چہ کہ دوستی میں کامل ہونا ممکن نہیں یک نہ بان و یک دل ہونا  
 میں تجھ سے، اور مجھ سے تو پویشیدہ ہے مفت، نگاہ کا مقابل ہونا

بعد از اتساعِ بزمِ عیدِ اطفالِ ایامِ جوانی رہے ساغرِ کشِ حال  
 آپہنچے ہیں تا سوادِ تسلیمِ عدم<sup>۱</sup> لے عمرِ گزشتہ ایک قدمِ استقبال

۱۔ غ = آئینہ بساطِ ناز

۲۔ = شوقی عینِ سوختن

۳۔ = سے گردِ کوہِ درتِ بتا، مثلِ غبارِ باغ ہے

۴۔ = عذر

شب زلف و رخِ عرقِ فشاں کا غم تھا کیا شرح کروں؟ کہ طرفہ ترغلم تھا  
 رویا میں ہزار آنکھ سے صبحِ تلک<sup>۲</sup> ہر قطرہ اشک، دیدہ پر نہم تھا  
 دل تھا کہ جو جانِ دردِ تہید سہی بیتابیِ رشک و حسرتِ دید سہی  
 ہم اور فردن، اے تجلی، انسوس!<sup>۲</sup> تکرارِ روا نہیں، تو تجدید سہی

سامانِ ہزار جستجو، یعنی، دل! ساغرِ کشِ خونِ آرزو، یعنی دل  
 پشت و رخِ آئینہ ہے، دین و دنیا منظور ہے دو جہاں سے تو، یعنی دل

اے کاش! بتاں کا خنجرِ سبزِ ننگاں پہلوے حیات سے گزر جاتا صاف  
 اک قسم لگا رہا کہ تار و زے چند رہیے نہ مشقتِ گدائی سے مُعاف

لے کثرتِ فہم بے شمار اندیشہ ہے اصلِ خرد سے شمار اندیشہ  
 یک قطرہ خونِ و دعوتِ صد نشتر یک وہم و عبادتِ ہزار اندیشہ

۱۔ غ = تابہ سحر

۲۔ = سے ہر قطرہ اشکِ چشم، چشمِ غم تھا

○ ..... ۱۸۱۶ء

پے گریہ کمالِ تجبیبی ہے مجھے      در بزمِ وفا نخل نشینی ہے مجھے  
محرومِ صدا رہا بغیر ازیک تار      ابریشمِ ساز، موے چینی ہے مجھے

گر جوہرِ امتیاز ہوتا ہم میں      رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں  
ہیں ناٹم و نگیں، کہیں گہ نقبِ شعور      یہ چور پڑا ہے خانہ خاتم میں

ہے خلقِ حسد قماش لڑنے کے لیے      دشتِ کدۂ تلاش لڑنے کے لیے  
یعنی، ہر بار صورتِ کاغذِ باد ۲      ملتے ہیں یہ بدماش لڑنے کے لیے

گلخن، شررِ اہتمامِ بستر ہے آج      یعنی تبِ عشقِ شعلہ پرور ہے آج  
ہوں دردِ ہلاکِ نامہ بر سے بیمار      قمارورہ مرا خونِ کبوتر ہے آج

۱۔ رخ = نقش

۲۔ = جوں کاغذِ باد کو ہوا دھج ہو جس

۱۸۱۶ء تا ۱۸۲۱ء

حاشیہ  
نسخہ بھوپال

(بخطِ غالب)

۱۸۱۶ء

نسخہ بھوپال

(مشمولہ نسخہ حمیدریہ)

۱۸۲۱ء

○ ..... ۱۸۱۶ء

پے گریہ کمالِ توجہی ہے مجھے      در بزمِ وفا نخل نشینی ہے مجھے  
محرومِ صدا رہا بغیر ازیک تار      ابریشمِ ساز، موئے چینی ہے مجھے

گر جوہرِ استیا زہوتا ہم میں      رسوا کرتے نہ آپ کو عالم میں  
ہیں ناٹم و نیکیں، کیس گہ نقبِ شعور      یہ چور پڑا ہے خسانہ خاتم میں

ہے خلقِ حسد قماش لڑنے کے لیے      وحشت کردہ تلاش لڑنے کے لیے  
یعنی، ہر بار صورتِ کاغذِ باد ۲      ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنے کے لیے

گکفن، شررِ اہتمامِ بستر ہے آج      یعنی تب عشقِ شعلہ پروہ ہے آج  
ہوں دردِ ہلاکِ نامہ بر سے بیمار      قارورہ مرا خونِ کبوتر ہے آج

۱- رخ = نقش

۲- = ہے جوں کاغذِ باد کو ہوا و جبر ہوس

۱۸۱۶ء تا ۱۸۲۱ء

حاشیہ  
نسخہء بھوپال

(بخطِ غالب)

۱۸۱۶ء

نسخہء بھوپال

(مشمولہ نسخہء حمیدریہ)

۱۸۲۱ء



○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

غیر نا شگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں م بوسے کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں  
پرسش طرز دہری کیجیے کیا؟ کہ بن کہے م اُس کے ہر ایک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں  
رات کے وقت نے پیے ساتھ رقیب کو لیے م آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں  
غیر سے رات کیا بنی؟ یہ جو کہا، تو دیکھیے م سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں  
بزم میں اُس کے درو کیوں نہ خوش بیٹھے؟ م اُسکی تو خاشی میں بھی ہے ہی مدعا کہ یوں  
میں نے کہا کہ "بزم ناز چاہیے غیر سے تھی" م سن کےستم ظریف نے مجھ کو اٹھایا کہ یوں  
مجھ سے کہا جو یار نے "جاتے ہیں ہوش کس طرح؟" م دیکھ کے میری بخودی، چلنے لگی ہو کہ یوں  
کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی؟ م آئندہ دار بن گئی حیرت نقش پاک کہ یوں  
گرتے دل میں ہو خیال وصل میں شوق کا زلال م موج محیط آب میں ماسے ہے ست پاک کہ یوں  
جو یہ کہے کہ "ریختہ کیونکے ہو رشک فارسی؟" م گفتہ غالب ایجا پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں

وہ فراق اور وہ وصال کہاں؟ م وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں؟  
فرست کار و بار شوق کیسے؟ م ذوقِ نظارۂ جمال کہاں؟  
دل تو دل، وہ دماغ بھی نہ رہا م شورِ سودا نے خطِ دخال کہاں؟

۱۔ غ = شعر اسد کے ایک در پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں  
۲۔ = اور وہ سال ...  
+ یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ قی میں درج ہوئے

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

تھی وہ اک شخص کے تصور سے م اب وہ رعنائی خیال کہاں؟  
ایسا آساں نہیں لہو رونا م دل میں طاقت، جگر میں حال کہاں؟  
ہم سے چھوٹا قمار خانہ عشق م داں جو جادیں، گرہ میں مال کہاں؟  
فلکِ سفلہ بے محابا ہے م اس ستمگر کو انفعال کہاں؟  
بوسے میں وہ مضائقہ نہ کرے م پر مجھے طاقت سوال کہاں؟  
نکردنیا میں سرکھپاتا ہوں م میں کہاں اور یہ دباں کہاں؟  
مصنوع ہو گئے قوی، غالب م وہ عناصر میں اعمت ال کہاں؟

وارثہ اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو م کیجے ہمارے ساتھ، عداوت ہی کیوں نہ ہو  
چھوڑا نہ مجھ میں صنف نے رنگ اختلاط کا م ہے دل پہ بار نقشِ محبت ہی کیوں نہ ہو  
ہے مجھ کو تجھ سے تذکرہ غیر کا گلہ م ہر چند بسبیلِ شکایت ہی کیوں نہ ہو  
"پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا" م یوں ہو، تو چارہ غمِ اُلفت ہی کیوں نہ ہو  
ڈالانا بیکسی نے کسی سے معاملہ م اپنے سے کھینچتی ہوں، خجالت ہی کیوں نہ ہو  
ہے آدمی، بجائے خود اک محشر خیال م ہم انجن سمجھتے ہیں، خلوت ہی کیوں نہ ہو  
ہنگامہ زبونی ہمت ہے انفعال م حامل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیوں نہ ہو

۱۔ غ = تھی وہ خواباں ہی کے تصور سے  
۲۔ غ = کسو  
۵۔ یہ شعر پہلی بار متن قی میں درج ہوا

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

دارستگی بہانہ بیگانگی نہیں م اپنے سے کوئی غیر سے وحشت ہی کیوں نہ ہو  
مٹتا ہے فوجِ فرصت ہستی کا غم کوئی م عمر عزیز صرف عبادت ہی کیوں نہ ہو

اُس فتنہ خور کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد  
اس میں ہمارے سر یہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

سمجھاؤ اُسے، یہ وضع چھوڑے جو چاہے کرے، پہ دل نہ توڑے  
تقریر کا اس کی حال مت پوچھ معنی ہیں بہت، تو لفظ تھوڑے  
نذرِ میزہ کر دل و جگر کو چیرے ہی سے جائیں گے یہ پھوڑے  
عاشق کو یہ چاہیے کہ ہرگز اندوہ سے ڈوڑ کے اسٹھ نہ موڑے  
آجالِ بام، کوئی کب تک دیوار سے اپنے سر کو پھوڑے  
جاتے ہیں رقیب کو خط اُس کے کاغذ کے دوڑتے ہیں گھوڑے  
غم خوار کو ہے قسم کہ زہنِ ق غالت کو نہ تشنہ کام چھوڑے  
حسرت زدہ طرب ہے یہ شخص دم جب کہ بہ وقتِ نزع توڑے  
پانی نہ چوائے اس کے منہ میں گلے میں بھگو بھگو پخوڑے

۱۔ رخ = سنگین دلی  
۲۔ رخ = ہر چند عمر  
۳۔ یہ غزل رخ کے حاشیہ برکھی دوسرے کے قلم سے، درج ہے اس لیے اسے ۱۸۱۶ء کے  
بعد کے کلام میں رکھا گیا۔ مگر غزل کا اسلوب غالت کے اسلوب سے میل نہیں کھاتا۔ اگر یہ  
غالت ہی کا کلام ہے تو ابتدائی عشق کا نمونہ سمجھنا چاہیے کیونکہ بیس سال کی عمر تک غالت کے  
شکر و ذوق کی توانائی ظاہر ہو چکی تھی۔

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

کی تنگ ہم ستم زدگان کا جہان ہے م جس میں کہ ایک بیضہ مور آسمان ہے  
ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے م پرتو سے آفتاب کے ڈٹے میں جان ہے  
حال اُن کہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ م غافل کو میرے شیشے پہ نئے کا گمان ہے  
کی اس نے گرم سینہ اہلِ بوس میں جا م آئے دیکھوں پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے  
کیا خوب! تم نے غیر کو بوسہ نہیں دیا؟ م بس چپ رہو، ہمارے بھی منہ میں زبان ہے  
بیٹھا ہے جو کہ سایہ دیوارِ یار میں م فرماں رواے کشورِ ہندوستان ہے  
ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا! م کس سے کہوں کہ دغ جگر کا نشان ہے  
ہے، بارے، اعتماد و وفا اس قدر م غالب ہم اس میں خوش ہیں کہ ناہریان ہے  
دلی کے رہنے والو، اسد کو ست و مت

بیچارہ، چند روز کا یاں میہان ہے

درد سے میرے ہے تجھ کو بیقراری ہاے ہاے! م کیا ہوئی، ظالم تری غفلت شکاری ہاے ہاے!  
تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ غم کا حوصلہ م تو نے پھر کیوں کی تھی میری غمگساری ہاے ہاے!  
کیوں مری غم خوار کی کا تجھ کو آیا تھا خیال؟ م دشمنی اپنی تھی میری دوستی زاری ہاے ہاے!

۱۔ رخ = ہم بھی اسی

۲۔ رخ = دلی

۳۔ یہ اشعار پہلی بار متن و تائیں درج ہوئے

○ ... بعد از ۶۱۸۱۶ (حاشیہ رخ)

عمر بھر کا تو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا؟ م عمر کو بھی تو نہیں ہے پایداری ہاے ہاے!  
 زہر لگتی ہے مجھے آبِ دہوائے زندگی م یعنی، تجھ سے تھی لے ناساز گاری ہاے ہاے!  
 گل فشانی ہاے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا؟ م خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہاے ہاے!  
 شرمِ رسوائی سے جا پھینکا نقابِ خاک میں م ختم ہے الفت کی، تجھ پر پردہ داری ہاے ہاے!  
 خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی م اٹھ گئی دنیا سے راہِ ویرم یاری ہاے ہاے!  
 ہاتھ ہی تیغِ آزما کا کام سے جاتا رہا! م دل پر اک لگنے نہ پایا، زخمِ کاری ہاے ہاے!  
 کس طرح کاٹے کوئی شبِ ہاے تاریک کال؟ م ہے نظرِ خود کردہ اختِ شکاری ہاے ہاے!  
 گوشِ مجبورِ پیام و چشمِ محرومِ جلال م ایک دل بس پر یہ نا اُمیدواری ہاے ہاے!  
 عشق نے پکڑا نہ تھا، غالب ابھی خشکِ رنگ م رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہاے ہاے!

گر مصیبت تھی، تو عزت میں اٹھالیتا، اسد

میری دلی ہی میں، ہونی تھی یہ خواری ہاے ہاے!

عشق مجھ کو نہیں، وحشت ہی سہی م میری وحشت، تری شہرت ہی سہی  
 قطع کیجے نہ لقا ہم سے م کچھ نہیں ہے، تو عداوت ہی سہی  
 میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی؟ م اے وہ مجلسِ نہیں، خلوت ہی سہی

○ ... بعد از ۶۱۸۱۶ (حاشیہ رخ)

ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے م غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی  
 اپنی ہستی ہی سے ہو، جو کچھ ہو م آگہی گر نہیں، غفلت ہی سہی  
 عمر، ہر چہ کہ ہے برقِ خدام م دل کے خون کرنے کی فرصت ہی سہی  
 ہم کوئی ترکِ وف کرتے ہیں م نہ سہی عشق، مصیبت ہی سہی  
 کچھ تو دے، اے فلکِ نا انصاف م آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی  
 ہم بھی تسلیم کی نحو، ڈالیں گے م بے نیازی، تری عادت ہی سہی  
 یار سے پھیڑ چلی جائے، اسد م گر نہیں وصل، تو حسرت ہی سہی

چاہیے اچھوں کو، جتن چاہیے م یہ اگر چاہیں، تو پھر کیا چاہیے  
 صحبتِ رنداں سے واجب ہے خد م جاسے کے اپنے کو کھینچا چاہیے  
 دل تو ہوا چھا، نہیں ہے گردِ ماغ م کچھ تو اسبابِ تمنا چاہیے  
 چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل؟ م بارے، اب اس سے بھی سمجھا چاہیے  
 چاکِ متِ کربیب بے آیام گل م کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے  
 دوستی کا پردہ ہے، بیگانگی م مُت چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

۱۔ رخ = سے پھیڑ خواہاں سے۔۔۔۔۔

۲۔ " یہ شعر پہلی بار آخر ق میں اضافہ ہوا

۱۔ رخ = دلی  
 یہ شعر، میں موجود ہے

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

اپنی رسوائی میں کیا چلتی ہے سہی م یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے  
دشمنی نے میری کھویا غیبر کو م کس قدر دشمن ہے؟ دیکھا چاہیے  
مخمر مرنے پہ ہو جس کی اُمید م نا اُمیدی اس کی دیکھنا چاہیے  
چاہتے ہیں خوب رویوں کو اسد م قطعہ آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے  
غافل ان مہ طلعتوں کے واسطے م چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

پھر کچھ اک، دل کو بے قراری ہے م سینہ بویاے زخم کاری ہے  
پھر جگر کھوونے لگا ناخن م آمدِ فضلِ لالہ کاری ہے  
قبلہ مقصدِ نگاہِ نیاز م پھر وہی پردہ عماری ہے  
چشم، دلالِ جنسِ رسوائی م دل، خریدارِ ذوقِ خواری ہے  
وہی صدرنگ نالہ و ساقی م وہی صد گونہ اشکباری ہے  
دل، ہوائے غلامِ ناز سے پھر م محشرستانِ بے قراری ہے  
جلوہ، پھر عرضِ ناز کرتا ہے م روزِ بازارِ حبِ انسیاری ہے  
پھر اُسی بے وفا پہ مرتے ہیں م پھر وہی زندگی ہماری ہے  
پھر کھٹا ہے درِ عدالتِ ناز م گرم، بازارِ فوجداری ہے

○ ... بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)

ہو رہا ہے جہان میں اندھیر م زلف کی پھر سرشتہ داری ہے  
پھر دیا پارہ جگر نے سوال م ایک فریاد و آہ وزاری ہے  
پھر ہوئے ہیں گواہِ عشقِ طلب م اشک باری کا حکم جاری ہے  
دل و مژگاں کا جو مقدمہ تھا م آج پھر اس کی رو بکاری ہے  
بے خودی بے سبب نہیں غالب م کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

مدت ہوئی ہے، یار کو کہاں کیے ہوئے م جوشِ قرح سے نیم چراغاں کیے ہوئے  
کرتا ہوں جمع، پھر جگرِ نختِ نخت کو م عرصہ ہوا ہے، دعوتِ مژگاں کیے ہوئے  
پھر وضعِ احتیاط سے رکنے لگا ہے دم م برسوں ہوئے ہیں چاک گریباں کیے ہوئے  
پھر گرم نالہ ہائے شربِ بار ہے نفس م مدت ہوئی ہے سیرِ چراغاں کیے ہوئے  
پھر پریشِ جزاوتِ دل کو چلا ہے عشق م سامانِ صد ہزار نمکدان کیے ہوئے  
پھر بھر رہا ہوں خامہ مژگاں بخونِ ل م سازِ چمن طرازی داماں کیے ہوئے  
باہم گم ہوئے ہیں دل و دیدہ پھر رقیب م نظارہ و خیال کا سماں کیے ہوئے  
دل پھر طوافِ کوئے طامت کو جائے ہے م پندار کا صنم کردہ ویراں کیے ہوئے

۱- رخ = ہو رہا ہے میں ..... بے قراری کا .....  
۲- رخ = اس میں اس غزل کے صرف سوا شعر حاشیے میں درج ہیں۔ مطلع اور پہلے  
دو شعر پہلی بار آخر قریب میں اضافہ ہوئے اور چوتھا شعر پہلی بار تین  
قبا میں درج ہوا

۱- رخ = یعنی  
\* یہ شعر پہلی بار آخر قریب میں اضافہ ہوا

○ ... بعد از ۶۱۸۱۶ (حاشیہ رخ)

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب م عرض متاع عقل و دل دجاں کیے ہوئے  
 دوڑے ہے پھر ہر ایک گل لالہ پر خیال م حد کلتان نگاہ کا سماں کیے ہوئے  
 پھر چاہتا ہوں نامہ دلدار کھولنا م جاں نذر دلفریبی عنوان کیے ہوئے  
 مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس م زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے  
 چاہے ہے پھر کسی کو مقابل میں آرزو م سرے سے نیر و شتر مژگاں کیے ہوئے  
 اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ م چہرہ فروغ کسے سے گلستان کیے ہوئے  
 پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے ہیں م سرزمین بار منت دریاں کیے ہوئے  
 جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ راتن م بیٹھے ہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے  
 غالب ہمیں نہ چھیڑ کر پھر جوشِ اشک سے م بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفان کیے ہوئے

بے اعتدالیوں سے تنگ سب میں ہم ہوئے م جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے  
 پہناں تھا دام، سخت قرینِ بیاں کے م اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے  
 ہستی ہماری، اپنی فنا پر دلیل ہے م یاں تک منے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے  
 سختی کشانِ عشق کی، پوچھے ہے کیا خبر م وہ لوگ فتنہ سرا یا الم ہوئے  
 تیری وفا سے کیا ہوتا فانی؟ کہ وہ میں م تیرے سوا بھی ہم بہت سے تم ہوئے

۱۔ رخ = اشیاء  
 ۲۔ = کی

○ ... بعد از ۶۱۸۱۶ (حاشیہ رخ)

لکھتے ہے جنوں کی حکایاتِ نونچکاں م ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے  
 اللہ ہے تیری تندیِ نوح جس کے بیم سے م ابرائے مالہ دل میں مرے زق ہم ہوئے  
 اہل ہوس کی فتح ہے، ترکِ نبردِ عشق م جو پاؤں اٹھ گئے، وہی اُن کے علم ہوئے  
 نالے، عدم میں، چند ہمارے پیرو تھے م جو واں نہ کھنچ سکے، سو وہ یاں کے دم ہوئے  
 چھوڑی، اسد، نہ ہم نے گدائی میں دل لگی م سائل ہوئے، تو عاشقِ اہلِ کرم ہوئے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رفو کی م لکھ دیجو، یارب! قسمت میں عدو کی  
 اچھا ہے سزا کشتِ حسائی کا تصور م دل میں نظر آتی تو ہے اک بوندِ لہو کی  
 کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے وصلگی سے؟ م یاں تو کوئی سنتا نہیں فریادِ کسو کی  
 اے بے خیراں، میرے لب زخمِ یگر پر م بخیر جسے کہتے ہو شکایت ہے رفو کی  
 گو زندگی زاہد بے چارہ عجب ہے م اتنا ہے کہ رستی تو ہے تدبیرِ وضو کی  
 صد حیف! وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب م حسرت میں ہے ایک بتِ غریبہ جو کی  
 دشمنے نے کبھی منہ نہ لگایا ہو بگر کو م خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو لگو کی

۱۔ رخ = وہم  
 ۲۔ = یارب اسے لکھ دیجو  
 ۳۔ = صاحب  
 ۴۔ = اتنا تو ہے  
 ۵۔ = یہ شعر پہلی بار متن قاسم درج ہوا

رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے م دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے  
 صرف ہمارے لئے ہوئے، آلاتِ میکشی م تھے یہی دو حساب، سویلوں پاک ہو گئے  
 رولے دہر گو ہوئے، آوارگی تھے، تم م بائے طبیعتوں کے توجہ لاک ہو گئے  
 کہتا ہے کون نالہ بلبس کو بے اثر؟ م پروے میں گل کے، لاکھ جگر چاک ہو گئے  
 پوچھے ہے کیا وجود عدم اہل شوق کا؟ م آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے  
 کرنے گئے تھے اُس سے تغافل کا، ہم گلہ م کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے  
 پوچھے ہے کیا معاشِ جگر تفتگانِ عشق جوں شمع، آپ اپنی وہ خوراک ہو گئے  
 اس رنگ سے اٹھائی کل اُس نے اس کی نش م دشمن بھی جس کو دیکھ کے غمناک ہو گئے

## قصائد

○ ... ۸۲۱

(۱)

سازِ یک ذرہ نہیں فیضِ چین سے بے کار م سایہ لالہ بے دماغ، سویدائے بہار  
 مستی بادِ صبا سے ہے، بہ عرصِ سبزہ م ریزہ شیشہ سے، جو ہر تیغِ کھسار

۱- رخ = میں، ہم  
 ۲- رخ = لاشعشع  
 اس غزل کا پانچواں شعر 'م' میں موجود ہے۔ ہر کتاب ہے کہ ساتویں شعر کو  
 جوف کے متن میں ہے، منسوخ کر کے لکھا گیا ہو۔ تاہم میری رائے میں دونوں اشعار کی  
 جداگانہ حیثیت ہے، اس لیے دونوں ہی برقرار رکھے گئے  
 ۱- ق = عنوان ہے "قصیدہ حیدری بہ تہذیب بہار مغفرت"

سنگِ یہ کار کہ ربطِ نرکت سے، کہ ہے خندہ بے خودی کبک، بدنِ دانِ شرار  
 سبز ہے جامِ نرود کی طرح، داغِ پلنگ م تازہ ہے ریشہ ناریخِ صفتِ فے شرار  
 کشتہ افغی زلفِ سیہ شیریں کو بے ستوں سبزے سے ہے سنگِ نرود کا شرار  
 حسرتِ جلوتہ ساقی ہے کہ ہر بارہ ابر سبز بے تابی سے ملتا ہے بہ تیغِ کھسار  
 دشمنِ حسرتِ عاشق ہے، رگِ ابرسیاہ جس نے برباد کیا ریشہ چنڈی شبِ تار  
 مستی ابر سے گلچینِ طرب ہے حسرت م کہ اس آغوش میں ممکن ہے دو عالم کا فشا  
 کوہِ دھواہر، معموری شوقِ بلبس م راہِ خوابیدہ ہوئی خندہ گل سے بیدار  
 چشمِ بزمِ چشمِ چنے ہے بہ تماشا، مجنوں ہر دو سو خزانہ زنجیرِ نگہ کا بازار  
 خانہ تنگ، ہجومِ دو جہاں کیفیت جامِ جمشید ہے یاں قالبِ حشمتِ دیوار  
 سوچنے سے فیض ہوا، صورتِ مرگانِ شمیم م سرلوشِ دو جہاں ابر، بیکِ سطر عیار  
 کفِ ہر خاکِ بگردوں شدہ، قمری پرواز م دامِ ہر کاغذِ آتش زدہ، طاووسِ شکار  
 سنبلِ دوام کہیں خزانہ خوابِ صیاد نرگس و جامِ سیہ مستی چشمِ بیدار  
 طوفِ ہا، بس کہ گرفتارِ صبا ہیں، شانہ زانوے آئندہ پر مالے ہے دستِ بے کار  
 بس کہ یکے ننگ میں دل کرتی ہے ابا و نسیم لالے کے دماغ سے، جوں نقطہ و خطِ سنبل زار  
 اے خوش! فیضِ ہوا ہے چین نشو و نما بادہ پر زور و نفسِ مست و مستیجا بیمار  
 کاٹ کر پھینکیے ناخن، تو با اندازِ ہلال م قوتِ نامیہ اُس کو بھی نہ چھوٹے بیکار  
 ہمت و نشو و نما میں یہ بلندی ہے کہ سرود پر قری سے کرے صقلِ تیغِ کھسار

ہر کف خاک، جگر تشنہ، صد رنگ ظہور  
کس قدر عین کروں ساغرِ شبنم، یارب؟  
غنچہ لالہ، سیہ مست جوانی ہے ہنوز  
بوش بیداد پیش سے ہوئی عریاں آخر  
سازِ عریانی کی قیقتِ دل ہے، لیکن  
موجِ مے پر ہے، براتِ نگرانی اُمیت  
گلشنِ ویکدہ، سیلابی یک موجِ خیال  
میکدے میں ہو، اگر، آرزوے گل چینی م  
موجِ گل ڈھونڈتے بہ خلوت کدہ غنچہ باغ م  
پشت لبِ تہمت خط کھینچے ہے بے جاہلی  
کھینچے گرمائی اندیشہ چمن کی تصویر م  
جائے حیرت ہے کہ گلابی اندیشہ شوق  
اس زمیں میں نہ کرے سبز سلم کی رفتار

## مطلع ثانی

بل سی کی ہے پے زمرہ مدحتِ تہ م  
حوی سبز ہزار نے پیدا ہوتا

۱۔ ق = مطلع ثانی کی شکل اصل گلوں تھی ہے  
نعل سی کی ہے بددج چمن آراے بہار

کسوتِ تاک میں ہے نقشہ ایجادِ ازل  
بہ نظر گاہِ گلستانِ خیالِ ساقی  
بہ ہوائے چمنِ جلوہ ہے طاؤس پرست  
یک چمنِ جلوہ یوسف ہے بچشمِ یعقوب  
برقہ قمری کے آئینے میں پنہاں صیقل  
عکسِ موجِ گل و سرشاری اندازِ جاب  
کس قدر سازِ دو عالم کو ملی حرارتِ ناز  
ورنہ وہ ناز ہے جس گلشنِ بیداد سے تھا  
سایہ تیغ کو دیکھ اس کے بہ ذوقِ یک نہ خم  
بت کدہ، بہر پرستش گری قبلہ ناز  
سُجھ کر داں ہے اسی کی کفِ امید کا ابر  
رنگیزِ گل و جامِ دو جہاں ناز و نیاز  
بوشِ طوفانِ کرم، ساقی کوثرِ ساغر  
پہنے ہے پیرِ بن کاغذِ ابری نیساں  
وہ شہنشاہ کہ جس کی پے تعمیرِ سرا م  
فلکِ العرش، ہجومِ خمِ دوشِ مزدور م  
سبزہ نہ چمن، ویک خطِ پشتِ لبِ بام م  
سُجھ عینِ دو عالم، بکھتِ ابدِ دار  
یہ خودی دلمِ رگِ گل سے ہے پیمانہ شکار  
باندھے ہے پیرِ فلکِ موجِ شفق سے نثار  
لالہ باداغِ براقندہ، وگلِ بابے خار  
سرو پیل سے عیاں عکسِ خیالِ قریار  
نگہ آئندہ، کیفیتِ دل سے دوچار  
کہ ہوا، ساغرِ بے حوصلہ دل، سرشار  
طورِ مشعل بکھت از جلوہ شمعِ بہار  
سینہ سنگ پہ کھینچے ہے الف بالِ شرار  
باندھے زنا رگِ سنگ، میانِ کہسار  
نیم سے جس کے، صبا، توڑے ہے صد جازناں  
اولیں دورِ امامت، طربِ ایجا و بہار  
تہ فلک، آئندہ ایجادِ کفِ گوہر بار  
یہ تنگ مایہ ہے فریادی بوشِ ایشار  
چشمِ جبریل، ہوئی قالبِ خشتِ دیوار  
رشتہ فیضِ ازل، سازِ طبابِ مہار  
رفعتِ ہمتِ صد عارف، ویک ادجِ حصار

واں کے خفا خاک سے چھل بھجے، ایک پرکاش م  
 پر یہ دولت، تھی نصیبِ نیکِ معنی ناز  
 ذرہ اس گرد کا خُزْشید کو، آئینہ ناز م  
 خاکِ محرابے بخت، جو ہر سیرِ عمرِ فنا م  
 اے خوشا! مکتبِ شوق و بلدستانِ مراد  
 مشقیِ نقشِ قدم، نسخہٴ آبِ حیاں  
 جلوہٴ تمثال ہے ہر ذرہٴ نیرنگِ سواد  
 دو جہاں طالبِ دیدار تھا، یارب کہ ہنوز  
 ہے، نفسِ مایہٴ شوقِ دو جہاں رینگِ رواں  
 آفرینش کو ہے، واں سے طلبِ مستی ناز م  
 دشتِ الفت چمن، وابلہٴ مہماں پرورد  
 یاں تک انصافِ نوازی کہ اگر ریزہٴ سنگ  
 یک بیاباں تپشِ بالِ شرر سے، صحرا  
 فرشِ اس دشتِ تنہا میں نہ ہوتا، گر عدل  
 ابر نیسیاں سے ملے موجِ گہر کا تاواں  
 یک جہاں بسملِ اندازِ پراشِ فی ہے  
 موجِ طوفانِ غضبِ چشمہٴ نہ پرخِ جباب

وہ رہے مروجہٴ بالِ پری سے بے زار  
 کہ ہوا صورتِ آئینہ میں، جو ہر بیدار  
 گرد اس دشت کی، امید کو، اترام بہار  
 چشمِ نقشِ قدم، آئینہٴ بختِ بیدار  
 سبقِ ناز کی، ہے عجز کو صبح، تکرار  
 جادہٴ دشتِ بخت، عمرِ حضر کا طومار  
 بزمِ آئینہٴ تصویرِ نما، مشبِ غیاں  
 چشمکِ ذرہ سے ہے گرم، نگہ کا بازار  
 پائے رفتار کم، و حسرتِ بولاں بسیار  
 عرضِ خیالِ اِیحا دہے ہر موجِ عباں  
 دلِ جبریل، کفِ پاپہ مکے ہے رخسار  
 بے خیر سے بکھتِ پائے ساغرِ آزار  
 مغزِ کہسار میں کرتا ہے فروغِ غرِ خار  
 گرمیِ شعلہٴ رفتار سے جلنےِ حسن و خار  
 غلوتِ ابلہ میں گم کرے، اگر تو، رفتار  
 دام سے اُس کے، نفصا کو ہے رہائی شوار  
 ذوالفقارِ شہِ مرداں، خطِ قدرتِ آثار

موجِ ابرو سے قضا، جس کے تصور سے دو نیم  
 شعلہٴ تحریر سے اس برق کی ہے کلکِ قضا  
 موجِ طوفان ہو، اگر خونِ دوعالمِ ہستی  
 دشتِ تسخیر ہو، اگر گردِ خرامِ دلِ دل  
 بالِ رعنا لایِ دم، موجبِ گلبنِ رقب  
 گردِ رہ اس کی بھری شیشہٴ ماعت میں اگر  
 نرم رفتار ہو جس کوہ پہ وہ برق گداز  
 ہے سرا سرِ رویِ عالمِ ایجاد اُسے  
 جس کے حیرت کدہٴ نقشِ قدم میں، مانی  
 ذوقِ تسلیمِ تمنا سے بہ گلزارِ حضور  
 مطلعِ تازہ ہوا موجبِ کیفیتِ دل

بیم سے جس کے، دلِ شخہٴ تفسیرِ نگار  
 بالِ جبریل سے مسطرِ کشِ سطرِ زہار  
 ہے جنا کو سرِ ناخن سے گزرناد شوار  
 نعلِ درآتشِ ہر ذرہ ہے، تیغِ کہسار  
 گردِ کشِ کاسہٴ سُم، چشمِ پری آئینہ دار  
 ہر نفسِ راہ میں لٹے، نفسِ سیل و نہار  
 رفتنِ رنگِ جنا ہے، تپشِ بالِ شرار  
 جیبِ خلوت کدہٴ فخر میں، بولاں بہار  
 خونِ مدبرِ برق سے باندھے بکھتِ دستِ نگار  
 عرضِ تسخیرِ تماشا سے بہ دامِ اظہار  
 جامِ سرشار سے و غنچہٴ لبریز بہار

### مطلع ثالث

فیض سے تیرے ہے، اے شمعِ شبستانِ بہار م  
 دلِ پروانہ چراغاں پر بلسلِ گلزار  
 شکلِ طاووس کرے، آئینہٴ خانہٴ پرواز م  
 ذوقِ میں جلوے کے تیرے بہ ہوائے دیدار



گردِ جولاں سے ہے تیری، بگریبانِ ندام  
جس چین میں ہو، ترا جب لوہِ محروم نواز  
جس ادب گاہ میں تو آئنتہ شوقی ہو  
تو وہ ساقی ہے کہ ہر موجِ محیطِ نمنہ بہ  
گردِ باد آئنتہ فتراکِ دماغِ دل ہا  
ذوقِ بے تابی دیدار سے تیرے ہے ہنوز  
تیری اولاد کے غم سے ہے، برے گردوں م  
درج میں تیری نہاں از مژدہ لغتِ نبی م  
ہم عبادت کو، ترا نقشِ قدم، مہر نماز م  
تیرا پیمانہ ہے، نسخہ، ادوارِ ظہور  
آیتِ رحمتِ حق، بسمۃِ معصفِ ناز  
قبلہ نورِ نظر، کعبۃِ اعجازِ مسیح  
تہمتِ بے خودی کفر نہ کھینچ، یارب  
ناز پروردہ صد رنگِ تمنا ہوں لے  
تنگی حوصلہ، گردابِ دوعالمِ آداب  
رُشکِ نظارہ تھی یک برقِ تجلی کہ ہنوز  
وحشتِ فرصتِ یک جیشِ ش نے کھویا

جلوۂ طور، نمک سودۂ زخمِ تمکار  
پر طاؤس، کرے گرم نگہ کا بازار  
جلوہ ہے ساقی مخموری تابِ دیوار  
کھینچے خیال نے میں تیرے لبِ ساغر کا شمار  
تیرا صحرے طلب، محفلِ پیمانہ شکار  
جوشِ جوہر سے دل آئنتہ اگلہ ستہ خار  
سلکِ اختر میں میرے نو، مژدہ گو ہر بار  
جام سے تیرے عیان بادۂ جوشنِ اسرار  
ہم ریاضت کو، ترے حوصلے سے استظهار  
تیرا نقشِ قدم، آئینہ شانِ اظہار  
مسطرِ موجِ دیباچہ در سِ اسرار  
مژدہ دیدہ پنچیسے، بنی بیمار  
کمی ربطِ نیاز، دخطِ نازِ لبِ بار  
پرورش پائی ہے جوں غنچہ، بہ خونِ اظہار  
دید یک غنچہ سے ہوں بسملِ نقصانِ بہار  
تشنہ خونِ دو عالم ہوں بہ عرضِ تمکار  
صورتِ رنگِ خنابا تھ سے دلمانِ بہار

شعلہ آغازِ ولے حیرتِ داغِ انجام  
ہے ایسیرِ تم کشمکشِ دامِ وفا  
مژدہ خواب سے کرتا ہوں باسائشِ درد  
محرمِ درد گرفتاریِ مستی معلوم  
تھا میرا سلسلہ جنبانیِ صد عمر اب  
لیکن اس رشتہ تحریر میں سزا سرنگر  
جوہر دستِ دعا آئنتہ، یعنی تاثیر م  
مردمک سے، ہو غزا خانہ اقبالِ نگاہ م  
وثنِ آلِ نبی کو، بطربِ خانہ دہر م  
دورت اس سلسلہ ناز کے جوں نبل و گل  
لسگر عیش پہ سرشارِ تماشاے دوام  
زلفِ معشوق کشش، سلسلہ وحشتِ ناز  
مے تمثالِ پری، نقشہِ مینا آزاو  
دید تادل، اس آئینہ یک پر تو شوق م

موج نے لیک نہ سزا قدمِ آغوشِ خار  
دلِ دارستہ مفتاد و دولتِ بیزار  
بخیمہ زخمِ دلِ چاک، بیک دستہ شرار  
ہوں نفس سے، صفتِ نغمہ بہ بندِ رگ تار  
ساز ہا مفت بہ ریشم کدہ نالِ زار  
ہوں بہ قدرِ عددِ حرفِ علی صبح شمار  
یک طرف نازش و شرکانِ دو گرو غمِ خار  
خاکِ درک تیرے، جو چشم، نہ ہوا آئنتہ دار  
عرضِ خیازۂ سیلابِ ہوا طاقِ دیوار  
ابرِ میخانہ کریں ساغرِ خورشیدِ شکار  
کہ ہے خونِ نزاں سے بہ جنا پائے بہار  
دلِ عاشق، شکنِ آموزِ خمِ طرہ یار  
دل آئنتہ طرب، ساغرِ نختِ بیدار  
فیضِ معنی سے، خطِ ساغرِ اقمِ سرشار

(۲)

دگر، جز جلوة یکتائی معشوق نہیں م ہم کہاں ہوتے، اگر حسن نہ ہوتا خود میں؟  
 توڑے ہے عجز تنگ حوصلہ بر روی زمین سجدہ تمثال وہ آئینہ، کہیں جس کو جبین  
 توڑے ہے نالہ، سر رشتہ پاسِ انفاس سر کسے ہے دلِ حیرت زدہ، شغلِ تسکین  
 بے دلی ہائے تماشا، کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق م بیگسی ہائے تمنا، کہ نہ دنیا ہے نہ دیں  
 ہرزہ ہے، نعمتِ زیر و برم، مستی و عدم م لغو ہے آئینہ فرقِ جنون و تمکین  
 یاس، تیشال بہار آئینہ استغنا و ہم، آئینہ پیدائی تمثالِ یقین  
 خوں ہوا، ہوشِ تمنا سے، دو عالم کا دماغ بزمِ یاس آں سوے پیدائی و انظارِ نگین  
 مثلِ مضمونِ دفا، باد بدستِ تسلیم م صورتِ نقشِ قدم، خاکِ بفرقِ تمکین  
 خانہ ویرانیِ امیر و پریشانیِ بیم جوشِ دوزخ ہے خزانِ چمنِ خلدِ بریں  
 لافِ دانشِ غلط، دفعِ عبادت معلوم م دردِ یک کا غر غفلت ہے، چہ دنیا، چہ دیں  
 بادِ افسانہ بیمار ہے، عیسیٰ کا نفس استخوانِ ریزہ مولاں ہے، سلیمان کا نگین  
 نقشِ معنی ہمہ، خمیانہ عرضِ صورت م سخنِ حق ہمہ، پیمانہ ذوقِ تحسین  
 عشق، بے ربطی شیرازہ اجزائے تو اس م وصل، زنگارِ رخِ آئینہ حسنِ یقین  
 کوہِ کن، گرسنہ مزدورِ طرحِ رقیب م بے ستوں، آئینہ خوابِ گرانِ شیریں

۱۔ یہ مطلع بعد کا اضافہ ہے اور بقول مولانا غفری، پہلے پہل قبا کے حاشیے میں درج ہوا  
 ہے۔ اس کا عنوان ہے "ایضاً" قصیدہ خیرریح فی المنقبت

موجِ خمیازہ یک نشہ، چہ اسلام، چہ کفر کجی یک خطِ مسطر، چہ توہم، چہ یقین  
 قبلہ و ابرو سے بُتِ یک رہ خوابیدہ شوق کعبہ و بت کدہ، یک محلِ خوابِ رنگین  
 کس نے دیکھا، نفسِ اہلِ دفا آتشِ نیر؟ م کس نے پایا، اثرِ نالہِ دلِ ہائے حزین؟  
 عیشِ بسل کدہ عیدِ حریفان معلوم خوں ہو آئینہ، کہ ہو جب امہ طفلانِ رنگین  
 سابعِ زمزمہ اہلِ جہاں ہوں، لیکن م نہ سر و برگِ ستالیش، نہ دماغِ نفیر  
 نزعِ غمور ہوں اُس وید کی دھن میں کہ مجھے رشتہ ساز ازل ہے، نگر باز پس  
 حیرت، آفتِ زدہ عرضِ دو عالم نیرنگ مومِ آئینہ ایجاد ہے، مغزِ تمکین  
 دشتِ دل سے پریشاں ہیں چراغانِ خیال باندھوں ہوں آنے پر چشمِ پری سے آئیں  
 کچھ دیتا ہے پریشاں نظری پر صمرا رم آہو کو ہے ہر ذرے کی چشمک میں کہیں  
 چشمِ امید سے گرتے ہیں دو عالم بولِ شک یاس بیمانہ کشِ گریہ مستانہ ہنہیں  
 کس قدر فکر کو ہے نالِ قلم مومے دماغ کہ ہوا خوں نگہ شوق میں نقشِ تمکین  
 غذرِ رنگ آفتِ جولانِ ہوں ہے یارب جل اٹھے گرمیِ رفتار سے پائے چوبیس  
 نہ تمنا، نہ تماشا، نہ تحیر، نہ نگاہ گرد و جوہر میں ہے آئینہ دلِ پردہ نشیں  
 کھینچوں ہوں آنے پر خندہ گل سے سطر نامہ عنوانِ بیانِ دلِ آزرہ ہنہیں  
 رنجِ تعظیمِ مسیحائیں اٹھتا مجھ سے درد ہوتا ہے مرے دل میں جو توڑوں بالیں  
 بس کہ گستاخیِ اربابِ جہاں سے ہوں ملول پر پردانہ، مری بزم میں ہے نخرِ کہیں  
 اے عبارتِ تجھے کس خط سے ہے درِ نیرنگ لے نگہ، تجھ کو ہے کس نقطے میں مشقِ تسکین؟

کس قدر ہرزہ سراہوں کہ عباداً باللہ ! م یک قلم خارجِ آداب دُورِ ترمکس  
جلوہ ریگِ رداں دیکھ کے گردوں ہر صبح خاک پر توڑے ہے آئینہ نازِ پردی  
شورِ ادہام سے مت ہوشِ خونِ انصاف گفتگو بے مزہ، وزخمِ تمتِ انمکس  
ختم کر ایک اشارت میں عباراتِ نیاز ہوں مہلوز، ہے نہاں گوشہ ابرویں جہیں  
نقش "لا حول" کھائے خامہ بنیاں تحریر م "یا علی" عرض کر لے فطرتِ دوس قری  
معنی لفظِ کرم، بسملہ نسخہ حسن قبلہ اہل نظر، کعبہ اربابِ یقین  
جلوہ رفتارِ سربادہ شرحِ تسلیم نقش پا جس کا ہے توحید کو مزاج جہیں  
کس سے ممکن ہے تری مدح، بغیر از واجب؟ م شعلہ شمع، مگر شمع پہ باندھے آئیں  
ہو وہ سرمایہ ایجاد، جہاں گرم خرام م ہر کفِ خاک ہے واں گردہ قہویرِ زمیں  
منظرِ فیضِ خدا، جہاں دولِ ختمِ مرسَل م قبلہ آلِ نبی، کعبہ ایجا و یقین  
نسبتِ نام سے اُس کے ہے یہ رتبہ کہ ہے م ابد، پشتِ فلکِ خسم شدہ نازِ زمیں  
جلوہ پرداز ہو، نقشِ قدم اس کا، جس جا م وہ کفِ خاک ہے ناموسِ دو عالم کی امیں  
فیضِ خلق اُس کا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا م بوسے گل سے، نفسِ بادِ صبا، عطر آگس  
برشتِ تیغ کا اُس کی ہے جہاں میں چہرچہا م قطع ہو جائے نہ، سرِ رشتہ ایجاد کہیں  
کوہ کو، بیم سے اُس کے ہے جگرِ باغِ تنگی نہ کرے نذرِ صدا، ورنہ، متاعِ تمکس  
کفر سوزاں کا وہ جلوہ ہے کہ جس سے لڑے م رنگِ عاشق کی طرح، رونقِ بتِ خانہ جیس  
وصفِ دُلّال ہے مرے مطلعِ ثانی کی بہار جنتِ نقشِ قدم سے ہوں، میں اس کی گلچیں

## مطلع

گردہ، سرمہ کشِ دیدہ اربابِ یقین نقش ہر کام، ودعالم صفہاں نہ رنگیں  
برگ گل کا، ہو جو طوفان ہو امیں عالم اُس کے جولاں میں نظر آئے ہے یوں دامن میں  
اُس کی شوخی سے بہ حیرت کہ نقشِ خیال فکر کو حوصلہ فرصتِ ادراک نہیں  
جلوہ برق سے ہو جائے ننگ، عکسِ پزیر م اگر آئینہ بنے حیرتِ صورتِ گر چہیں  
جاں پناہ! دل و جاں فیضِ رسا، ایشا! م وہی ختمِ مرسَل تو ہے، بقولِ یقین  
ذوقِ گلچینی نقشِ کفِ پاسے تیرے عرشِ چاہے ہے کہ ہو در پہ ترے خاک نشیں  
تجھ میں اور غیر میں نسبت ہے، لیکن بہ تفاد وہی ختمِ مرسَل تو ہے باثباتِ یقین  
جسمِ اطہر کو ترے، دوشِ پیہر، مہنر م نامِ نامی کو ترے ناصیہ عرشِ انگیں  
تیری مدحت کے لیے میں لُجباں، کام و زباں م نیری تسلیم کو میں لوحِ و قلم، دست و جہیں  
آستانِ پر ہے ترے جو ہر آئینہ سنگ م رقمِ بندگی حضرتِ جبریل امیں  
تیرے در کے کیے اسبابِ تشارِ آمادہ م خاکوں کو جو خزانے دیے جانِ دول و دیں  
داؤدِ یوانگی دل کہ ترا مدحت گھر فزے سے باندھے ہے خورشیدِ فلکِ پرائیں  
کس سے ہو سکتی ہے تداعیِ مدوحِ خدا؟ م کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں؟

۱۔ ق = مطلع ثانی

۲۔ "اصل گاہاں مصرع ثانی یہ تھا کہ اے کہ تجھ سے ہے بہارِ جہنستانِ یقین۔" وہی ختمِ مرسَل...  
والا مصرع اس سے آگے کا ایک شعر چھوڑ کر آتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

جنسِ بازارِ معاصی، اسد الب اسد م کہ سواتیرے کوئی اس کا خریدار نہیں  
 شوخی عرضِ مطالب میں ہے گستاخ طلب م ہے اتنے جوصلہ فضل پر از بس کہ، یقیں  
 دے دعا کو مری وہ مرتبہ حسن قبول م کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سوباد آیں  
 غمِ شبیر سے ہو سینہ یہاں تک لبریز م کہ رہیں خونِ جگر سے مری نکھیں لنگیں  
 طبع کو، الفتِ دلّیل میں یہ سرگرمی شوق م کہ جہاں تک چلے اس قدم اور مجھ سے جہیں  
 دلِ الفت نسب و سینہ توحید فضا م نگر جلوہ پرست و نفسِ صدق گزریں  
 صرفِ اعداء، اثرِ شعلہ و دود و دوزخ م وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوس بریں

(۳)

جہ گمانِ قطعِ زحمت نہ دوچرخِ آشنائی ہو کہ زبانِ سرمہ آلود، نہیں تیغِ اصفہانی  
 بفریبِ آشنائی، بہ خیالِ بے وفائی نہ رکھ آپ سے تعلق، مگر ایک بدگمانی  
 نظریے سوئے کہستان نہیں غیر شیشہ ساماں جو گدازِ دل ہو مطلب تو چین ہے سنگ جانی  
 بفرز گاہِ عبرت پھر بہار کو تماشا ہے کہ نگاہ ہے سید پوش بہ عزائے زندگانی  
 بفرقِ رفتہ یاراں، خط و حرفِ مویں نشان دلِ غافل از حقیقت ہمہ ذوق قصہ خوانی

۱۰۱۱ - یا علی جنسِ معاصی ... ۶۱۸۲۱ ... ۳۱۶  
 اس قصیدے کے کل ۲۹ اشعار ہیں سے تین شعر غزل دے جو نقد داغ دل کی کرے شعلہ  
 یا سبانی کے طور پر ایک سے متبادل دیوان میں درج ہوئے ہیں۔ اس لیے یہ قصیدہ  
 اب ۲۹ اشعار پر مشتمل ہے۔

تپشِ دلِ شکستہ پہ عبرت آگہی ہے کہ نہ دے عنانِ فرصت بہ کشاکشِ زبانی  
 نہ وفا کو آرزو ہے، نہ جفا تمیز ہو ہے چہ حسابِ جانفشانی؟ چہ غرورِ ولستانی؟  
 بہ شکنجِ جستجو، بہ سرابِ گفتگو ہا تنگ تازِ آرزو ہا، بہ فریبِ شادمانی  
 نہیں شاہراہِ اوہام؛ بچاں ٹوٹے سیدن تری سادگی ہے، غافلِ دردل پہ پاسبانی  
 پھر امید و ناامیدی؟ پھر نگاہِ بے نگاہی؟ ہمہ عرضِ ناشکیبی؟ ہمہ سازِ جان ستانی  
 اگر آرزو ہے راحت تو بحثِ بنوں پیرن کہ خیال ہو تو لب کش بہ ہوائے کامرانی  
 شرو شورِ آرزو سے تب و تابِ عجز بہتر نہ کرے اگر ہوس پر، غمِ بیدلی، گرائی  
 ہوسِ فروختن ہا، تب و تابِ سوختن ہا سر شمعِ نقشِ پایہ۔ بسیاں ناتوانی  
 شرِ امیرِ دل کو ملے اوجِ عرضِ اظہار جو بہ صورتِ چراغاں کرے، شعلہِ زبانی  
 ہوئے مشقِ جبرأتِ ناز، وہ وسمِ طرحِ آداب خمِ پشتِ خوشنما تھا بہ گزارشِ جوانی  
 اگر آرزو رہا ہو، پے در دلِ دوا ہو وہ اجل کہ خوب ہوا ہو، بہ شہیدِ ناتوانی  
 غمِ عجز کا سفینہ بہ کنارِ بیدلی ہے مگر ایک شہیرِ مور کرے سازِ بادبانی  
 مجھے اتعاشِ غم نے پے عرضِ حال بخشی ہوسِ غزلِ سرانی، تپشِ فسانہ خوانی

دلِ ناامید کیونکر بہ تسلی آشنا ہو جو امید وار رہیے، نہ بہ مرگِ ناگہانی  
 مجھے بادِ طرب سے بہ خمار گاہِ قہمت جو ملی تو تلخ کامی، جو ہوئی تو سرگرائی  
 دہم کرباں تو مجھ پر کہ وہ دن گئے کہ ہاں تھی مجھے طاقتِ آزمائی، تجھے الفتِ آزمائی

بہ ہزار امید واری رہی ایک اشک باری نہ ہوا حصولِ زاری، بجز استیسی فشان  
 کروں غزیرت کہ بھٹ سوا کھان پیدائی؟ نہ غزیرت میر زانی، نہ فریبِ ناتوانی  
 ہمہ یک نفس تپش سے تپ تابِ ہجرت پوچھ کہ ستم کش جنوں ہوں نہ بقدرِ زندگانی  
 کفِ موجبِ حیا ہوں بہ گزاعرضِ مطلب کہ سرشکِ قطرہ زن ہے بہ پیامِ دل سانی  
 یہی بار بار جی میں مرے آئے ہے کہ غالب  
 کروں خوانِ گفتگو پر دل و جاں کی مہمانی

## غزلیات

عالم، جہاں لعرضِ بساطِ وجود تھا جوں صبحِ چاکِ جیب مجھے تارِ پود تھا  
 بازیِ خورِ فریب ہے، اہلِ نظر کا ذوق ہنگامہ، گرمِ حیرتِ بود و نمود تھا  
 عالم، طلسمِ شہرِ خموشاں ہے سرسبز یا میں غریبِ کشورِ گفت و شنود تھا  
 جز قیس، اور کوئی نہ آیا بروئے کار م صحرا، مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا  
 آشفتگی نے نقشِ سوید کیا درست م ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا  
 تھا خواب میں، خیال کو تجھ سے معاملہ م جب آنکھ کھل گئی، نہ زیاں تھا، نہ سود تھا  
 تیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن، اسد م سرگشتہِ خارِ رسوم و قیود تھا

تنگیِ رفیقِ رہ تھی، عدمِ یادِ وجود تھا میرا سفر بہ طالعِ چشمِ حسود تھا  
 تو یک جہاں تماشِ ہوسِ جمع کر، کہ میں حیرتِ متاعِ عالمِ نقصان و سود تھا  
 گردشِ محیطِ ظلمِ را جس قدر، فلک میں پائمالِ غمزدہ چشمِ کبود تھا  
 پوچھا تھا اگر یہ یار نے احوالِ دل، مگر کس کو دماغِ منتِ گفت و شنود تھا  
 لیتا ہوں، مکتبِ غمِ دل میں سبقِ ہنود م لیکن یہی کہ "رفت" گیا اور "بود" تھا  
 ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی م میں، ورنہ، ہر لباس میں شگِ وجود تھا  
 غورِ شبنمِ آشنا نہ ہوا، ورنہ میں اسد  
 سرتافت دم گزارشِ ذوقِ بخود تھا

کہتے ہو: "نہ دیں گے ہم" دل اگر پڑ پایا م دل کہاں کہ گم کیجے؟ ہم نے مدعا پایا  
 شورِ پندِ ناصح نے زخمِ پر شک جھڑکا م آپ سے کوئی پوچھے "تم نے کیا مزا پایا؟"  
 ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یا رب؟ ہم نے دشتِ امکان کو ایک نقشِ پایا  
 بے دماغِ فحلت ہوں رشکِ امتحاں تاکے؟ ایک بے کسی، تجھ کو عالمِ آشنا پایا  
 سادگی و پرکاری، بے خوی و ہشیاری م حسن کو تغافل میں جرات آنا پایا  
 خاکبازیِ امیت، کارخانہِ طفلی یاس کو دو عالم سے لبِ بخندہ واپایا  
 کیوں نہ وحشتِ غالب باجِ خواہ تسکین ہو؟  
 کشتہ تغافل کو خصمِ نول بہا پایا

عشق سے طبیعت زلیست کا مزا پایا م درد کی دوا پائی، درد بے دوا پایا  
 غنچہ پھر لگا کھلنے، آج ہم نے اپنا دل م خوں کیا ہوا دیکھا، گم کیا ہوا پایا  
 فکرِ نالہ میں، گویا، حلقہ ہوں زمر تاپا عضو عضو، جوں زنجیر یک دل صلا پایا  
 حالِ دل نہیں معلوم، لیکن اس قدر یعنی م ہم نے بار بار ڈھونڈھا، تم نے بار بار پایا  
 شبِ نظارہ پرورتھا ثواب میں خیر اُس کا صبح، مہرِ گل کو نقشِ بوریہ پایا  
 جس قدر جگر خوں ہو، کوجہ دادِ گل ہے زخمِ تیغِ قاتل کو طرفہ دکشا پایا  
 ہے لنگیں کی پاداری، نامِ صاحبِ خانہ ہم سے تیرے کوپے نے، نقشِ مٹا پایا  
 دوستدارِ دشمن ہے، اعتمادِ دل معلوم م آہ بے اثر دیکھی، نالہ نارسا پایا  
 نے اسد جفا سائل، کئے ستم جنوں مائل  
 تجھ کو جس قدر ڈھونڈھا، الفت آزما پایا

کارخانے سے جنوں کے بھی میں عریان نکلا میری قسمت کا نہ ایک آدھ گریباں نکلا  
 ساغرِ جلوت سرشار ہے، ہر ذرہ خاک شوقِ دیدار بلا آئینہ سماں نکلا  
 زخم نے داد نہ دی تنگیِ دل کی، یارب! م تیر بھی سینہ بسمل سے پرافشاں نکلا  
 بوئے گل، نالہ دل، دودِ چراغِ محفل م جو تری بزم سے نکلا، سو پریشاں نکلا  
 کچھ کھٹکتا تھا مرے سینے میں لیکن آخر جس کو دل کہتے تھے، سو تیر کا پیکان نکلا

لہ ق = ۷ عشرتِ ایجاد چوبوے گل و کو دودِ چراغ

کس قدر خاک ہوا ہے دلِ مجنوں، یارب نقشِ ہر ذرہ، سویدے بیاباں نکلا  
 دل میں پھر گریے نے اک شور اٹھایا غالب م آہ! جو قطرہ نہ نکلتا تھا، سو طوفاں نکلا  
 دہر میں نقشِ وفا دیکھ تسلی نہ ہوا م ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا  
 نہ ہوئی ہم سے رقمِ حیرتِ خطِ رخ یار صفحہ آئینہ، جولان گہ طوطی نہ ہوا  
 وسعتِ رحمتِ حق دیکھ کہ کشا جاوے مجھ سا کافر کہ جو ممنونِ معاصی نہ ہوا  
 سبزہ خط سے ترا کا کل سرکش نہ دبا م یہ زمر د بھی حریفِ دم انعی نہ ہوا  
 میں نے چاہا تھا کہ اندر وہ دفا سے پھوٹوں م وہ ستمگر مرے مرنے پر بھی راضی نہ ہوا  
 دل، گزر گاہِ خیالِ مے و ساغر ہی سہی م گر نفسِ جادہ سر منزلِ تقویٰ نہ ہوا  
 ہوں تم سے وعدہ نہ کرنے میں بھی اُنی کہ کبھی م گوشِ منت کش گلبانگِ تسلی نہ ہوا  
 کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجے؟ م ہم نے چاہا تھا کہ مرجائیں سو وہ بھی نہ ہوا  
 مر گیا صد مہر یک جنبشِ لب سے غالب م ناتوانی سے، حریفِ دم عیسیٰ نہ ہوا  
 جب بتقریب سفرِ یار نے محلِ باندھا م تیشِ شوق نے ہر ذرے پہ اک دل باندھا  
 ناتوانی ہے تماشائیِ عمرِ رفتہ رنگِ آئینہ آنکھوں کے مقابل باندھا  
 اہلِ بنیش نے یہ حیرت کدہ شونخی ناز م جو ہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا  
 اصطلاحاتِ اسیرانِ تغافل مت پوچھ جو گرہ آپ نہ کھولی، اُسے مشکل باندھا

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھایا گیا

یاس و امید نے یک عہدہ میدان مانگا م عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا  
نہ بندھے تشنگی شوق کے مضمون غالب م گرچہ دل کھول کے، دریا کو بھی ساحل باندھا  
نوک ہر خار سے تھا بس کہ سرزدی زخم  
جوں مند، ہم نے کف پایہ اسد، دل باندھا

شوق ہر رنگ رقیب سرو سماں نکلا م قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا  
دل حسرت زدہ، تھا مائدہ لذت درد م کام یاروں کا بقدر لب و دندان نکلا  
شوہر رسوائی دل دیکھ کہ یک نالہ شوق لاکھ پردے میں چھپا، پردہ ہی عریاں نکلا  
شوخی رنگ جہنا خون و فاسے کب تک؟ آخزلے عہد شکن، تو بھی پشیمان نکلا  
ہوہر ایجاد خط سبز ہے، خود بینی حسن جو نہ دیکھا تھا، سو آئینے میں پنہاں نکلا  
ہے تو آموز فنا، ہمت دشوار پسند م سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آساں نکلا  
میں بھی معذوریوں ہوں اسد اے خانہ نراب  
پیشوا لینے مجھے گھر سے بیاباں نکلا

نہ ہوگا، یک بیاباں ماندگی سے ذوق کم میرا م جناب موجب رفتار ہے، نقش قدم میرا  
رہ خوابیدہ، تھی گردن کش یک درس آگاہی زمین کو سیلی استاد ہے، نقش قدم میرا

جنت تھی جن سے، لیکن اب یہ بیدار غمی ہے م کہ موج لہے گل سے ناک میں آتا ہے دم میرا  
سراغ آوارہ عرضِ دو عالم شوخ شریوں پرافشاں ہے غبار آں سے محرابِ عدم میرا  
نہ ہو وحشت کش درسِ سراب سطر آگاہی غبارِ راہ ہوں بے دعا ہے پیچ و خم میرا  
ہوئے صبح، یک عالم گریباں چاکِ گل ہے وہاں زخم پیدا کر، اگر کھاتا ہے غم میرا  
اسد، وحشت پرست گوستہ تنہائی دل ہوں  
برنگ موج نے، خیازہ ساغر ہے دم میرا

ضعف جنوں کو، وقت تپش دہی دور تھا اک گھر میں، مختصر سا سپاہاں مزدور تھا  
اے واے غفلت نگہ شوق! ورنہ یاں ہر پارہ سنگِ لختِ دل کوہِ طور تھا  
درس تپش ہے برق کو لب جس کے نام سے وہ دل ہے یہ کہ جس کا تخلص صبور تھا  
شاید کہ مر گیا ترے رخسار دیکھ کر پیمانہ رات ماہ کا لبس پر نور تھا  
آئینہ دیکھ، اپنا سامنے لے کے رہ گئے م صاحب کو، دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا  
قاصد کو، اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے م اس کی خطا نہیں ہے، یہ میرا قصور تھا  
جنت ہے تیری تیغ کے کشتوں کی منتظر جو ہر سواد، جلوۂ شرکانِ حور تھا

ہر رنگ میں جلا اسد فتنہ انتظار  
پروانہ تجلی شمع ظہور تھا

خود پرستی سے لہے باہر گزرا آشنا بیکی میری شریک آئینہ تیرا آشنا  
آتشِ مویں داغِ شوق ہے تیرا تپاک ورنہ ہم کس کے ہیں اے داغِ تنہا آشنا؟  
رنگ کہتا ہے کہ اُس کا غیر سے اخلاص جیفا م عقل کہتی ہے کہ وہ بے ہم کس کا آشنا؟  
بے داعی شکوہِ سخنِ رشک ہم دیگر نہیں یار تیرا جسم نے، خمیازہ میرا آشنا  
جوہر آئینہ جزرِ مرز سرِ مرز کا نہیں آشنا کی، ہمد گرجھے ہے ایما آشنا  
ربطِ یک شیرازہ و وحشت میں، اجزائے بہاد سبز بیکانہ، صبا آوارہ، گلِ نا آشنا!  
ذرہ ذرہ، ساغرِ مینا نہ نیرنگ ہے م گردشِ مجنوں بہ چٹمک ہائے لیلِ آشنا  
شوق ہے ساماں تر از نازِ اربابِ عجز م ذرہ محرابِ دستِ گاہ، قطرہ دریا آشنا  
میں اور ایک فتنہ کا گڑا وہ دلِ جوشی کہ ہے م عاقبت کا دشمن، اور آوارگی کا آشنا  
شکوہِ سخنِ رشک ہم دیگر نہ رہنا چاہیے م میرا الزمونس اور آئینہ تیرا آشنا  
کوہ کن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا، اسد م سنگ سے، سر مار کر، مویں نہ پیدا آشنا

شبِ خارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا م تا محیطِ بادہ، صورتِ خانہ خمیازہ تھا  
یک قدم و وحشت سے درسِ فتنہ امکاں کھلا م جادہ، اجزائے دو عالم دشتِ شیرازہ تھا

□ غرضی صاحب نے یہ مصرعے کی مماثلت کو دیکھتے ہوئے ان دونوں اشعار کو ایک ہی شعر مانا ہے۔  
میری رائے میں ان اشعار کا الگ الگ درجہ کرنا ضروری ہے۔  
+ یہ اشعار پہلی خاصہ شیعہ میں بڑھائے گئے

ہوں چراغانِ ہوس، ہوں کاغذِ آتشِ زدہ داغ، گرم کوششِ ایجا و داغِ نازہ تھا  
مانعِ وحشتِ تروائی ہائے لیلی کون ہے؟ م خانہ مجنوں صحرِ گرد، بے دروازہ تھا  
پوچھ مت رسوائی اندازِ استغنائے حسن م دستِ مرہونِ جانا، رخسارِ رہنِ غارہ تھا  
نالہ دل نے دیے، اوراقِ لختِ ل، بہ باد م یادِ کارِ نالہ، اک دیوانِ بے شیرازہ تھا  
بے لوائی ترصدائے نغمہ شہرتِ اسد  
بوریا، یک نیستانِ عالم بلند آوازہ تھا

وہ مری جین جہیں سے، غمِ نہاں سمجھا م رازِ مکتوب، یہ بے لطفیِ عنوان سمجھا  
یک الف بیش نہیں، قیقل آئینہ ہنوز م چاک کرتا ہوں میں جیسے کہ گریباں سمجھا  
شرحِ اسبابِ گرفتاریِ خاطر مت پوچھ م اس قدر تنگ ہوا دل کہ میں زنداں سمجھا  
ہم نے وحشت کدہ بزمِ جہاں میں جوں شمع شعلہ عشق کو اپنا سرو ساماں سمجھا  
تھا گریزاں مژدہ بار سے، دل تادمِ مرگ م دفعِ پیکانِ قضا اس قدر آساں سمجھا  
عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بد خو ہو گا م نبضِ نخس سے پیشِ شعلہ سوزاں سمجھا  
سفرِ عشق میں کی ضعف نے راحت طلبی م ہر قدم سائے کو میں اپنے شہبستاں سمجھا  
بدگانی نے نہ چاہا اُسے سرگرمِ خرام م رخ پہ ہر قطرہ عرق، دیدہ حیراں سمجھا  
دل دیا جان کے کیوں اسکو فدا دار اسد؟ م غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا



گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگی جا کا م گہریں محو ہوا، اضطراب دریا کا  
 یہ جانتا ہوں کہ تو اور پانچ مکتوب م مگر ستم زدہ ہوں، ذوق خامہ فرسا کا  
 جناے پائے خزاں ہے بہارا اگر ہے سہی م دوام کلفتِ خاطر ہے، عیش دنیا کا  
 ملی نہ وسعت جولانِ یک جنوں ہم کو م عدم کو لے گئے دل میں غبارِ محرا کا  
 مرا شمول ہر اک دل کے پیچ تاب میں ہے م میں مدعا ہوں تپش نامہ تمنا کا  
 غمِ فراق میں تکلیفِ سیرِ باغ نہ دو م مجھے دماغ نہیں خندہ ہائے بے جا کا  
 ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہوں م کرے ہے، ہر رُکنِ مَو کا م چشمِ بینا کا  
 دل اس کو پہلے ہی ناز و اداسے دے بیٹھے م ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا  
 نہ کہہ کر گریہ بمقدارِ حسرتِ دل ہے م مری نگاہ میں ہے جمع و خورجِ دریا کا  
 فلک کو دیکھ کے کرتا ہوں اس کو بادِ اسد م جفا میں اُس کی ہے انداز کا فرما کا

کس کا خیال، آئینہ انتظار تھا ہر برگ گل کے پرے میں دل بقرار تھا  
 کس کا جنونِ دید، تمنا شکار تھا آئینہ خزانہ، وادی جوہرِ غبار تھا  
 جوں غنچہ دگل، آفتِ فالِ نظر نہ پوچھ پیکاں سے تیرے جلوہ خرمِ آشکار تھا

لے ق = تکلیف سیرِ گلِ مت دو  
 لے ق = میں پہلے یہ شعروں تھا ہے فلک کو دیکھ کے کرتے تھے کو بادِ اسد  
 + یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب م خونِ جگر، ودیعتِ مرگانِ یار تھا  
 اب میں ہوں اور ماتمِ یک شہرِ آرزو م توڑا جو تو نے آئینہ، تمثالِ دار تھا  
 کرم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب م دیکھا، تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا  
 دیکھی وفائے فرستِ رنج و نشاطِ دہر م خیازہ، یک درازیِ عمرِ خمار تھا  
 گلیوں میں میری نقش کو کھینچے ہم رو کہ میں م جہاں دادہ ہواے سرِ رگزار تھا  
 موجِ سربابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال م ہر ذرہ، مثلِ جوہرِ تیغ، آبدار تھا  
 صبحِ قیامت ایک دم گرگ تھی، اسد  
 جس دشت میں وہ شترِ دو عالم تکرار تھا

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہوتا م آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا  
 گریہ چاہے ہے قربانی مرے کاشانے کی م درو دیوار سے ٹپکے ہے بیا بیاں ہونا  
 واسے دیوانگی شوق اکہ ہر دم مجھ کو م آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیراں ہونا  
 جلوہ، ازلیں کہ، تقاضائے نگہ کرتا ہے م جوہرِ آئینہ بھی چاہے ہے مرگان ہونا  
 عشرتِ قتل کہ اہلِ تمنا مت پوچھ م عیدِ نظارہ ہے، شمشیر کا عریاں ہونا  
 لے گئے خاک میں ہم داغِ تنائے نشاط م تو ہوا اور آپ بصد رنگ گلستاں ہونا

لے ق = خونِ دو عالم سالہ  
 + یہ اشعار پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

عشرتِ پارہ دل، زخمِ تنہا کھانا م لذتِ ریشِ جگر، غرقِ نمکِ داں ہونا  
کی مرے قتل کے بعد اُس نے جھاسے توبہ م ہاے! اس زودِ پشیمان کا پشیمان ہونا  
حیف! اس چار گوہِ کپڑے کی قسمت غالب م جس کی قسمت میں ہونا شق کا گریباں ہونا

پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا م دل، جگر تشنہ فریاد آیا  
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز م پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا  
سادگی ہاے تنہا، یعنی م پھر وہ نیزنگِ نظریاد آیا  
عذرِ دامنِ دل لے حسرتِ دل م ناکہ کرتا تھا، جگر یاد آیا  
زندگی یوں بھی گزری جاتی م کیوں ترا راہ گزریاد آیا  
کیا ہی رضائے سے لڑائی ہوگی م گھر ترا، خلد میں گزریاد آیا  
اُہ! وہ جزائے فریاد کہاں م دل سے تنگ اُسکے جگر یاد آیا  
پھر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال م دلِ گم گشتہ، مگر یاد آیا  
کوئی دیرانی سی دیرانی ہے م دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا  
میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد م سنگ اٹھایا تھا کہ یاد آیا

لے ق = دل کے پردے میں

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق پر بڑھایا گیا

تو دوست کسی کا بھی ہست مگر نہ ہوا تھا م اوروں پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہ ہوا تھا  
چھوڑا ہر شے کی طرح، دستِ قضا نے م نثرِ شیدائے ہنوز، اُس کے برابر نہ ہوا تھا  
نوفیق بہ اندازہ ہمت ہے، ازل سے م آنکھوں میں ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہ ہوا تھا  
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قریار کا عالم م میں معتقدِ فتنہ محشر نہ ہوا تھا  
میں سادہ دل، آزر دگی یا اسے خوش ہوں م یعنی، سبقِ شوق مکر نہ ہوا تھا  
دیراے معاصی ٹنگ آبی سے ہوا خشک م میرا سروا من بھی ابھی تر نہ ہوا تھا  
جاری تھی، اسد، داغِ جگر سے مری تحصیل م آتش کدہ، جاگیرِ سمن در نہ ہوا تھا

نفسِ ناخن آرزو سے باہر کھینچ م اگر شراب بہیں، انتظارِ سراغ کھینچ  
کمالِ گری سخیِ تلاکشِ دیدہ نہ پوچھ م بزرگِ خار، مرے آنے سے جوہر کھینچ  
تجھے بہانہ راحت سے انتظار لے دل م کیا ہے کس نے اشارہ کہ نازِ بستر کھینچ  
تری طرف ہے بہ حسرت، نظارہ نرگس م بہ کوریِ دل و چشمِ رقیب ساغر کھینچ  
بہ نیم غمزہ، ادا کر حق و دیوتِ ناز م نیام پرودہ زخمِ جگر سے خنجر کھینچ  
مرے قرح میں ہے مہبائے آتشِ پہناں م بہ رے صفر، کبابِ دلِ سمن در کھینچ  
نہ کہہ کہ طاقتِ رسوائی وصال نہیں م اگر یہی عرقِ فتنہ ہے، مگر کھینچ  
جنونِ آئینہ، مشتاقِ یک تماشا ہے م ہماے صفحے پہ بالِ پری سے سطر کھینچ  
خمارِ منتِ ساقی اگر یہی ہے، اسد م دلِ گداختہ کے میکدے میں ساغر کھینچ

حسنِ غمزنے کی کشاکش سے چٹھامیرے بعد م بائے آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد  
منصبِ مفتگی کے، کوئی قابل نہ رہا م ہوئی معزولی اندازِ وادا، میرے بعد  
شعبِ جھنجھتی ہے، تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے م شعلہ عشقِ سیرِ پوش ہوا، میرے بعد  
خوں ہے دل خاک میں احوالِ بتاں پر یعنی م ان کے ناخن ہوئے محتاجِ حنا میرے بعد  
درِ غورِ غرض نہیں، جو ہر بیدار کو، جا م نگہِ ناز ہے سرے سے خفا، میرے بعد  
ہے جنوں اہل جنوں کے لیے آغوشِ دُعا م چاک ہوتا ہے گریباں سے جُدا، میرے بعد  
کون ہوتا ہے حریفِ نئے مرزا فگنِ عشق، م ہے مکرِ لبِ ساقی میں صفا، میرے بعد  
غم سے مرنے والوں، کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی م کہ کرے تعزیتِ مہر و وفا، میرے بعد  
تھی، مگر میری نہاں خاندل کی نقاب م بے خطر جیتے ہیں اربابِ ریا، میرے بعد  
فتنا میں گلہ سترہ احباب کی بندش کی گیاہ م متفرق ہوئے میرے رفقا، میرے بعد  
آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا، غالب م کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا، میرے بعد

بلا سے ہیں جو بے پیشِ نظر در و دیوار م نگاہِ شوق کو ہیں بال و پیر در و دیوار  
و فریادِ اشک نے کاشانے کا کیا یہ رنگ م کہ ہو گئے مرے دیوار و در و دیوار  
نہیں ہے سایہ، کہ سن کر نویدِ رقصِ یار م گئے ہیں چند دم پیشتر، در و دیوار

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیق میں بڑھایا گیا

ہوئی ہے کس قدر رازانی سے جلوہ م کہ مدت ہے ترے کوچے میں، ہر در و دیوار  
جو ہے تجھے سر سوداے انتظار، تو آ م کہ میں دکانِ مستاعِ نظر، در و دیوار  
ہجومِ گریہ کا سامان کب کیا میں نے؟ م کہ گر پڑے نہ مرے پانو پر، در و دیوار  
وہ آ رہا مرے ہمسائے میں، تو سایے سے م ہوئے فدا در و دیوار پر، در و دیوار  
تظن میں کھٹکے ہے بن تیرے، گھر کی آبادی م ہمیشہ رہتے ہیں ہم، دیکھ کر، در و دیوار  
نہ پوچھ بے خودی عیشِ مقدمِ سیلاب م کہ ناپختہ ہیں پڑے سرسبز، در و دیوار  
تو کہ کسی سے کہ غالب! نہیں زمانے میں م حریفِ رازِ محبت، مگر، در و دیوار

لڑتا ہے مراد، ز محبت مہر و بخشاں پر م میں ہوں وہ قطرہ شبنم کہ ہوا ریاں پر  
ز چھوڑی حضرت یوسف یاں بھی خانہ آرائی م سفیدی دیدہ یعقوب کی پھرتی بے زناں پر  
دلِ نوینِ جگر بے صبر و فیضِ عشقِ مستغنی! م الہی یک قیامت خادراؤٹے بخشاں پر  
فنا تعلیمِ درس بے خودی ہوں اُس زمانے سے م کہ مجنوں لام الف لکھتا تھا دیوارِ دستان پر  
فراغت کس قدر رہتی مجھے، تلویشِ مرہم سے م بہم گر صلح کرتے پارہ ہائے دل نمکداں پر  
نہیں تعلیمِ الفت میں کوئی طواریزِ ناز ایسا م کہ پشتِ چشم سے جس کے نہ ہوئے مہرِ عنوان پر  
مجھے اب دیکھ کر ابرِ شوقِ آلودہ، یاد آیا! م کہ فرقت میں تری، آتشِ بستی تھی گلستاں پر  
بحرِ پروازِ شوقِ ناز کی باقی رہا ہوگا! م قیامت ان بولے تھے خاکِ شہیداں پر  
نہ لڑنا صبح سے غالب کیا ہوا اگر اُس نے شدت کی م ہمارا بھی تو، آخر زور چلتا ہے گریباں پر

لے ق = اے اندازے بے تحمل! عہد بے جا ہے ناصح سے کہ آخر بے سوں کا زور چلتا ہے گریباں پر

حریفِ مطلبِ مشکل نہیں، فسوںِ نیاز م دعا قبول ہو، یارب کہ "عمرِ خضر درازا"  
 نہ ہو، بہ ہرزہ، بیاباںِ نود و نہم وجود م ہنوز تیرے تصور میں ہے نشیب و فراز  
 فریبِ صنعتِ ایجا و کا تماشا دیکھ نگاہِ عکسِ فروش، و خیالِ آئینہ ساز  
 دصالِ جلوہ تماشا ہے، پروماغ کہاں؟ م کہ دیجے آئینہ انتظار کو پرواز  
 ہنوز، اے افرید، ننگِ رسوائی نگاہِ فتنہ خرام، و درِ دو عالم باز  
 ز بس کہ جلوہ صیادِ حیرت آرا ہے اڑی ہے صفحہ خاطر سے صورتِ پرواز  
 ہجومِ فکر سے دل مثلِ موج لرزل ہے کہ شیشہ نازک، و صہبا ہے آبِ گینہ گزار  
 ہر ایک ذرہ عاشق ہے آفتابِ پرست م گئی نہ خاک ہوئے پر مولے جلوہ ناز  
 نہ پوچھ و سعتِ میخانہ جنوں، غالب م جہاں یہ کاسہ گردوں ہے ایک خاک انداز  
 اسد سے ترکِ وفا کا گماں وہ معنی ہے  
 کہ کھینچے پرٹا کر سے صورتِ پرواز

نہ گلِ نغمہ ہوں، نہ پردہ ساز م میں ہوں اپنی شکست کی آواز  
 تو اور آرایشِ خم کا کل م میں اور اندیشہ ہاے دور دراز  
 لافِ تمکین، فریبِ سادہ دلی م ہم ہیں اور راز ہاے سینہ گزار

لے ق = گیسو  
 + یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں اضافہ کیے گئے

ہوں گرفتارِ اُلفتِ صیاد م دردِ باقی ہے طاقتِ پرواز  
 وہ بھی دن ہو، کہ اس ستم گر سے م ناز کھینچوں، بجائے حسرتِ ناز  
 نہیں دل میں مرے وہ قطرہٴ خون م جس سے مژگاں ہوئی نہ ہو گل باز  
 لے ترا غمزہ! یک سلم انگیز! م اے ترا ظلم! سر بسر انداز  
 تو ہوا جلوہ گر، مبارک ہو م ریشِ سجدہ جبینِ نیاز  
 مجھ کو پوچھا تو کچھ غضب نہ ہوا م میں غریب اور تو غریب نواز  
 اسد آئینہ خاں تمام ہوا م لے دروغ، وہ زند شاہد باز!

زخمِ پھپھکیں کہاں، طفلانِ بے پروا تک م کیا مزہ ہوتا، اگر پھپھ میں بھی ہوتا تک  
 گردِ راہِ یار ہے سامانِ نازِ زخمِ دل م دردِ ہوتا ہے جہاں ہیں کس قدر پیدائش  
 مجھ کو ارنانی رہے! تجھ کو مبارک ہو چو! م نالہٴ بلبیل کا درد، اور خندہٴ گل کا رنگ  
 شورِ جولاں تھا کنارِ بحرِ کس کا؟ کہ آج م گردِ ساحل ہے بد زخمِ موجِ دیرانک  
 پھور کر جاتاں مجروحِ عاشقِ حیف ہے م دل طلب کرتا ہے زخم، اور مانگے بے لطفانک  
 داد دیتا ہے مرے زخمِ جگر کی واہ واہ! م یاد کرتا ہے مجھے دیکھے ہے جس جانک

لے ق = یا علی! ایک نگاہ سوئے اسد  
 پھر حاشیے پر اسی مصرع کو یوں لکھا ہے  
 ننگِ التفات سوئے اسد  
 یہ شعر تائیں بھی نہیں ہے مگر متن میں موجود ہے

غیر کی منت نہ کھینچوں گا، پے تو فیروزِ دام زخمِ مثلِ خندہ قاتل، ہے سزا یا تنگ  
یاد میں، غالباً تجھے وہ دن کہ جہِ فوق میں زخم سے گزرا، تو میں بلکوں سے چنتا تھا تنگ  
اس عمل میں عیش کی لذت نہیں ملتی اسد  
زور نسبت مے سے رکھتا ہے نصلاً کا تنگ

آہ کو چاہیے اک عمر، اثر ہوتے تک م کون جیتا ہے، تری زلف کے سر ہوتے تک؟  
دامِ ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ م دیکھیں کیا گزریے بے طرے پہ گزرتے تک  
عاشقی صبر طلب، اور تمنا بیتاب م دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہوتے تک  
ناقیامت شبِ فرقت میں گزر جائے گی عمر سات دن ہم پہ بھی بھاری ہیں سحر ہوتے تک  
ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے، لیکن م خاک ہو جائیں گے ہم، تم کو خبر ہوتے تک  
پر تو خور سے، ہے شبنم کو فتن کی تعلیم م میں بھی ہوں، ایک عنایت کی نظر کرتے تک  
یک نظر بیش بہا نہیں، فرصتِ ہستی، غافل م گری بزم ہے، اک قصی شر ہوتے تک  
غمِ ہستی کا، اسد کس سے ہو، ہزمرگِ علاج؟ م شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہوتے تک

رہتے ہیں افسردگی سے سخت بیدردانہ، ہم شعلہ ہاندرِ سمندر، بلکہ آتش خانہ، ہم

+ یہ شعر پہلے پہل حاشیہ ق میں بڑھا گیا

حسرتِ عرضِ تمنائیاں سے سمجھا چاہیے دو چہاں حشرِ زبانِ خشک ہیں جوں شانہ ہم  
کشتیِ عالم بہ طوفانِ تغافل دے کہ ہیں عالمِ آبِ گداز جو ہر افسانہ، ہم  
وحشتِ بے ربطی پیچ و خم، ہستی نہ پوچھ  
ننگِ بالیدن ہیں، جوں موے سردوانہ، ہم

پاؤں میں جب وہ جہنما باندھتے ہیں میرے ہاتھوں کو جہنما باندھتے ہیں  
آہ کا، کس نے اثر دیکھا ہے؟ م ہم بھی ایک اپنی ہوا باندھتے ہیں  
حسنِ افسردہ ولی ہا رنگیں شوق کو پابِ جہنما باندھتے ہیں  
تیرے بیمار پہ میں فریادی وہ جو کاغذ میں دوا باندھتے ہیں  
قید میں بھی ہے، اسیری، آزاد چشمِ زنجیر کو واد باندھتے ہیں  
شیخ جی، کیسے کا جانا معلوم آپ مسجد میں گدھا باندھتے ہیں  
کس کا دل زلف سے بھاگا؟ کہ اسد  
دستِ شانہ بہ قفا باندھتے ہیں

تیرے تو سن کو صبا باندھتے ہیں م ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہیں  
تیری فرصت کے مقابل اے عمر م برق کو پابِ جہنما باندھتے ہیں  
قیدِ ہستی سے رہائی معلوم م اشک کو بے سرو پا باندھتے ہیں

نشہ رنگ سے ہے، واشدِ گل م مست کب بن قریب باندھتے ہیں  
 غلطی ہائے مضامین مت پوچھ م لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں  
 اہل تدبیر کی دامانگیں م آبلوں پر بھی حنا باندھتے ہیں  
 سادہ چوکار میں خوبان، غالب م ہم سے پیمانِ وفا باندھتے ہیں

طاؤسِ نمط، داغ کے گز رنگ نکالوں یک فردِ نسب نامہ نیرنگ نکالوں  
 گو تیزی رفتار، کہ مہر سے زمیں کو جوں قمری بسمل، تپش آہنگ نکالوں  
 دامنِ شفق، طرفِ نقابِ مہر نہ ہے ناخن کو جگر کاوی میں بے رنگ نکالوں  
 کیفیتِ دیگر ہے، فشارِ دلِ خوین ! یک غنچہ سے صد خم ے گز رنگ نکالوں  
 پیمانہٴ دسوت کہ شوق ہوں لے رشک محفل سے مگر شمع کو دل تنگ نکالوں  
 گر ہو بلکہ شوق مری خاک کو وحشت صحرا کو بھی گھر سے کئی فرسنگ نکالوں

فریاد ! اسدِ غفلتِ سوائی دل سے  
 کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں

یہ صفت میں اُمید کو دل تنگ نکالوں؟ میں خام ہوں آتش میں جھپون رنگ نکالوں  
 نے کو چہ سوائی وزنجیر پریشاں کس پردے میں فریاد کی آہنگ نکالوں  
 یک نشوونما جاہنیں بولانِ ہوس کو ہر چند بقیہ دلِ تنگ نکالوں

گر جلوہٴ خورشیدِ خرمیدارِ وفا ہو جوں ذرہ، صد آئینہ بے رنگ نکالوں  
 افسردہ تمکین ہے، نفسِ گرمیِ احباب پھر شیشے سے عطرِ شررِ رنگ نکالوں  
 ضعفِ آئینہ پردازیِ دستِ دگر اہل ہے تصویر کے پردے میں مگر رنگ نکالوں  
 ہے غیرتِ الفت کہ امروا اس کی ادا پر  
 گردیدہ و دل صلح کریں، جنگ نکالوں

بقدرِ لفظ معنی، فکرِ احرامِ گریباں ہیں وگرنہ کیجیے تو ذرہ عریاں، ہم نمایاں ہیں  
 عروجِ نشہ، دامانگیِ پیمانہٴ محفل تر برنگِ لیشہ تاکِ آبلے جاوے میں پنہاں ہیں  
 بہ وحشت گاہِ امکاں اتفاقِ چشمِ مشکل ہے مدِ غرضِ باہم سازِ یک خوابِ پریشاں ہیں  
 طلسمِ آفرینش، حلقہٴ یک بزمِ ماتم ہے زمانے کے شبِ بیدار سے مجھے سر پریشاں ہیں  
 یکس بے مہر کی تمثال کا ہے جلوہٴ سیماں کہ مثلِ ذرہ ہائے خاکِ آئینے پر افشاں ہیں  
 نہ انشا معنیِ مصنون نہ الما صورتِ موزوں عنایت نامہ ہائے اہل دنیا، ہر ترہ عنوان ہیں  
 ٹنگر آتش ہمارا کو کب اقبال چمکاوے وگرنہ مثلِ خارِ خشکِ مردودِ گلستاں ہیں

اسد، بزمِ تماشا میں تغافلِ پردہ دہی ہے  
 اگر ڈھانپنے کو آنکھیں ڈھانپ، ہم تصویرِ عریاں ہیں

ہم سے کھل جاؤ وقت ہے پستی ایک دن م درد ہم چھپیں گے رکھ کر غمِ رستی ایک دن  
غمرہ اوج بنائے عالم امکان نہ ہو م اس بلندی کے نصیب یوں ہے پستی ایک دن  
قرض کی پیتے تھے تے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں م رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی، ایک دن  
نغمہ ہائے غم کو بھی لائے دل، غنیمت جانیے م بے صلہ ہو جائے گا، یہ سازِ ہستی، ایک دن  
دھول دھپا، اس ہر پانا ناز کا شیوہ نہیں م ہم ہی کر بیٹھے تھے غالبِ پستی، ایک دن

رنگِ طرب ہے صورتِ عہدِ وفا گرو تھا کس قدر شکستہ کہ ہے جا بجا گرو  
پروازِ بقدر، دامِ تمنائے جلوہ تھا طاووس نے اک آنہ خانہ رکھا گرو  
عرضِ بساطِ انجمنِ رنگِ مفت ہے موجِ بہار رکھتی ہے اک بودیا گرو  
ہر ذرہ خاکِ عرضِ تمنائے رفتگان آئینہ ہاشمِ کستہ، ورتِ مالِ ہا گرو  
ہے تاک میں سکھ ہو سِ مددِ قرحِ شراب تسبیحِ زاہداں، بکھٹِ مدعا گرو  
برقِ آبِ بارِ فرصتِ رنگِ دیدہ ہوں جوں نخلِ شمع، ریشے میں نشوونما گرو  
طاقتِ بساطِ دستِ نگہ یک قدم نہیں جوں اشکِ جب تلک رکھوں دُستِ پا گرو  
ہے وحشتِ جنوں بہار اس قدر کہ ہے بالِ پری، بہ شوقِ موجِ صبا گرو  
بے تابِ سیرِ دل ہے، سیرِ ناخنِ نگار یان نعل ہے بد آتشِ رنگِ حنا گرو

ہوں سخت جان کاوشِ فکرِ سخنِ اسد

تیشے کی، کوہِ سار میں ہے ایک صد گرو

شکوہ و شکر کو مثرِ بیم و امید کا سمجھ خانہ آگہیِ خراب! دل نہ سمجھ، بلا سمجھ  
ریگِ روان و ہر تپشِ درسِ تسلیِ شعاع آنہ توڑائے خیالِ جلوے کو فوں بہا سمجھ  
وحشتِ دردِ یکسی بے انرا اس قدر نہیں رشتہ عمرِ خضر کو نالہِ نارِ سا سمجھ  
شوقِ عینِ گسل اگر دس جنوں ہوں کسے جادہ سیرِ دجہاں یک مژدہ خوابِ پا سمجھ  
گاہِ بخدا امیدوار کہ نہ جھیم بیمِ ناک گرچہ خدا کی یاد ہے، کلفتِ ماسوا سمجھ  
شوخیِ حسن و عشق ہے آنہ دارِ ہمدگر خار کو بے نیامِ جان، ہم کو برہنہ پا سمجھ  
لے بہ سرابِ حسنِ خلقِ تشنہ سخی امتحان شوق کو مستغفل نہ کر، ناز کو التجا سمجھ

نغمہ بے دلاں، اسد سازِ فسانگی نہیں

بِسمِملِ دردِ خفتہ ہوں، گریے کو مابہرا سمجھ

کلفتِ رابطِ این و آنِ غفلتِ مدعا سمجھ شوق کرے جو سرگراں محلِ خوابِ پا سمجھ  
جلوہ نہیں ہے دروِ سرا آنہ ضدی نہ کر عکسِ کجا، کو نظرِ نقش کو مدعا سمجھ  
حیرت اگر خرام ہے، کارِ نگہ تمام ہے گر کفِ دستِ بام ہے آنے کو ہوا سمجھ  
ہے خطِ عجزِ ماولو، اولِ درسِ آرزو ہے یہ سیاقِ گفتگو، کچھ نہ سمجھ، فنا سمجھ  
شیشہ شکستِ اعتبارِ رنگِ بگوشِ استوار گردِ مٹیں یہ کوہِ سارِ آپ کو تو صد سمجھ  
نغمہ ہے محوِ سازِ زندہ، نشہ ہے بے نیاز رہ نہ تمام ناز رہ، خلق کو پار سمجھ  
چہرِ پی پہلوئے خیالِ رزقِ دو عالمِ احتمال کل ہے جو وعدہ وصالِ آج بھی لائے خدا سمجھ

نئے سرو برگ آزدوئے رہ و رسم گفتگو اے دل و جان خلق، تو ہم کو آشنا سمجھ  
 لغزش پا کو ہے بکد، نعمت "یا علی مدو"  
 ٹوٹے گرد آئند، اسد، سب کو توں بہا سمجھ

دل ہی نہیں کہ منتِ درباں اٹھائیے کس کو وفا کا سلسلہ جُنبان اٹھائیے؟  
 تاجِ دماغ بیٹھیے نقصاں اٹھائیے؟ اب چار سوئے عشق سے دوکاں اٹھائیے  
 مد جلوہ روبرو ہے جو ترکان اٹھائیے م طاقت کہاں کہ دید کا احساں اٹھائیے  
 ہستی، فریب نامہ موجِ سراب ہے یک عمر نازِ شوخی عنوان اٹھائیے  
 ہے رنگ پر براتِ معاشِ جنونِ عشق م یعنی، ہنوز منتِ طفلان اٹھائیے  
 مفلک جنوں سے ہر سرور ہے ترانہ خیز یک نالہ بیٹھیے تو، نیستان اٹھائیے  
 نذرِ خراشِ نالہ، سرِ شکِ نمک اثر لطفِ کرم، بدولتِ مہماں اٹھائیے  
 دیوار، بارِ منتِ مزدور سے ہے خم م اے خانانِ خواب، نہ احساں اٹھائیے  
 یا میرے زخمِ رشک کو روانہ کیجیے م یا پردہٴ تبسم پنہاں اٹھائیے  
 انکور، سعی بے سرو پائی سے سبز ہے  
 غالب، بدوشِ دل خمِ مستان اٹھائیے

ہے بزمِ تباں میں سخن آزدہ لبوں سے م تنگ آئے ہیں ہم ایسے خوشامد طلبوں سے

ہے دورِ قدح، و جبر پریشانی صہبا م یک بار لگا دو ختم سے میرے لبوں سے  
 زندانِ درمیکدہ گستاخ ہیں، زاہد م نہ ہمارے ہونا طرف ان بے اوبوں سے  
 بیدارِ وفا دیکھ، کہ جاتی رہی آخر م ہر چند مری جان کو مختارِ لبوں سے  
 کیا پوچھے ہے بر خود غلطی ہائے عزیزاں؟ خواری کو بھی اک عار ہے عالی سنوں سے  
 گوتم کو رضا ہوئی اغیار ہے لیکن جاتی ہے ملاقات کیا ایسے سببوں سے؟

مت پوچھ، اسد، غصہ کم فرصتی زلیت  
 دودن بھی ہو کھلے، تو قیامت لبوں سے

غمِ دنیا سے گری پائی بھی فحش سر اٹھانے کی م فلک کا دیکھنا، تقریب تیرے یاد آنے کی  
 کھلے گا کس طرح مضمونِ مکتوبِ یارب؟ م قسم کھائی ہے اس کا کرنے کا غد کے جلانے کی  
 لپٹنا پریناں میں شعلہٴ آتش کا آساں ہے م دلے مشکل ہے حکمتِ دل میں سوزِ غم پھیلانے کی  
 انہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا م اٹھے تھے میر گل کو، دیکھنا شوخی پہلنے کی  
 ہماری سادگی تھی، التفاتِ ناز پر مرنا م ترا آنا تھا، ظالم، مگر تہید جانے کی  
 لکھ کو بے حادث کا تحمل کر نہیں سکتی م مری طاقت کہ فاضل تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی  
 کہوں کیا خوبی اوضاعِ ابنائے زماں غالب م بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارِ ماسی



بساطِ عجز میں تھا ایک دل ایک قطرہ نول وہ بھی م  
 سو رہتا ہے یہ اندازِ چکیب دن سرنگوں، وہ بھی  
 ہے اس شوح سے آزرده، ہم چندے تکلف سے م  
 تکلف برطرف، تھا ایک اندازِ جنوں، وہ بھی  
 خیالِ مرگ کب تسکین دل آزرده کو بخشے؟ م  
 مرے دامِ تمنا میں ہے اک صیدِ زبوں، وہ بھی  
 نہ کرتا کاش! نالہ، مجھ کو کیا معلوم تھا، ہمد م  
 کہ ہوگا باعثِ افزائشِ درودوں وہ بھی  
 مئےِ عشرت کی خواہش ساقی گردوں سے کیا کیجے؟ م  
 لیے بیٹھا ہے اک دوچارِ جامِ واژگوں، وہ بھی  
 نہ اتنا بڑبڑشِ تیغِ جفا پر ناز فرماؤ م  
 مرے دریاے بے تابی میں ہے اک موجِ نول وہ بھی  
 مجھے معلوم ہے جو تونے میرے حق میں ہو چاہے  
 کہیں ہو جائے جلد، اے گروشِ گردون دُولا وہ بھی  
 نظرِ راحت پہ میری، کہ نہ وعدہ شب کے آنے کا  
 کہ میری خوابِ بندی کے لیے ہوگا فصول وہ بھی

مرے دل میں ہے، غالب، شوقِ وصل و شکوہِ بھلاں م  
 خدا وہ دن کرے، تو اس سے میں یہ بھی کہوں، وہ بھی

گرشتگی میں عالمِ ہستی سے یاس ہے م تسکین کو دے نوید کہ مرنے کی آس ہے  
 لیتا نہیں مرے دل آوارہ کی خبر م اب تک وہ جانتا ہے کہ میرے پاس ہے  
 کیجیے بیاں سرور تب غم کہاں تلک؟ م ہر سو، مرے بدن پہ، زبانِ سپاس ہے  
 ہے وہ، غورِ حسن سے بے گانہ وفا م ہر چند اس کے پاس دلِ حق شناس ہے  
 پی جس قدر ملے شبِ مہتاب میں شراب م اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے  
 کی غم ہے اس کو، جس کا علی سا امام ہو اتنا بھی اے تلک نہ وہ کیوں بے حواس ہے  
 ہریک مکان کو ہے میکس سے شرف، آمد م مجنوں جو مر گیا ہے، تو جھگل اس ہے

گر خاموشی سے فائدہ اٹھائے حال ہے م خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے  
 کس کو سناؤں حسرتِ اظہار کا گلہ؟ م دل، فروجِ و خرجِ زباں ہائے لال ہے  
 کس پردے میں ہے آئینہ پرواز؟ اے خدا م رحمت کہ عذر خواہ لب بے سوال ہے  
 ہے ہے خدا خواستہ، وہ اور و شمنی م اے شوقِ مُنغفل، یہ تجھے کیا خیال ہے  
 مشکیں، لباسِ کعبۂ علی کے قدم سے جان م نافِ زمین ہے، نہ کہ نافِ غزال ہے  
 وحشتِ پیری، عرصہٴ آفاق، تنگ تھا م دریا، زمین کو عرقِ انفال ہے

ہستی کے مت فریب میں آجائو، اسد م عالم تمام، حلقہ دلم خیال ہے  
پہلو تھی نہ کر غم و اندوہ سے، اسد  
دل وقفِ درد رکھ کر فقیروں کا مال ہے

رفتِ ر عمر قطع رہ اضطراب ہے م اس سال کے حساب کو برق، آفتاب ہے  
میناے مے ہے، سرو، نشاطِ بہار سے م بالِ تدرؤ، جلوۂ موجِ شراب ہے  
زنجی ہوا ہے، پاشنہ پائے ثبات کا م نے بھاگنے کی گون نہ اقامت کی تاب ہے  
تجاددِ بادِ نوشی زنداں ہے، شہبازِ جہت م غافل گماں کرے ہے کہ گیتی تو تاب ہے  
نظارہ کیا تحریف ہو اس برقِ حسن کا؟ م جوشِ بہار، جلوے کو جس کے نقاب ہے  
میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں م مانا کہ تیرے رخ سے نکمہ کامیاب ہے  
گورا اسد، مسرتِ پیغامِ یار سے م قاصدِ یہ مجھ کو رشکِ سوال و جواب ہے

جس جا نسیم شانہ کش زلفِ یار ہے م نافہ، دماغِ آہو سے دشتِ تثار ہے  
دل مت گنوا، خبر نہ سہی، سیر ہی سہی م اے بے دماغ، آئینہِ تیشال وار ہے  
نوخیر یاد پڑتی ہے، جاوے کو دیکھ کر اس چشم سے ہنوز نگہ یادگار ہے  
بے پردہ، سوے وادیِ مجنوں گزرنہ کر م ہر ذرے کے نقاب میں دل بیترا ہے

+ یہ اشعار پہلی بار حاشیہ ق میں بڑھائے گئے

سودا ئی خیال ہے، طوفانِ رنگ و بو یوں یوں ہے کہ داغِ لالہ، دماغِ بہار ہے  
بھونچال میں گرا تھا یہ آئینہ طاق سے حیرتِ شہیدِ مجیشِ ابرو سے یار ہے  
حیراں ہوں شوخیِ رگِ یاقوت دیکھ کر یوں یوں ہے کہ صحبتِ کھس و آتشِ بلر ہے  
اے غنایک کفِ خسِ بہرِ اشیاں م طوفانِ آمد آمدِ فصلِ بہار ہے  
غفلتِ کفیلِ عمر و اسد ضامنِ نشاط  
اے مرگِ ناگہاں تجھے کیا انتظار ہے م

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ، اے آرزو خرامی م دلِ جوشِ گریہ میں ہے ڈوبی ہوئی اسامی  
کرتے ہوشکوہ کس کا؟ تم اور بے وفائی سر پہیٹے ہیں اپنا، ہم اور نیک نامی  
صد رنگ گل کرتنا، درپردہ قتل کرنا تیغِ ادا نہیں ہے پابند بے نیامی  
اُس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھا دے م میں بھی، جلے ہوں میں ہوں داغِ ناتمامی  
طرفِ سخن نہیں ہے مجھ سے خدانہ کردہ ہے نامہ بر کو اس سے دعوے ہم کلامی  
طاقتِ فسانہ باد، اندیشہ شعلہِ ایجاو اے غم، ہنوز آتشِ اے دل ہنوز خانی!  
ہر چند عمر گزری آرزو دگی میں لیکن ہے شرحِ شوق کو بھی جوں شکوہ، ناتمامی  
ہے یاس میں اسد کو ساقی سے بھی فراغت  
دریا سے خشک گزری مستوں کی نشہ کامی

○ یہ شعر پہلے پہل متن ق میں درج ہوا

تغافل دوست ہوں میرا دماغِ عجزِ عالی ہے م اگر پہلو تھی کچھ، تو جا میری بھی خالی ہے  
بتانِ شوخ کا دل سخت ہو گا کس قدر یارب! مری فریاد کو، کھسار، سار، سار، عجزِ نالی ہے  
نشانِ بے قرارِ شوق، ہنرِ مژگانِ ہنسیں باقی کئی کانٹے ہیں اور پیراہنِ شکلِ نہالی ہے  
جنوں کرے چمنِ تحریرِ دس شغلِ تنہائی نگاہِ شوق کو، صبرِ بھی دیوانِ غزالی ہے  
سستی ہے اہلِ خاک کو ابر بہاری سے زمیں بوشِ طرب سے، جامِ لبریزِ فانی ہے  
رہا آبادِ عالم، اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے م بھرے ہیں جس قدر جام و بوی، نہ خالی ہے  
اسد، مت رکھ تعجبِ خروماغی ہائے منعم کا  
کہ نہ نامِ بھی شیرانِ میدانِ قالی ہے

ہر قدم، دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے م میری رفتار سے، بھاگے ہے بیاباں مجھ سے  
دس عنوانِ تمنا، بہ تغافلِ خوشتر م ہے، نگہ، رشتہ شیرازہ مژگان مجھ سے  
دشتِ آتشِ دل سے، شبِ تنہائی میں م صورتِ دود، ہاں سایہ گریزاں مجھ سے  
اثرِ ابلہ سے، جادہ صحرے جنوں م صورتِ رشتہ گم ہے پیراغاں مجھ سے  
بخودی، بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو! م پر ہے سارے کی طرح، میرا بستان مجھ سے  
شوقِ دیدار میں، گر تو مجھے گردنِ مائے م ہونکہ، مثلِ گلِ شمع، پریشاں مجھ سے  
بے کسی ہائے شب، بھر کی دشت ہے ہے! م سایہ خورشیدِ قیامت میں ہے پہناں مجھ سے  
گردشِ ساغرِ صد جلدہ رنگیں، تجھ سے م آنہ داری یک دیدہ پیراں مجھ سے

گدگرم سے اک آگ ٹپکتی ہے، اسد م ہے چراغاںِ خس و خاشاکِ گلستانِ مجھ سے  
دشت کہاں کہ بے خودی انشا کرے کوئی؟ ہستی کو لفظِ معنی عناق کرے کوئی  
لختِ جگر سے ہے، رگ ہر خارِ شاخِ گل م تاجِ باغبانی صحرے کرے کوئی  
جو کچھ ہے، خوشخوئی ابرو سے یا رہے آنکھوں کو رکھ کے طاقِ پچھا کرے کوئی  
ہر سنگ و دشت ہے صدفِ گہرِ شکست م نقصانِ نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی  
ہے دشتِ طبیعتِ ایجاد، یاسِ خیز م یہ درودہ نہیں کہ نہ پیدا کرے کوئی  
ناکامی نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز م تو وہ نہیں کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی  
عرضِ سرِ شک پر ہے، فضائے زمانہ تنگ صحرے کہاں کہ دعوتِ دریا کرے کوئی  
خونا نہیں ہے خطِ رقمِ اضطرار کا تدبیرِ بیچ تابِ نفس کیا کرے کوئی  
وہ شوخ اپنے حسن پہ مغرور ہے اسد  
دکھلا کے اس کو اُٹھ توڑا کرے کوئی

جب تک وہاں زخم نہ پیدا کرے کوئی م مشکل کہ تجھ سے راہِ سخنِ واکرے کوئی  
سربر ہوئی نہ وعدہ صبرِ آزما سے عمر م فرصت کہاں کہ تیری تنہا کرے کوئی  
عالم، غبارِ دشتِ مجنوں ہے، سرسبز م کب تک خیالِ طرہِ تیکلا کرے کوئی

افسردگی نہیں طربِ انشاء التفات م ہاں دروین کے دل میں مگر جا کرے کوئی  
 رونے سے اے ندیم، ملامت نہ کر مجھے م آخر کبھی تو عقدہ دل واکرے کوئی  
 شبنم جلوه عرض کراے حسن کب تنک آئینہ خیال کو دیکھ کرے کوئی  
 چاک جگر سے جب رو پرش نہ وا ہوئی م کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی  
 بیکاری جنوں کو ہے سر پٹنے کا شغل م جب ہاتھ لڑٹ جائیں تو پھر کیا کرے کوئی  
 حسنِ فردغِ شمعِ سخن دور ہے، اسد م پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

جو نہ نقدِ داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی م تو افسردگی نہاں ہے یہ کین بے زبانی  
 مجھے اُس سے کیا توقع یہ زمانہ جوانی م کبھی کودکی میں جس نے نہ سنی مری کہانی  
 یوں ہی دکھ کسی کو دینا نہیں خوب درد کہتا م کہ "مرے عدد کو، یارب، ملے میری زندگانی"

اُکھ مری جان کو قرار نہیں ہے م طاقتِ بیدار انتظار نہیں ہے  
 دیتے ہیں جنتِ حیات دہر کے بدلے م نشہ بہ اندازہ خمار نہیں ہے  
 گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھ کو م ہاے! کہ رونے پہ اختیار نہیں ہے  
 ہم سے جنت ہے، گمانِ رنجشِ خاطر م خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے

یہ اشعار نسخہ حیدر (۱۸۲۱ء) کے ایک تصدیق کے ہیں۔ غالب نے دیں سے الگ کر کے اپنے دیوان (اشاعتِ اول) میں بطور غزل شامل کر لیے۔

دل سے اٹھا لطفِ جلوہ ہاے معافی م غیر گل! آئینہ بہار نہیں ہے  
 قتل کا میرے کیا ہے عہد تو، ہاے م دلے! اگر عہدِ استوار نہیں ہے  
 تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب؟ م تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

نہ ہوئی گھر مرے مرنے سے تسلی، نہ سہی م امتحاں اور بھی باقی ہو، تو یہ بھی نہ سہی  
 خارِ خارِ المِ حسرت ویدار تو ہے م شوقِ گلچینِ گلستانِ تسلی نہ سہی  
 کے پرستانِ خمِ ے منہ سے گئے ہی بنے م ایک دن گر نہ ہوا بزم میں ساقی، نہ سہی  
 نفسِ قیس کہ ہے چشمِ و چراغِ صحرا م گر نہیں شمعِ سیہ خانہ لیلی، نہ سہی  
 ایک ہنگامے پر موقوف ہے گھر کی رونق م نوحہ غم ہی سہی، نغمہ شادی نہ سہی  
 نہ ستائش کی تمنا، نہ صلے کی پروا م گھر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی  
 عشرتِ صحبتِ خوباں ہی غنیمت سمجھو م نہ ہوئی، غالب! اگر عمرِ طبعی، نہ سہی

پھونکتا ہے نالہ ہر شب صورِ اسرافیل کی ہم کو جلدی ہے مگر تو نے قیامت ٹھیل کی  
 کی ہیں کس پانی سے یاں یقیناً آنکھیں سفید؟ ہے جوانی پیر بہن، ہر موجِ رود نیل کی  
 عرش پر تیرے قدم سے ہے دماغِ گورہ آج تنخواہِ شکستِ ہے گلو جبریل کی  
 مدعا پروردہ، یعنی جو کہوں باطل سمجھ وہ فرنگی زادہ کھاتا ہے قسمِ انجیل کی  
 خیر خواہ دید ہوں، از بہر دفعِ چشمِ زخم کھینچتا ہوں اپنی آنکھوں میں سلاخی نیل کی

نالہ کھینچا ہے، سراپا داغِ جرات ہوں اسد کیا سزا ہے میرے جرمِ آرزو تاویل کی؟

کیا ہے ترکِ دنیا کا ہلی سے ہمیں حاصل نہیں بے حاصلی سے  
خارجِ دیہر ویراں، یک کفِ خاک بیاباںِ خوش ہوں تیری عالمی سے  
پرافشاں ہو گئے شعلے ہزاروں رہے ہم داغ، اپنی کاہلی سے  
خدا، یعنی پد سے مہرباں تر پھرے ہم در بدر ناقابل سے  
اسد قربانِ لطفِ جو بیدل  
خبر لیتے ہیں لیکن بیدلی سے

رابطِ تیز اعیان، دروئے صدا ہے اعلیٰ کو سرمہ چشم، آوازِ آشنا، ہے  
موی داغِ وحشت، سرشتہ فنا ہے شیرازہِ دو عالم، یک آہِ نارسا، ہے  
دیوانگی ہے تجھ کو درسِ خرام دینا موج بہار، یکسر زنجیرِ نقشِ پا، ہے  
پروانے سے ہو شاید، تسکینِ شعلہ شمع آسائشِ وفا، بیتابیِ جفا، ہے  
اے اضطرابِ مرکب، یک سجدہ وار تمکین میں بھی ہوں شمعِ کشتہ، گریخِ غنوں بہا، ہے  
نئے حسرتِ تسلی، نے ذوقِ بے قراری یک درد و صدمہ دل ہے یک دستِ مٹا ہے  
دریاے نے ہے ساقی، لیکن خمار باقی تا کو چہ داؤن موجِ خمیازہ آشنا ہے  
وحشت نہ کھینچ، قاتلِ حیرت نفس ہے سمل جب نالہ خوں ہو غافل، تاثیر کربلا ہے

بت خانے میں اسد بھی بندہ تھا گاہ گاہ حضرت چلے حرم کو، اب آپ کا خدا ہے

گریاسِ سر نہ کھینچے، تنگیِ عجب فضا ہے وسعتِ گہ تمنا، یک بام و صدمہ ہوا ہے  
برہم زنِ دو عالم، تکلیفِ یک صدا ہے مینا شکستہ گاہ کو کھسار خوں بہا ہے  
فکرِ سخن یک انشا ز ندانیِ خوشی وودِ چراغ، گویا، زنجیرِ بے صدا ہے  
موزوں دو عالم، قربانِ سازِ یک درد مصرعِ نالہ نے ہر سکتہ ہزار جا ہے  
درسِ خرام تا کے خمیازہ روانی؟ اس موج کے کو غافل، پیمانہ نقشِ پا ہے  
گردش میں لا، تجلی، صد ساغرِ تسلی! چشمِ تیز آغوشِ محمودِ ہر ادا ہے  
یک برگِ یے لوائی، مددِ دعوتِ نیستان طوفانِ نالہ دل، تا موجِ بویا ہے  
اے غنچہِ تمت، یعنی کفِ نگاریں دل دے تو ہم بتا دیں مٹھی میں تیری کیا ہے

ہر نالہ اسد ہے مضمونِ داد خواہی  
یعنی، سخن کو کاغذِ احرام مٹا ہے

ذوقِ خود داری، خرابِ دھشتِ تیر ہے آئینہ خانہ، مری تمثال کو، زنجیر ہے  
ذہ دے بخوں کے کس داغ کو پر ازِ عرفی؟ ہر بیاباں یک بیاباںِ حسرتِ تعمیر ہے  
میکشِ مضمون کو حسنِ ربطِ خط کیا چاہیے؟ لغزشِ رفتِ رخا، مستیِ تحریر ہے  
خانمانِ جبریاں غافل از معنیِ قربا! جب ہوے ہم یے گنہِ رحمت کی کیا تقصیر؟

چاہے گرجنت، جو آدم وارث آدم نہیں شوخی ایمان زاهد، سستی تدبیر ہے  
شب دراز و آتش دل تیز یعنی شل شمع! مد، زسرتا ناخن پا، رزق یک شگیر ہے  
آب ہو جلتے ہیں، ننگ بہت باطل ہے مرد  
اشک پیدا کر، اسد گر آہ بے تاثیر ہے

## رباعیات

دل، سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج نیرنگِ زمانہ، فتنہ پرور ہے آج  
یک تارِ نفس میں جنوں طنابِ صباغ ہر بارہ دل، ہر رنگِ دیکھ ہے آج

مشکل ہے، زبیں، کلام میرا، اے دل سن سن کے اُسے سخنورانِ کابل  
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمایش آ "گویم مشکل، وگرنہ گویم مشکل"

إضافة آخر نسخة حمید

۶۱۸۲۲

تا

۶۱۸۲۴

مستغرق

نسخہ شیرانی

۶۱۸۲۴

چاہے گرجت، جو آدم وارث آدم نہیں شوخی ایمان زاہد، سستی تدبیر ہے  
شب دراز و آتش دل تیز، یعنی شعل شمع! مد، زسرتاخن پا، رزق یک شگبیر ہے  
آب ہو جلتے ہیں، ننگ بہت باطل ہے مرد  
اشک پیدا کر، اسد و گراہ بے تاثیر ہے

## رباعیات

دل، سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج نیرنگِ زمانہ، فتنہ پرور ہے آج  
یک تارِ نفس میں ہوں طنابِ صباغ ہر بارہ دل، ہر رنگِ دیکھ ہے آج

مشکل ہے، زلیں، کلام میرا، اے دل سن سن کے اُسے سخنورانِ کامل  
آساں کہنے کی، کرتے ہیں فرمایش ”گویم مشکل، و گرنہ گویم مشکل“

إضافة آخر نسخة حمید

۶۱۸۲۲

تا

۶۱۸۲۶

مستفرد

نسخہ شیرانی

۶۱۸۲۶

○... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

دھکی میں مر گیا، جو نہ بابِ نبرو تھا م عشقِ نبرو پیشہ، طلبِ کارِ مرد تھا  
 تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا م اُڑنے سے پیشتر بھی، مرارنگِ زرد تھا  
 تالیفِ نسخہ ہائے وفا کر رہا تھا میں م مجموعہِ خیال ابھی فرو فرود تھا  
 دل تاجگر، کہ ساحلِ دریائے خوں ہے اب م اس رہ گزریں، جلوہ گل، آگے گود تھا  
 جاتی ہے کوئی کشمکشِ اندوہِ عشق کی م دل بھی اگر گیا، تو وہی دل کا درد تھا  
 احباب، چارہ سازی و حشت نہ کر سکے م زنداں میں بھی، خیال، بیابانِ نورد تھا  
 یہ لاشِ بے کفن اسِ خستہ جاں کی ہے م حقِ مغفرت کرے! عجب آزاد مرد تھا

محرم نہیں ہے تو ہی، لڑا ہائے راز کا م یاں در نہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا  
 رنگِ شکست، صبحِ بہارِ نظارہ ہے م یہ وقت ہے شگفتنِ گلہائے ناز کا  
 تو اور سوئے غیرِ نظر ہائے تیز تیز! م میں اور دکھ تری خرو ہائے دراز کا  
 صرف ہے ضبطِ آہ میں میرا، وگرنہ میں م طعمہ ہوں، ایک ہی نفسِ جاں گداز کا  
 ہیں بس کہ جوشِ بادِ شیشے اُٹھل رہے م ہر گوشہ بساط ہے سریشہ باز کا  
 کاوش کا دل کہے ہے تقاضا، کہ ہے ہنوز م ناخنِ پیرِ قرض، اس، گرہِ نیم باز کا  
 تاراجِ کاوشِ غمِ ہجران ہوا، اسد م سینہ، کہ تھا وینہ گہرائے راز کا

دوستِ غنچاری میں میری سعی فراویں گی؟ م زخم کے بھرنے تلکِ ناخن نہ بڑھ جاویں گی؟

○... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

بے نیازی سے گزری، بندہ پورِ زکِ تلک م ہم کہیں کے حالِ دل، اور آپِ فراویں گی؟  
 حضرتِ ناصح گراویں دیدہ دلِ فرسِ راہ م کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاویں گی؟ کیا  
 آج داں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاہلوں میں م غدرِ میرے قتل کرنے میں وہ اب لایوں گی؟ کیا  
 گر گیا، ناصح نے ہم کو قید، اچھا، یوں، سہی م یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جاویں گی؟ کیا؟  
 خانہ زارِ زلف، ہیں زنجیر سے بھاگیں گی کیوں؟ م ہیں گرفتارِ وفا، زنداں سے گھبرویں گی؟ کیا؟  
 ہے اب اس معوے میں قوطِ غمِ الفت اسد م ہم نے یہ مانا کہ وفا میں ہیں لکھاویں گی؟ کیا؟

عشرتِ قطرہ ہے، دریا میں فنا ہو جانا م درد کا حد سے گزرنا، سہے دوا ہو جانا  
 تجھے سے قیمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد م تھا کھجا، بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا  
 دل ہوا، کشمکشِ چارہ زحمت میں، تمام م مٹ گیا، گھسنے میں اس عقلمے کا وا ہو جانا  
 اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم، اللہ اللہ م اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا  
 ضعف سے، گریہ، مبتلا بدیمِ سرد ہوا م باور آیا ہمیں پانی کا، ہوا ہو جانا  
 دل سے مٹا تری انگشتِ جنائی کا خیال م ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا  
 ہے مجھے، ابرِ بہاری کا برس کر گھٹنا م روتے روتے غمِ فرقت میں فنا ہو جانا  
 گر نہیں نہکت گل کو تھے کوچے کی ہوس م کیوں ہے گر و رہِ جولانِ صبا ہو جانا  
 تاکہ تجھ پر کھلے اعجازِ ہوائے صیقل م دیکھ برسات میں، سبز آئینے کا ہو جانا  
 بخشنے ہے جلوہ گل، ذوقِ تماشا، غالب م چشم کو چاہیے ہر رنگ میں وا ہو جانا



○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

پھر ہوا وقت کہ ہوبال کشا موج شراب م دے بٹے کو دل و دست ثنا، موج شراب  
 پوچھ مت و جبر سبہ مستی ارباب چمن م سایہ تاک میں ہوتی ہے ہوا موج شراب  
 جو ہوا غرقہ مئے، بخت رسا رکھتا ہے م سر سے گزے یہ بھی ہے بال ہوا موج شراب  
 ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے، اگر م موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب  
 چار موج اٹھتی ہے طوفانِ طرب سے رہو م موج گل، موج شفق، موج مباح، موج شراب  
 جس قدر روحِ نباتی ہے جگر تشنه ناز م دے ہے تسکین بدم آب بقا، موج شراب  
 بس کہ دھڑے ہے رگ تاک میں، نون ہو کر م شہر لنگ ہے بال کشا، موج شراب  
 موج گل سے چراغاں ہے گور کاو خیال م ہے تصور میں زبس جلوہ نما، موج شراب  
 نشے کے پروے میں ہے عورتاشاے و لغ م بس کہ کھتی ہے سر نشو و نما، موج شراب  
 ایک عالم پر ہے طوفانی کیفیتِ فضل م موج سبزہ نوخیز سے تا موج شراب  
 شرح ہنگامہ ہستی ہے، نے ہے! موسم گل م رہ بر قطرہ بدریا ہے! خوشا! موج شراب  
 ہوش اٹتے ہیں سرے جلوہ گل دیکھ، اسد م پھر ہوا وقت کہ ہوبال کشا موج شراب

رہا اگر کوئی تاقیامت سلامت م پھر اک روز مرتا ہے، حضرت سلامت  
 جگر کو مرے، عشقِ خونا بہ مشرب م لکھے ہے: "خداوندِ نعمت سلامت!"  
 دو عالم کی ہستی پہ خطِ فضا کھینچ م دل و دست ارباب ہمت سلامت!  
 علی الزعم دشمن شہیدِ وفا ہوں م مبارک! مبارک! سلامت! سلامت!

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

نہیں گم بہ کام دلِ خستہ، گردوں م جگر خانی جوشِ حسرت سلامت!  
 نہیں گم سرو برگِ ادراکِ معنی م تماشاے نیرنگِ صورت سلامت!  
 نہ اوروں کی سنت، نہ کہتا ہوں اپنی م سرخستہ و شور و وحشت سلامت!  
 وفورِ وفا ہے، ہجومِ بلا ہے سلامت م سلامت ملامت، ملامت سلامت!  
 نہ فکرِ سلامت، نہ بیمِ ملامت م زخودِ فستکی ہاے حیرت سلامت!  
 رہے غالبِ خستہ، مغلوبِ گردوں  
 یہ کیا بے نیازی ہے، حضرت سلامت؟

کب فقیروں کو سائی بُتِ عوار کے پاس م توبہ بودیجیے نینانے کی دیوار کے پاس  
 خروہ لے ذوقِ اسیری! کہ نظر آتا ہے! م دامنِ خالی، نفسِ مرغِ گرفتار کے پاس  
 جگر تشنه آزار، تسلی نہ ہوا! م جوے خوں ہم نے بہائی بنِ مرغا کے پاس  
 مین گئیں، کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں ہے م خوب دقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس  
 میں بھی رک ک کے نہ مرتا، جوزباں کے بدلے م دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمِ خوار کے پاس  
 دہن شیریں جا بیٹھیے، لیکن لے دل م نہ کھڑے ہو جیے خوابانِ دل آزار کے پاس  
 دیکھ کہ تجھ کو، چن بس کہ نمون کرتا ہے م خود بخود پہنچے ہے گلِ گوشہ دستار کے پاس  
 مرگیا، پھوڑ کے سر، غالبِ وحشی ہے ہے م بیٹھنا اس کا وہ، اگر تری دیوار کے پاس

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

ہے کس قدر ہلاکِ فریبِ وفاے گل ! م بلبل کے کاروبار پہ ہیں، خند ہائے گل  
 آزادی نسیم مبارک ! کہ ہر طرف م ٹوٹے پڑے ہیں حلقہء دام ہوائے گل  
 جوتھا، سو موج رنگ کے دھوکے میں مر گیا م لے والے ! نالہ لبِ خویش لڑے گل  
 دیوانگاہ کا چہارہ فروغ بہار ہے ہے شاخ گل میں ! بچہ نوبال، بجائے گل  
 خوش حال اُس تریقتِ سیہ مت کا کہ جو م رکھتا ہو، مثلِ سایہ گل، سر پہ پائے گل  
 ایجاد کرتی ہے اسے تیرے لیے، بہار م میرا قیب ہے، نفسِ عطریں گل  
 مژگاں تلک رسائی لختِ جگر کہاں ؟ لے والے ! اگر نگاہ نہ ہو آشنائے گل  
 شرمندہ رکھتے ہیں مجھے بادِ بہار سے م مینا بے شراب، دل بے ہوائے گل  
 سطوت سے تیرے جلوہ حسنِ غیور کی م خوں ہے مری نگاہ میں، رنگِ ادائے گل  
 تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک م بے اختیار دوڑے ہے گل در قفائے گل  
 غالب ! مجھے ہے اُس سے ہم آغوشی آرزو م جس کا خیال ہے گلِ حیبِ قبائے گل

اپنے احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں ؟ ہے حیا مانعِ اظہار، کہوں یا نہ کہوں ؟  
 نہیں کرنے کا، میں، تقریرِ ادب سے باہر میں بھی ہوں محرمِ اسرار، کہوں یا نہ کہوں ؟  
 شکر سمجھو اسے، یا کوئی شکایت سمجھو اپنی ہستی سے ہوں بیزار، کہوں یا نہ کہوں ؟

لے یہ غزل دیوانِ نواب الہی بخش خاں معروف دہلوی متوفی ۱۸۲۶ء کے ایک مختص میں ملتی ہے۔ قیاس ہے کہ یہ ۱۸۲۱ء کے بعد ہی لکھی ہوگی کیوں کہ یہ ۱۸۱۶ء (۱۲۱۶ھ) اور ۱۸۲۱ء (۱۲۲۱ھ) دونوں میں شامل نہیں۔

○ ... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیق)

اپنے دل ہی سے، میں احوالِ گرفتاریِ دل جب نہ پاؤں کوئی غمِ خوار، کہوں یا نہ کہوں ؟  
 دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمنِ جانی میرا ہوں اک آفت میں گرفتار، کہوں یا نہ کہوں ؟  
 میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غماز گوش ہیں دیسِ دیوار، کہوں یا نہ کہوں ؟  
 آپ سے وہ مرا احوال نہ پوچھے، تو اسد  
 حسبِ حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں ؟

مانعِ دشتِ نوردی کوئی تدبیر نہیں م ایک چکڑے مرے پاؤں میں زنجیر نہیں  
 شوقِ اُس دشت میں دوڑائے ہے مجھ کو کہ جہاں م جاوے، غیر از نگہ دیدہ تقویر نہیں  
 حسرتِ لذتِ آزار رہی جاتی ہے م جاوے راہِ وفا، جز دمِ شمشیر نہیں  
 رنجِ نو میدی جاوید گوارا رہیو ! م خوش ہوں گر نالہ ز لبونی کشنِ تاثیر نہیں  
 سر کھجاتا ہے، جہاں زخمِ سراچھا ہو جائے م لذتِ سنگ، بہ اندازہ تقویر نہیں  
 آئینہء دام کو سبزے میں چھپانا ہے عبث کہ پری زادِ نظر، قابلِ تسخیر نہیں  
 مثلِ گل، زخم ہے میرا بھی سناں سے توام تیرا ترکش ہی کچھ آہستی تیر، نہیں  
 جب کرمِ زہت بے باکی و گستاخی سے م کوئی تقصیر، بجز خجلتِ تقصیر نہیں  
 میرے شعر کا احوال کہوں کیا، غالب ؟ جس کا دیوان کم از گشتِ سرا نہیں  
 غالب، اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ م ”آپ بے بہرہ ہے تو پھر میر، نہیں“

لے ق = سے ریتختے کا وہ ظہوری ہے، بقولِ ناسخ

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پر رشک آجائے ہے م  
 میں اُسے دیکھوں، بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے  
 ہاتھ دھو دل سے، یہی گرمی گرانہ پیشے میں ہے م  
 آہنگینہ، تنہا صہبائے پگھلا جائے ہے  
 غیر کو، یارب، وہ کیونکر منع گستاخی کرے؟ م  
 گر حیا بھی اُس کو آتی ہے تو شرما جائے ہے  
 شوق کو یہ لبت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے م  
 دل کی وہ حالت، کہ دم لینے سے گھبرا جائے ہے  
 دوزخیم بدتری بزم طرب سے! واہ، واہ! م  
 نغمہ ہو جاتا ہے، واں گر نالہ میرا جائے ہے  
 گرچہ ہے، طرزِ تغافل، پروہ دایرِ رازِ عشق م  
 پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے  
 اُس کی بزمِ آرائیں اُن سن کر، دلِ رنجوئیاں م  
 مثلِ نقشِ مدعلے غیر، بیٹھا جائے ہے  
 ہو کے عاشق، وہ پری رُخ اور نازک بن گیا م  
 رنگ کھلتا جائے ہے، جتنا کہ اُڑتا جائے ہے

نقش کو اُس کے ہمنور پر بھی کیا کیا نازیں! م  
 کھینچتا ہے جس قدر، اتنا ہی کھینچتا جائے ہے  
 سایہ میرا، مجھ سے، مثلِ دود، بھلگے ہے! اسد! م  
 پاس مجھ آتشِ بجاں کے کس سے ٹھہرا جائے ہے؟

مجد کے زیرِ سایہ، خرابات چاہیے م بھوں پاس آنکھ، قبلہ حاجات چاہیے  
 وہ بات چاہتے ہو کہ جو بات چاہیے صاحب کے ہم لتیں کو کرامات چاہیے  
 عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک ادبِ شخص پر م آخرِ ستم کی کچھ تو مہکانات چاہیے  
 دے داد لے فلکِ دلِ حسرت پرست کی م ہاں کچھ نہ کچھ تلافیِ مافات چاہیے  
 سیکھے ہیں، مدِ رنوں کے لیے ہم مصوٰی م تقرب کچھ تو بہرِ ملاقات چاہیے  
 نئے سے غرضِ نشاط ہے، کس روسیہ کو؟ م اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے  
 قطع

نشو و نما ہے اصل سے، غالباً فروغ کو م خاموشی ہی سے نکلتے ہے، جو بات چاہیے  
 ہے رنگِ لالہ و گل و نسریں جدا جدا م ہر رنگ میں بہار کا اثبات چاہیے  
 سراپاے خم پر چاہیے ہنگام بے خودی م رُو، سوئے قبلہ وقتِ مناجات چاہیے  
 یعنی: محبِ گردشِ پیمانہ صفات م عارف، ہمیشہ مست کے ذات چاہیے

○... بعد از ۱۸۲۱ء (آخر ق)

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے م تب اماں ہجرتی دی بردگیالی نے مجھے  
نسیہ و نقدِ دو عالم کی حقیقت معلوم م لے لیا مجھ سے مری بہتِ عال نے مجھے  
کثرتِ آرائی و حدت ہے پرستاری وہم م کردیا کافرانِ اصنام خیالی نے مجھے  
زندگی میں بھی رہا ذوقِ فنا کا مارا نشہ بخشتا غضب اس ساغرِ خالی نے مجھے  
ہوسِ گل کا تصور میں بھی کھٹکانہ رہا م عجب آرام دیا بے پروبالی نے مجھے  
بس کہ تھی فصلِ خزانِ چنستانِ سخن رنگِ شہرت نہ دیا نازہ خیالی نے مجھے  
جلوۂ خورشید سے فنا ہوتی ہے شبنمِ غالب  
گھوڑیا سطوتِ اسماءِ جلالی نے مجھے

کبھی نہ کی بھی اُس کے جی میں اگر آجائے ہے مجھ سے م  
جہالتیں کمرے کے اپنی یاد شہنا جائے ہے مجھ سے  
خدا یا، جذبہٴ دل کی مگر تاثیر اُٹھتی ہے ؟ م  
کہ جتنا کھینچتا ہوں اور کھینچتا جائے ہے مجھ سے  
وہ بدخو اور مہری داستانِ عشقِ طولانی م  
عبارت مختصر، قاصد بھی گھبرا جائے ہے مجھ سے  
اُدھر وہ بدگانی ہے ادھر یہ اِلوانی ہے م  
نہ پوچھا جائے ہے اس سے نہ بولا جائے ہے مجھ سے

○... بعد از ۱۸۲۱ء (آخر ق)

سنہلنے دے مجھے، اے ناامیدی، کیا قیامت ہے م  
کہ دامانِ خیالِ یار پھوٹا جائے ہے مجھ سے  
تکلفِ برطرف، نظارگی میں بھی سہی، لیکن م  
وہ دیکھا جائے، کب یہ ظلم دیکھا جائے ہے مجھ سے  
ہوئے ہیں پالو ہی پہلے، نبردِ عشق میں، زخمی م  
نہ بھاگا جائے ہے مجھ سے، نہ ٹھہرا جائے ہے مجھ سے  
قیامت ہے کہ ہووے ندی کا ہم سفر، غالب م  
وہ کافر خوفِ راکو بھی نہ سوچا جائے ہے مجھ سے

وہ، آکے خواب میں تسکینِ اضطراب دے م دلے مجھے تپشِ دل، مجالِ خواب تو دے  
کرے ہے قتلِ لگاؤ میں تیرا دینا م تری طرح کوئی تیغِ مکہ کو آب تو دے  
دکھا کے جنبشِ لب ہی، تمام کرم کو م نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہیں خواب تو دے  
پلائے اوکے، ساتی، جو ہم سے نفرت ہے م پیالہ گرنیں دیتا، نہ دے شراب تو دے  
یہ کون کہوے ہے آباد کر ہمیں ؟ لیکن کبھی زمانہ مرادِ دلِ خراب تو دے  
اسدِ خوشی سے مرے ہاتھ پالو پھول گئے م کہا تو اس نے "زرا میرے پالو داتی دے"

عشق، تاثیر سے نوید نہیں م جانسپاری، شجر بید نہیں  
 سلطنت و بہت بدست آئی ہے م جامِ کئے، خاتمِ جمشید نہیں  
 ہے تجلی تری، سامانِ وجود م ذرہ، بے پرتو نورِ شید نہیں  
 رازِ معشوق نہ رسوا ہو جائے م ورنہ مرجانے میں کچھ بھید نہیں  
 گردِ شبنمِ رنگِ طرب سے ڈر ہے م غمِ محرومی جاوید نہیں  
 کہتے ہیں "جیتے ہیں امید پہ لوگ" م ہم کو جینے کی بھی اُمید نہیں  
 مئے کشتی کو نہ سمجھ بے حاصل

بادہ، غالب! عرقِ بید نہیں

دیوانگی سے، دوش پہ زنا بھی نہیں م یعنی، ہمارے حبیب میں اک تار بھی نہیں  
 دل کو نیا ز حسرت دیدار کر چکے م دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں  
 ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے م دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں  
 بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اوریاں م طاقت بقدر لذتِ آزار بھی نہیں  
 شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سروِ بالِ دوش م صحرائیں لے خدا، کوئی دیوار بھی نہیں  
 گنجائشِ عداوتِ اغیار یک طرف م یاں ل میں، صفت سے ہوں یا بھی نہیں  
 ڈرنا ہمارے زار سے میرے خدا کو مان م آخر نولے مرغِ گرفتار بھی نہیں  
 دل میں ہے، یار کی صفِ مرگاں سے روکشی م حال آنکہ طاقتِ خشِ خار بھی نہیں

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے، اے خدا؟ م لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں  
 دیکھا اس کو خلوت و جلوت میں بارہا م دیوانہ گری نہیں ہے، لہم شیار بھی نہیں

مرے جہان کے، اپنی نظر میں خاک نہیں م سوائے خونِ جگر، سو جگر میں خاک نہیں  
 مگر غبارِ سوئے پر ہوا اڑا لے جائے م وگرنہ تاب و توانِ بال و پر میں خاک نہیں  
 یہ کس بہشتِ شمال کی آمد آمد ہے؟ م کہ غیرِ جلوۂ گل، رگِ زریں خاک نہیں  
 بھلائے نہ سہی، کچھ مجھی کو رحم آتا م اثر، مرے نفسِ بے اثر میں خاک نہیں  
 خیالِ جلوۂ گل سے خراب ہیں میکش م شرابِ خانے کے دیوار و دریں خاک نہیں  
 ہوا ہوں، عشق کی غارت گری سے شرمندہ م سوائے حسرتِ تعمیر، گھر میں خاک نہیں  
 ہمارے شعر ہیں اب مرنِ دل لگی کے، اسد م کھلا کہ فائدہ مرغن ہنر میں خاک نہیں

عجب نشاط سے جلا دے، چلے ہیں ہم آگے م  
 کہ اپنے سارے سے، سر، پانوں سے ہے دو قدم آگے  
 تھکانے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۂ الفت م  
 فقط "خراب" کھا، بس نہ چل سکا قلم آگے  
 غمِ زمانہ نے جھاڑی نشاطِ عشق کی مستی م  
 وگرنہ ہم بھی اٹھلتے تھے لذتِ الم آگے

خدا کے واسطے! واداس جنونِ شوق کی دینا م  
 کہ اس کے در پہ پہنچتے ہیں نامہ بر سے، ہم، آگے  
 یہ، عمر بھر، جو پریشانیاں اٹھائی ہیں ہم نے م  
 تھالے آئیو، اے طرہ ہاے خم بہ خم، آگے  
 دل و جگر میں پر افشاں جو ایک موجہ نوں ہے م  
 ہم، اپنے زغم میں، سمجھ ہوئے تھے اس کو دم آگے  
 قسم جنانے پہ آنے کی میرے کھانے ہیں غالب م  
 ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

فریاد کی کوئی لے نہیں ہے م نالہ، پابند رنے نہیں ہے  
 کیوں بولتے ہیں باغبان تھپنے؟ م گرباغ گداے لے نہیں ہے  
 ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے م ہر چہ سی کوئی شے نہیں ہے  
 ہاں، کھائی موت فروب ہستی! م ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے  
 شادی سے گزر، کہ غم نہ ہوئے م اردی جو نہ ہو، تووے نہیں ہے  
 انجس ام شمار غم نہ پوچھو یہ مصرفِ تباہی کے نہیں ہے  
 کیوں ردِ قرح کرے ہے زلمہ؟ م مے ہے، یہ مگس کی تے نہیں ہے  
 جس دل میں کہ تباہی سما جائے واں عزتِ تخت کے نہیں ہے

ہستی ہے، نہ کچھ عدم ہے، غالب م آخر تو کیا ہے، اے نہیں ہے

دیکھ کر ورپڑہ گم دم وامن افشانی مجھے م کمرگئی و البتہ تن، میری عریانی مجھے  
 بن گیا تیغِ نگاہ یار کا سنگِ فساں م مرحبا! میں، کیا مبارک گرا جانی مجھے  
 کیوں نہ ہو بے التفاتی؟ اس کی خاطر ہے م جانتا ہے جو پیش ہاے پنہانی مجھے  
 میرے غم خانے کی قسمت جب تم ہونے لگی م لکھ دیا مجملہ اسباب ویرانی مجھے  
 بدگماں ہوتا ہے وہ کافر نہ ہوتا کا شکے! م اس قدر ذوقِ لولے مرغِ بستان مجھے  
 ولے! واں بھی شورِ محشر نے دم لینے دیا م لے گیا تھا گوریں، ذوقِ تن آسانی مجھے  
 وعدہ لے کا وفا کیجے، یہ کیا انداز ہے؟ م تم نے کیوں سوئی ہے میرے گھر کی درباری مجھے  
 ہاں، نشاطِ آمدِ فصلِ بہاری، واہ، واہ! م پھر ہوا ہے تازہ، ہوئے غزل خوانی مجھے  
 دی مرے بھائی کو حق نے از سر نو زندگی م میرزا یوسف ہے غالب یوسف ثانی مجھے

اس غزل کے دو شعر تیسرا (کیوں نہ ہو...) اور چوتھا (میرے غم خانے...) (نسخہ فرطانی ۶۱۸۲۶) لے  
 میں موجود ہیں۔ اور جس غزل میں یہ دو شعر اضافہ کیے گئے ہیں۔ وہ اصلاً نسخہ میں ہے اور  
 اس کی تجدید کا نہ حیثیت ہے۔ اس لیے اصول کے مطابق اس غزل کو قافیہ میں رکھا جائے  
 گا۔ تاہم مکمل غزل کل رعنا تکمیل ۱۱ ستمبر ۱۸۲۸ء میں شامل ہے۔ آخری شعر سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ غالب نے متداول غزل کے باقی شعر اپنے بیمار بھائی یوسف کی صحت یابی کی  
 خبر (اپریل ۱۸۲۸ء) سن کر کلکتہ کے قیام کے دوران میں فکر کیے ہونگے۔ چونکہ کل رعنا  
 کلام کا انتخاب ہے اس لیے تین شعر مطلع، مقطع اور پانچواں شعر انتخاب نہیں کیے گئے۔

○ ... بعد از ۱۸۲۶ء (حاشیہ ق)

سنالیش کرے زہد اس قدر جس باغِ رضواں کا م وہ اک گلہ مست ہے ہم بے خودوں کے طاقِ نسیاں کا  
میاں کیا کیجیے، بیدار کاوشِ ہمارے مڑگاں کا؟ م کہ ہر یک قطرہ قولِ دانہ ہے تسبیحِ مرجاں کا  
ذاتی سُلُوتِ قاتل بھی مانعِ میرے نالوں کو م لیا دانتوں میں جو تنکا، ہواریشہ نیستاں کا  
دکھاؤں کا تماشا، دی اگر فرصت زمانے نے م مراہِ مرغِ دل اک تخم ہے سرورِ چراغاں کا  
کیا آئینہ خانے کا وہ نقشہ ترے جلوے نے م کرے جو، پر تو خورشیدِ عالم شبنمستاں کا  
مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورتِ خرابی کی م ہیولی برقِ خرمیں کا ہے خونِ گرمِ دہقاں کا  
اگاہ ہے گھر میں ہر سو سبزہ، ویرانی تماشا کر م مداراب کھوئے پگھاس کے ہے میرِ کردباں کا  
خوشی میں نہاں، خونِ گشتہ لاکھوں آرزوئیں ہیں م چراغِ مردہ ہوں میں بے باں گورِ غریباں کا  
ہنوز اک پر تو نقشِ خیالِ یار باقی ہے م دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا  
بغل میں غیر کی کج آپ سوتے ہیں کہیں، درہ م سبب کیا، خواب میں اگر تو ستم ہاے پنہاں کا؟  
نہیں معلوم، کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا ! م قیامت ہے، سرشک آلودہ ہونا تیری شرکاں کا  
نظر میں ہے ہماری، جادۂ راہِ فنا، غالب م کہ بیشیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا؟ م نہ ہو مرنا، تو جینے کا مڑا کیا؟  
تجربہ پیشگی سے مدعا کیا؟ م کہاں تک لے سراپا ناز کیا، کیا؟  
نوازش ہاے بے جا دیکھتا ہوں م شکایت ہاے رنگیں کا گلا کیا؟  
نگاہ بے محابا چاہتا ہوں م تغافل ہاے تمکین آزما کیا؟

۶۱۸۲۷

تا

۶۱۸۲۸

## نسخہ شیرانی

(کلام مندرجہ حواشی)

بعد از ۱۸۲۶ء

## گل رعنا

(تمکینِ تدوین اکتوبر)

۶۱۸۲۸

فردغِ شعلہٴ خس، یک نفس ہے م ہوس کو پاسِ ناموس وفا کیا ؟  
 نفسِ موجِ محیطِ بے خودی ہے م تغافلِ ہائے ساقی کا گلا کیا ؟  
 دماغِ عطرِ پیراہن نہیں ہے م غمِ آوارگی ہائے صبا کیا ؟  
 دلِ ہر قطرہ، ہے سازِ "انا الجمر" م ہم اُس کے ہیں، ہمارا پوچھنا کیا ؟  
 محبا کیا ہے ؟ میں ضامنِ اوھر دیکھ م شہیدانِ نگہ کا خون بہا کیا ؟  
 سن، اے غارت گرِ جنسِ وفا، سن م شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا ؟  
 کیا کس نے جگر داری کا دعویٰ ؟ م شکیبِ خاطرِ عاشق بھلا کیا ؟  
 یہ، قتال، وعدہٴ صبر آزمایوں ؟ م یہ، کافرِ فتنہٴ طاقتِ ربا کیا ؟  
 بلاے جاں ہے غالبِ اُس کی ہر بات م عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا ؟

ابرو کیا خاک اُس گل کی لگش میں نہیں ! م ہے گریباںِ ننگِ پیراہن جو دامن میں نہیں  
 ضعف، اے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں م رنگِ بکراڑ گیا، جو خونِ کدامن میں نہیں  
 ہو گئے ہیں جمع، اجڑائے نگاہِ آفتاب م فتنے اُس کے گھر کی دیواروں کے وزن میں نہیں  
 کیا کہوں تاریکیِ زندانِ غم، اندھیر ہے م پنبہٴ نورِ صبح سے کم جس کے روزن میں نہیں  
 رونقِ ہستی ہے عشقِ خانہٴ ویراں ساز سے م انجنِ بے شمع ہے گر برقِ خرمین میں نہیں  
 زخمِ سلوانے سے مجھ پر چارہ ہوئی کاہے طعن م غیر سمجھا ہے کہ لذتِ زخمِ سوزن میں نہیں  
 بس کہ ہیں ہم، اک بہارِ ناز کے مارے ہوئے م جلوہٴ گل کے سوا، گرو اپنے مدفن میں نہیں

قطرہٴ قطرہٴ اک، کیوں ہے نئے ناسور کا م خون بھی، ذوقِ درد سے فارغ مرے تن میں نہیں  
 لگے ساقی کی نخوت، قلزمِ آشای مری م موجِ مے کی آج، رگِ مینا کی گزن میں نہیں  
 ہونشِ رصفت میں کیا ناتوانی کی خود م قدر کے بھٹکنے کی بھی گنجائش مرے تن میں نہیں  
 تھی وطن میں شان کیا غالب کہ بوغرتِ قدر م بے تکلف ہوں وہ مشتِ خس کہ گلخن میں نہیں

ذکرِ میرا، بہ بدی بھی، اُسے منظور نہیں م غم کی بات بکھر جائے، تو کچھ دور نہیں  
 وعدہٴ سیرِ گلستاں ہے فوشا ! طالعِ شوق م مزہٴ قتلِ مُقدّر ہے، ہونڈ کر نہیں  
 شاہِ ہستی مطلق کی کمر ہے، عالم م لوگ کہتے ہیں کہ ہے پر امیں منظور نہیں  
 قطرہٴ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا، لیکن م ہم کو قلبِ تنگِ ظریفی منظور نہیں  
 حسرت، اے ذوقِ خرابی، کہ وہ طاقتِ زہری م عشقِ پُر غرہٴ کی گون، تنِ رنجور نہیں  
 میں جو کہتا ہوں کہ ہم ہیں گے قیامت میں تھیں " م کس عورت سے وہ کہتے ہیں کہ "ہم حور نہیں"  
 ظلمِ کر ظلم، اگر لطفِ دریغ آتا ہو م تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں  
 پیٹھِ محراب کی قبلے کی طرف رہتی ہے محو نسبت ہیں، تکلف ہمیں منظور نہیں  
 صاف دروی کشِ پیمانہٴ سیم ہیں ہم لوگ م ولے ! وہ بادہ کہ افشردہٴ انکور نہیں  
 ہوں ظہوری کے مقابل میں کھائی، غالب م میرے دعوے پر یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں

نالہ، جز حسنِ طلب اے ستمِ ایجاد نہیں م ہے تقاضاے جفا، شکوہٴ بیداد نہیں



○ ... بعد از ۸۲۶ء (حاشیہ قا)

عشق و زور و عشرت گر خسر و کیا فوب! م ہم کو تسلیم، نکو نامی فرماؤ، نہیں  
کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ دُست معلوم م دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھریا د نہیں  
اہلِ بنیش کو ہے، طوفانِ حواشِ مکتب م لطمہ موج، کم از سیلی استاد نہیں  
ولے، محرومی تسلیم، ویدا! حالِ وفا م جانتا ہے کہ تیں طاقتِ فریاد نہیں  
برنگِ تمکین گلِ لاله پریشاں کیوں ہے؟ م گر چہ اربابِ سررِ مکر باد نہیں  
سبکِ گل کے تلے بند کرے ہے گلچیں م شرہ، اے مرغ، کہ گلزار میں صیاد نہیں  
نفی سے کرتی ہے اثبات، تراوش، گویا م دی ہے جائے دہن اس کو دمِ ایجاد نہیں  
کم نہیں جلوہ گری میں ترے کچے سے بہشت م یہی نقشہ ہے ولے اس قدر آباد نہیں  
کرتے کس مُنہ سے ہو غربت کی شکایت، غالب م تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہیں

واں پہنچ کر خوش آنا پئے ہم ہے ہم کو م صدرہ آہنگِ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو  
دل کو میں اور مجھے دلِ محو و فار کھتا ہے م کس قدر ذوقِ گرفتاری ہم ہے ہم کو  
ضعف سے نقش پئے نور ہے طوقِ گردن م تیرے کچے سے کہاں طاقتِ کم ہے ہم کو  
جان کر کیجے تغافل، کہ کچھ اُمید بھی ہو م یہ نگاہِ غلط انداز تو قسم ہے ہم کو  
ریشکِ ہم طرحی و دورِ اثرِ بانگِ حزن م نالہ مرغِ سحر، تیغِ دو دم ہے ہم کو  
سراٹلے کے، جو وعدے کو مکرر چاہا م ہنس کے بولے کہ تیرے سر کی قسم ہے ہم کو  
دل کے خوں کرنے کی کیا وجہ؟ و لیکن ناچار م پاس بے رونقی دیدہ، اہم ہے ہم کو

○ ... بعد از ۸۲۶ء (حاشیہ قا)

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغاں کہتے ہو م ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہم کو  
لکھنؤ گئے کا باعث نہیں کھلتا، یعنی م ہوں سیر و تماشا، سو وہ کم ہے ہم کو  
مقطع سلسلہ شوق نہیں ہے، یہ شہر م عہدِ سیرِ نجف و طوفِ ترم ہے ہم کو  
لیے جاتی ہے کہیں ایک توقع، غالب م جاوہ رہ، کششِ کافِ کرم ہے ہم کو  
ابر و تاب ہے کہ بزمِ طرب آمادہ کرو م برقِ ہنستی ہے کہ فرصت کوئی دم ہے ہم کو  
طاقتِ رنجِ سفر بھی نہیں پاتے اتنی م بھر یارانِ وطن کا بھی الم ہے ہم کو  
لائی ہے معتمد الدولہ بہادر کی اُمید  
جاوہ رہ کششِ کافِ کرم ہے ہم کو

ظلمتِ کدے میں میرے شبِ غم کا بوش ہے م اک شمع ہے وسیلِ سحرِ سوخوش ہے  
نے مژدہ وصال، نہ نظرِ اہِ جمال م ملت ہوئی کہ آشتیِ چشمِ و گوش ہے  
ہو کر شہیدِ عشق میں، پائے ہزار جسم م ہر موجِ گرو راہ، مرے سر کو دوش ہے  
نے کیا ہے حُسنِ خود آرا کو بے حجاب م اے شوقِ ہاں، اجازتِ تسلیم ہوش ہے  
گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا م کیا اونچ پرستارہ گوہر فروش ہے

..... یہ شعر اورے لیے جاتی ہے کہیں .....  
دجائے لائی ہے معتمد الدولہ ..... یہ ترسیم، پہلے پہل گلی میں درج ہوئے

دیدار بادہ، حوصلہ ساقی نگاہ مست م بزم خیال، میکدہ بے فروش ہے  
فت

اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل ! م زہنہارا اگر محقق ہوں نائے فروش ہے  
دیکھو مجھے، جو دیدہ عبرت نگاہ ہو م میری سنو! تو گوش نصیحت فروش ہے  
ساقی بہ جلوہ، دشمنِ ایمان و آگہی م مطرب بہ نغمہ، رہزنِ تکیہ فروش ہے  
یاشب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ بساط م دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے  
یا صبح دم جو دیکھے آکر، تو بزم میں م نے وہ سرور و سوزانہ فروش ہے  
و ان فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی م اک شمع رہ گئی ہے، سو وہ بھی فروش ہے  
لطفِ خرامِ ساقی، و ذوقِ مدائے چنگ م یہ جنتِ نگاہ، وہ فردوسِ گوش ہے  
آتے ہیں غیب سے، یہ مضامینِ خیال میں م غالب صریرِ خامہ نوائے فروش ہے

کب وہ سنتا ہے کہانی میری م اور پھر وہ بھی زبانی میری  
خلشِ غمرہ خونریز نہ پوچھ م دیکھ خوشی بہ فشانِ میری  
کیا بیاں کر کے مرا دین گے یار؟ م مگر آشفستہ بیانی میری  
ہوں ز خود رفتہ بیدارے خیال م بھول جانے لے نشانی میری

مقابل ہے، مقابل میرا م رگ گیا، دیکھ روانی میری  
قدِ سنگِ سرور رکھتا ہوں م سخت ارزا ہے گرائی میری  
رگرد بادِ رہِ بیتابی ہوں م صرصر شوق، ہے بانی میری  
دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا م کھل گئی پیچیدگی میری  
کردیا صفت نے عاجز، غالب م ننگِ پیری ہے، جوانی میری

سادگی پر اس کی، مرجانی کی حسرت میں ہے م بس نہیں چلتا کہ پھر خمر کفِ قتال میں ہے  
دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا م میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے  
گرچہ ہے کس کس برائی سے دل بایں ہمہ م ذکرِ میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اُس محفل میں ہے  
بس ہجومِ ناامیدی، خاک میں مل جائے گی م یہ جو اک لذت ہماری سچی ہے حاصل میں ہے  
رنجِ رہ کیوں کھینچے؟ واما ندگی کو عشق ہے! م اٹھ نہیں سکتا، ہمارا جو قدم منزل میں ہے  
جلوہ زارِ آتشِ دوزخ، ہمارا دل سہی م فتنہ شورِ قیامت کس کی آگ میں ہے؟  
ہے دلِ شوریدہ غالب طلسمِ بیچ و تاب م رحمِ کراپی تمنا پر کس مشکل میں ہے

## قطعه

دیکھئے میں ہیں گریچہ دو پرہیز یہ دونوں یا ایک  
ہم سخن و ہم زباں، حضرت قاسم و طپاں  
نقد سخن کے واسطے، ایک عیارِ انگریز  
ایک وفا و مہر میں، تازگی بساطِ دہر  
گل کردہ تلاش کو، ایک ہے رنگ ایک بو  
مملکتِ کمال میں، ایک امیرِ نامور  
گلشنِ اتفاق میں، ایک بہارِ بہ خزاں  
زندہ شوقِ شعر کو، ایک چراغِ انجمن  
دونوں کے دل حقِ آشن، دونوں رسولِ پرور  
جانِ وفا پرست کو، ایک شمیمِ نوبہار  
فرقِ ستیزہ مست کو، ابرِ تگرگ بار ایک

لایا ہے، کہہ کے یہ غزل، شاہدِ ریاسے وور  
کمر کے دل و زبان کو، غالبِ خاکسار، ایک

- ۱۔ یہ غزل قیامِ کلکتہ کے زمانے (تکمیل لکھی) ۱۸۲۸ء تا ستمبر ۱۸۲۹ء میں کسی وقت لکھی ہوئی  
۲۔ قاسم کا پورا نام مصلح الدولہ سید ابوالفتح اسم خاں (وقائع نگارِ سلطانی) تھا۔  
۳۔ ۱۲ دسمبر ۱۸۲۵ء کو مرخص دیا دس مہینہ انتقال کیا۔ بحوالہ دیوانِ غالب سیمینارِ عثمانی۔ اشاعت دوم ص ۲۰۷  
۴۔ طپاں۔ مرزا احمد بیگ۔ وفات ۵ مارچ ۱۸۳۳ء سے چند روز قبل (بحوالہ غالب درونِ خانہ ص ۲۲۶)



بعد از الاستمبر ۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۳ء

مستفرد

نسخہء رام پور

(اول  
قدیم)

۱۸۳۳ء



## قطرہ

۲

ہے جو صاحب کے کف دست پر یہ چکئی ڈلی  
خامہ انگشت بندان کہ اسے کیا لکھے  
مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھے  
مستی آلودہ سر انگشت حسیناں لکھے  
حاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھے  
اتر سوختہ قیس سے نسبت دیجے  
حجر الاسود دیوار حرم کیجیے فرض  
وضع میں اس کو اگر سمجھے قاف تریاق  
صومعے میں، اسے ٹھہرائے گر مہر نماز  
کیوں اسے قفل در گنج محبت لکھیے؟

زیب دیتا ہے، اسے جس قدر اچھا کہیے  
تاطقہ، سر بہ گریباں کہ اسے کیا لکھیے  
حرز بازوے شکر گون خود آرا کہیے  
داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے  
سر پستان پر ناز اسے مانا کہیے  
خال مشکین رخ و بخش لیا کہیے  
نافہ، آہوے بیابان ختن کا کہیے  
نگ میں، سبزہ نوخیز مستحبا کہیے  
میکدے میں، اسے خشت خیم صبا کہیے  
کیوں اسے نقطہ پر کار تمنا کہیے؟

کیوں اسے گوہر نایاب تصور کیجیے؟  
کیوں اسے تکمیل پیراہن لیکھیے؟  
کیوں اسے نقش پے ناز سہا کہیے؟  
بندہ پرورد کے کف دست کو دل کیجیے فرض  
اور اس چکنی سباری کو سوکھا کہیے!

## قطرہ

... ۱۸۳۳ (قب)

۲

گلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہم نشین  
اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہاے! ہاے!  
وہ سبزہ زار ہاے مڑا کہ ہے غضب!  
وہ نازیں بتان خود آرا کہ ہاے! ہاے!  
صبر آزمادہ ان کی نگاہیں کہ حق نظر!  
طاقت ربادہ ان کا اشار کہ ہاے! ہاے!  
وہ میوہ ہاے تازہ شیریں کہ واہ! واہ!  
وہ بادہ ہاے ناب گوارا کہ ہاے! ہاے!

## غزلیات

مُند گئیں، کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں غالب  
یار لاغے مری بالیں پہ اسے، پر کس وقت! ۱

۱۔ یہ قطرہ گلکتے سے وابستی کے بعد کہا گیا اسی لیے پہلی بار قب (بحوالہ نسخہ غرضی) میں شامل ہوا۔  
۲۔ یہ شعر پہلی بار قب (بحوالہ نسخہ غرضی) میں درج ہوا مگر اسی مفہوم کا ایک شعر حاشیہ ق میں پہلے موجود ہے۔  
مُند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں، سے ہے  
نوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس  
اور لطف یہ ہے کہ یہ دونوں شعر دیوان غالب متداول کے لیے منتخب ہوئے ہیں

۱۔ یہ قطرہ گلکتے کے قیام کے دوران میں کہا گیا تھا۔ غالب اواخر نومبر ۱۸۵۶ء میں مرزا حاتم علی مہر کو اس قطرے کے بارے میں لکھتے ہیں۔  
”..... میں نے گلکتے میں کہا تھا۔ تقریباً کہ مولوی کرم حسین صاحب ایک میرے دوست تھے۔ انھوں نے ایک مجلس میں چکئی ڈلی بہت پاکیزہ اور بے ریشہ اپنے کف دست پر رکھ کر مجھ سے کہا کہ اس کی تشبیہات نظم کیجئے۔ میں نے وہاں بیٹھے بیٹھے نو دس شعر کا قطرہ لکھ کر ان کو دیا اور صلیا میں وہ ڈلی ان سے لی۔“

لو، ہم مریضِ عشق کے بیمار دار ہیں م اچھا اگر نہ ہو، تو مسیحا کا کب علاج

کیوں جل گیا نہ تابِ رخِ یار دیکھ کر؟ م جلتا ہوں، اپنی طاقتِ دیدار دیکھ کر  
آتشِ پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے م سرگرمِ نالہ ہاے شرر بار دیکھ کر  
کیا آبروے عشق، جہاں عام ہو جفا؟ م رکتا ہوں، تم کو بے سبب آزار دیکھ کر  
آتا ہے میرے قتل کو پر جوشِ رشک سے م مڑتا ہوں، اُس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر  
ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق م لرزے ہے موجِ تری رفتار دیکھ کر  
وا حسرتا! کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ م ہم کو تحریصِ لذتِ آزار دیکھ کر  
بک جاتے ہیں ہم آپ متلغِ سخن کے ساتھ م لیکن عیارِ طبعِ خریدار دیکھ کر  
زُنا رِ باندھ، سُبْحَہ صد دانہ توڑ ڈال م نہ ہر دچلے ہے، راہ کو ہموار دیکھ کر  
آنِ ابلوں سے پانو کے گھر گیا تھا میں م جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر  
کیا بدگماں ہے مجھ سے! کہ آئینے میں مرے م طوطی کا عکس سمجھ ہے زنگار دیکھ کر  
گرنی تھی ہم پہ برقِ تجلی، نہ طور پر م جیتے ہیں بادہ، ظرفِ قدحِ خوار دیکھ کر  
سرھچوڑنا وہ، غالبِ شوریدہ حال کا م یاد آگیا مجھے، تری دیوار دیکھ کر

لے بحوالہ نسخہ عمرشی

مجھ کو دیارِ غیر میں مارا، وطن سے دور م رکھ لی مرے خدانے مری بکسی کی شرم  
وہ حلقہ ہاے زلف کبیں میں ہیں اے خدا م رکھ لیجو، میرے دعویٰ وارستگی کی شرم

مہرباں ہو کے بلا لوجھے، چاہو جس وقت م میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آج بھی نہ سکوں  
ضعف میں طعنہ اغیار کا شکوہ کیا ہے؟ م بات کچھ سرتو نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکوں  
زہرِ ملت ہی نہیں مجھ کو، ستمگرِ ورنہ م کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکوں

یہ ہم جو ہجرتیں دیوارِ دور کو دیکھتے ہیں م کبھی صبا کو، کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں  
وہ آئے گھر میں ہمارے خدائی قدرت ہے م کبھی ہم اُن کو، کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں  
نظر لگے نہ کہیں اس کے دستِ دباؤ کو م یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں  
ترے جواہرِ طرفِ گلہ کو کب دیکھیں؟ م ہم اوجِ طالعِ لعلِ دگر کو دیکھتے ہیں

داں اُس کو بول لے تو یاں میں ہوں شرمسار م یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو  
اپنے کو دیکھتا نہیں، ذوقِ ستم تو دیکھ م آئینہ تاکہ دیدہِ نچیر سے نہ ہو

یہ اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو م ہم سخن کوئی نہ ہو، اور ہم زباں کوئی نہ ہو

لے بحوالہ نسخہ عمرشی

یہ درو دیوار ساک گھر بنایا چاہیے م کوئی ہم سایہ نہ ہو، اور پاساں کوئی نہ ہو  
پڑے گریہ کیا تو کوئی نہ ہو تیار وار م اور اگر مر جائیے، تو نوخیز خواں کوئی نہ ہو

گھر میں تھا کب کہ ترا غم سے غارت کرتا  
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سوئے

پینس میں گزرتے ہیں جو کو چے سے وہ میرے  
کندھا بھی کہا روں کو بدلنے نہیں دیتے

دل سے، تری نگاہ، جگر تک اتر گئی م دولوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی  
شق ہو گیا ہے سینہ، خوشا! لذت فراغ م تکلیف پر وہ داری زخم جگر گئی  
وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں؟ م اٹھے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی  
اُڑتی پھرے ہے خاک مری کو یار میں م بائے بائے ہوا، ہوسِ بال و پر گئی  
دیکھو تو، ولفربہ اندازِ نقشِ پا م موجِ خرام یار بھی کب اگل کتر گئی  
ہر لہو ہوس نے حسنِ پرستی شعار کی م اب آبرو سے شیوۂ اہل نظر گئی  
نظائے نے بھی کام کیا واں نقاب کا م مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی  
فرواودی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا م کل تم گئے کہ ہم یہ قیامت گزر گئی

مارا زمانے نے اسد اللہ خاں، تنہیں م وہ ولولے کہاں، وہ جوانی کدھر گئی؟

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آئے م جاں، کالبِ صورتِ دیوار میں آئے  
سیلے کی طرح ساتھ پھریں، سر و صوبہ م تو اس قدر دلکش سے ہو گلزار میں آئے  
تب نازِ گراں مائیگی اشک بجائے م جب لختِ جگر، دیدہ خونبار میں آئے  
وے مجھ کو شکایت کی اجازت کہ سنگد م کچھ تجھ کو مزا بھی مرے آزار میں آئے  
اُس چشمِ فصولِ گر کا، اگر پائے اشارہ م طوطی کی طرح اُنہ گفتار میں آئے  
کانٹوں کی زباں سوکھ گئی پیاس سے یارب م اک ابدِ پادِ پادِ پر خار میں آئے  
مجاؤں نہ کیوں رشک؟ جب وہ تنِ نازک م آغوشِ خمِ حلقہ زنا میں آئے  
غارت گریںاموس نہ ہو، اگر ہوسِ زر م کیوں شاہدِ گلِ باغِ بے باڑ میں آئے  
تب چاکِ گریباں کا مزا ہے دلِ نالاں! م جب اک نفسِ اگجھا ہوا ہر خار میں آئے  
آتش کدہ ہے سینہ مرا، رازِ نہاں سے م اے وائے! اگر معرضِ اظہار میں آئے  
گنجینہ معنی کا طلسم اُس کو سمجھے م جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آئے

## رباعیات

آتش بازی ہے جیسے شغلِ اطفال ہے سوزِ جگر کا بھی اسی طور کا حال  
تھا موجدِ عشق بھی قیامت کوئی لڑکوں کے لیے کیا ہے کیا کھیل نکال

۲  
دل، سخت نژد ہو گیا ہے، گویا اُس سے گلہ مند ہو گیا ہے، گویا  
پریار کے آگے بول سکتے ہی نہیں ۲ غالب، منہ بند ہو گیا ہے، گویا

۳  
دکھ، جی کے پسند ہو گیا ہے غالب دل، رُک رُک کر بند ہو گیا ہے، غالب  
واللہ، کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں! ۲ سونا، سوگند ہو گیا ہے، غالب

۶۱۸۳۳ تا ۶۱۸۴۷

### مُتَفَرِّق

۶۱۸۳۴ انتخابِ غالب

۶۱۸۳۸ نسخہ بدایوں

۶۱۸۴۱ پہلا مطبوعہ ایڈیشن

۶۱۸۴۵ نسخہ دلیسنہ

۶۱۸۴۵ نسخہ کریم الدین (کراچی)

۶۱۸۴۷ دوسرا مطبوعہ ایڈیشن

## غزلیات

اور تو رکھنے کو ہم دہریوں کیا رکھتے تھے فقط اک شعر میں اندازِ سار رکھتے تھے  
اس کا یہ حال کہ کوئی نہ ادا سنچ ملا آپ رکھتے تھے ہم اور آپ اٹھا رکھتے تھے  
زندگی اپنی جب اس شکل سے گزری غالب م ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

وہوتا ہوں جب میں اپنے کو، اُس سیم تن کے پالو م رکھتا ہے، صدمہ سے کھینچ کے، باہر لگن کے پالو  
دی سادگی سے جان پڑوں کو کفن کے پالو م بہتات، کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پالو  
بھاگے تھے ہم بہت سوا سوا کی سزا ہے یہ م ہو کر اسیر دانتے ہیں راہزن کے پالو  
مرہم کی جستجو میں پھر اہوں جو دور دور م تن سے سوا فکاڑیں، اس خستہ تن کے پالو  
اللہ سے! ذوقِ دشتِ نور دی کہ بعد مرگ م ہلتے ہیں خود بخود مرے اندر کفن کے پالو  
ہے جوشِ گل بہار میں یاں تک کہ ہر طرف م اُڑتے ہوئے، اُکھٹے ہیں مرغِ چین کے پالو  
پچھارہ کتنی دور سے آیا ہے، شیخ جی کبھی میں کیوں دبائیں نہ ہم برہن کے پالو

۱۔ گلشن نے خازنِ ملفوظ آخر ۱۲۵۰ء (اپریل ۱۸۳۵ء) میں صرف سب شعرِ مطلق (یا جامع) سے مگر قبا  
میں یہ کینوں شعر ایک ساتھ درج ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے اوپر کے دو شعر بھی اسی  
زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں شعر قطعہ تہذیب  
۲۔ یہ شعر میں مطبوعہ موجود ہے مگر بعد میں حذف کر دیا گیا۔ تذکرہ سزا یا سخن میں پالو  
والی ردیف میں درج ہے۔ غرضی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ قبا میں بھی موجود ہے

شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں؟ م ٹککتے ہیں آج، اُس بُتِ نازکِ بدن کے پالو  
غالب مرے کلام میں کیوں کر سزا نہ ہو؟ م پیتا ہوں دھوکے خسر و شیریں سخن کے پالو

## قطعہ

... بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا)

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری م کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے  
بس اب بگڑے یہ کیا شرمندگی اچانے دو، مل جاؤ م قسم لو ہم سے گریہ بھی کہیں: کیوں ہم نہ کہتے تھے؟

## غزلیات

تلاطم کو شکایت کی بھی باقی نہ ہے، جام م سن لیتے ہیں، گو ذکر ہمارا نہیں کرتے  
غالب: ترا احوال سنا دیں گے ہم اُن کو م وہ سن کے بلالیں، یہ اجارا نہیں کرتے

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے م مرتے ہیں ولے اُن کی تمنا نہیں کرتے  
در پردہ اُکھنیں غیر سے ہے ربطِ نہانی م ظاہر کا یہ پردہ ہے کہ پروا نہیں کرتے  
یہ باعثِ نو میری اربابِ ہوس ہے م غالب کو برا کہتے ہوا چٹھا نہیں کرتے



○ ... بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا)

لاغر تھا ہوں کہ گرتو نرم میں جاوے مجھے م میرا دمہ دیکھ کر گر کوئی بتلاوے مجھے  
کیا تعجب ہے کہ اُس کو دیکھ کر آجائے رحم؟ م واں تلک کوئی کسی حیلے سے پہنچاؤے مجھے  
منہ نہ دکھلاوے نہ دکھلا، پر بہ اندازِ تعجب م کھول کر پروہ ذرا آنکھیں ہی دکھلاؤ مجھے  
یاں تلک میری گرفتاری کچھ خوش ہے کہ میں م زلف گر بن جاؤں تو شانے میں الجھاؤے مجھے

## رباعیات

(۱)

بھیجی ہے جو مجھ کو شاہِ جہاں نے وال ہے لطف و عنایتِ شہنشاہِ پہ وال  
یہ شاہ پسند وال، بے بخت و جدال م ہے دولت و دین و دانش و داؤ کی وال

... بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا) ۱۸۴۱ء (۱۲۰۱)

ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم آثارِ جلالی و جمالی باہم  
ہوں شاد نہ کیوں، سافل و عالی باہم م ہے اب کے شبِ قدر و دولتی باہم

## غزل

... ۱۸۴۵ء

نیدر امن ہے بیدار دوست جاں کے لیے م رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسمان کے لیے

غزل میں ذواتِ تحمل حسین خاں فرخ آبادی سے متعلق مجسمہ اشعار میں۔ ذواتِ صاحبِ انتقال  
۹ نومبر ۱۸۴۵ء کو ہوا تھا۔ غزل نسخہ کراچی مکتوبہ ۳۰ اگست ۱۸۴۵ء میں نہیں ہے لہذا  
اسے ۳۰ اگست ۱۸۴۵ء تا ۹ نومبر ۱۸۴۵ء کی فکر کردہ تسلیم کرنا چاہیے۔ دیوانِ ذوق  
مرتبہ آزاد میں درج ہے کہ یہ غزل ذواتِ اصغر علی خاں نسیم رام پوری نقیب دہلی کے طرخی مشاعرہ  
منفقہ ۱۸۴۵ء میں لکھی گئی تھی۔ ذوق، مومن، داغ و غیرہ کبھی مکتوبہ تھے۔ گویا مشاعرہ ۱۸۴۵ء  
میں بعد از ۳۰ اگست منفقہ ہوا تھا۔ ظاہر ہے غزل بھی اسی زمانے میں لکھی گئی ہوگی

○ ... ۱۸۴۵ء

بلا سے، گھر مڑو یا ترشہ خون ہے م رکھوں کچھ اپنی بھی مڑگانِ خوفشاں کے لیے  
وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں دشمنِ خلق، اے خضر م نہ تم کہ چور بنے عمرِ جبا وداں کے لیے  
رہا بلا میں بھی، میں مبتلائے آفتِ رشک م بلائے جاں ہے، ادائیری اک جہاں کے لیے  
تلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں م دراز دقتِ اتل کے امتحاں کے لیے  
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ امیر م کرے قفس میں ذرا ہم خس آبیاں کے لیے  
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا، مری جوشامت آئے م اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے  
یہ قدر شوق نہیں، طرفِ تنگنا سے غزل م کچھ اور چاہیے وسعتِ مرے بیاں کے لیے  
دیباہے خلق کو بھی، تا اسے نظر نہ لگے م بنا ہے عیشِ تحملِ حسین خاں کے لیے  
زباں پر بارِ خدایا، یہ کس کا نام آیا؟ م کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے  
نصیرِ دولت و دین اور معینِ ملت و ملک م بنا ہے چرخِ بری جس کے آستان کے لیے  
زمانہ، عہد میں اُس کے ہے محو آرایش م بنیں گے اور ستارے اب آسمان کے لیے  
ورق تمام ہوا، اور مدح باقی ہے م سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے  
اولے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا م صلائے عام ہے یارانِ نکتہ واں کے لیے

## قطعہ

... ۱۸۴۵ء (۱۲۰۱)

پوچھ اس کی حقیقت، حضورِ دالانے مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی  
کھاتے گیہوں، نکاتے نہ خلد سے باہر م جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

## غزلیات

جس دن سے کہ ہم غمزدہ زنجیر ہپا ہیں  
کپڑوں میں جویں نیچے کے ٹانگوں سے سوا ہیں

○ ۶۱۸۴۷۰۰۰ (۱۰)

کی دفا ہم سے تو غیر اُس کو جفا کہتے ہیں م ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں  
آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے م کہنے جاتے تو میں پر دیکھے کیا کہتے ہیں  
اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انھیں کچھ نہ کہو م جوئے و نغمہ کو اندوہ رہا کہتے ہیں  
دل میں آجائے ہے ہوتی ہے جو فرست غش سے م اور پھر کون سے نالے کو رسا کہتے ہیں  
ہے پرے سرحد اور اک سے اپنا مسجود م قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں  
پائے افکار پر جب سے تجھے رحم آیا ہے م خارِ زہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہیں  
اک شرر دل میں ہے اُس سے کوئی گھبرائے گا کیا؟ م آگ مطلوب ہے ہم کو، جو ہوا کہتے ہیں  
دیکھئے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ م اُس کی ہر بات پہ ہم "نام خدا" کہتے ہیں  
وشت و شقیقتہ اب مرثیہ کہوں شاید م "مر گیا غالب آشفستہ لڑا" کہتے ہیں

لہ یہ ہنگامی مطلع عبدالسیری کی یادگار ہے۔ دیکھیے کلام (گھنشیام لال) عاصمی مطبوعہ ۱۹۳۹ء  
آب حیات از نادیں پہلا مصرعہ لیا ہے

ہم غمزدہ جس دن سے گرفتار ہلا ہیں

ہم پر جفا سے ترکِ دفا کا کہاں نہیں م اک چپڑ ہے، وگرنہ مُراد امتحا نہیں  
کس منہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا؟ م چرسش ہے، اور پائے سخن درمیاں نہیں  
ہم کو ستم عزیز، ستم گر کو ہم عزیز م نامہر باں نہیں ہے، اگر مہر باں نہیں  
بوسہ نہیں، نہ دیکھیے، وشتام ہی سی م آخر زباں تو رکھتے ہو تم، گردہاں نہیں  
ہر چند جاں گدازیِ قہر و عتاب ہے م ہر چند پشت گرمیِ تاب و تواں نہیں  
جاں ہطرب ترانہ "ھَلْ مِنْ مَزِيدٍ" ہے م لب پر وہ سنج زمزمہ "الْأَمَانُ" نہیں  
خنجر سے چیر سیدہ، اگر دل نہ ہو و نیم م دل میں پھری چبھو، مژرہ گرنو چکاں نہیں  
ہے ننگِ سینہ، دل اگر آتش کدہ نہ ہو م ہے عارِ دل نفس اگر آذر فشاں نہیں  
نقصاں نہیں جنوں میں بلا ہے ہو گھر خراب م سو گز نہیں کے بدلے پیاباں گراں نہیں  
کہتے ہو کیا کھا ہے تری سر نوشت میں؟ م گویا جیس پہ سجدہ بت کا نشاں نہیں  
پاتا ہوں اُس سے داد کچھ اپنے کلام کی م روح القدس اگرچہ مرا ہم زباں نہیں  
جاں ہے پہلے بوسہ و لے کیوں کہے ابھی؟ م غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیم جاں نہیں

ملتی ہے خچے یار سے، تارِ التہاب میں م کافر ہوں، گرنہ ملتی ہو راحت عذاب میں  
کسے ہوں کیا تاؤں، جہانِ خراب میں؟ م شب ہائے ہجر کو بھی رکھوں گھر حساب میں  
تا پھر نہ انتظار میں، نیند آئے عمر بھر م آنے کا عہد کر گئے، آئے جو خواب میں  
قاصد کے آتے آتے، خط اک اور رکھ رکھوں م میں جانتا ہوں، جو وہ کھیں گے خواب میں

مجھ تک کب ان کی بزم میں آتا تھا دورِ جام؟ م ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں  
 ہو منکر وفا ہو، فریب اُس پہ کیا چلے؟ م کیوں بدگماں ہوں دوستِ دشمن کے لب میں  
 میں مضطرب ہوں اصل میں خوفِ قیام سے؟ م ڈالا ہے تم کو دم نے کس بیچ و تاب میں؟  
 میں اور خطِ وصل، خدا ساز بات ہے م جان نذر دینی بھول گیا اضطراب میں  
 ہے تیورنی چڑھی ہوئی اندر نقاب کے م ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب میں  
 لاکھوں لگاؤ، ایک چرانا نگاہ کا م لاکھوں بناؤ، ایک بگڑنا غتاب میں  
 وہ نالہ دل میں خس کے برابر جگہ نہ پائے! م جس نالے سے شکاف پڑے آفتاب میں  
 وہ سحرِ مدعا طلبی میں نہ کام آئے! م جس سحر سے سفینہ رواں ہو شراب میں  
 غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی م پیتا ہوں روزِ ابرو شبِ مآتاب میں

کل کے لیے کراچ نہ خست شراب میں م یہ سو غن ہے ساقی کو فر کے باب میں  
 ہیں آج کیوں ذلیل؟ کل تک نہ تھی پسند م گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں  
 جاں کیوں نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سما؟ م گروہ صداسما ہے چنگِ مہرباب میں  
 رو میں ہے رخسِ عمر کہاں، دیکھیے، تھے م نے ہاتھ باگ پر ہے، نہ پا ہے رکاب میں  
 اتنا ہی مجھ کو اپنی حقیقت سے بُد ہے م جتنا کہ دمِ غیر سے ہوں بیچ و تاب میں  
 اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہے م حیرا ہوں پھر مشاہد ہے کس حجاب میں  
 ہے مشتمل نمودِ صورتِ پر وجودِ بحر م یاں کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب میں

شرم اک اٹاے ناز ہے اپنے ہی سے سہی م ہیں کتنے بے حجاب کہ ہیں یوں حجاب میں  
 آرایشِ جمال سے فارغ نہیں ہنوز م پیشِ نظر ہے آئینہ و آئینہ نقاب میں  
 ہے غیبِ غیب جس کو سمجھتے ہیں ہم شہود م ہیں خواب میں ہنوز، جو جاگے ہیں خواب میں  
 غالبِ ندیم دوستِ آتی ہے بچے دوست م مشغولِ حق ہوں، بندگیِ بوترا ب میں

## قطعه

۲

اے شہنشاہِ فلک منظرِ بے مثل و نظیر      اے جہاندارِ کرم شیوہِ بے شبہ و عدیل  
 پاتو سے تیرے کئے فرقِ ارادت اورنگ      فرق سے تیرے کرے کسبِ سعادت اکیل  
 تیرا اندازِ سخن، شائد زلفِ الباس      تیری رفتارِ قلم، جنبشِ بالِ جبریل  
 تجھ سے عالم پر کھسکا رابطہِ قربِ کلم      تجھ سے دنیا میں بچھا ماندہ بذلِ خلیل  
 یہ سخن، اوجِ وہ مرتبہ معنی و لفظ      بہ کرم، دلغِ نہ ناصیہ تلویم و نیل  
 تاترے وقت میں ہو عیش و طرب کی توفیر      ق تاترے عہد میں ہو رنج و الم کی تقلیل  
 ماہ نے چھوڑ دیا تُو سے جانا باہر      نہ ہر نے ترک کیا تُو سے کرنا تحویل  
 تیری دانشِ مری اصلاحِ مفساد کی رہیں      تیری بخششِ مرے اربحاجِ مقاصد کی کفیل  
 تیرا اقبالِ ترقیم، مرے جینے کی نوید      تیرا اندازِ تغافل، مرے مرنے کی دلیل

۱۔ عرشی صاحبِ دیوانِ غالب طبعِ دوم مرتبہ عرشی ص ۱۳۲ لکھتے ہیں کہ غالب کی زندگی میں چھپے ہوئے دیوانِ غالب کے دوسرے ایڈیشن، ملوکہ رفقا لاہوری رامپور کے آخری سادہ اور لائقِ پڑھنے والا ہو گا وہ کلامِ نقل کیا گیا ہے جو انھوں نے اس دیوان کی اشاعت کے بعد کہا تھا اتفاق سے میرے غالب گلشن میں بھی، غالب کی زندگی میں چھپے ہوئے دوسرے ایڈیشن کا نسخہ موجود ہے اور اس کے آخر میں بھی تقریر کاغذ، تمام کلام سن چھپا نامعلوم شخص کے قلم سے درج ہے جس کی نشاندہی عرشی صاحب نے کی ہے بلکہ میرے نسخے میں کچھ کلام نادر ہے میں نے اسے بھی شامل کر لیا ہے۔ ایسے کلام کو ۱۸۴۷ء کے بعد چند ہی سالوں کے دوران میں کہا ہوا کہتا ہے۔ اس نسخے میں جو کلام "بعد از ۱۸۴۷ء" کے عنوان سے درج ہے وہ یہی کلام ہے۔



بعد از ۱۸۴۷ء

۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۲ء

مستشرق

فستق لاہور

۱۸۵۲ء



○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

بخشتِ ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجھ کو اماں ق چرخ کج باز نے چاہا کہ کرے مجھ کو ذلیل  
 پیچھے ڈالی ہے، سرِ رشتہ اوقات میں کانٹھ پہلے ٹھونکی ہے بنِ ناخن تدبیر میں کیل  
 پیشِ دل نہیں بے رابطہ خوفِ عظیم کششِ دم نہیں بے رابطہ بجز ثقیل  
 درِ معنی سے، مرا صفحہ لغت کی داڑھی غم گیتی سے، مرا سینہ، عمر کی زنجیل  
 فکر میری، گہرا اندوزِ اشاراتِ کثیر کلک میری، رقم آموزِ عباراتِ قلیل  
 میرے ابہام پہ ہوتی ہے تھرق، تو صبح میرے اجمال سے کتنی ہے تراوشِ تفصیل  
 نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف جمع ہوتی مری خاطر، تو نہ کرتا تعجیل

قبلہ کون و مکان، خستہ فوازی میں یہ دیر؟

کعبہ امن و اماں، عقدہ کشائی میں یہ ٹھیل؟

## غزلیات

میں اور بزمِ سے یوں تشنہ کام آؤں! م گر میں نے کی تھی توبہ، ساقی کو کیا ہوا تھا؟  
 ہے ایک تیر جس میں دونوں چھلے پڑے ہیں م وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا  
 دروازگی میں غالب، کچھ بن پڑے، تو جانوں م جب رشتہ بے گروہ تھا، ناخن گروہ کشا تھا

گھر ہمارا، جونہ روتے بھی تو، ویراں ہوتا م بحرِ گم بخرنہ ہوتا، تو بیاباں ہوتا  
 تنگیِ دل کا گلہ کیا؟ یہ وہ کافر دل ہے م کہ اگر تنگ نہ ہوتا، تو پریشان ہوتا

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

بعد یک عمرِ ویر، بار تو دیتا، باسے م کاش! رضواں ہی دریا رکاوٹاں ہوتا

ہوئی تاخیر، تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا م آپ آتے تھے، مگر کوئی عنانِ گیر بھی تھا  
 تم سے بے جا ہے، مجھے اپنی تباہی کا گلہ م اُس میں کچھ شائبہ نہ ہونی تفتیر بھی تھا  
 تو مجھے بھول گیا، ہو تو پستِ بتلا دوں م کبھی شترک میں تیرے کوئی پنجیر بھی تھا؟  
 قید میں ہے، تیرے وحشی کو، وہی زلف کی یاد م ہاں کچھ اک لہج گراں باری زنجیر بھی تھا  
 بجلی اک کو نہ گئی آنکھوں کے آگے، تو کیا؟ م بات کرتے، کہیں لب تشنہ تقریر بھی تھا  
 یوسف اُس کو کہوں اور کچھ نہ کہے، نہ ہوئی م گریکڑ بیٹھے، تو میں لائقِ تعزیر بھی تھا  
 دیکھ کر غیر کو، ہو کیوں نہ، کلیجا ٹھنڈا؟ م نالہ کرتا تھا، دلے طالبِ تاثیر بھی تھا  
 پیشے میں عیب نہیں، رکھیے نہ فریاد کو نام م ہم ہی آشفہِ مژوں میں وہ جواں میر بھی تھا  
 ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا، نہ سہی م آخر اُس شمع کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا  
 پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق م آدمی کوئی، ہمارا دمِ تحسیر بھی تھا؟  
 ریتچے کے تمہیں استاد نہیں ہوا غالب م کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا م اگر اور جیتے رہتے، یہی انتظار ہوتا  
 تیرے دلیے پر جیے ہم، تو یہ جان بھوٹ جانا م کہ خوشی سے مر نہ جاتے، اگر اعتبار ہوتا  
 تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہدِ بودا م کبھی تو نہ توڑ سکتا، اگر استوار ہوتا

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے کش کو م غلش کہاں سے ہوتی، جو جگر کے پار ہوتا  
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح؟ م کوئی چارہ ساز ہوتا، کوئی غم گسار ہوتا  
رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا م جسے غم سمجھ لے ہو، یہ اگر شرار ہوتا  
غم اگر یہ جاں گسل ہے یہ کہاں بچپن کے دل ہے م غم عشق گم نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا  
کہوں کس سے میں کہ کیا ہے؟ شب غم بڑی بلا ہے م مجھے کیا بُرا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا  
ہوئے مرنے کے ہو سوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا م نہ کبھی جتنا زہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا  
اُسے کون دیکھ سکتا، کہ یگانہ ہے وہ بیکتا م جو دوئی کی بوجی ہوتی، تو کہیں دوچار ہوتا  
یہ مسائلِ تصوف، یہ تراویح، غالب! م تجھے ہم ولی سمجھتے، جو نہ بادہ خوار ہوتا

نہ تھا کچھ، تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا، تو خدا ہوتا م ڈوبا کچھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں، تو کیا ہوتا؟  
ہو واجب غم سے یوں بے حس تو غم کیا کر کے کٹے گا؟ م نہ ہونا اگر جہاں سے تو زانو پر دھرا ہوتا  
ہوئی مدت کہ غالب مر گیا، پر یاد آتا ہے م وہ ہر یک بات پر کہنا کہ "یوں ہوتا، تو کیا ہوتا"

گھر جب بنالیا ترے در پر کہے بغیر؟ م جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر؟  
کہتے ہیں جب ہی نہ مجھے طاقت سخن م جانوں کسی کے دل کی میں کیونکر کہے بغیر؟  
کام اُس سے آپ لے کہ جس کا جہان میں م یوں نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر  
جی میں ہی کچھ نہیں ہے ہمارے، ورنہ ہم م سر جائے یا ہے، نہ رہیں پر کہے بغیر

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

چھوڑ دنگا میں نہ اُس بُتِ کافر کا پوجنا م چھوڑے نہ خلق، گو، مجھے کافر کہے بغیر  
مقصد ہے ناز و غمزہ، دلے گفتگو میں کام م چلتا نہیں ہے، دشتِ زعفران کہے بغیر  
ہر چند ہو مشاہدہ حق کی گفتگو م بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر  
بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہوا لقا م سنتا نہیں ہوں بات، مگر کہے بغیر  
غالب! نہ کہ حضور میں تو بار بار عرض م ظاہر ہے تیرا حال سب اُن پر کہے بغیر

تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو م مجھ کو بھی پوچھتے رہو، تو کیا گناہ ہو  
بچتے نہیں مواخذہ روزِ حشر سے م قاتل اگر قریب ہے، تو تم گواہ ہو  
کیا وہ بھی بے گناہ؟ حق ناسپاس ہیں؟ م مانا کہ تم بشر نہیں ترشید و ماہ ہو  
اُبھر ہوا نقاب میں ہے ان کے ایک تار م مرتا ہوں میں کہ یہ نہ کسی کی نگاہ ہو  
جب میکہ چھٹا، تو مجھ پر کیا جگہ کی قید م مسجد ہو، مدرسہ ہو، کوئی خانقاہ ہو  
سُننے ہیں جو بہشت کی تعریف سب سے م لیکن خدا کرے، وہ ترا جلوہ گاہ ہو  
غالب بھی گم نہ ہو، تو کچھ ایسا سفر نہیں م دنیا ہو، یارب! اور مرا بادشاہ ہو

تسکین کو ہم نہ رویں جو ذوقِ نظر ملے م حورانِ خلد میں تری صورت، مگر ملے  
اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دین، ابد قتل م میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے؟  
ساتی گری کی شرم کرو آج، ورنہ ہم م ہر شب پیہی کرتے ہیں نے جس قدر ملے

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں، لیکن اے ندیم م میرا سلام کہیو، اگر نامہ برے  
تم کو بھی ہم دکھائیں کہ محبتوں نے کیا کیا م فرصت کشاکشِ غم پہناں سے گزرتے  
لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں م جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر لے  
اے ساکنانِ کوچہ دلدار، دیکھنا م تم کو کہیں جو غالبِ آشفقتہ مرے

کوئی دن گر زندگانی اور ہے م اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے  
آتشِ دوزخ میں یہ گری کہاں؟ م سوزِ غم ہائے نہانی اور ہے  
بار بار دیکھی ہیں اُن کی رنجشیں م پر کچھ اب کے سرگرائی اور ہے  
دے کے خط، منہ دیکھتا ہے نامہ بر م کچھ تو پیغامِ زبانی اور ہے  
قِطعِ انعام ہیں، اکثر نجوم م وہ بلائے آسمانی اور ہے  
ہو چکیں، غالب، بلائیں سب تمام م ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

کوئی اُمید بر نہیں آتی م کوئی صورتِ نظر نہیں آتی  
موت کا ایک دن مٹین ہے م نیند کیوں رات بھر نہیں آتی  
اگے آتی تھی حالِ دل پہ سنسی م اب کسی بات پر نہیں آتی  
جاننا ہوں ثوابِ طاعتِ زہد م بر طبیعتِ ادھر نہیں آتی  
ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں م ورنہ کیا بات کر نہیں آتی

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

کیوں نہ چیخوں؟ کہ یاد کرتے ہیں م میری آواز، گر نہیں آتی  
دارغِ دل گر نظر نہیں آتا م بوجھ اے چارہ گر نہیں آتی  
ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی م کچھ ہماری خبر نہیں آتی  
مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی م موت آتی ہے پر نہیں آتی  
کچھ کس منہ سے جاؤ گے غالب؟ م شرم تم کو مگر نہیں آتی

دلِ ناداں، تجھے ہوا کیا ہے؟ م آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟  
ہم ہیں مشتاق، اور وہ بیزار م یا الہی، یہ ماجرا کیا ہے؟  
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں م کاش! بوجھو کہ منہ کیا ہے؟

ق

جب کہ تجھ بن نہیں، کوئی موجود م پھر یہ ہر گامہ اے خدا کیا ہے؟  
یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہیں؟ م غمزہ و عشوہ واد کیا ہے؟  
شکنِ زلفِ عنبریں کیوں ہے؟ م نگہ چشمِ سرمہ سا کیا ہے؟  
سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں؟ م ابر کیا چیز ہے؟ ہوا کیا ہے؟

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید م جو نہیں جانتے، وفا کیا ہے؟  
”ہاں، بھلا کر تیرا بھلا ہوگا!“ م اور درویش کی صدا کیا ہے؟

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

جس ان تم پر نشان کرتا ہوں م میں نہیں جانتا، دعا کیا ہے؟  
میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب م مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟

حُسنِ مدگرچہ بہ ہنگام کمال، اچھا ہے م اس سے میرا مہِ نیرتِ جہاں اچھا ہے  
بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ م جی میں کہتے ہیں کہ "مفت آئے تو مال اچھا ہے"  
اور بازار سے لے آئے، اگر ٹوٹ گیا م ساغرِ جم سے مراجعِ سفال، اچھا ہے  
بے طلب ہیں تو مزائیس میں سوا ملتا ہے م وہ گدا جس کو نہ ہو نوے سوال، اچھا ہے  
اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے مُنہ پر رونق م وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے  
دیکھے پاتے ہیں عشاقِ تریں سے کیا فیض م اک بہمن نے کہا ہے کہ "یہ سال اچھا ہے"  
ہم سخنِ تیشے نے فر باد کو شیریں سے کیا م جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال، اچھا ہے!  
قطرہ دریا میں جوں جائے تو دیا ہو جائے م کام اچھا ہے وہ جس کا مال اچھا ہے  
خضر سلطان کو رکھے خالقِ اکبر سر سبز م شاہ کے باغ میں یہ تازہ نہال اچھا ہے

۱۔ بہادر شاہ ظفر کے ۱۶ بیٹوں میں سے آٹھویں بیٹے اور غالب کے شاگرد۔ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۷ء  
کوئٹہ پرنس کی گولی کا نشانہ بنے (بہادر شاہ ظفر۔ از اسلم پرویز ص ۱۷۵)۔ وفات کے  
وقت عمر ۲۶ سال سے تجاوز نہیں تھی۔ دلائلہِ غالب طبعِ دوم ص ۱۷۴)۔ اس طرح  
سال ولادت ۱۸۳۱ء ہوا۔

جناب مالک رام نے لکھا ہے کہ "خالقِ اکبر" سے یہاں اس شوہر میں اکبر شاہ ثانی کی طرف اشارہ  
ہے جو خضر سلطان کے دادا تھے۔ اور جو ۱۸۰۶ء سے ۱۸۴۷ء تک بنگال میں میری رائے میں اس  
کا مطلب بیش از بیش یہ نکال سکتا ہے کہ کبھی یہ خضر غالب نے ۱۸۳۱ء میں شہزادہ خضر سلطان کی  
ولادت (تازہ نہال) پر کبہ گردانے میں رکھا ہوگا۔ جب برسوں (۱۸۴۷ء کے) بعد اس زمین میں  
غزل لکھی تو اس میں اس شعر کو بھی شامل کر دیا۔

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت، لیکن م دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

شکوے کے نام سے بے مہر، خفا ہوتا ہے م  
یہ بھی مت کہہ، کہ جو کہیے، تو گلا ہوتا ہے

پُر ہوں میں، شکوے سے یوں راگ سے جیسے باجا م

اک ذرا چھیڑیے، پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے

گو سمجھتا نہیں پر حُسنِ تلانی دیکھو م

شکوہِ بَور سے، سرگرم جفا ہوتا ہے

عشق کی راہ میں ہے چرخِ مُکوب کی وہ چال م

سُست روجیسے کوئی ابلہ پا ہوتا ہے

کیوں نہ ٹھہریں ہدفِ ناوکِ بیداو؟ کہ ہم م

آپ اٹھا لاتے ہیں، گرتیر خطا ہوتا ہے

خوب تھا، پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ م

کہ بھلا چاہتے ہیں، اور بُرا ہوتا ہے

نالہ جاتا تھا پر سے عرش سے میرا، اور اب م

لب تک آتا ہے، جو ایسا ہی رہا ہوتا ہے



خاتمہ میرا کہ وہ ہے بارِ بد بزمِ سخن م  
 شاہ کی مدح میں یوں لغو نہ ہوتا ہے  
 اے شہنشاہِ کواکب سپہِ مہرِ علم ! م  
 تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے  
 ساتِ تسلیم کا حاصل جو فراہم کیجے م  
 تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے  
 ہر مہینے میں جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال م  
 آستانِ پرترے، منہ ناہیہ سا ہوتا ہے  
 میں جو گستاخ ہوں، آئینِ غزل خوانی میں م  
 یہ بھی تیرا ہی کرمِ ذوقِ فزا ہوتا ہے  
 رکھیو غالب، مجھے اس تلخ نوائی میں معاف م  
 آج کچھ دردِ مرے دل میں سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے؟ م تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفت گو کیا ہے؟  
 نہ شعلے میں یہ کرشمہ، نہ برق میں یہ ادا م کوئی بتاؤ کہ وہ شیرِ خندِ گو کیا ہے؟  
 یہ رنگ ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تم سے م وگرنہ خوفِ بد آموزیِ عدو کیا ہے؟  
 چپک رہا ہے بدن پر لہو سے، پیرا ہن م ہمارے حبیب کو اب حاجتِ رفو کیا ہے؟

جلا ہے جسمِ جہاں دل بھی جل گیا ہوگا م  
 رگوں میں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل م  
 وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہر بہشتِ عزیز م  
 سوائے بادۂ گلغامِ مُشکِ بو کیا ہے؟  
 پیوں شراب اگر خُم بھی دیکھ لوں و دجار م  
 یہ شیشہ و قرچ و کوزہ و سبو کیا ہے؟  
 رہی نہ طاقتِ گفتار اور اگر ہو بھی م  
 تو کس اُمید پہ کہیے کہ رز و کیا ہے؟  
 ہوا ہے شہ کا مُصاحب پھر ہے اترنا م  
 وگرنہ شہر میں غالب کی آبرو کیا ہے؟

ابنِ مرتبم ہوا کرے کوئی م میرے دکھ کا دوا کرے کوئی  
 شرع و آئین پر مدار سہی م ایسے تال کا کیا کرے کوئی  
 چال جیسے کڑی کان کا تیر م دل میں ایسے کے جا کرے کوئی  
 بات پرواں زباں کتنی ہے م وہ کہیں اور سنا کرے کوئی  
 بک ہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ م کچھ نہ سمجھے، خدا کرے کوئی  
 نہ سُنو، گر بُرا کہے کوئی م نہ کہو، گر بُرا کرے کوئی  
 روک لو، گر غلط چلے کوئی م بخش دو، گر خطا کرے کوئی  
 کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند؟ م کس کی حاجت روا کرے کوئی  
 کیا کیا خضر نے سکندر سے! م اب کسے رہنما کرے کوئی  
 جب توقع ہی اٹھ گئی، غالب م کیوں کسی کا گلا کرے کوئی

○ ... بعد از ۱۸۴۷ء

اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے م بیٹھا رہا، اگرچہ اشارے ہوا کیے  
 دل ہی تو ہے سیاستِ درباں سے ڈر گیا م میں اور جاؤں دسے ترے بن صدا کیے؟  
 رکھتا پھر میں ہوں خرقہ و سجادہ رہن کے م مدت ہوئی ہے دعوتِ آبِ دہوا کیے  
 بے صرفی گزرتی ہے ہو گویہ عمرِ خضر م حضرت بھی کل کہیں گے کہ "ہم کیا کیا کیے"  
 مقدر ہو، تو خاک سے پوچھوں کہ "اے لئیم م تو نے وہ گنج ہائے گرا نمایہ کیا کیے؟"  
 کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو؟ م کس دن ہمارے سر پہ نہ آئے چلا کیے  
 صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو م دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے  
 ضد کی ہے اور بات، مگر خوبروی نہیں م بھولے سے اُس نے سینکڑوں عدوئے فنا کیے  
 غالب، تمہیں کہو کہ ملے گا جواب کیا م مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

میں انہیں چھیڑوں اور کچھ نہ کہیں م چل نکلتے، جوئے پیے ہوتے  
 قہر ہو یا بلا ہو، جو کچھ ہو م کاشکے! تم مرے لیے ہوتے  
 میری قسمت میں غم، گرا اتنا تھا م دل بھی یارب، کئی دیے ہوتے  
 آہی جاتا وہ راہ پر، غالب! م کوئی دن اور بھی جیسے ہوتے

○ ... ۲۲ [۲۱] فروری ۱۸۴۸ء

ذکر اُس پری و ش کا، اور پھر بیاں اپنا م بن گیا قریب آخر تھا، بوراز داں اپنا

لے تفصیل کے لیے دیکھیے۔ تلاشِ غالب، از ڈاکٹر شامہ فاروقی ص ۳۳۱۔ مضمون "حادثہ اسیری اور غالب"  
 ایک غزل کا زمانہ تصنیف۔

○ ... ۲۲ [۲۱] فروری ۱۸۴۸ء

نہ وہ کیوں بہت پیٹے بزمِ غیر میں یارب م آج ہی ہوا منظور اُن کو امتحاں اپنا  
 منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے م عرش سے ادھر ہوتا، کاشکے! مکاں اپنا  
 دے وہ جس قدر ذلت ہم سہمی میں لائیں گے م بارے، آشنا نکلا، اُن کا پاسباں، اپنا  
 درو دل کھوں کب تک؟ جاؤں اُن کو دکھلاؤں م انگلیاں فگار اپنی، خامہ خوج کاں اپنا  
 گھستے گھستے مٹ جاتا، آپ نے جو بت بدلا م ننگ سجدہ سے میرے سنگِ استیاں اپنا  
 تاکرے نہ غمازی، کر لیا ہے دشمن کو م دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زباں اپنا  
 ہم کہاں کے وانا تھے؟ کس ہنریں بکتا تھے؟ م بے سبب ہوا، غالب! دشمنِ آسماں اپنا

○ ... ۱۸۴۹ء قطعہ

مژدہ! اے رہرواں راہِ سخن پایہ سبجانِ دستِ گاہِ سخن  
 طے کرو راہِ شوقِ زودا زودا آن پہنچی ہے منزلِ مقصود!  
 پاس ہے اب، سوا و اعظمِ نثر دیکھیے، چپل کے، نظمِ عالمِ نثر  
 سب کو اُس کا سوا و ارزانی! چشمِ بینش ہو جس سے نورانی  
 یہ تو دیکھو کہ کیا نظر آیا جلوہ مدعا نظر آیا  
 ہاں، یہی شاہراہِ دہلی ہے مطبعِ بادشاہِ دہلی ہے  
 منقطع ہو رہی ہے پنج آہنگ گل و ریحانِ دلالہ رنگارنگ

لے منظوم اشتہارِ د اسعد الاخبار، گروہ ۱۲، مارچ ۱۸۴۹ء۔ یہ اشتہار غالب کے  
 شاگرد غلام نجف خاں کے نام سے چھپا تھا۔

ہے یہ وہ گلشنِ ہمیشہ بہار  
نہیں اس کا جواب، عالم میں  
اس سے اندازِ شوکتِ تحریر  
مرحبا! طرزِ نغزِ گفتاری  
نثرِ مدحتِ سرے ابراہیم  
اُس کے فقروں میں کون آتا ہے؟  
تین نشروں سے کام کیا نکلے؟  
ورزشِ قصہ کہن کب تک؟  
تاکجا درسِ نشرِ ماے کہن؟  
تھے ظہوری و عرفی و طالب  
نہ ظہوری ہے اور نہ طالب ہے  
قولِ حافظ کا ہے بجائے دوست  
کل وہ سرگرمِ خود نمائی تھے  
آج یہ قدردانِ معنی ہے  
نثرِ اس کی، ہے کارنامہٴ راز  
دیکھو اس دفترِ معانی کو  
اس سے جو کوئی بہرہ ور ہوگا

بار و جس کا سرو، گل بے خار  
نہیں ایسی کتاب، عالم میں  
اخذ کرتے ہیں آسماں کا دیر  
حبِ ناز! رسمِ و راہِ نثاری  
ہے مقررِ جواب، پُے تعلیم  
کیا کہیں، کیا وہ راگ گاتا ہے  
اُن کے پڑھنے سے نام کیا نکلے؟  
داستانِ شیر و کن کب تک؟  
تازہ کرتا ہے دل کو، تازہ سخن  
اپنے اپنے زمانے میں غالب  
اسد اللہ خانِ غالب ہے  
”ہر کر ایچ روزِ نویتِ دوست“  
شمعِ بزمِ سخنِ سرائی تھے  
بادشاہِ بہانِ معنی ہے  
نظمِ اس کی، نگارِ نامہٴ راز  
سیکھو آئینِ نکتہٴ دانی کو  
سینہٴ گنجینہٴ گہر ہوگا

ہو سخن کی جیسے طلبِ گاری  
آج جو دیدہ در کرے درخواست  
منطبع جب کہ ہو چکے گی کتاب  
چار سے، پھر نہ ہوگی کم قیمت  
جس کو منظور ہو کہ زر بھیجے  
وہ بہارِ ریاضِ مہر و وفا  
میں جو ہوں ور پے ہولِ شرف  
ہے یہ، القصہ، حاصلِ تحریر  
چشمہٴ الطبعِ جاری ہے  
ابتداء سے ورقِ شماری ہے

کرے اس نسخے کی خریداری  
تین بھیجے پُے وہ بے کم و کاست  
زرِ قیمت کا ہوگا اور حساب  
اس سے لیویں گے، کم نہ ہم، قیمت  
احسن اللہ خاں کے گھر بھیجے  
جس کو کہتے ہیں عمدۃ الحکما  
نامِ عاصی کا ہے غلامِ نجف  
ہے یہ، القصہ، حاصلِ تحریر  
چشمہٴ الطبعِ جاری ہے  
ابتداء سے ورقِ شماری ہے

## غزلیات

یجران ہوں دل کو روؤں کیسٹوں جگر کو میں م  
مقدور ہو تو، ساتھ رکھوں نورِ گر کو میں م  
چھوڑا نہ رشک نے کہ تیرے گھر کا نام لوں م  
ہر یک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں م  
جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار م  
اے کاش! جانتا نہ تیرے رہ گزر کو میں م  
ہے کیا جو کس کے باندھے؟ میری بلاؤں م  
کیا جانتا نہیں ہوں تمھاری کمز کو میں م  
لو، وہ بھی کہتے ہیں کہ ”یہ بے ننگِ نام ہے“ م  
یہ جانتا اگر تو لٹتا نہ گھر کو میں م

○ ... ۱۸۴۹ء (آخر ما)

چلتا ہوں تھوڑی دیر رک تیز رو کے ساتھ م بہیمانہ نہیں ہوں ابھی راہ برو میں  
خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار م کیا پوچھا ہوں اُس بُت بیدار کو کہ میں؟  
پھر بے خودی میں بھول گیا راہ کو بے یار م جانا، وگرنہ، ایک دن اپنی خبر کو میں  
اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دہر کا م سمجھا ہوں ول پذیر متاع ہنر کو میں  
غالب، خدا کرے کہ سوارِ سندِ ناز م دیکھوں علی بہا درِ عالی گھر کو میں

○ ... ۱۸۵۰ء (آخر ما)

دائِم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں م خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں  
کیوں گردشِ مدام سے گھبرانہ جائے دل؟ م انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں  
یارِ زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے؟ م لوحِ جہاں پہ حرفِ مکر نہیں ہوں میں  
حدِ چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے م آخر گناہ گار ہوں، کافر نہیں ہوں میں  
کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے؟ م نعل و زمر و زور و گوہر نہیں ہوں میں  
رکھتے ہو تم قدم میری آنکھوں سے کیوں دلیخ؟ م رستے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں  
کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس لیے؟ م کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟  
غالب و ظیفہ خوار ہو، دو شاہ کو دعا م وہ دن گئے کہ کہتے تھے "نور نہیں ہوں میں"

لے نواب علی بہادر، والیِ باندہ، اگست ۱۸۴۹ء میں حاکمِ باندہ ہوئے۔ وفات

۱۸۴۳ء  
غالب ۳۰ جولائی ۱۸۵۰ء کو بادشاہ کے باقاعدہ ملازم ہوئے تھے

○ ... ۱۸۵۰ء

## رباعیات

جن لوگوں کو ہے مجھ سے عداوت گہری کہتے ہیں وہ مجھ کو رافضی اور دہری  
دہری کیوں کر ہو جو کہ ہوئے صوفی؟ شیعہ کیوں کر ہو، ماورائے نہری؟

اصحاب کو ہو کہ ناسزا کہتے ہیں سمجھیں تو ذرا دل میں کہ کیا کہتے ہیں  
سمجھا تھا بنی نے ان کو اپنا ہمدم ہے، ہے نہ کہو کسے بُرا کہتے ہیں

یارانِ رسول، یعنی اصحابِ کبار ہیں گریچہ بہت، خلیفہ اُن میں ہیں چار  
ان چار میں ایک سے ہو جس کو انکار غالب، وہ مسلمان نہیں ہے زہنار

یارانِ نبی میں تھی لڑائی کس میں؟ الفت کی نہ تھی جلوہ نمائی کس میں؟  
وہ صدق، وہ عدل، وہ حیا و ادرم وہ علم بتلاؤ کوئی کہ تھی برائی کس میں؟

یارانِ نبی سے رکھ تو لا، باللہ! ہر یک ہے کمال دیں میں یکتا باللہ!  
وہ دوست نبی کے اور تم ان کے دشمن لاحول و لا قوۃ الا باللہ!

## غزلیات

منظور تھی یہ شکل تجسلی کو، نور کی م قسمت کھلی، ترے قدورخ سے، ظہور کی  
اک خوں چکاں کفن میں کڑوروں بناؤں میں م پڑتی ہے آنکھ، تیرے شہیدوں پہ حور کی  
واعظ، نہ تم پیو، نہ کسی کو پلا سکو م کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی  
لڑتا ہے مجھ سے حشر میں قاتل کہ کیوں لٹھا؟ م گویا، ابھی سنی نہیں آوازِ صُور کی  
آمد بہار کی ہے، جو ببل ہے غمہ سنج م اڑتی سی اک خبر ہے، زبانی جگہور کی  
گو داں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں م کہے سے اُن بتوں کو بھی، نسبت، دُور کی  
کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب؟ م آؤ نہ، ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی  
گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر م کی جس سے بات اُس نے شکایتِ ضرور کی  
غالب اگر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں م حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

۱۔ بادشاہ کی اپنی صحت بھی خراب تھی چنانچہ دسمبر ۱۸۵۱ء میں ریڈیڈنٹ دہلی نے رپورٹ بھیجی کہ بادشاہ بیمار اور زندگی سے بیزار ہے، اور حج کے لیے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ غالباً غالب نے اسی موقع پر کہا تھا ہے

غالب اگر اس سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں  
حج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی

(انتار غالب از شیخ محمد اکرام ص ۹۸)

غزل کی فکر کا زمانہ بھی آخر ۱۸۵۱ء ہی ہونا چاہیے

کہتے تو ہو تم سب کو بُتِ غالب ہوئے م یک مرتبہ گجرا کے کہو کوئی کہ دو لے  
ہوں کشمکشِ نزع میں ہاں جذبِ محبت م کچھ کہہ نہ سکوں پروہ مرے پوچھنے کو لے  
ہے زلزلہ و صرصر و سیلاب کا عالم م آنا ہی سمجھ میں مری آتا نہیں، گو لے  
ظاہر ہے کہ گجرا کے نہ بھاگیں گے نیکمرین م ہاں امنہ سے مگر بادہ و دوشینہ کی بو لے  
جلاوے ڈرتے ہیں نہ واعظ سے جھکرتے م ہم سمجھ ہوئے ہیں اُسے جس جیس میں ہو لے  
ہاں اہل طلب کون سے طعنہ نایافت؟ م دیکھا کہ وہ ملتا نہیں اپنے ہی کو کھو لے  
اپنا وہ نہیں شیوہ کہ آرام سے بیٹھیں م اُس دہ پہ نہیں بار تو کیسے ہی کو ہو لے  
کی ہم نفسوں نے اثرِ گریہ میں، تقریر م اچھے لے ہے آپ اُس سے مگر مجھ کو ڈو لے  
اس انجنِ نازی کی کیا بات ہے غالب! م ہم بھی گئے واں اور تری تقدیر کو رو لے

## قصیدہ

... ۱۸۵۲ء (ج)

ہاں، میر نو، سنیں ہم اُس کا نام جس کو تو جھک کے، کر رہا ہے سلام  
دودن آیا ہے تو نظر دمِ صبح یہی انداز اور یہی اندام  
بارے، دودن کہاں رہا غالب؟ بندہ عاجز ہے، گردشِ ایام

۱۔ نادر ات غالب ص ۱۲ اور دہلی اردو اخبار جلد ۱۳ نمبر ۱۹، ص ۴، مورخہ ۱۱ مئی ۱۸۵۱ء  
۲۔ ج میں سے "ہے صاعقہ و شعلہ و سیلاب کا عالم" ہے مگر انتخابِ غالب (رخ) مکتوبہ ۱۸۴۴ء  
میں غالب نے اسے اوپر کے مصرعے سے بدل دیا تھا  
۳۔ ج = "و در مدح شہنشاہ جم جاہ سیماں بارگاہ سراج الدین محمد بہادر شاہ بادشاہ غازی"

○ ... ۱۸۵۲ء (تج)

اڑ کے جاتا کہاں؟ کتاؤں کا  
مَرَجَا! اے سرورِ خاصِ خواص  
عُذریں، تین دن نہ آنے کے  
اس کو بھولا نہ چاہیے کہنا  
ایک میں کیا کہ سب نے جان لیا  
رازِ دل مجھ سے کیوں چھپاتا ہے؟  
جانتا ہوں کہ آج دنیا میں  
میں نے مانا کہ تو ہے حلقہٴ گومش  
جانتا ہوں کہ جانتا ہے تو  
مہرِ تاباں کو ہو تو ہو، اے ماہ

آسمان نے پھار کھا تھا دام  
حَبْذَا! اے نشاطِ عامِ عوام  
لے کے آیا ہے عید کا پیغام  
صبح جو جائے اور آئے شام  
تیرا آغاز اور ترا انجام  
مجھ کو سمجھا ہے کیا کہیں نہ نام؟  
ایک ہی ہے اُمید گاہِ اناام  
غالب اُس کا، مگر نہیں ہے، غلام؟  
تب کہا ہے بہ طرزِ استفہام  
قربِ ہر روزہ بر سبیلِ دوام

ق

تجھ کو کیا پایہ روشناسی کا؟  
جانتا ہوں کہ اُس کے فیض سے تو  
ماہ بن، ماہتاب بن، میں کون؟  
میرا اپنا جُدا مبالغہ ہے  
ہے مجھے آرزوئے بخششِ خاص  
جو کہ بخشے گا تجھ کو فَرِ فروغ

جز بہ تقریبِ عیدِ ماہِ صیام  
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام  
مجھ کو کیا بانٹ دے گا تو اِتمام  
اور کے لین دین سے کیا کام  
گر تجھے ہے امیدِ رحمتِ عام  
کیا نہ دے گا مجھے مئے کلفا؟

○ ... ۱۸۵۲ء (تج)

جب کہ چودہ منازلِ فلکی  
تیرے پرتو سے ہوں فروغِ پذیر  
دکھنا میرے ہاتھ میں لبریز  
پھر غزل کی روشنی پہ پل نکلا  
نہرِ غم کمر چکا تھا ہر کام  
نئے ہی پھر کیوں نہ میں پیے جاؤں؟  
بوسہ کیسا؟ یہی غنیمت ہے  
کہتے میں جا، بجائیں گے ناقوس  
اُس قدح کا، ہے، دورِ مجھ کو نقد  
بوسہ دینے میں اُن کو ہے انکار  
چھیڑتا ہوں کہ، اُن کو غصہ آئے  
کہہ چکا میں تو سب کچھ اب تو کہہ  
کون ہے؟ جس کے درپہ ناصیبہ سا  
تو نہیں جانتا، تو مجھ سے سن  
قبلہٴ چشمِ دول، بہادر شاہ  
شہسوارِ طریقتِ انصاف  
جس کا ہر فعل صورتِ اعجاز

کمرچکے قطع، تیری، تیزی گام  
کوئے و مشکوئے و صحن و منظرِ دام  
اپنی صورت کا، اک بلوریں جام  
تو سن طبع چاہتا تھا لگام  
غم سے جب ہو گئی ہو، زلیستِ حرام  
کہ نہ سمجھیں وہ لذتِ دشنام  
اب تو باندھا ہے دیر میں احرام  
چرخ نے لیا ہے، جس سے گردشِ دام  
دل کے لینے میں جن کو تھا ابرام  
کیوں رکھوں، ورنہ، غالب اپنا نام؟  
اے بری بہرہ پیکِ تیز خرام؟  
ہیں مہ و مہر و زہرہ و بہرام  
نامِ شاہنشہٴ بلند مقام  
منظرِ ذوالجلال والا کرام  
تو بہارِ حلیقہٴ اسلام  
جس کا ہر قول، معنی الہام

○ ... ۱۸۵۲ء (قج)

بزم میں، میزبان قیصر و جم  
اے ترا لطف زندگی افزا!  
چشم بد دور! خسروانہ شکوہ  
جاں نثاروں میں تیرے قیصر و جم  
وارث ملک جانتے ہیں تجھے  
زور بازو میں ملتے ہیں تجھے  
مرحباً موثر گانی ناوک!  
تیر کو تیرے، تیر غیر ہدف

رزم میں، استاد و رستم و سام  
اے ترا عہد، فرخی فرجام  
لو حش الدلہ! عارفانہ کلام  
جرعہ خواروں میں تیرے مرشد و جام  
ایرج و تور و خسرو و بہرام  
گیو و گودرز و بیژن و بہرام  
آفریں آب داری مصمصام!  
تیغ کو تیری، تیغ خصم، نیام

ق

رعد کا، کر رہی ہے کیا، دم بند!  
تیرے فیل گراں جسد کی صدا

برق کو دے رہا ہے کیا الزام  
تیرے رخش سبک عنان کا خرام

ق

فن صورت گری میں، تیرا گرز  
اُس کے مضروب کے سرفتن سے  
جب ازل میں رقم پذیر ہوئے  
اور ان اوراق میں بکلیک قضا  
لکھ دیا شاہدوں کو "عاشق کش"  
لکھ دیا عاشقوں کو "دشمن کام"

گم نہ رکھتا، ہودست گاہ تمام  
کیوں نمایاں ہو صورتِ ادغام؟  
صفحہ ہاے لیالی و ایام  
محکم مندرج ہوئے احکام  
لکھ دیا عاشقوں کو "دشمن کام"

○ ... ۱۸۵۲ء (قج)

آسماں کو، کہا گیا کہ کہیں  
حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھیں  
آتش و آب و باد و خاک نے لی  
بہر رخشاں کا نام "خسرو روز"  
تیری توفیق سلطنت کو بھی  
کاتب حکم نے، بموجب حکم  
ہے ازل سے روئی آغاز

"گنبد تیز گردِ نیلی فام"  
خال کو "دانہ" اور زلف کو "دام"  
وضع سوز و غم و رزم و آرام  
ماہ تاباں کا اسم "شخصہ شام"  
دی بدستور، صورتِ ارتقام  
اُس رقم کو دیا طرازِ دوام  
ہو ابد تک رسائی انجام

## قصیدہ

م

صبح دم، دروازہ خسرو کھلا  
خسرو انجم کے، آیا، صوف میں  
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود  
ہیں کو اکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ  
سطح گردوں پر پڑا تھا، رات کو  
صبح آیا، جانب مشرق، نظر  
تھی نظر بندی، کیا جب ردِ سحر

مہرِ عالمیت اب کا منظر کھلا  
شب کو تھا گنجینہ گوہر کھلا  
صبح کو، رازِ مہ و اختر کھلا  
دیتے ہیں دھوکا، یہ بازی گز کھلا  
موتوں کا، ہر طرف، زلور کھلا  
اک نگار آتشیں رخ، سر کھلا  
بادہ گلزننگ کا ساغر کھلا

لاکے، ساقی نے صبوحی کے لیے  
 بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ  
 تاجِ زرین، مہرِ تاباں سے سوا  
 شاہِ روشن دل، بہادرِ شہ کو ہے  
 وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں  
 وہ کہ جس کے ناخنِ تادیل سے  
 پہلے دارِ کا، نکل آیا ہے نام  
 رُوشناسوں کی جہاں فہرست ہے

ق

تو سن شہ میں ہے وہ خوبی کہ جب  
 نقشِ پاکی صورتیں وہ دلفریب  
 مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے  
 لاکھ عقدے دل میں تھے لیکن ہر ایک  
 تھا، دل وابستہ، قفلِ بے کلید  
 باغِ معنی کی، دکھاؤں گا بہار  
 ہو جہاں گرم غزالِ خوانی، نفس

غزل

کنج میں بیٹھا رہوں یوں پر کھلا  
 ہم پکاریں اور کھلے، یوں کون چلے؟  
 ہم کو اس رازداری پر گھنڈ  
 واقعی، دل پر بھلا لگتا تھا داغ  
 ہاتھ سے رکھ دی، کب ابروئے کہاں؟  
 مفت کا، کس کو بُرا ہے، بد رقعہ  
 سوزِ دل کا کیا کرے بارانِ اشک؟  
 تارے کے ساتھ آگیا پیغامِ مرگ  
 دیکھو، غالب سے گرا لکھا کوئی

پھر، ہوا مدحت طرازی کا خیال  
 خامے سے پائی، طبیعت نے، مدد  
 مدح سے، مدوح کی کبھی شکوہ  
 مہرِ کانپ، پر خ چکر کھا گیا  
 بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب  
 سکھ شہ کا، ہوا ہے رشتنا س

کاش کے! ہوتا قفس کا در کھلا  
 یار کا دروازہ پاویں، گر، کھلا  
 دوست کا، ہے راز دشمن پر کھلا  
 زخم، لیکن، داغ سے بہتر کھلا  
 کب کمر سے غمڑے کی، خنجر کھلا  
 رہروی میں، پردہ رہبر کھلا  
 آگ بھڑکی، مینہ اگر دم بھر کھلا  
 رہ گیا، خط میری چھاتی پر کھلا  
 ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

پھر، نہ و خورشید کا دفتر کھلا  
 بادباں بھی، اٹھتے ہی لنگر کھلا  
 یاں، عرض سے، رتبہ جوہر کھلا  
 بادشہ کا رایت لشکر کھلا  
 اب، علو پایہ منبر کھلا  
 اب، عیارِ ابرو سے زر کھلا



شاہ کے آگے دھرا ہے آئندہ اب، مالِ سعی اسکت در کھلا  
 ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے اب، فریبِ طغزل و سنجر کھلا  
 ہو سکے کیا مدح؟ ہاں، اک نام ہے دفترِ مدح جہاں داور کھلا  
 منکر اچھی، پرستائشِ ناتمام عجزِ اعجازِ ستائشِ گر کھلا  
 جاننا ہوں، ہے خطِ لوحِ ازل تم پہ، اے خاقانِ نام آور کھلا  
 تم کرو صاحبِ قرانی، جب تک ہے طلسمِ روز و شب کا در کھلا

سہرا

○ ... ۱۸۵۲ء

خوش ہو، اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا  
 باندھ، شہزادہ جواں بخت کے سر پر سہرا  
 کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے  
 ہے ترے حسنِ دل افزوں کا زیور سہرا  
 سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے، پر اے طرفِ کلاہ!  
 مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے نرا لمبر، سہرا

لے مرزا جواں بخت کی "شادی کی تاریخیں یکم و دوم ماہ اپریل ۱۸۵۲ء بتائی جاتی ہیں

ناؤ بھر کر ہی، پروئے گئے ہوں گے موتی  
 ورنہ، کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا  
 سات دریا کے فراہم کیے ہوں گے موتی  
 تب بنا ہو گا اس انداز کا گز بھر سہرا  
 رخ پہ دھوپ کے جو، گرمی سے پسینا ٹپکا  
 ہے رگِ ابرِ گہر بار سراسر، سہرا  
 یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے  
 رہ گیا، اُن کے دامن کے برابر، سہرا  
 جی میں اترائیں نہ موتی کہ نہیں ہیں اک چیز  
 چاہیے، پھولوں کا بھی ایک مقرر، سہرا  
 جب کہ اپنے میں سماویں نہ، خوشی کے مارے  
 گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر، سہرا  
 رخِ روشن کی دیک، گوہرِ غلطاں کی چمک  
 کیوں نہ دکھلا دے فروغِ مد و اختر سہرا  
 تارِ ریشم کا نہیں، ہے یہ رگِ ابرِ بہار  
 لائے گا تابِ گراں باری گوہر، سہرا

ہم سخنِ فہم ہیں، غالب کے طرفدار نہیں  
دیکھیں اس سہرے سے کہدے کوئی بڑھ کر سہرا

## قطعہ

۲

منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی  
سوپشت سے ہے پیشہ آباسیہ گری  
آزادہ رویوں اور مراسلہ سے صلحِ کل  
کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں؟  
استادِ شہ سے ہو مجھے پر خاش کا خیال  
جامِ جہاں نما ہے، شہنشاہ کا ضمیر  
میں کون اور ریختہ؟ ہاں اس سے مدعا  
سہرا کھا گیا زہرہ امتثالِ امر  
مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات  
لے سخن کسی کی طرف ہو، تو روسیہ  
قسمت بُری سہی، پہ طبیعت بُری نہیں  
صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ  
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے  
کچھ شاعری، ذریعہ عزت نہیں مجھے  
ہرگز کبھی کسی عداوت نہیں مجھے  
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے  
یہ تاب یہ مجال، یہ طاقت نہیں مجھے  
سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے  
جز انسا طرِ خاطر حضرت نہیں مجھے  
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے  
مقصود اُس سے قطعِ محبت نہیں مجھے  
سودا نہیں، جنوں نہیں، دشت نہیں مجھے  
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے  
کہتا ہوں سچ کہ بھوٹ کی عادت نہیں مجھے

لے جیسا کہ عام طور پر معلوم ہے یہ قطعہ (معذرت نامہ) شہزادہ جوآن بخت کے سہرے کے مقطع کی وضاحت میں  
کہا گیا تھا، اس لیے اسے سہرے کے فوراً بعد درج کیا گیا ہے۔ قطعہ دہلی اردو اخبار جلد ۱ نمبر ۱۳  
مورخہ ۲۸ مارچ ۱۸۵۲ء میں شائع ہوا تھا

## سہرا

چرخِ نک دھوم ہے کس دھوم سے آیا سہرا!  
جسے کہتے ہیں خوشی اُس نے بلائیں لے کر  
شک سے لڑتی ہیں آپس میں الجھ کر لڑیاں  
صاف آتی ہیں نظر آبِ گہر کی لہریں  
چاند کا دائرہ لے، زہرہ نے کیا سہرا  
کبھی چوہا، کبھی آنکھوں سے لگا یا سہرا  
باندھنے کو جو ترے سر پہ اٹھا یا سہرا  
جنش بادِ سحر نے جو ہلایا سہرا

## غزلیات

○ ... ۱۸۵۲ء (تج)

بزمِ شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا م رکھو، یارب، یہ درِ گنجینہ گوہر کھلا  
شب ہوئی، پھر انجمِ رخسندہ کا منظر کھلا م اس تکلف سے کہ گویا بندے کا در کھلا  
گرچہ ہوں لیوانہ پر کیوں دست کا کھاؤں فریق م آستین میں دشنہ پہناں ہاتھ میں نشتر کھلا  
گو نہ سمجھوں اُس کی باتیں گو نہ پاؤں اُس کا بھید م پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پہیکر کھلا  
ہے خیالِ حسن میں حسنِ عمل کا سا خیال م خلد کا اک در ہے، میری گور کے اندر کھلا

۱۔ یہ اس سہرے کے اشعار ہیں جو میان غلام نظام الدین ابن میاں  
غلام نصیر الدین عرف کالے صاحب کی شادی کے موقع پر کہے گئے تھے۔ روایت کے مطابق یہ سہرا  
شہزادہ جوآن بخت (دہلی - مارچ ۱۸۵۲ء) کے سہرے کے بعد کہا گیا ہے۔ کیونکہ راوی  
کا کہنا ہے کہ یہ اول الذکر سہرے سے بہتر ہے تفصیل کے لیے ناصر نذیر فرقی کی دلال قلعہ  
کی ایک جھلک، بار سوم (۳۷) در سوم دہلی، ص ۱۱۷ طبع رام پور - ۱۹۴۵ء از سید  
احمد دہلوی ملاحظہ کیجیے

منہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہیں م زلف سے بڑھ کر نقاب اس شیخ کے منہ پر کھلا  
در پہ پہنے کو کہا، اور کہہ کے کیسا پھر گیا! م جتنے عرصے میں مرالپٹا ہوا بستر کھلا  
کیوں ابھری ہے شب غم؟ ہے باؤں کا نزول م آج ادھر ہی کو ہے گا، دیدہ اختر کھلا  
کیا یوں غربت میں خوشی ہو تو دل کا حال م نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ برا کتر کھلا  
اُس کی اُمت میں تیں میں میر ہیں کیوں کام بند؟ م واسطے جس شمع کے غالب گنبد بے در کھلا

ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشان اور م کرتے ہیں محبت، تو گزرتا ہے کہاں اور  
یارب! وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات م دے اور دل ان کو ہونے دے مجھ کو نہ باں اور  
اب دے ہے کیا، اس ننگہ ناز کو، پیوند؟ م ہے تیر مقرر، مگر اس کی ہے کہاں اور  
تم شہر میں ہو، تو ہمیں کیا غم؟ جب اٹھیں گے م لے آئیں گے بازار سے، جا کر دل بجاں اور  
ہر چند سبک دست ہوئے بہت شکنجی میں م ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگ گراں اور  
ہے خون جگر خوش میں دل کھول کے روتا م ہوتے ہو کئی دیدہ خوانا بہ فشاں اور  
متر ہوں اس آواز پہ، ہر چند سرا جے م جلاؤ کو، لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں اور  
لوگوں کو ہے خورشید جہاں نابکا دھوکا م ہر روز دکھاتا ہوں میں اک رخ ہنساں اور  
لیتا، نہ اگر دل نہیں دیتا، کوئی دم چین م کرتا، ہونہ مرتا، کوئی دن آہ دفعاں اور  
پاتے نہیں جب راہ تو پڑھ جاتے ہیں نالے م گرتی ہے مری طبع، تو ہوتی ہے رواں اور  
ہیں اور بھی دنیا میں سخن و بہت اچھے م کہتے ہیں کہ غالب کا ہے اندازِ بیاں اور

لازم تھا کہ دیکھو مرارستا کوئی دن اور م تنہا گئے کیوں؟ اب ہوتا کوئی دن اور  
مٹ جائے گا سر، گر ترا پتھر نہ گھسے گا م ہوں در پہ تے ناہیہ فرسا کوئی دن اور  
آئے ہوئی اور آج ہی کہتے ہو کہ "جاؤں؟" م مانا کہ ہمیشہ نہیں، اچھا کوئی دن اور  
جاتے ہوئے کہتے ہو: "قیامت کو لیں گے" م کیا خوب! قیامت کا ہے کیا کوئی دن اور  
ہاں! لے فلک پر، ہواں تھا ابھی عارت م کیا تیرا بگڑتا، جو نہ مرتا کوئی دن اور  
تم ماہِ شب چار دم تھے، مرے گھر کے م پھر کیوں نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور  
تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے؟ م کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور  
مجھ سے تمہیں نفرت تھی، تیرے لڑائی م بچوں کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور  
گزری نہ بہر حال یہ مدت خوش و ناخوش م کرتا تھا، جوں مرگ گزرا کوئی دن اور  
ناداں ہو جوتے ہو کہ "کیوں جیتے ہیں غالب؟" م قسمت میں ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا م

یاں اپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

تھک تھک کے ہر مقام پہ دوچارہ گئے م

تیرا پیتا نہ پائیں، تو ناچار کیا کریں

کیا شمع کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل بزم؟ م

ہو غم ہی جہاں گداز، تو غمخوار کیا کریں

لے مرزا زین العابدین خاں عارف اپریل ۱۸۵۲ء میں فوت ہوئے تھے۔ یہ غزل اٹھی کا مرثیہ ہے

سب کہاں کچھ لالہ گل میں نمایاں ہو گئیں م  
 خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ نہاں ہو گئیں  
 یاد تھیں ہم کو بھی، رنگارنگ بزم آرائیاں م  
 لیکن اب نقش و نگار طاقِ نسیاں ہو گئیں  
 تھیں بناتِ النعش گردوں دن کوڑے میں نہاں م  
 شے ان کے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہو گئیں؟  
 قید میں یعقوب نے لی، گو، نیلوسف کی خبر م  
 لیکن آنکھیں روزِ دیوارِ زنداں ہو گئیں  
 سب قیوں سے ہوں ناخوش، پر زانِ مہر سے م  
 ہے زلیخا خوش کہ محو ماہِ کنگاں ہو گئیں  
 بچے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شامِ فراق م  
 میں سمجھوں گا کہ شمعیں دو فروزاں ہو گئیں  
 ان بڑی زادوں سے لیس کے خلد میں ہم انتقام م  
 قدرتِ حق سے یہی حوریں اگر داں ہو گئیں  
 یزداس کی ہے، دماغ اُس کا ہے راتیں اُس کی ہیں م  
 تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں  
 میں چن میں کیا گیا، گویا دبستان کھل گیا م  
 بلبلیں سُن کر مرے نالے اغزل خواں ہو گئیں  
 وہ نگاہیں کیوں ہوئی جاتی ہیں یارب دل کے پار؟ م  
 جو مری کوتاہی قسمت سے مڑ گاں ہو گئیں  
 بس کہ دکائیں نے اور سینے میں بھر میں کپے کپے م  
 میری آہیں، بخچہ چاکِ گریباں ہو گئیں  
 داں گیا بھی میں تو اُن کی گالیوں کا کیا جواب م  
 یاد تھیں جتنی دعائیں، صرف دریاں ہو گئیں  
 جانفز ہے بادہ، جس کے ہاتھ میں جام آگیا م  
 سب کیریں ہاتھ کی، گویا، رگ جاں ہو گئیں  
 ہم موجد ہیں، ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم م  
 ملتیں جب مٹ گئیں اجڑے ایماں ہو گئیں  
 رنج سے شوگر ہوا انسان، تو مٹ جاتا ہے رنج م  
 مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں  
 یوں ہی گردِ تار با غالب تو اے اہلِ جہاں م  
 دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

حضورِ شاہ میں، اہلِ سخن کی آزمائش ہے م  
 چن میں، خوشنویانِ چن کی آزمائش ہے  
 قد و گیسویں، قیس و کوہکن کی آزمائش ہے م  
 چہاں ہم ہیں، وہاں دار و سن کی آزمائش ہے  
 کریں گے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں، آخر م  
 ہنوز اُس خستہ کے نیرے تن کی آزمائش ہے  
 نسیمِ مہر کو کیا پیرِ کنگاں کی ہوا خواہی؟ م  
 اُسے یوسف کی بوئے پیرہن کی آزمائش ہے  
 وہ آیا بزم میں، دیکھو، نہ کہیو پھر کہ غافل تھے م  
 شکیب و صبر اہلِ انجن کی آزمائش ہے  
 رہے دل ہی میں تیرا، اچھا بھکر کے پار ہو، بہتر م  
 غرضِ شستِ بٹِ ناوکِ ننگن کی آزمائش ہے  
 نہیں کچھ، صبح و زنا کے پھندے میں، گیرائی م  
 وفا داری میں شیخ و برہمن کی آزمائش ہے  
 پڑا رہ، اے دلِ وابستہ، بیتابی سے کیا حاصل؟ م  
 مگر پھر تابِ زلفِ پرشکن کی آزمائش ہے

رگ و پے میں جب اترے زہر غم تب لکھیے کیا ہو م  
ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمائش ہے  
وہ آویں گے مرے گھر، وعدہ کیسا، دیکھنا غالب م  
نئے فتنوں میں اب چرخ کھن کی آزمائش ہے

غم کھانے میں بودا، دلِ ناکام، بہت ہے م  
یہ رنج کہ کم ہے دے کلفِ اُم بہت ہے  
کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ م  
ہے یوں کہ مجھے دردِ تیر جام بہت ہے  
نئے تیر کماں میں ہے، نہ صیاد کیوں میں م  
گوشے میں قفس کے مجھے آرام بہت ہے  
کیا زہد کو مالوں؟ کہ نہ ہو گرجہ ریائی م  
پاداشِ عمل کی طبعِ خام بہت ہے  
ہیں اہلِ خرد کس روشِ خاص پہ نازاں؟ م  
پابستگی رسمِ ورہِ عام بہت ہے  
زمزم ہی پہ پھوڑو، مجھے کیا طوفِ حرم سے؟ م  
آلودہ بے جسامۂ احرام، بہت ہے

ہے قہر، گر اب بھی نہ بنے بات، کہ اُن کو م  
انکار نہیں، اور مجھے ابرام بہت ہے  
خوں ہو کے جگر آنکھ سے پڑکا نہیں اے مرگ م  
رہنے دے مجھے یاں، کہ ابھی کام بہت ہے  
ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے؟ م  
شاعر تو وہ اچھا ہے، یہ بدنام بہت ہے

نکٹہ چیں ہے، غم دل اُس کو سنائے نہ بنے م  
کیا بنے بات، جہاں بات بنائے نہ بنے؟  
میں بلاتا تو ہوں اُس کو، مگر اے جذبہ دل! م  
اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے  
کھیل سمجھا ہے، کہیں پھوڑ نہ دے بھول نہ جائے م  
کاش! یوں بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے  
غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر م  
کوئی پوچھے کہ ”یہ کیا ہے؟“ تو چھپائے نہ بنے

ملاحظہ فرمائیے: ۱۸۵۳ء جنوری (دیوانِ غالب) نے غرضی، اشاعتِ دوم میں ۸ جون ۱۸۵۳ء لکھا گیا ہے، میں اس غزل کا ذکر ہے۔ اس لیے غزل ۸ جنوری ۱۸۵۳ء سے کچھ پہلے یعنی اواخر ۱۸۵۲ء میں لکھی ہوئی غزل پہلی بالاد میں درج ہوئی ہے۔

اس نزاکت کا بُرا ہو، وہ بھلے ہیں، تو کیا؟ م  
 ہاتھ آویں، تو انھیں ہاتھ لگائے نہ بنے  
 کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟ م  
 پردہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے  
 موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئے نہ رہے م  
 تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ، تو بکائے نہ بنے  
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے م  
 کام وہ آن بڑا ہے کہ بنائے نہ بنے  
 عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش، غالب م  
 کہ لگائے نہ لگے، اور بجھائے نہ بنے

○ ... ۱۸۵۲ء (تج) رباعیات

حق نشہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے ۱  
 یہ دی جو گئی ہے رشتہ عمر میں، گانٹھ ۲  
 تاشاہ، شیعہ دانش واد کرے  
 ہے صفر کہ افزائش انداد کرے

۲

اس رشتے میں لاکھ تار ہوں، بلکہ سوا!  
 ہر سینکڑے کو ایک گرہ فرض کریں ۲  
 اتنے ہی برس شمار ہوں، بلکہ سوا!  
 ایسی گرہیں ہزار ہوں، بلکہ سوا!

۶۱۸۵۳ تا ۶۱۸۵۶

مستغرق

نسخہ رام پور (ثانی) ۶۱۸۵۵  
 جدید

قادر نامہ (طبع اول) ۶۱۸۵۶

اس نراکت کا بُرا ہو، وہ بھلے ہیں، تو کیا؟ م  
 ہاتھ آویں، تو انھیں ہاتھ لگائے نہ بنے  
 کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے؟ م  
 پر وہ چھوڑا ہے وہ اُس نے کہ اٹھائے نہ بنے  
 موت کی راہ نہ دیکھوں؟ کہ بن آئے نہ رہے م  
 تم کو چاہوں؟ کہ نہ آؤ، تو بکائے نہ بنے  
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ لٹھے م  
 کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے  
 عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش، غالب م  
 کہ لگائے نہ لگے، اور بچھائے نہ بنے

### ○ ... ۱۸۵۲ء (تج) رباعیات

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے ۱  
 یہ دی ہو گئی ہے رشتہ عمر میں، گانٹھ ۲  
 تاشاہ، شیعہ دانش واد کرے  
 ہے صفر کہ افزائش انداد کرے

۲  
 اس رشتے میں لاکھ تار ہوں، بلکہ سوا!  
 ہر سینکڑے کو ایک گرہ فرض کریں ۲  
 اتنے ہی برس شمار ہوں، بلکہ سوا!  
 ایسی گرہیں ہزار ہوں، بلکہ سوا!

۶۱۸۵۳ تا ۶۱۸۵۶

مستغرق

نستعلام پور (ثانی) ۶۱۸۵۵  
 جدید

قادر نامہ (طبع اول) ۶۱۸۵۶

## در مدح شاہ

۲

اے شاہ جہانگیر جہان بخش جہاں دار ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت  
جو عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو تو اکرے اُس عقدے کو سو بھی بہ اشارت  
ممکن ہے کہ غرے خضر سکندر سے ترا ذکر؟ کرب کو نہ دے چہ شہر حیوان سے طہارت  
اصف کو سیلماں کی وزارت سے شرف تھا ہے فخر سیلماں، ہو کرے تیری وزارت  
ہے نقشِ سریدی ترا، فرمانِ الہی ہے دارِ غلامی ترا، تو قیصرِ امارت  
تو آب سے گر سلب کرے طاقتِ سیلماں تو آگ سے گردِ دفع کرے تابِ شرارت  
ڈھونڈے نہ ملے، مویہ دریا میں روانی باقی نہ رہے، آتشِ سوزاں میں حرارت  
ہے، گرچہ مجھے نکستہ سرائی میں تو غلّ ہے، گرچہ مجھے سحر طرازی میں مہارت

لے "یہ قطعہ نوروز کی مبارکباد پر مشتمل ہے، اور نوروز، آفتاب کے برج حمل میں داخلے پر منایا جاتا ہے۔ میرزا صاحب، سرور کو لکھتے ہیں: "تحوّلِ آفتاب کے محل کے باب میں موٹی بات یہ ہے کہ ۲۲ مارچ کو واقع ہوتی ہے۔ کبھی ۲۱ کبھی ۲۳ بھی آتی ہے۔ اس سے تخمینہ نہیں لے دود: ۲۲ دہلی اردو اخبار جلد ۱۵ نمبر ۳۱ مورخہ ۱۵ جولائی ۱۲۴۹ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۸۵۳ء میں حضور والا کی نیب از معونی دسترخوان کا ذکر ہے، جو کشتہ ۹ جمادی الآخرہ کو نوروز کے دن میں آئی تھی۔ یہ واقعہ میرزا سیاحان شکوہ بہادر کے پوتے میرزا نور الدین شاہی خلیفہ کی آمد دہلی کے بعد لکھتے ہیں۔ جن کی صحبت نے بہادر شاہ کو متمم بہ تشیع کیا تھا۔ اس لیے میری دانست میں یہ قطعہ مارچ ۱۸۵۳ء کا لکھا ہوا ہے۔" مولانا مرثی مرحوم۔ تصنیف عرشی، اشاعت دوم ص ۱۲۰

کیونکر نہ کروں مدح کو میں ختم دعا پر؟ قاصر ہے ستائش میں تری میری عبارت  
نوروز ہے آج، اور وہ دن ہے کہ ہے نئے ہیں نظمِ ارگی صنعتِ حق، اہل بصارت  
تجھ کو، شرفِ مہر جہاں تاب مبارک غالب کو، ترے عقبہ عالی کی زیارت

### مجلس

... ۱۸۵۳ء

رگھتے رگھتے، پالو میں زنجیرِ ادھی رہ گئی  
مر گئے پر، قبر کی تعمیرِ ادھی رہ گئی  
سب ہی بڑھتا، کاش! کیوں بکیرِ ادھی رہ گئی  
کھینچ کے، قاتل، جب تری شمشیرِ ادھی رہ گئی  
غم سے جانِ عاشقِ دلگیر، ادھی رہ گئی

بیٹھ رہتا، لے کے چیم پر ہم، اُس کے روبرو  
کیوں کہا تو نے کہ؟ کہہ دل کا غم اُس کے روبرو  
بات کرنے میں نکلتا ہے دم، اُس کے روبرو  
کہہ سکے ساری حقیقت ہم نہ، اُس کے روبرو

ہم نشیں، ادھی ہوئی تقریر، ادھی رہ گئی

لے "تمہ دہلی اردو اخبار - ۱۷ اپریل ۱۸۵۳ء - یہ شاہ ظفر کی غزل پر غالب کی تفسیر ہے عرشی صاحب نے جب دیکھا کہ دیوان ظفر اور دہلی اردو اخبار میں "ہم نہ" لکھا ہے اور قوافی ہم، غم، دم، وغیرہ ہیں تو انہوں نے اسے "ہم نہ" کر دیا۔ عرشی صاحب کی یہ تفسیر درست نہیں۔ تفسیر سے مدح کے وزن پر لکھا ہے جو جائز نہیں۔ معلوم ہوتا ہے یہاں ظفر نے کب کہا ہوگا یعنی "کب ہم اُس کے روبرو"



تو نے دیکھا؟ مجھ پہ کیسی بن گئی، اے رازدار  
 خواب و بیداری پہ، کب ہے، آدمی کو اختیار  
 مثلِ زخم، آنکھوں کو سی دیتا، جو ہوتا ہو شیار  
 کھینچتا تھا، رات کو میں خواب میں، تصویر پر  
 جاگ اٹھا میں، کھینچی تصویر آدمی رہ گئی

غم نے جب گھیرا، تو چاہا ہم نے یوں اے دلنواز  
 مستی چشم سید سے چل کے، سوویں چارہ ساز  
 تو دل سے پاسے جاگا، تھا جو محو خوابِ ناز  
 دیکھتے ہی، اے ستمگر، تیری چشم نیم باز  
 کی تھی پوری، ہم نے تو بدیر آدمی رہ گئی

اس بُتِ مغرور کو کیسا ہو کسی پر التفات؟  
 جس کے حسن روز افزوں کی یہ اک ادنیٰ ہے بات  
 ماہِ نو مٹکے پہ، گزری ہوں گی راتیں پان سات  
 اُس رخِ روشن کے آگے ماہِ یک ہفتہ کی رات  
 تابشِ خورشید پر تنویر آدمی رہ گئی

تا مجھے پہچائے کاہش، بختِ بد ہے گھات میں  
 ہاں، فراوانی اگر کچھ ہے، تو ہے آفات میں  
 جز غم و رنجِ دالم، گھانا ہے ہر یک بات میں  
 کم نصیبی اس کو کہتے ہیں کبیرے ہات میں

آتے ہی، خاصیتِ اکسیر آدمی رہ گئی  
 سب سے، یہ گوشہ کنائے ہے گلے لگ جاوے  
 آدمی کو کیوں پکارتے ہے گلے لگ جاوے  
 سر سے گر چادر اُٹا لے ہے گلے لگ جاوے  
 مانگ کیا بیٹھا سنو لے ہے گلے لگ جاوے

وصل کی شب اے بُتِ بے پیر آدمی رہ گئی  
 میں یہ کیا جائز کہ وہ کس واسطے ہوں پھر گئے؟  
 پر نصیب اپنا، اُمخیں جاتا سنا ہوں پھر گئے  
 دیکھنا قسمت وہ کئے اور پھر یوں پھر گئے  
 آگے آدمی دُور میرے گھر سے وہ کیوں پھر گئے  
 کیا کشش میں مل کی اب تاثیر آدمی رہ گئی؟

ناگہاں یاد آگئی ہے مجھ کو، یارب کب کی بات؟  
کچھ نہیں کہتا کسی سے سُن رہا ہوں سب کی بات  
کس لیے تجھ سے چھپاؤں ہاں وہ پرسوں شب کی بات؟  
نامہ برجلدی میں تیری وہ جو تھی مطلب کی بات

خط میں آدھی ہو سکی تحریر، آدھی رہ گئی  
ہو تجلی برق کی صورت میں ہے یہ بھی غضب  
ہاں، چہ گھنٹے کی تو ہوتی، فرصت عیش و طرب  
شام سے آتے، تو کیا اچھی گزرتی رات سب  
پاس میرے وہ جو آئے بھی، تو بعد از نصف شب  
نکلی آدھی حسرت، تقریر، آدھی رہ گئی

تم جو فرماتے ہو، دیکھ، اے غالب آشفستہ سر  
ہم نہ تجھ کو منع کرتے تھے؟ کیا کیوں اُس کے گھر؟  
جان کی پاؤں اماں! باتیں یہ سب سچ ہیں، مگر  
دل نے کی ساری خرابی، لے گیا مجھ کو، ظفر

واں کے جانے میں مری توقیر آدھی رہ گئی

## غزلیات

دل ہی تو ہے، نہ سنگ و نہشت درد سے بھرنے آئے کیوں؟ م  
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں؟  
دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستان نہیں م  
بیٹھے ہیں رکھڑ پر ہم، غیر ہمیں اٹھائے کیوں؟  
جب وہ جمال دلفروز، صورتِ مہرِ نیروز م  
آپ ہی ہوں نظرِ ارہ سوزِ پردے میں مَنہ چھپائے کیوں؟  
دشتِ غمزہ جانتاں، ناوکِ تازہ پناہ م  
تیرا ہی عکسِ رخ سہی، سامنے تیرے آئے کیوں؟  
قیدِ حیات و بندِ غم، اصل میں دونوں ایک ہیں م  
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں؟  
حسن اور اس پہ حسنِ ظن، رہ گئی بواہوس کی شرم م  
اپنے پہ اعتماد ہے، غیر کو آزمائے کیوں؟  
واں وہ غرورِ عز و نان، یاں یہ حجابِ پاسِ دُضغ م  
راہ میں ہم ملیں کہاں؟ بزم میں وہ بلائے کیوں؟

ہاں، وہ نہیں خدا پرست، جاؤ، وہ بے وفا سہی م  
جس کو ہودین و دل عزیز، اُس کی گلی میں جائے کیوں؟  
غالبِ خستہ کے بغیر، کون سے کام بند ہیں؟ م  
روئے زار زار کیا، کیجیے ہائے ہائے کیوں؟

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو، تو کیونکر ہو م کہے سے کچھ نہ ہوا، پھر کہو، تو کیونکر ہو؟  
ہماری ذہن میں اس فکر کا ہے نام وصال م کہ گزرتا ہوا تو کہاں جاؤں، تو کیونکر ہو؟  
ادب اور یہی کشمکش، تو کیا کیجیے؟ م جیسا ہے اور یہی گوگو، تو کیونکر ہو؟  
تجھیں کہو کہ گزرا صنم پرستوں کا! م بتوں کی ہوا گرا سی ہی ہو، تو کیونکر ہو؟  
الچختے ہو تم، اگر دیکھتے ہو اُنکے م جو تم سے شہر میں ہوں ایک د، تو کیونکر ہو؟  
جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا سا م وہ شخص دن نہ کہے رات کو، تو کیونکر ہو؟  
ہمیں پھر اُن سے اُمید اور انہیں ہماری قدر م ہماری بات ہی پوچھیں نہ دو، تو کیونکر ہو؟  
غلط نہ تھا، ہمیں خط پر گماں تسلی کا م نہ مانے دیدہ و دیدار جو، تو کیونکر ہو؟  
بتاؤ اس مژدہ کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار م ینیش ہو رگ جاں میں فرو، تو کیونکر ہو؟  
مجھے جنوں نہیں غالب، ولے بقولِ حضور: م "فراقِ یار میں تسکین ہو، تو کیونکر ہو؟"

تفس میں ہوں، گر اچھا بھی نہ جانیں میرے شیون کو م  
مرا ہونا بُرا کیا ہے، تو اسجانِ گلشن کو؟  
نہیں گر ہمدی آساں، نہ ہو، یہ رشک کیا کم ہے م  
نہ دی ہوتی خدایا، آرزو سے دوست دشمن کو  
نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اس جہالت پر م  
کیا سینے میں جس نے خوں چکاں مڑگان سوزن کو  
خدا شرمائے ہاتھوں کو! کہ رکھتے ہیں کشاکش میں م  
کبھی میرے گریباں کو، کبھی جاناں کے دامن کو  
ابھی ہم قتل گہ کا دیکھنا آساں سمجھتے ہیں م  
نہیں دیکھا شناور، جوے خوں میں تیرے تون کو  
ہوا چرچا جو میرے پانوں کی زنجیر بننے کا م  
کیا بیتاب کاں میں جنبش جو ہرنے آہن کو  
خوشی کیا، کھیت پر میرے اگر سو بار ابر آوے؟ م  
سمجھتا ہوں کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برقِ نثرین کو  
دفا داری بشرطِ استواری، اصل ایماں ہے م  
مرے بُت خانے میں، تو کبے میں گاڑو برہن کو

شہادت تھی مری قسمت میں جو دی تھی یہ خود مجھ کو م  
 جہاں تلوار کو دیکھا، جھکا دیتا تھا گردن کو  
 نہ لٹتا دن کو، تو کب رات کو یوں بے خبر سوتا؟ م  
 رہا کھٹکا نہ چوری کا، دعا دیتا ہوں رہزن کو  
 سخن کیا کہہ نہیں سکتے، کہ جو یا ہوں ہوا ہر کے؟ م  
 جگر کیا ہم نہیں رکھتے، کہ کھو دیں جا کے معدن کو  
 مرے شاہِ سلیمان جاہ سے نسبت نہیں غالب م  
 فریدون و جم و یخسرو و داراب و بہمن کو

دیباہے دل اگر اس کو بشر ہے، کیا کہیے؟ م  
 ہوا رقیب، تو ہو، نامہ بر ہے، کیا کہیے؟  
 یہ ضد کہ آج نہ آئے، اور آئے بن نہ رہے م  
 قضا سے شکوہ ہمیں کس قدر ہے کیا کہیے؟

لے یہ غزل قلعے کے مشاعرے منقذہ ۳۰ رجاوی الثانی ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۸۵۳ء کے  
 لیے کہی گئی تھی (خط بنام حقیر بحوالہ غالب کے خطوط ص ۱۱۴۵) اور دہلی اردو اخبار (تمذہ)

جلد ۱۵ نمبر ۱، میں ۲۴ اپریل ۱۸۵۳ء کو شائع ہوئی تھی

پہے ہے یوں کہہ و بے کہہ کہ کوئے دوست کو اب م  
 اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے، کیا کہیے؟  
 نہ ہے کرشمہ، کہ یوں سے رکھا ہے ہم کو فریب؟ م  
 کہ بن کہے ہی انھیں سب خبر ہے، کیا کہیے؟  
 سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسش حال م  
 کہ یہ کہے کہ ”سر رہنمائی ہے، کیا کہیے؟“  
 تمہیں نہیں ہے سرِ رشتہ دفا کا خیال م  
 ہمارے ہاتھ میں کچھ ہے، مگر ہے کیا؟ کہیے؟  
 انھیں سوال پہ زعم جنوں ہے، کیوں لڑیے؟ م  
 ہمیں جواب سے قطع نظر ہے، کیا کہیے؟  
 حسد، سزائے کمال سخن ہے، کیا کیجے؟ م  
 ستم، بہائے متاع ہنر ہے، کیا کہیے؟  
 کہا ہے کس نے کہ غالب بُرا نہیں؟ لیکن م  
 سوائے اس کے کہ آشفۃ سر ہے، کیا کہیے؟

کہوں جو حال، تو کہتے ہو: ”مدعا کہیے“ م تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے؟

لے خط بنام حقیر اپریل ۱۸۵۳ء - تاویلات غالب ص ۳۵

نہ کہو وطن سے پھر تم کہ ہم سنگدہیں" م مجھے تو خود ہے کہ جو کچھ کہو "بجا کہیے"  
وہ نیشتر سہی، پردل میں جب اتر جاوے م نگاہِ ناز کو پھر کیوں نہ آشنا کہیے؟  
نہیں ذریعہ راحت، جراتِ پیکان م وہ زخمِ تیغ ہے جس کو کہل کشا کہیے  
جو مدعی بنے، اس کے نہ مدعی بنیے م جو نامترا کہے، اس کو نہ نامترا کہیے  
کہیں حقیقت جا نکاہی مرض بچھے م کہیں مصیبتِ ناسازی دوا کہیے  
کبھی شکایتِ رنج گراں نشیں کیجے م کبھی حکایتِ صبر گریز پا کہیے  
ہے نہ جان، تو قاتل کو خون بہا دیجیے م کئے زبان، تو خنجر کو مرتب کہیے  
نہیں نگار کو الفت نہ ہو، نگار تو ہے م روانیِ روش و مستی ادا کہیے  
نہیں بہار کو فرصت نہ ہو، بہار تو ہے م طراوتِ چمن و خوبی ہوا کہیے  
سفینہ جب کہ کنا لے پہ آ لگا، غالب م خدا سے کیا قسم و جو ر نا خدا کہیے

باز بچہ اطفال ہے، دنیا مرے آگے م ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے  
اک کھیل ہے اور نگِ سلیمان مرے نزدیک م اک بات ہے اعجازِ سیما، مرے آگے  
جز نام، نہیں صورتِ عالم مجھے منظور م جز وہم نہیں، ہستی اشیا، مرے آگے  
ہوتا ہے نہاں گرد میں، صحرَا مرے ہوتے م گھستتا ہے جبینِ خاک پہ دریا مرے آگے

لے یہ غزل بھی "بشر ہے کیا کہیے" والی غزل کے ساتھ ہی کہی گئی تھی، ۱۰ اپریل ۱۸۵۳ء  
گویا اس سے دو ایک روز پہلے۔ مگر دہلی اردو اخبار دہلی میں ۲۲ مئی ۱۸۵۳ء  
کو شائع ہوئی تھی

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے م تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے  
سچ کہتے ہو، خود بین و خود آراہوں نہ کیوں ہوں م بیٹھا ہے بہت آئینہ سیمارے آگے  
پھر دیکھیے اندازِ گل افشانی گفتار م رکھ دے کوئی پیمانہ صہبامرے آگے  
نفرت کا گماں گزرتے ہیں شکستے گزرا م کیوں کر کہوں: "لونا م نہ اُن کا مرے آگے"  
ایماں مجھے روکے ہے، ہو کھینچے ہے مجھے کفر م کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے  
عاشق ہوں، پر معشوقِ فزہی ہے مرا کام م مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیتا مرے آگے  
خوش ہوتے ہیں پرصل میں یوں مر نہیں جاتے م آئی شب، بھراں کی تمنا مرے آگے  
ہے موزن اک قلزمِ نول، کاش! یہی ہو م اتا ہے ابھی، دیکھیے کیا کیا مرے آگے  
گو ماٹھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے م رہنے دوا بھی ساغر و مینا مرے آگے  
ہم ہمیشہ وہم مشرب و ہمارا ہے میرا م غالب کو بُرا کیوں کہو اچھا، مرے آگے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے م  
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

لے غزل دہلی اردو اخبار ۱۹ جون ۱۸۵۳ء - جلوہ دار مرتبہ حسن  
مادہ روی میں لکھا ہے کہ شاعرے میں ذوق اور آغ بھی شامل تھے۔ جب آغ نے یہ شعر پڑھا ہے  
"ہوئے مغرور وہ، جب آہ میری بے اثر دیکھی" کسی کا اس طرح یار نہ دنیا میں بھرم نکلے  
تو شاہ ظفر نے پاس بلا کر آغ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ آغ اس وقت ۲۲ سال کے تھے

ڈیے کیوں میرا قتل کیا ہے گاؤں کی گردن پر م  
 وہ خوں، جو چشم تر سے عمر بھریوں و مہم نکلے  
 نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن م  
 بہت بے آبرو ہو کر ترے کوپے سے ہم نکلے  
 بھر کھل جائے ظالم، ترے قامت کی درازی کا م  
 اگر اس طرہ پڑیج خم کا بیج د خم نکلے  
 مگر لکھوائے کوئی اُس کو خط، تو ہم سے لکھوائے م  
 ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے  
 ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی م  
 پھر آیا وہ زمانہ، جو جہاں میں جام جم نکلے  
 ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پلنے کی م  
 وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تر تیغ ستم نکلے  
 محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا م  
 اُسی کو دیکھ کر جیتے ہیں، جس کا فریب دم نکلے  
 کہاں میخانے کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ م  
 پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

غیریں محفل میں بوسے جام کے م ہم رہیں یوں تشنہ لب پیغام کے  
 خستگی کا تم سے کیا شکوہ؟ کہ یہ م ہتھکنڈے ہیں، چرخ نیلی فام کے  
 خط لکھیں گے، مگر چہ مطلب کچھ نہ ہو م ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے  
 رات پی زمزم پر نئے اور صبح دم م دھوئے دھبے جامہ احرام کے  
 دل کو آنکھوں نے پھنسیا، کیا مگر م یہ بھی، حلقے ہیں تمہارے دام کے  
 شاہ کے ہے، غسلِ صحت کی خبر م دیکھیے، کب دن بھر میں حمام کے  
 عشق نے، غالب، نکمّا کر دیا م ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

سلام

سلام اُسے کہ اگر بادشاہیں اُس کو تو پھر کہیں کہ کچھ اس سے سوا کہیں اُس کو  
 نہ بادشاہ، نہ سلطان یہ کیا ستائش ہے؟ کہو کہ خامس آلِ عباس کہیں اُس کو

۱۔ دہلی اردو اخبار۔ ۴ دسمبر ۱۸۵۳ء میں درج ہے کہ بادشاہ نے ۲۱ صفر (۱۲۷۰ھ) کو  
 غسلِ صحت فرمایا۔ یہ مطابق ہے ۲۳ نومبر ۱۸۵۳ء کے۔  
 ۲۔ ”رامپور رضا لائبریری میں ایک مخطوطہ ”دستور العملِ اودھ“ کے نام سے محفوظ ہے۔ اُس میں  
 مجتہد العصر مولانا سید محمد رکھنوی کی شاہ اودھ کے سامنے پیش کی ہوئی تحریریں اور  
 ان پر شاہ کی توفیعیں منقول ہیں۔ اسیر رکھنوی، جو شاہ کے میر منشی تھے۔ اس  
 کتاب کے مرتب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سلام اُس دستور العمل میں مجتہد العصر کے مکتوب  
 مورخہ ۴ ذی قعدہ ۱۲۷۰ھ (۳۰ جولائی ۱۸۵۴ء) کے متصل بعد ۱۸ ماب، نقل کیا گیا ہے  
 جس سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان تاریخوں کے کچھ ہی بعد میرزا صاحب کی طوت سے  
 منقول ہوا ہوگا۔ سلام کا عنوان ہے ”یا اسد اللہ الغالب“ اور خاتمے پر ”میرزا صاحب کی مہر  
 (اسد اللہ الغالب) بھی نقل کر دی گئی ہے۔“ (نسخہء غرضی۔ اشاعت دوم ص ۳۹۰)

○ ... ۱۸۵۴ء

خدا کی راہ میں شاہی و خسروی کیسی ؟  
 خدا کا بندہ ، خداوندگار بندوں کا  
 فروغ جو ہر ایمان ، حسین ابن علی  
 کھیل تختش اُمت ہے بن نہیں بڑی  
 مسیح جس سے کرے اخذ فیض جان بخشی  
 وہ جس کے ماتیں پر ہے سلسبیل ، سبیل  
 عدو کے سمیع رضائیں جگہ پائے وہ بات  
 بہت ہے ، پایہ گردِ رہ حسین ، بلند  
 نظارہ سونہ ہے یاں تک ہر ایک تڑخاک  
 ہمارے درد کی یارب کہیں دوانہ ملے  
 ہمارا منہ ہے کہ دیں اُس کے حسن صبر کی داد ؟  
 زبام ناقہ کف اُس کے میں ہے کہ اہل یقین  
 وہ ریگ تفتہ وادی پہ کام فرسا ہے  
 امام وقت کی یہ قدر ہے کہ اہل عناد  
 یہ اجتہاد و عجب ہے کہ ایک دشمن دیں  
 یزید کو تو نہ تھا اجتہاد کا پایہ  
 علی کے بعد حسن اور حسن کے بعد حسین

کہو کہ رہبرِ راہِ خدا کہیں اُس کو  
 اگر کہیں نہ خداوند ، کیا کہیں اُس کو ؟  
 کہ شمعِ انجن کبریا کہیں اُس کو  
 اگر نہ شافعِ روزِ جزا کہیں اُس کو  
 ستم ہے ، گشتہ تیغ جفا کہیں اُس کو  
 شہیدِ تثنہ لب کرتا کہیں اُس کو  
 کہ جن و انس و ملک سب کا کہیں اُس کو  
 بقدرِ فہم ہے ، گر کیمیا کہیں اُس کو  
 کہ لوگ جو ہر تیغِ قضا کہیں اُس کو  
 اگر نہ درد کی لپنے دوا کہیں اُس کو  
 مگر نبی و علی مرچا کہیں اُس کو  
 پس از حسین علی پیشوا کہیں اُس کو  
 کہ طالبانِ خیر و برہنہ کہیں اُس کو  
 پیادہ لے چلیں اور زائر کہیں اُس کو  
 علی سے کے لڑے اور خطا کہیں اُس کو  
 بڑا نہ مانے ، گر ہم بُرا کہیں اُس کو  
 کرے جو اُن سے بُرائی ، بھلا کہیں اُس کو ؟

○ ... ۱۸۵۴ء

بنی گما ہونہ جسے اعتقادِ کافر ہے رکھے امام سے جو بغض کیا کہیں اُس کو ؟  
 بھرا ہے ، غالب و لختہ کے کلام میں درد  
 غلط نہیں ہے کہ غوٹیں نوا کہیں اُس کو

○ ... ۵۴/۱۸۵۳ء غزلیات

دردِ منت کش دوا نہ ہوا م میں نہ اچھا ہوا ، بُرا نہ ہوا  
 جمع کرتے ہو کیوں قیوں کو ؟ م اک تماشا ہوا ، رگلا نہ ہوا  
 ہم کہاں قسمت آزلے جائیں ؟ م تو ہی جب بنجر آزما نہ ہوا  
 کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ قیوب م گالیباں کھا کے بے مزانہ ہوا  
 ہے خبر گرم اُن کے آنے کی م آج ہی گھر میں بوریانہ ہوا  
 کیا وہ نمرود کی خدائی تھی ؟ م بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا  
 جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی م حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا  
 زخم گردب گیا ، لہو نہ تھما م کام گر کر گیا ، روا نہ ہوا

۱۔ گکستان سخن (تالیف قبل از اپریل ۱۸۵۴ء) میں اس غزل کا ایک شعر انتخاب ہوا ہے ۔  
 نسخہ برقی اشاعت دوم ص ۱۹۲ پر برقی صاحب نے اس غزل کو وسط ۱۸۵۲ء اور آغاز ۱۸۵۴ء کے درمیان قرار دیا ہے مگر میری رائے میں جب یہ غزل قیج میں نہیں ہے جو اگست ۱۸۵۲ء کے بعد کامرتہ ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ آخر ۱۸۵۲ء اور ۱۸۵۴ء کے درمیان تسلیم کرنا چاہیے ۔

○ ... ۵۴/۱۸۵۳ء

رہزنی ہے کہ دستان ہے ! م لے کے دل، دستان روانہ ہوا  
کچھ تو پڑھے کہ لوگ کہتے ہیں : م  
”آج غالب غزل سرا نہ ہوا“

○ ... ۱۸۵۴ء

دردِ قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا م پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا؟  
بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودی میں ہیں کہ ہم م اُلٹے پھرائے، در کعبہ اگر روانہ ہوا  
سب کو مقبول ہے دعویٰ تری یکتائی کا م رو بہ رو کوئی بتِ آئینہ سیما نہ ہوا  
کم نہیں نازشِ ہنسائی چشمِ خواباں م تیرا بیار بُرا کیا ہے، اگر اچھا نہ ہوا  
سینے کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا م خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا  
نام کا میرے ہے جو دکھ کسی کو نہ ملا م کام میں میرے ہے، ہونق نہ کہ برپا نہ ہوا  
ہر بنِ موسیٰ، دم ذکر نہ ٹپکے خونِ ناب م حمزہ کا قصہ ہوا، عشق کا چرچا نہ ہوا  
قطرے میں جلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل م کھیل لڑکوں کا ہوا، دیدہ بینا نہ ہوا  
تھی خبرِ گرم کہ غالب کے گڑبگڑے م دیکھئے ہم بھی گئے تھے، پہ تماشائے ہوا

جو سے باز آئے، پر باز آئیں کیا؟ م کہتے ہیں: ”ہم تجھے کو منہ دکھلائیں کیا؟“

لے خط بنام نبی بخش حقیر، لیداز ۱۸ جون ۱۸۵۴ء، نادرات غالب ص ۵۶  
لے مکتوب غالب بنام منشی نبی بخش حقیر، مؤرخہ ۳ اکتوبر ۱۸۵۴ء میں اس غزل کا  
دوسرا شعر درج ہوا ہے

○ ... ۱۸۵۴ء

رات دن گردش میں ہیں سات آسمان م ہونے ہے گا کچھ نہ کچھ، گھبراؤں کیا؟  
لاگ ہو، تو اس کو ہم سمجھیں لگاؤ م جب نہ ہو کچھ بھی، تو دھوکا کھائیں کیا؟  
ہو لیے کیوں نامہ بر کے ساتھ ساتھ؟ م یارب اپنے خط کو ہم پہنچائیں کیا؟  
موجِ خوں سر سے گزر رہی کیوں نہ جائے م آستانِ یار سے اٹھ جائیں کیا؟  
عمر بھر دیکھا کیا مرنے کی راہ م مر گئے پر، دیکھیے، دکھلائیں کیا؟  
پوچھتے ہیں وہ کہ ”غالب کون ہے؟“ م کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

کسی کو دے کے دل، کوئی تو اسچ فغاں کیوں ہو؟ م  
نہ ہو جب دل ہی سینے میں، تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو؟  
وہ اپنی خونہ چھوڑیں گے، ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں؟ م  
سنگِ سرن کے کیا پوچھیں کہ ”ہم سے سرگراں کیوں ہو؟“  
کیا غم خوار نے رسوا، لگے آگ اس محبت کو! م  
نہ لافِ تاب جو غم کی، وہ میرا راز داں کیوں ہو؟  
وفا کیسی؟ کہاں کا عشق؟ جب سر بھوڑنا ٹھہرا م  
تو پھر لے سنگِ دل، تیرا ہی سنگِ ستان کیوں ہو؟

لے خط بنام نبی بخش حقیر، مؤرخہ لیداز ۱۸ جون ۱۸۵۴ء



قفس میں مجھ سے رد واد جہن کہتے نہ ڈر، ہمدرد م  
گری ہے جس پہ کل نجلی، وہ میرا آشیان کیوں ہو؟  
یہ کہہ سکتے ہو: "ہم دل میں نہیں ہیں" پر یہ بتلاؤ م  
کہ جب دل میں تمہیں تم ہو، تو آنکھوں سے نہاں کیوں ہو؟  
غلط ہے جذبِ دل کا شکوہ، دیکھو، بزم کس کا ہے؟ م  
نہ کھینچو گرم اپنے کو، کشاکشِ دو میاں کیوں ہو؟  
یہ فتنہ آوی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے؟ م  
ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو؟  
یہی ہے آزمانا، تو ستانا کس کو کہتے ہیں؟ م  
عدو کے ہو لیے جب تم، تو میرا امتحاں کیوں ہو؟  
کہا تم نے کہ "کیوں ہو غیر کے سلنے میں رسوائی؟" م  
بجا کہتے ہو، سچ کہتے ہو، پھر کہو کہ ہاں، کیوں ہو؟  
نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنوں سے تو، غالب؟ م  
ترے بے ہر کہنے سے، وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو؟

### قطعہ

خجستہ انجمن طوے میرزا جعفر کہ جس کے دیکھے سے سبکا ہوا ہے ہی محفوظ  
ہوئی ہے ایسے ہی فرزندہ سال میں غالب م نہ کیوں ہو مادہ سال عیسوی "محفوظ" ۱۸۵۴ء

### قطعہ

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی ہوا بزمِ طرب میں رقصِ ناہید  
کہا غالب سے "تاریخ اس کی کیا ہے؟" م تو بولا: "الشرحِ جشنِ جمشید"  
۱۲۷۰ھ

### قطعہ

افطارِ صوم کی کچھ، اگر دستگاہ ہو اُس شخص کو ضرور ہے، روزہ رکھا کرے  
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو م روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

### رباعی

سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟ آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟  
روزہ مرا ایمان ہے، غالب، لیکن م خس خانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟

○ ... ستمبر ۱۸۵۴ء تا اپریل ۱۸۵۷ء

### مطلع

ملے، دو مرشدوں کو قدرتِ حق سے ہیں دو طالب  
نظام الدین کو خسرو، سراج الدین کو غالب م

۱۸۵۷ء خط بنام بنی بخش حقیقہ مورخہ جون ۱۸۵۴ء - نادرات غالب ۵۸، ۵۳ خط سے ظاہر  
ہے کہ یہ رباعی اور قطعہ ۳۲ جو، یا اس سے دو ایک روز پہلے کہے ہوئے  
یادگار غالب ص ۷۷ - حالی لکھتے ہیں کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے غالب اکثر ایسے  
اشعار دربار میں پیش کرتے تھے۔ قیاس ہے کہ یہ شعر وفاتِ ذوق کے بعد اور مئی  
۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پہلے کسی وقت کہا گیا ہو گا۔ ذوق ۵ اربوئمبر ۱۸۵۴ء کو فوت ہوئے

## قطعه

۲

اے شہنشاہِ آسمان اورنگ  
تھا میں اک بے لڑے گوشہ نشین  
تم نے مجھ کو جو آبرو بخشی  
کہ ہوا مجھ سا ڈرہ ناجیز  
گرچہ از روئے ننگ بے ہنری  
کہ گر اپنے کو میں کہوں خاکی  
شاد ہوں لیکن اپنے جی میں کہوں  
خان زاد اور میرہ اور مداح  
باے، لو کہ بھی ہو گیا، مد شکر!  
نہ کہوں آپ سے، تو کس سے کہوں؟  
پیرو مرشد، اگرچہ مجھ کو نہیں

۱۔ ممکن ہے یہ قطع میر تقی میر کے مسودے کے ساتھ ہی عید قربان کو بادشاہ کے حضور میں گزرا نا ہو۔ اگرچہ مرزا نے اپنے ایک خط نام بنی بخش حقیقہ مؤرخہ ۱۲ جنوری ۱۸۵۱ء میں شمشادہ کے بارے میں شکار کا لکھا تھا اور کہا تھا کہ تنخواہ نہ ملنے پر وہ کام دہر توڑا (بند کر دیں گے مگر کام کرنا انھوں نے نہ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ مکمل مسودہ انھوں نے عید قربان کو پیش کیا۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ قطع انھوں نے ذوق کی وفات (نومبر ۱۸۵۰ء) کے کچھ عرصے بعد ۱۸۵۵ء کے شروع میں گزرا نا ہو۔ بلکہ یہ زیادہ قریب قیاس ہے۔

کچھ تو جاڑے میں چاہیے، آخر  
کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش؟  
کچھ خریدائیں ہیں اب کے سال  
رات کو آگ، اور دن کو دھوپ  
آگ تاپے کہاں تلک انسان!  
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی  
میری تنخواہ جو مقرر ہے  
رسم ہے، مرنے کی چھ ماہی ایک  
مجھ کو دیکھو تو ہوں بقید حیات  
بس کہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض  
میری تنخواہ میں بہائی کا  
آج مجھ سا نہیں زبانی میں  
رزم کی داستان گر سینے  
بنم کا الترام گمر کیجے  
ظلم ہے، گر نہ دو سخن کی داد  
آپ کا بندہ اور پھر دن لنگا!  
میری تنخواہ کیجے ماہ بماء

تانہ دے، باد زمہر، آزار  
جسم رکھتا ہوں، ہے اگرچہ نزار  
کچھ بنایا نہیں ہے، اب کی بار  
بھاڑ میں جائیں ایسے لیس دنہار  
دھوپ کھائے کہاں تلک جان دار  
وقفہا ربنا عذاب النار!  
اُس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار  
خلق کا ہے اسی چلن پہ، مدار  
اور چھ ماہی، ہوسال میں دوبار  
اور رہتی ہے سو کی تکرار  
ہو گیا ہے شریک، ساہوکار  
شاعر نغز گوئے خوش گفتار  
ہے، زباں میری، تیغ جو سردار  
ہے، قلم میری، ابر گو ہر بار  
قہر ہے، مگر کرو نہ مجھ کو پیار  
آپ کا لو کہراؤ دکھاؤں ادھار  
تانہ ہو، مجھ کو، زندگی دشوار

○ ... ۱۸۵۵ء

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام شاعری سے نہیں مجھے سرکار  
تم سلامت رہو ہزار برس  
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

○ ... ۱۸۵۵ء (قد) قطعہ

نفرتِ الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے تجھ سے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات ہے  
گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے رونقِ بزمِ مدہم تری ذات سے ہے  
اور میں وہ ہوں کہ گرجی میں کبھی غور کروں غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے  
خستگی کا ہو بھلا جس کے سبب سے مر دہست نسبت اک گونہ، مرے دل کو تیرے ہات سے ہے  
ہاتھ میں تیرے ہے تو سن دولت کی عنقاں! یہ دعا، شام و سحر قاضی حاجات سے ہے  
تو کند رہے، مرا فخر ہے ملنا تیرا گو، شرفِ فخر کی بھی، مجھ کو، ملاقات سے ہے

اس پہ گولے نہ گماں ریلواریا کا نہ ہمارا  
غالبِ خاک نشیں اہلِ خرابات سے ہے

قطعہ

ہے چار شبہ آخر ماہِ صفحہ چلو رکھ دیں چمن میں بھر کے تیرے مشکبوی ناند  
جوائے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست ہنرے کووند تاپھرے پھولوں کو جائے پھاند

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

غالب! یہ کیا بیاں ہے؟ بجز مدحِ بادشاہ بھاتی نہیں ہے اب مجھے کوئی نوشت خواند  
بٹتے ہیں سونے روپے کے پھلے حسنوریں ہے جن کے آگے سیم و زر ہر دماہ، ماند  
یوں سمجھے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے  
لاکھوں ہی آفتاب ہیں اور بے شمار چاند

قطعہ

سہل تھا سہل، ولے یہ سخت مشکل آپڑی  
مجھ پہ کیا گزرتے گی، اتنے روز حاضرین ہوئے  
تین دن سہل سے پہلے تین دن سہل کے بعد  
تین سہل، تین تبریدیں، یہ سب کے دن ہوئے؟

قطعہ

سیہ گلیم ہوں، لازم ہے، میرا نام نہ لے  
جہاں میں، جو کوئی نتج و ظفر کا طالب ہے  
ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے  
کہ جو شریک ہو میرا، شریکِ غالب ہے

قطعه

۲

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہیں دربار دار لوگ ہم آشنا نہیں  
کانوں پہ ہاتھ دھرتے ہیں کرتے ہوئے سلام اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہیں

مثنوی

در صفت ابنہ

۲

ہاں، دلِ درد مند زمرہ ساز کیوں نہ کھولے درخیزند راز؟  
خامے کا صفحہ پر رواں ہونا شاخِ گل کا ہے گلفشاں ہونا  
مجھ سے کیا پوچھتا ہے، کیا لکھے؟ نکستہ ہائے خرد فزا لکھے  
بائے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے خامہ نخلِ رطب فشاں ہو جائے  
آم کا، کون، مرد میدان ہے؟ شہر و شاخ، گوے و چوگاں ہے  
تاک کے جی میں کیوں ہے اڑاں؟ آئے یہ گوے اور یہ میدان  
آم کے آگے پیش جاوے خاک پھوڑتا ہے، جلے پھولے تاک  
نہ چلا، جب کسی طرح، مفدور بادۂ ناب بن گیا، انگور  
یہ بھی، ناچار، جی کا کھونا ہے شرم سے پانی پانی ہونا ہے

مجھ سے پوچھو، تمہیں خبر کیا ہے؟ آم کے آگے فیشکر کیا ہے؟  
نگل اُس میں نہ شاخ و برگ نہ بار جب خزاں آئے تب ہواں کی بہار  
اور دوڑائیے قیاس کہاں؟ جان شیریں میں یہ مٹھاس کہاں؟  
جان میں ہوتی، گریہ شیرینی کو کہن، باوجود غمگینی  
جان دینے میں اُس کو کتنا جان پروہ یوں سہل دے نہ سکتا جان  
نظر آتا ہے یوں مجھے یہ شمر کہ دواخانہ ازل میں، مگر  
اتش گل پہ قند کا ہے قوام شیرے کے تار کا ہے ریشہ نام  
یا یہ ہوگا کہ فرطِ رافت سے باغباؤں نے باغِ جنت سے  
انگیس کے، بحکمِ رب الناس بھر کے بھیجے ہیں، سبز ہر گلاس  
یا لگا کر خضر نے شاخِ نبات مدتوں تک دیا ہے آبِ حیات  
تب ہوا ہے شرفشاں، یہ نخل ہم کہاں، ورنہ اور کہاں یہ نخل  
تھا ترنجِ زرا یک خسر و پاس رنگ کا زرد، پر کہاں بوباس  
آم کو دیکھتا اگر اک بار پھینک دیتا طلحے ست افشار  
روشنی کا رگاہِ برگ و نوا نازشِ دو دمانِ آب و ہوا  
دہرو راہِ خلد کا نقشہ مٹو بی و سدرہ کا جگر گوشہ  
صاحبِ شاخ و برگِ بایا ہے آم ناز پروردہ بہار ہے آم  
خاص وہ آم، جو نہ ارزاں ہو نوبہرِ نخلِ باغِ سلطان ہو

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

وہ کہ ہے والی ولایتِ عہد      عدل سے اُس کے ہے حمایتِ عہد  
 فخرِ دین، عزّ شان، وجاہِ جلال      زینتِ طینت و جمالِ کمال  
 کار فرماے دین و دولتِ بخت      چہرہ آراے تاج و مسند و تخت  
 سایہ اُس کا، چہا کا سایہ ہے      خلق پر، وہ خدا کا سایہ ہے  
 اے مُفیضِ وجودِ سایہ و نور      جب تلک ہے نمودِ سایہ و نور  
 اس خداوندِ بندہ پرور کو      وارثِ گنج و تخت و افسر کو  
 شاد و دلشاد و شاد و ماں رکھو

اور غائبِ بہ مہرباں رکھو

## غزلیات

مہیں کہ مجھ کو قیامت کا اعتقاد نہیں      شبِ فراق سے روزِ جزا زیاد نہیں  
 کوئی کہے کہ شبِ مہ میں کیا برائی ہے ؟      بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہیں  
 جو آؤں سامنے ان کے، تو ”رجا“ کہیں      جو جاؤں واں سے کہیں کو، تو ”خیر باد“ نہیں  
 کبھی جو یاد بھی آتا ہوں میں، تو کہتے ہیں      کہ آج بزم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں  
 علاوہ عید کے، ملتی ہے اور دن بھی شراب      گداے کو چہ میخانہ نامراد نہیں

لے ”ولی عہدِ سلطنت“ شاہزادہ غلام فخر الدین عروت میرزا فخر و متوفی ۱۰ جولائی ۱۸۵۶ء

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

جہاں میں ہو غم و شادی ہم، ہمیں کیا کام ؟      دیا ہے ہم کو خدانے وہ دل کشاد نہیں  
 تم اُن کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب      یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ ”یاد نہیں“  
 آئی اگر بلا، تو جگہ سے ٹلے نہیں      ایرا ہی دے کے ہم نے پچایا ہے کشت کو  
 کعبے میں جا رہا، تو نہ دو طعنہ کیا کہیں      بھولا ہوں حقِ صحبتِ اہلِ کُنشت کو  
 طاعت میں تالپے نہ دے و انگبین کی لاگ      دو رخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو  
 ہوں منحرف نہ کیوں رہ و رسمِ ثواب سے ؟      بیڑھا لگا ہے قسطِ تسلیم سرِ نوشت کو  
 غالب، کچھ اپنی سعی سے لہنا نہیں مجھے      خرمِ جلے، اگر نہ ملج کھائے کشت کو

پھر اس انداز سے بہار آئی      کہ ہوئے، مہر و مہ، تماشا ئی  
 دیکھو، اے ساکنانِ خطّہ خاک      اس کو کہتے ہیں عالمِ آرائی  
 کہ زمیں ہو گئی ہے سرتاسر      روکشِ سطحِ بحرِ مینائی  
 سبزے کو جب کہیں جگہ نہ ملی      بن گیا، رو سے آب پر کائی  
 سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے      چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی  
 ہے ہوا میں شراب کی تاثیر      بادہ نوشی ہے، بادِ پیمائی  
 کیوں نہ دنیا کو ہونوشتی غالب      شاہِ دیندار نے شفا پائی

لے یہ شعر ”یا گارِ غالب“ میں درج ہے      اس حاشیے کے لیے دیکھیے ص ۲۵۶

○ ... ۱۸۵۵ء (قد)

روندی ہوئی ہے کو کبہ شہر یار کی م اترائے کیوں نہ، خاک سر رگزار کی  
جب اُس کے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ م لوگوں میں کیوں نمود نہ ہولالہ زار کی  
بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستاں کے ہم ولے م کیونکر نہ کھائیے؟ کہ ہول ہے بہار کی

### رباعیات

ان سیم کے بچوں کو کوئی کیا جانے بھیجے ہیں جو ارمناں شہر والے  
گن کر دیوں گے ہم دعائیں سوبار ۱ فیروزے کی تسبیح کے ہیں یہ دلے

○ ... ۱۸۵۵ء

کہتے ہیں کہ اب وہ مردم آزار نہیں عشاق کی پُرسش سے اسے عار نہیں  
جو ہاتھ کہ ظلم سے اٹھایا ہوگا ۲ کیونکر مالوں کہ اُس میں تلوار نہیں

ہم گرچہ بنے سلام کرنے والے کرتے ہیں درنگ کام کرنے والے  
کہتے ہیں: "ہیں خدائے اللہ اللہ ۱ وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے

○ ... ۱۸۵۶ء

(قادر اور اللہ) اور (یزدان) خدا ہے (بنی، مُرسِل، پیغمبر، رہنما)

۱۲ خطبہ نام حقیر ۸ مارچ ۱۸۵۵ء تا درات غالب ص ۷۱  
۳۰ مثنوی قادر نامہ غالب کی زندگی میں پہلی بار ۱۲۴۲ھ (۱۸۵۶ء) میں مطبع سلطانی دہلی اور دوسری  
بار ۲۲ محرم ۱۲۸۰ھ مطابق ۹ جولائی ۱۸۶۳ء کو مجلس پُرس دہلی سے چھپی تھی

○ ... ۱۸۵۶ء

پیشواے دیں کو کہتے ہیں (امام) ہے (محبان) دوست خالص (ناب) ہے  
بندگی کا، ہاں، (عبادت) نام ہے بندگی کا، ہاں، (عبادت) نام ہے  
کھولنا (افطار) ہے اور روزہ (صوم) کھولنا (افطار) ہے اور روزہ (صوم)  
ہے (صلوٰۃ)، اے مہرباں، اسم نماز ہے (صلوٰۃ)، اے مہرباں، اسم نماز

جانماز اور پھر (مُصلا) ہے وہی (اسم) وہ ہے جس کو تم کہتے ہو نام  
(کعبہ الکہ) وہ، جو ہے (بیت الحرام) (کعبہ الکہ) وہ، جو ہے (بیت الحرام)

بیٹھ رہنا گوشے میں ہے (اعتکاف) آسمان کے نام ہیں، لے رشک مہر  
پھر (فلک بخرخ) اور (گردون) اور (پہر) پھر (فلک بخرخ) اور (گردون) اور (پہر)

(مہر) سورج، چاند کو کہتے ہیں (ماہ) (مہر) سورج، چاند کو کہتے ہیں (ماہ)  
(غرب) پچھم، اور پورب (شرق) ہے (غرب) پچھم، اور پورب (شرق) ہے

آگ کا (آتش) اور (آدر) نام ہے آگ کا (آتش) اور (آدر) نام ہے  
(دنیغ) کی ہندی اگر تلوار ہے (دنیغ) کی ہندی اگر تلوار ہے

ینولا (راسو) ہے اور (طاؤس) مور ینولا (راسو) ہے اور (طاؤس) مور  
(خُم) ہے مٹکا، اور ٹھلیا ہے (سُلو) (خُم) ہے مٹکا، اور ٹھلیا ہے (سُلو)

(چاہ) کو کہتے ہیں ہندی میں کُنواں (چاہ) کو کہتے ہیں ہندی میں کُنواں  
دودھ جو پینے کا ہے وہ (شیر) ہے دودھ جو پینے کا ہے وہ (شیر) ہے

وہ رسول اللہ کا قائم مقام  
جمع اُس کی، یاد رکھ (اصحاب) ہے  
نیک سختی کا (سعادت) نام ہے  
دلیل (یعنی رات دن اور روزِ دیوم)  
جس کے پڑھنے سے ہوراضی بے نیاز  
اور (سجّادہ) بھی گویا ہے وہی  
(کعبہ الکہ) وہ، جو ہے (بیت الحرام)  
بیٹھ رہنا گوشے میں ہے (اعتکاف)  
آسمان کے نام ہیں، لے رشک مہر  
ہے محبت (مہر)، لازم ہے نباہ  
(ابر) بدلی، اور بجلی (برق) ہے  
اور انگارے کا (آخگر) نام ہے  
فارسی پگھڑی کی بھی (دستار) ہے  
(کبک) کو ہندی میں کہتے ہیں چکور  
(آب) پانی، (بکر) دریا، (ہر) (جُو)  
(دود) کو ہندی میں کہتے ہیں دھواں  
(طفل) لڑکا، اور بڑھا (پیر) ہے

(سیدہ) چھاتی، (دست) ہاتھ اور (پایے) پانو  
 (ماہ) چاند (اختر) ہیں تارے رات (شب)  
 (اُستخوان) ہڈی ہے اور ہے (پوست) کھال  
 تل کو (کنجہ) اور (درخ) کو گال کہہ  
 کیسکڑا (سرطاں) ہے، کچھو (سنگ پشت)  
 ہے (شکم) پیٹ، اور (بغل) (دُغوش) ہے  
 ہندی میں (عقرب) کا بچھونا نام ہے  
 ہے وہی (دکتر موم)، جسے (عقرب) کہیں  
 ہے لڑائی (عرب) اور (جنگ) ایک چیز  
 ناک (بینی)، (پیرہ) نتھنا، (گوش) کان  
 (چشم) ہے آنکھ، اور (میرکاں) ہے پلک  
 منہ پر گر جھری پڑے، (آزنگ) جان  
 مسّا (آزخ) اور جھلا (آبلہ)  
 اونٹ (اشتر)، اور (اشغر) سیہ ہے  
 ہے (زرخ) ٹھوڑی، کلا ہے (خنجرہ)  
 ہے (زرخ) ٹھوڑی، (زقن) بھی ہے وہی  
 چھر (غلیوان) اُس کو کہیے جو ہے چیل

و شاخ (ہنی) برگ، پتا، (سایہ) چھانو  
 دانت (ونڈاں)، ہونٹ کو کہتے ہیں (لب)  
 (سگ) ہے کتا اور گیدڑ ہے (شغال)  
 گال پر جوتل ہو، اُس کو (خال) کہہ  
 (ساق) پنڈلی، فارسی مُٹھی کی (دُشت)  
 (ہنی) (آرنج) اور کن رہا (دوش) ہے  
 فارسی میں بھوں کا (ابرو) نام ہے  
 (دیش) ہے وہ، (ڈنک) جس کو سب کہیں  
 (کعب) ٹخنا اور (دشتا لنگ) ایک چیز  
 کان کی کو (دُرمہ) ہے، اے مہربان  
 آنکھ کی پستلی کو کہیے (دُرمک)  
 فارسی چھینکے کی تو (آونگ) جان  
 اور ہے (وائی) جنائی (قابلمہ)  
 گوشت ہے (لحم)، اور چربی (پیہ) ہے  
 سانپ ہے (مار) اور جھینگر (زخجرہ)  
 (خان) ہے جیل، اور (زقن) بھی ہے وہی  
 چھوٹی ہے (مور) اور ہاتھی ہے (ہیل)

لوٹری (درواہ) اور (اُہو) ہرن  
 (اسپ) جب ہندی میں گھوڑا نام پائے  
 (گرہ) بلی، (موش) چوہا، (دام) جال  
 (نر) گدھا، اور اس کو کہتے ہیں (الاف)  
 ہندی چوڑا، فارسی (کنجشک) ہے  
 (تابہ) ہے، بھائی، توڑے کی فارسی  
 نام مگڑی کا (کلاش) اور (مگبوت)  
 (پشتہ) چھرا اور مکھی ہے (مکس)  
 بھیڑیا (گزرگ) اور بھڑی (گو سپند)  
 نام (گل) کا پھول، (دشتم) اس ہے  
 (سقف) چھت ہے (سنگ) پتھر (نیش)  
 (غار) کانٹا، (دلاغ) دھبہ (نغمہ) راگ  
 (زر) ہے سونا، اور (زرگر) ہے سنار  
 (ریش) (دارطھی) موچھ (سبلت) اور (بروت)  
 زندگانی ہے (حیات) اور (مرگ) موت  
 (جملہ) سب اور (لفظ) آوہا، (بلع) پاؤ  
 ہے (تجرات) اور (زخم) اور گھاؤ (ریش)

(شس) سورج، اور (شعلہ) اُس کی کرن  
 (تازیانہ) کیوں نہ کوڑا نام پائے  
 (درشتہ) تاگا، (جامہ) کپڑا، (قحط) کال  
 (دیگداں) چولہا، جسے کہیے (آباغ)  
 مینگنی جس کو کہیں وہ (پشک) ہے  
 اور (تیسو) ہے توڑے کی فارسی  
 کہتے ہیں پھلی کو (ہاسی) اور (توت)  
 (آشیانہ) گھونسلا، (پنجرہ) (قفس)  
 (میش) کا ہے نام بھیڑا، خود پسند  
 جس کو نقارہ کہیں، وہ (کوس) ہے  
 جو بڑا ہے، اُس کو ہم کہتے ہیں (زشت)  
 (سیم) چاندی، (س) ہے تانبہ، (جت) بھاگ  
 (موز) کیلا، اور (کڑی) ہے (خیار)  
 (احق) اور (نادان) کو کہتے ہیں اوت  
 (شعے) خاوند، او ہے (آباغ) سوت  
 (ضرر) آندھی، (کیل) نالا، (باد) باؤ  
 بھینس کو کہتے ہیں بھائی، (کاومیش)

ہفت) ستا اور ہشت) آٹھ اور بہت ہیں  
 ہے پہل (چالیس اور پچھم) پچاس  
 دوش) کل کی رات اور امروز (آج)  
 چاہیے ہے ماں کو (مادر) جاننا  
 پھاڑا (دیل) اور درانتی (واس) ہے  
 سبز ہو جب تک اسے کہیے (گیہ)  
 چکسہ) پڑیا، (کیسے) کا تھیلی ہے نام  
 (افگلن دو) جھنجھنا، (فیرو) ہے زور  
 انجین (شہر) اور (عسل) یہ اے عزیز  
 (مجل) اور (آفرغ) کی ہندی ڈکار  
 روئی کو کہتے ہیں دہنہ) سن رکھو  
 (خانہ) گھر ہے، اور کوٹھا (بام) ہے  
 ہے بنولا (پنبہ دانہ) لا کلام  
 گر (دریچہ) فارسی کھرکی کی ہے  
 ہے کہانی کی (فسانہ) فارسی  
 (نعل درآتش) اسی کا نام ہے  
 (پست) اور ستو کو کہتے ہیں (سولن)  
 (دی) اگر کہیے، تو ہندی اس کی تیس  
 (نامیدی) یاس اور اُمید) اس  
 (آرد) آٹا اور (غلہ) ہے اناج  
 اور بھائی کو (برادر) جانتا  
 فارسی (کاه) اور ہندی گھاس ہے  
 خشک ہو جاتی ہے تب کہتے ہیں (کاه)  
 فارسی میں دھپتے کا (سیلی) ہے نام  
 (بادفر) پھر کی ہے اور ہے (دزد) چور  
 نام کو ہیں تین، بر ہے ایک چیز  
 (نئے) شراب اور پینے والا (میکسار)  
 آم کو کہتے ہیں (انبہ) سن رکھو  
 قلعہ (دور) کھائی کا (خندق) نام ہے  
 اور ترنیز (ہندوانہ) لا کلام  
 (سرنیش) بھی فارسی بھرکی کی ہے  
 اور شعلے کی (زبان) فارسی  
 جو کہ بے چین اور بے آرام ہے  
 (زرف) اور گہرے کو کہتے ہیں (عینق)

(تار) تانا، (پود) بانا، یاد رکھ  
 (یوسہ) چھٹی، چاہنلے (خواستن)  
 خوش رہو، ہنسنے کو (خندیدن) کہو  
 ہے (ہراسیدن) بھی ڈرنا، کیوں ڈرو؟  
 ہے گزرنے کی (گزشتن) فارسی  
 وہ (سرودن) ہے، جسے گانا کہیں  
 (زیستن) کو جان من، جیت کہو  
 دوڑنے کی فارسی ہے (تاختن)  
 دوختن) سینا، (دیرین) پھاڑنا  
 (کاشتق) یونا ہے اور (کشتن) بھی ہے  
 ہے ٹپکنے کی (چکیدن) فارسی  
 گوونا (جستن)، (بریدن) کاٹنا  
 دیکھنا (دیدن)، (میدن) بھاگنا  
 (آمدن) آنا، بنانا (ساختن)  
 (سوختن) جلنا، چمکنا (تافتن)  
 باندھنا (بستن)، (کشادن) کھولنا  
 تولنے کو اور (سجیدن) کہو  
 (آزمودن) آزمانا یاد رکھ  
 کم ہے (اندک)، اور گھٹانا (کاستن)  
 گرم ڈرو، ڈرنے کو (ترسیدن) کہو  
 اور (جنگیدن) ہے لڑنا، کیوں لڑو؟  
 اور پھرنے کی ہے (گشتن) فارسی  
 ہے وہ (آوردن) جسے لانا کہیں  
 اور (نوشیدن) کو تم پینا کہو  
 کھیلنے کی فارسی ہے (باختن)  
 (کاشتق) بونا ہے (رفتن) جھاڑنا  
 کاتنے کی فارسی (درشتن) بھی ہے  
 اور سننے کی (دشنیدن) فارسی  
 اور (یسیدن) کی ہندی چاٹنا  
 جان لو، (بیدار بودن) جاگنا  
 ڈالنے کی فارسی (انداختن)  
 ڈھونڈنا (جستن) ہے، پانا (یافتن)  
 (داشتن) رکھنا ہے، (سختن) تولنا  
 پھر خفا ہونے کو (رنجیدن) کہو



فارسی سونے کی (خفتن) جانیے  
کھینچنے کی ہے (کشیدن) فارسی  
اونگھنا پوچھو، (غنودن) جان لو  
ہے قلم کا فارسی میں (خانہ) نام  
کس کو کہتے ہیں غزل؟ ارشاد ہو  
صبح سے دیکھیں گے رستا یا رکاز غزل  
وہ چڑھے باغ میں میوہ جسے  
پل ہی پر سے پھیر لائے ہم کو لوگ  
شہر میں پتھر پلوں کے میلے کی ہے بھڑ  
لال ڈنگی پر کرے گا جا کے کیا؟  
گرنہ ڈرجاؤ، تو دکھلاؤں تمہیں  
واہ بے! لڑکے، پڑھی اچھی غزل  
لوسوکل کا سبق، آجاؤ تم  
چھلنی کو (غربال، پرویزن) کہو  
(چہ) کے معنی کیا، (چگویم) کیا کہوں  
(باز خواہم رفت) میں پھر جاؤں گا  
فارسی (کیوں) کی (چرا) ہے یاد رکھ

منہ سے کچھ کہنے کو (گفتن) جانیے  
اور اُگنے کی (دَمیدن) فارسی  
مانجھنا چاہو، (دردودن) جان لو  
ہے غزل کا فارسی میں (چامہ) نام  
ہاں، غزل پڑھیے، سبق گریاد ہو  
جمعے کے دن وعدہ ہے دیدار کا  
پھانڈ جانا، یاد ہو، دیوار کا  
ورنہ، تمہا اپنا ارادہ پار کا  
آج عالم اور ہے بازار کا  
پل پہ چل، ہے آج دن اوار کا  
کاٹ، اپنی کاٹھ کی تلوار کا  
شوق، ابھی سے ہے تجھے، اشعار کا  
پوزی (انسار) اور دُچی (پاردم)  
چھید کو تم (رخنہ) اور (دزن) کہو  
(من شوم خاموش) میں چپ ہو رہوں  
(نان خواہم خورد) روٹی کھاؤں گا  
اور گھٹالا (درا) ہے یاد رکھ

دشت)، (صحرا) اور جنگل ایک ہے  
جس کو (ناداں) کہیے وہ انجان ہے  
جس کو کہتے ہیں جمائی، (فازہ) ہے  
(بارہ) کہتے ہیں کڑے کو، ہم سے پوچھ  
جس طرح کہنے کی (زیور) فارسی  
بھڑکی، بھائی، فارسی (زبور) ہے  
فارسی (ایٹنہ)، ہندی آرسی  
ہینگ (انگوڑہ) ہے اور (آزیر) لانگ  
(زوجہ) بورو (یزنہ) بہنوئی کی جان  
لوہے کو کہتے ہیں (آہن) اور (حدید)  
ہے (لوا) آواز، سماں اور اول  
(میر، لہسن) (ترب) مولی، (دترہ) ساگ  
روٹی کی پونی کا ہے (پاغندہ) نام  
(گیتی) اور (گہماں) ہے دنیا، یاد رکھ  
(کوہ) کو ہندی میں کہتے ہیں پہاڑ  
تکیہ (بالش) اور پچھونا، بستر  
بستر ابلیس سپاہی اور فقیر

پھر (سہ شنبہ) اور منگل ایک ہے  
فارسی بینگن کی (بادبخان) ہے  
ہوے انگرائی، وہی (خمیازہ) ہے  
پاڑ ہے (تالار) اک عالم سے پوچھ  
اُس طرح ہنسلی کی (پرگر) فارسی  
وسپنا (آبتر) ہے اور (آبٹوں) ہے  
اور ہے کنگھے کی، (شانہ) فارسی  
(ساز) بجا، اور ہے آواز (بانگ)  
دشتم (غٹے) اور بدخوئی کو جان  
جونئی ہو چیز، اُسے کہیے (جدید)  
(نرخ) قیمت اور (بہا) یہ سب ہیں مول  
کھا (خوڑ)، بنخیزاٹھ، (بگریز) بھاگ  
دوک (تکے) کو کہیں گے لا کلام  
اور ہے (نڈاف) دھنیا، یاد رکھ  
فارسی (گلخن) ہے اور ہندی ہے بھاڑ  
اصل (بستر) ہے، سمجھ لو تم ذرا  
ورنہ (بستر) کہتے ہیں بڑا و پیر

○ ... ۱۸۵۶ء

دہر، بوڑھا اور دبڑا ہے جوان  
جان کو البتہ کہتے ہیں درواں  
اینٹ کے گارے کا نام (آئندہ) ہے  
ہے (فیض) بھی وہی، جو پند ہے  
دیند کو دائرز بھی کہتے ہیں، ہاں  
دارض ہے پر دمرز بھی کہتے ہیں ہاں  
کیا ہے دارض اور دمرز تم سمجھے (زین)  
دعق (گردن)، اور پیشانی (جبیں)  
داس (چچی)، داسیا، مشہور ہے  
اور (فوق)، چھالیا مشہور ہے  
بانسلی (نئے) اور (جلاجل) جھانجھ ہے  
پھر (ستر وں) اور (عقیمہ) بانجھ ہے  
دکھل (سرمہ)، اور سلائی (دیل) ہے  
جس کو جھولی کہیے وہ (زینیل) ہے  
پایات در نامے نے آج اختتام  
اک غزل تم اور پڑھ لو، والسلام!  
شعر کے پڑھنے میں کچھ حاصل نہیں غزل  
مانتا، لیکن ہمارا دل، نہیں  
علم سے ہی قدر ہے انسان کی  
ہے وہی انسان، جو جاہل نہیں  
کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار؟  
آج ہنستے آپ جو کھل کھل نہیں  
کس طرح پڑھتے ہو رک رک کر سبق؟  
ایسے پڑھنے کا تو میں قائل نہیں  
جس نے فتاد نامہ سارا پڑھ لیا  
اُس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں

معنی ۱۸۵۷ء تا ۱۸۶۲ء

مستغرق

تیسرا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۱ء

چوتھا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۲ء

(پانچویں مطبوعہ ایڈیشن (۱۸۶۳ء) کے تمام  
اشعار چوتھے مطبوعہ ایڈیشن تک شامل دیوان  
ہو کر شائع ہو چکے تھے)

○ ... ۱۸۵۶ء

دیر، بوڑھا اور دبڑا ہے جوان  
 اینٹ کے گائے کا نام (آٹنڈا) ہے  
 دیندا کو دائر (بھی کہتے ہیں) ہاں  
 کیا ہے دائر (اور دمر) تم مجھے (زین)  
 (اس) چچی، (اسیا) مشہور ہے  
 بانسلی (نئے) اور (جلاجل) جھانچہ ہے  
 دیکھ (سرمہ) اور (سلائی) دیل ہے  
 پایا ت در نامے نے آج اختتام  
 شعر کے پڑھنے میں کچھ حاصل نہیں غزل مانتا، لیکن ہمارا دل، نہیں  
 علم سے ہی قدر ہے انسان کی ہے وہی انسان، جو جاہل نہیں  
 کیا کہیں کھائی ہے حافظ جی کی مار؟ آج ہنستے آپ جو کھل کھل نہیں  
 کس طرح پڑھتے ہو رک رک کر سبق؟ ایسے پڑھنے کا تو میں قائل نہیں  
 جس نے فاتر نامہ سارا پڑھ لیا  
 اُس کو آمد نامہ کچھ مشکل نہیں



مئی ۱۸۵۶ء تا ۱۸۶۲ء

متفرق

تیسرا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۱ء

چوتھا مطبوعہ ایڈیشن ۱۸۶۲ء

(پانچویں مطبوعہ ایڈیشن (۱۸۶۳ء) کے تمام  
 اشعار چوتھے مطبوعہ ایڈیشن تک شامل دیوان  
 ہو کر شائع ہو چکے تھے)



## قطرہ

بس کہ فتنہ الیامید ہے آج ہر سحشور انگشتاں کا  
گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے زہرہ ، ہوتا ہے آبِ انساں کا  
چوک جس کو کہیں وہ قتل ہے گھر، بنا ہے نمونہ زنداں کا  
شہرِ دہلی کا ذرہ ذرہ خاک تشنہ خون ہے، ہر مسلمان کا  
کوئی واں سے نہ اُسکے یاں تک آدمی، واں نہ جاسکے، یاں کا  
میں نے مانا کہ مل گئے پھر کیا؟ وہی رونا تن و دل و جاں کا  
گاہ جل کر کیا کیسے شکوہ سوزشِ داغ ہائے پنہاں کا  
گاہ رو کر کہا کیسے باہم ماجرا دیدہ ہائے گریاں کا  
اس طرح کے وصال سے یارب!  
کیا مٹے دل سے داغ، ہجراں کا؟

○ ... بعد از ۱۸۵۷ء

## قطرہ

مسلمانوں کے میلوں کا ہوا قتل تجھے ہے جوگ لایا اور دی  
نشاں باقی نہیں ہے سلطنت کا مگر ہاں، نام کو اورنگ زیبی

لے "یہ قطرہ اردو سے معلیٰ : ۱۴۱ میں عثمانی کے نام کے ایک خط کے ساتھ پیر کسی  
حوالے کے چھپا ہے۔ مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے  
سے متعلق ہے" تفصیل کے لیے دیکھیے غالب کے بعض غیر متداول اشعار کا زمانہ فکر ص ۶۷

## غزل

آپ نے "مستی الصبر" کہا ہے تو سہی یہ بھی، یا حضرت ایوبؑ کلا ہے تو سہی  
رنج، طاقت سے سوا ہو تو نہ بیٹوں کیونکر؟ ذہن میں، خوبی تسلیم و رضا ہے تو سہی  
ہے غنیمت کہ بامید گزر جائے گی عمر نہ ملے داؤد مگر روزِ جزا ہے تو سہی  
دوست گر کوئی نہیں ہے جو کمرے چاؤ گری نہ سہی، لیک تمنا سے دوا ہے تو سہی  
غیر سے دیکھیے کیا خوب بنا ہی اُس نے نہ سہی ہم سے پر اُس بت میں وفا ہے تو سہی  
نقل کرتا ہوں اسے نامہ اعمال میں یس کچھ نہ کچھ روزِ ازل تم نے لکھا ہے تو سہی  
کبھی آجائے گی، کون کرتے ہو جلدی غالب؟  
شہ و تیزی شمشیرِ قضا ہے تو سہی

○ ... قبل از ۱۸۵۸ء

## سہرا

ہم نشین تارے ہیں، اور چاند شہاب الدین خاں  
بزمِ شادی ہے نلک، کاہ کشاں ہے سہرا  
ان کو لڑیاں نہ کہو، بحر کی موجیں سمجھو  
ہے تو کشتی میں، ولے بحرِ رواں ہے سہرا

## قصیدہ

کلاؤ کشور و لشکر، پناہ شہر و سپاہ  
بلند رتبہ وہ حاکم، وہ سرفراز امیر  
وہ محض رحمتِ رفت کہ بہر اہل جہاں  
وہ عینِ عدل کہ ہشت سے جس کی پریش کی  
زہیں سے سودہ گوہر اٹھے، بجائے غبار  
وہ مہرباں ہو تو انجم کہیں: "الہی ہشکرا!"  
یاس کے عدل سے افسردہ کو ہے آمیزش  
ہنر بر پنچے سے لیتا ہے کام شانے کا  
نہ آفتاب و لے آفتاب کا ہم چشم  
خدا نے اُس کو دیا ایک خوب و فرزند  
نہے استارہ روشن، کہ بولے دیکھے  
شعاع مہر درخشاں ہو، اُس کا تار نگاہ

لے "یہ قصیدہ میرزا صاحب نے منشی شیونرائن کی طرف سے سر ایلن برون کے جہاں بیٹا پیدا ہونے کی مبارک باد پر لکھا تھا۔ چنانچہ منشی کی کو خط میں لکھتے ہیں:  
"کل آپ کا خط آیا۔ رات بھر میں نے شکر شعریں خون جگر کھانا۔ ۱۲ شعر کا قصیدہ  
کہہ کر تھک کر حکم بجا لایا۔ میرے دوست، خصوصاً میرزا لفظتہ، جانتے ہیں کہ میں فنِ تازی  
کو نہیں جانتا۔ اس قصیدے میں ایک روشنی خاص سے سنہ ۱۸۵۸ء کا اظہار  
کرا دیا ہے۔ خدا کرے، تمہارے پسند آوے۔ تم خود قدر دان سنیں ہو۔ اور میں  
استاد اس فن کے تھاں سے یار ہیں۔ میری محنت کی داد مل جائے گی۔ دارالعلوم  
ص ۳۵۰" نسخہ عرشی ص ۳۶۹

خدا سے ہے یہ توقع کہ عہدِ طفلی میں  
جوان ہو کے کرے گا، یہ وہ جہان بان  
کہے گی خلق اسے: "داور سپہر شکوہ"  
عطا کرے گا خداوند کار ساز اسے  
طے کی اس کو وہ عقل نہفتہ داں کہ اسے  
یہ ترک از سے بروم کرے گا کشور روس  
سین عیسوی اٹھارہ سوار اٹھاوے  
یہ جتنے سینکڑے ہیں سب ہزار ہو جاویں  
امیر دارِ عنایات شیونار این  
بنے گا شرق سے تا غرب اس کا بازی گاہ  
کہ تابع اس کے ہوں روز و شب سپید سیاہ  
لکھیں گے لوگ اسے: "خبر و ستارہ سپاہ"  
روان روشن و خوش و دل آگاہ  
پڑے نہ قطعِ نصوصت میں احتیاجِ گواہ  
یہ لے گا، بادِ شہرچیں سے بھین تخت کلاہ  
یہ چاہتے ہیں جہاں آفریں سے شام و بگا  
درازاں کی ہو عمر اس قدر سخن کوتاہ  
کہ آپ کا ہے ملک خوار اور دولت خواہ

یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں عز و جہا کے ساتھ

تھیں اور اس کو سلامت رکھے سدا، اللہ!

○ ۱۸۵۸ء تا دسمبر ۱۸۶۵ء غزل

بہت سی غم گیتی، شراب کم کیا ہے ۹ م غلام ساقی کوڑیوں مجھ کو غم کیا ہے ۹

لے خط بنام مرزا حاتم علی مہر۔ محرمہ اوائل جولائی ۱۸۵۸ء میں صرف مطلع اور مقطع درج ہے۔  
مطلع ثانی بھی یقیناً ۱۸۶۲ء سے پہلے کہہ لیا گیا ہو گا جیسا کہ یہ تینوں شعریں میں شامل  
ہو سکے۔ مگر بقیہ جارِ شعروہ ہیں جو غالب نے اپنے خط بنام علانی محرمہ  
۱۸۶۵ء میں علانی کی فرمائش پر تازہ کہہ کر بھیجے تھے۔ اس طرح یہ  
غزل کا عہدِ ۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۵ء تک قرار پاتا ہے

○ ... ۱۸۵۸ء تا دسمبر ۱۸۶۵ء

تھاری طرز و روشا جانتے ہیں ہم کیا ہے ؟  
 نہ حشر و نشر کا قائل نہ کیش و ملت کا  
 وہ داد و دید گرا نما یہ شرط ہے ہمد  
 کئے تو شب کمین کائے تو سانپ کھلاوے  
 لکھا کرے کوئی احکام طالع مولود  
 سخن میں تائم غالب کی آتش افشانی

○ ... قبل از ۱۸۶۰ء مرثیہ

اے نفسِ بادِ سحر شعلہ فشاں ہو  
 اے زمرِ رنم لب عیشی پہ فغاں ہو  
 بگڑا ہے بہت بات بنائے نہیں بنتی  
 اب گھر کو بغیر آگ لگا ئے نہیں بنتی  
 تابِ سخن و طاقِ غوغا نہیں ہم کو  
 ماتم میں شرِ دی کے ہیں سودا نہیں ہم کو

لے مروریاض ص ۳۳ تا ۳۴۔ از ریاض الدین احمد سندیلوی، ریاض تخلص۔ یہ بند خود غالب نے اپنے دستِ خاص سے لکھ کر ۲۶ جولائی ۱۸۶۰ء کو احمد سندیلوی کو دیے تھے۔ تاہم کلام یقیناً پہلے کا کہا ہوا ہے۔ اگر حوالی کا قول تسلیم کریں، اے کہ یہ مرثیہ مجتہد العصر سید محمد علی فریدی نے اپنا شروع کیا تھا تو یقیناً مرثیہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے پہلے کافی تر کر دیا ہوگا۔ کمزور ہنگامے کے بعد تو بقول صاحبِ بزمِ غالب خود مجتہد العصر کو بھی لکھنا پھوڑنا پڑا تھا۔ چنانچہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء کے خط میں غالب نے مرزا حاتم علی بیگ بہر سے ان کی خرید و دریافت کی ہے اس کے بعد بھی عربی تنگ حالات ایسی فریادوں کے لیے سازگار کہاں رہے ہونگے

○ ... قبل از ۱۸۶۰ء

گھر چھونکے میں اپنے، محبا نہیں ہم کو  
 گر چرخ بھی جل جائے تو پروا نہیں ہم کو  
 یہ نرگہ نہ پایہ جو مدت سے پیا ہے  
 کیا خیمہ شبیر سے بے تے میں سوا ہے؟  
 کچھ اور ہی عالم ہے، دل و چشم و زباں کا  
 کچھ اور ہی نقشہ نظر آتا ہے، جہاں کا  
 کیسا فلک؟ اور مہرِ چہان تاب کہاں کا  
 ہوگا دلِ بیتاب کسی سوختہ جاں کا  
 اب صاعقہ و مہر میں کچھ فرق نہیں ہے  
 گرتا نہیں، اس رُوسے کو، برق نہیں ہے

○ ... ۱۸۶۰ء قطعہ

جب کہ سید غلام بابا نے مسندِ عیش پر جگہ پائی  
 ایسی رونق ہوئی برات کی رات کہ کو اکب ہوئے تماشاں  
 قطعہ

ہزار شکر کہ سید غلام بابا نے فرازِ مسندِ عیش و طرب جگہ پائی  
 زمیں پہ ایسا تماشا ہوا برات کی رات کہ آسماں پہ کو اکب بنے تماشاں

لے خط بنام سیاح۔ ۳۱ جولائی ۱۸۶۰ء (یہ وہی خط ہے جس میں غالب نے کہا ہے کہ انھیں فنِ تاریخ گوئی و تمنا سے لگاؤ نہیں۔ اور کہ ان کی فتویٰ تاریخوں میں "مادہ اوروں کا ہے اور اشعار ان کے ہیں۔ پھر کہتے ہیں "وہ دوست جو مادہ دھونڈھ دیتے تھے وہ جنت کو سدھارے"

لے خط بنام سیاح۔ ۳۱ جولائی ۱۸۶۰ء

## قطعه

اس کتاب طرب نصابت جب آب و تاب انطباع کی پائی  
فسر تاریخ سال میں مجھ کو ایک صورت نئی نظر آئی  
ہند سے پہلے سات سات دو دیئے ناگاہ مجھ کو دکھلائی  
اور پھر ہندسہ تھا بارہ کا با ہزاراں ہزار زیبائی  
سالِ ہجری تو ہو گیا معلوم بے شمول عبارت آرائی  
مگر اب ذوقِ بذلہ سنجی کو ہے جدا گانہ کار فرمائی  
سات اور سات ہوتے ہیں چودہ یہ اُمید سعادت افزائی  
غرض اس سے ہیں چارہ معصوم جس سے ہے چشمِ جاں کو بینائی  
اور بارہ امام ہیں، بارہ جس سے ایمان کو ہے توانائی

اُن کو، غالب، یہ سال اچھا ہے

جوائنت کے ہیں تو لائی

## قطعه

○ ... ۶۱۸۹۲

سلیم خاں کو وہ ہے لوزِ چشمِ واصلِ خانِ بیکیم حاذق و دان ہے، وہ لطیف کلام  
تمام دہر میں اُس کے مطب کا چرچا ہے کسی کو یاد بھی لقمان کا نہیں ہے نام

۱۔ تذکرہ مرآۃ السخی طبع اول از حسن علی حسن کھنوی ص ۳۹۳۔ ۱۲۷۷ھ (۶۱۸۹۶/۶۱)

۲۔ "تکشیفِ حکمت از بیکیم محمد سلیم خاں دہلوی مطبوعہ مارچ ۱۸۹۹ء ص ۱۸۸

اسے فضائلِ علم و ہنر کی افزائش ہوئی ہے، مبدعِ عالم سے اس قدر انعام  
کہ بحثِ علم میں اطفالِ آبجی اُس کے ہزار بار فسلطوں کو دے چکے الزام  
عجیب نسخہ نادر لکھا ہے ایک اُس نے کہ جس میں حکمتِ طب ہی کے مسئلے میں تمام  
ہنیں کتاب ہے اک منبعِ نکاتِ بدیع ہنیں کتاب ہے اک معدنِ جواہرِ کام  
کل اُس کتاب کے سالِ تمام میں جو مجھے کمالِ فکر میں دیکھا، نرو نے، بے آرام  
کہا یہ جلد کہ تو اس میں سوچتا کیا ہے؟ "نکھا ہے نسخہء نخبہ" یہی ہے سالِ تمام

۱۲۷۹ھ (۶۱۸۹۲)

## غزل

○ ... ۶۱۸۹۲ (ج)

کیونکر اُس بت سے رکھو جان عزیز؟ م کیا نہیں ہے مجھے ایساں عزیز  
دل سے نکلا، پہ نہ نکلا دل سے م ہے ترے تیر کا پیکانِ عزیز  
تاب لائے ہی بنے گی، غالب م واقعِ سخت ہے اور جانِ عزیز

۱۔ یہ غزل دب میں نہیں ہے اس لیے اسے ج کے حوالے سے ۱۸۹۲ء کی کار قرار دے دیا ہے

## رباعیات

رقعے کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے؟ ثاقب، حرکت یہ کی ہے، بیجا تم نے  
حاجی کھوکھو کو دے کے بے وجہ جواب غالب کا پکا دیا کلیجا تم نے

لے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں کٹا ہے، بتاؤ کس طرح سے مضاں؟  
ہوتی ہے تراویح سے فرصت کب تک؟ سنتے ہو تراویح میں کتنے قرآن؟

۲۰۱ عرشی مرحوم فرماتے ہیں،

”یہ دو لہجے رباعیاں گویا دو منظوم خطوں میں جو مرزا صاحب نے نواب شہاب الدین خاں  
بہادر ثاقب کو لکھے تھے۔ مولوی ہمیش پرشاد مرتب خطوط غالب کی رائے میں ۱۸۹۲ء  
کے لہجہ کی معلوم ہوئی ہیں۔ میری رائے میں یہ تقریبی رقعے ہیں جو شہاب الدین احمد خاں ثاقب  
کے عنقوان شہاب ہی میں لکھے گئے ہونگے۔ وہ نہ صرف اس وقت غیر شادی شدہ ہونگے  
بلکہ ۱۴-۱۵ سے زیادہ عمر کے نہ ہوں گے۔ بہر حال منشی ہمیش پرشاد کے تتبع میں ان  
رباعیوں کو ۱۸۹۲ء میں رکھ لیا گیا ہے مگر یہ سال قطعی قیاسی ہے

۱۸۹۳ء

تا

۱۸۹۷ء

## متفرقات



## قصیدہ

گنتی ہیں سال کے رشتے میں بیس بار گرہ  
ابھی حساب میں باقی ہیں سو ہزار گرہ  
گرہ کی ہے سہی گنتی کہ تابروز شمار  
ہوا کرے گی ہر اک سال آشکار گرہ  
یقین جان برس کا ٹھکانہ کا جوتا کا ہے  
یہ کہکشاں ہے کہیں اس میں بے شمار گرہ  
گرہ سے اور گرہ کی امید کیوں نہ بڑھے؟  
کہ ہر گرہ کی گرہ میں ہیں تین چار گرہ  
دکھا کے رشتہ کسی جوتشی سے پوچھا تھا  
کہ ”چرخ پر ہم نے گنتی ہیں نو گرہیں  
کما کہ ”چرخ پر ہم نے گنتی ہیں نو گرہیں  
خود آسمان ہے مہاراجہ پر صدقے  
کہے گا سینکڑوں اس تار پر شمار گرہ  
وہ راؤ راجہ مہاراجہ حکم سے جن کے  
رواں ہوتا رہے فی الفور، دانہ دار گرہ  
اُنھیں کی سالگرہ کے لیے ہے سال بسال  
کہ لائے غیب سے غیخوں کی، نو ہزار گرہ  
اُنھیں کی سالگرہ کے لیے بناتا ہے  
ہوایں بوند کو، ابر تگرگ بار گرہ

۱۔ یہ قصیدہ مہاراجہ شیروان سنگھ والی اور کی شان میں لکھا گیا ہے۔ مصرعِ اول سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت ان کی ۲۰ ویں سالگرہ کا جشن منایا جا رہا تھا۔ وہ راجہ بنے سنگھ کے (۱۸۵۶ء میں) پرنس پر ۱۳ برس کی عمر میں اگست ۱۸۵۷ء میں مسند نشین ہوئے تھے۔ مگر ناخبرہ کاری کی بنا پر انھیں نومبر ۱۸۵۸ء میں اختیارات سے بے دخل کر دیا گیا اور پانچ سال بعد اکتوبر ۱۸۶۳ء کو دوبارہ اختیار کیا گیا (بحوالہ وقائع راجستان ص ۴۴/۳۲)۔ راجا شیروان سنگھ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں مگر ”بیس بار گرہ“ سے ظاہر ہے کہ اختیارات عمر کے بیس سال پورے کرنے پر بحال کیے گئے ہونگے۔ اس طرح ولادت کے ماہ و سال دسمبر ۱۸۴۳ء ٹھہرتے ہیں۔ ہونکتا ہے کہ تاریخ بھی

۳۱ اپریل ۱۸۴۳ء

قصیدہ پہلے پہل رسالہ آردو اکتوبر ۱۹۲۵ء میں شائع ہوا تھا

اُنھیں کی سالگرہ کی یہ شادمانی ہے  
اُنھیں کی سالگرہ کے لیے ہے یہ توقیر  
سن اے ندیم، برس کا ٹھکانہ کے، یہ تاکے نے  
پئے دعائے بقائے جناب فیض تاب  
ہزار دانے کی تسبیح چاہتا ہے بنے  
ہزار دانے کی تسبیح چاہتا ہے بنے  
عطا کیا ہے خدا نے وہ جاذبہ اس کو  
کشادہ رخ نہ پھرے کیوں کہ اس نے میں  
متاع عیش کا ہے، قافلہ چلا آتا  
خدا نے دی ہے وہ غالب کو، دست کاہن  
کہاں مجال سخن؟ سانس لے نہیں سکتا  
گرہ کا نام لیا، پر نہ کر سکا کچھ بات  
کھلے یہ کانٹھ، تو البتہ دم نکل جاوے  
ادھر نہ ہوگی، تو جبہ حضور کی جب تک  
دعا یہ ہے کہ خالفت کے دل میں از رہ لُغنی  
پڑی ہے یہ جو بہت سخت نابکار گرہ

دل اس کا پھوڑ کے مچلے، یہ شکل پھوڑے کے

خدا کرے کہ کرے اس طرح ابھار گرہ

کہ ہو گئے ہیں، گہرا مے شاہوار گرہ  
کہ بن گئے ہیں، شرمائے شاخسار گرہ  
تجھے بتاؤں کیوں کی ہے اختیار گرہ؟  
لکے گی، اس میں، ثوابت کی استوار گرہ  
بلا مبالغہ، درکار ہے ہزار گرہ  
کہ چھوڑتا ہی نہیں، رشتہ زینہار گرہ  
بچی نہ، از پئے بند نقاب ریا، گرہ  
کہ جادہ رشتہ ہے، اور ہے شتر قطار گرہ  
کر ٹوڑوں ڈھونڈھ کے لانا یہ خاکسار گرہ  
پڑی ہے، غم کی، مرے دل میں پڑج دار گرہ  
زبان تک لکے، ہوئی اور استوار گرہ  
بری طرح سے ہوئی ہے گلے کا ہار گرہ  
کبھی کسی سے کھلے گی نہ، زینہار گرہ  
پڑی ہے یہ جو بہت سخت نابکار گرہ

## منشی

اے جہاں آفریںِ خداے کریم صانعِ ہفت چرخ و ہفت اقلیم  
نامِ مکتوٰۃ جن کا ہے مشہور یہ ہمیشہ بہ صد نشاط و سرور  
عمر و دولت سے شادمان ہیں اور غالب پہ مہربان ہیں

## شعر

ان دلفریبیوں سے نہ کیوں اُس پر پیار لے؟  
روٹھا جو بے گناہ، تو بے عُذر من گیا

## رباعی

اے منشیِ خیرہ سر، سخن ساز نہ ہو عصفور ہے تو، مقابلِ باز نہ ہو  
آواز نری نکلے اور آواز کے ساتھ لاشی وہ لگے کہ جس میں آواز نہ ہو

یہ منشی میرزا غالب کے مرتبہ اُس بے نام اردو کتابچے "اب میں نے اس کا عکس مع مقدمہ  
انتخابِ رفقات و اشعارِ غالب" کے نام سے چھپوا دیا ہے تاکہ دیباچے کے آخر میں  
ملتی ہے، جو شاید انھوں نے ہندوستان میں مقیم انگریزوں کو اردو دکھانے کے  
لیے اپنے منتخب رفقات اور اشعار پر مشتمل ترتیب دیا تھا۔ میرزا صاحب نے اسے  
مکتوٰۃ صاحب "فنانشل کشن بہادر قلم و پنجاب" کی نذر کیا ہے۔  
"مسٹر ڈاکٹر مکتوٰۃ نے سر رابٹ منٹگری کے، ۱۸۶۵ء کو مستعفی ہونے کے  
بعد پنجاب کی لفٹیننٹ گورنری کا عہدہ سنبھالا تھا۔ ظاہر ہے کہ فنانشل کشن بہادر اس  
سے پہلے ہی ہو سکتے تھے۔ لہذا اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ ۱۸۶۴ء کی مرتبہ تسلیم  
کرنا چاہیے۔" (انتخابِ رفقات و اشعارِ غالب ص ۱۵)

خطِ بہت نام سے خبر مورخہ، مارچ ۱۸۶۴ء

لغاتِ غیبی مطبوعہ ۱۸۶۴ء ص ۱۵

## قصیدہ

مرحباً! سالِ فرخی آئیں عیدِ شوال و ماہِ فرور دیں  
شبِ دروز، افتخارِ لیل و نہار مد و سال، اشرفِ شہور و سنیں  
گرچہ ہے بعدِ عید کے نوروز لیک، بیش از سہ ہفتہ بعد نہیں  
سو، اس آئیں دن میں ہولی کی مجلسیں، جا بجا، ہوئیں رنگیں  
شہر میں، گو بہ کو، عبیر و گلال باغ میں سو بہ سو، گل و نسریں  
شہر، گویا، نمونہٴ گلزار باغ، گویا، نگارخانہٴ چہیں  
تین تیوار اور ایسے خوب جمع ہرگز ہوئے نہ ہونگے کہیں  
پھر ہوئے ہے اسی مہینے میں منعت، محفلِ نشاطِ قرین  
محفلِ غسلِ صحتِ نواب رونقِ افزاے مستدر تمکیں  
بزمِ گہ میں، امیرِ شاہِ نشاں رزمِ گہ میں، حریفِ شیر کیں  
پیشِ گاہِ حضور، شوکت و جاہ خیر خواہِ جنابِ دولت و دیں  
جن کی مسند کا، آسماں، گوشہ جن کی خاتم کا، آفتابِ رنگیں

خطِ بنامِ منشی سیل چند "مورخہ ۱۹ جنوری ۱۸۶۵ء سے پتا چلتا ہے کہ یہ قصیدہ ۲۵ دسمبر  
۱۸۶۴ء اور ۸ جنوری ۱۸۶۵ء کے درمیان لکھا گیا تھا۔ یہ نواب یوسف علی خاں بہادر  
ناظم کے جشنِ صحت کے موقع پر کہا گیا تھا۔

○ ... ۲۵ دسمبر ۱۸۹۴ء تا ۸ جنوری ۱۸۹۵ء

جن کی دیوارِ قصر کے نیچے آسماں، ہے گداے سایہ نشیں  
 دہریں اس طرح کی ہزمِ سرور نہ ہوئی ہو، کبھی بروے زیں  
 انجمِ پرخ، گوہر آگینِ فرشِ نورے، ماہِ ساغرِ سیمیں  
 راجہ اندر کا جو اکھاڑا ہے ہے وہ بالائے سطحِ پرخ بریں  
 وہ نظر گاہِ اہلِ دہم و خیال یہ، ضیا بخشِ چشمِ اہلِ یقیں  
 واں کہاں یہ عطا و بذل و کرم کہ جہاں گدیہ گر کا نام نہیں  
 یاں زیں پر نظر جہاں تک جائے ڈالہ آسا، نہچھے ہیں، دُرِ نشیں  
 نغمہٗ مطربانِ زہرہ نوا جلوۂ لولیانِ ماہِ جبین  
 اُس اکھاڑے میں جو کہ ہے مظنون یاں، وہ دیکھا بچشمِ صورتِ بین  
 سرورِ مہرِ فر ہوا جو سوار ق بکمالِ تجل و تنزین  
 سب نے جانا کہ ہے پری تو سن اور بالِ پری ہے، دامنِ زیں  
 نقشِ سُمِ سمند سے، یکسر بن گیا، دشتِ دامنِ گلچیں  
 فوج کی گردِ راہِ مُشکِ فشاں رہروں کے مشامِ عطر آگین  
 بس کہ بخشی ہے فوج کو عزت فوج کا ہر پیادہ، ہے فزین  
 مَوکِبِ خاص، یوں زیں پر تھا جس طرح ہے سپہرِ پروں  
 چھوڑ دیتا تھا گور کو، بہرام ق ران پر داغِ تازہ دے کے، وین  
 اور داغِ آپ کی غلامی کا خاص بہرام کا ہے زیبِ سُرین  
 بندہ پرورشِ طرازی سے مدعا، عرضِ فنِ شعر نہیں

○ ... ۲۵ دسمبر ۱۸۹۴ء تا ۸ جنوری ۱۸۹۵ء

آپ کی مدح اور میرا مُنہ گر کہوں بھی، تو کس کو آئے یقیں  
 اور پھر اب، کہ ضعفِ پیری سے ہو گیا ہوں نزار و زار و حزین  
 پیری و نیستی، خدا کی پناہ! دستِ خالی و خاطرِ غمگین  
 صرف، اظہار ہے، ارادت کا ہے قلم کی، جو سجدہ ریز، جبین  
 مدح گستر نہیں، دعا گو ہے غالبِ عاجزِ نیاز آگین

ہے دعا بھی یہی کہ دُنیا میں

تم رہو زندہ جادواں، آئیں!

... قبل از ۱۸۹۵ء شعر

خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا

ہماری زندگی کیا، اور ہم کی کیا

... ۱۸۹۵ء قطعہ

مقامِ شکر ہے اے ساکنِ خطِ خاک رہا ہے زور سے ابرستارہ بار برس  
 کہاں ہے ساقیِ ہوش؟ کہاں ہے ابرِ طیر "بیار" لائے گلزار گول، بہار برس  
 خدا نے تجھ کو عطا کی ہے گوہر افشانی و حضور پر اے ایر، بار بار برس  
 ہر ایک قطرے کے ساتھ کئے جو ملک و فکے "امیرِ کلبِ علی خاں جبین ہزار برس"

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھئے 'غالب' کے بعض غیر متداول اشعار کا زمانہ منسکوس ۹۵  
 ۲۔ یہ قطعہ خطِ بنامِ نوابِ کلبِ علی خاں، مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۹۵ء کے ساتھ بھیجا گیا تھا

○ ... ۱۸۶۵ء

فقط ہزار برس پر کچھ انحصار نہیں کئی ہزار برس بلکہ بے شمار برس  
جناب قبلہ حاجات اس بلاکش نے بڑے عذاب سے کاٹے ہیں پانچ چار برس  
شفا ہو آپ کو، غالب کو بند غم سے نجات  
خدا کرے کہ یہ ایسا ہوساز گار برس

○ ... ۱۸۶۵ء غزلیات

لطف نظر راہ قاتل، دم بسمل آئے جان جائے، تو بلا سے پہ کہیں دل آئے  
اُن کو کیا علم کہ کشتی پہ مری کیا گزری؟ دوست جو ساتھ مرتے تالاب ساحل آئے  
وہ نہیں ہم کہ چلے جائیں حرم کو اے شیخ ساتھ حجاج کے اکثر کئی منزل آئے  
آئیں جس بزم میں وہ لوگ پکار اٹھتے ہیں لو، وہ برسم زن ہنگامہ محفل آئے  
دیدہ خوبار ہے مدت سے، دل آج اندیم دل کے ٹکڑے بھی کئی، خون کے شامل آئے  
سانا خور و پری نے نہ کیا ہے نہ کریں عکس تیرا ہی، مگر تیرے مقابل آئے  
موت بس ان کی ہے جو مر کے دہن فن ہوئے زیست اُن کی ہے جو اُس کو چپے سے کھائل آئے  
بن گیا سبجہ وہ زُنا ر، خدا خیر کرے وہ جو نازک ہے کمر اُس پہ بہت مل آئے

اب ہے دلی کی طرف کوچ ہمارا غالب  
آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

لے ”یہ غزل میرزا صاحب نے لے کر دوسرے سفر رام پور میں ۲۸ دسمبر ۱۸۶۵ء کو یہاں سے  
رخصت ہوئے تھے۔ یہ غزل بھی تھی۔ اس زمانے میں نواب علی خاں بہادر رام پور کے نواب  
تھے۔“ (شعرا و غزلیات، جلد دوم ص ۲۳۳)

○ ... ۱۸۶۵ء

میں ہوں مشتاقِ جفا، مجھ پر جفا اور سہی تم ہو بیداد سے خوش، اس سے سوا اور سہی  
غیر کی مرگ کا غم کس لیے اے غیرت ماہ؟ ہیں ہوس پیشہ بہت، وہ نہ ہوا اور سہی  
تم ہو بہت، پھر تمہیں پندارِ خدائی کیوں؟ تم خداوند ہی کہلاؤ، خدا اور سہی  
حسن میں حور سے بڑھ کر نہیں ہونے کے کبھی آپ کا شیوہ و انداز واد اور سہی  
تیرے کو چپے کا ہے مائل، دل مضطرب میرا کعبہ ایک اور سہی، قبلہ نما اور سہی  
کوئی دنیا میں مگر باغ نہیں ہے واعظ؟ خلد بھی باغ ہے، تیرا ب و ہوا اور سہی  
کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یا رب؟ سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی  
مجھ کو وہ دیکھ جسے کھا کے نہ پانی مانگوں نہ کچھ اور سہی، آپ بقا اور سہی

مجھ سے، غالب، یہ علانی نے غزل کھوائی

ایک بیداد گر رنج فرا اور سہی

قطع

○ ... ۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۷ء

خوشی ہے یہ، آنے کی برسات کے پیئیں بادۂ ناب اور آم کھائیں  
سر آغازِ موسم میں، اندھے ہیں ہم کہ دلی کو چھوڑیں، لوہار کو جائیں

خط نام نواب امین الدین احمد خاں مورخہ ۲۴ جولائی ۱۸۶۵ء  
یہ قطعہ نواب علانی کی بیانی سے لیا گیا ہے ”بیانی کے اندراجات میں ترتیب تاریخی کا لحاظ  
نہیں ہے، چنانچہ ان سے پہلے ۲۷ جنوری ۱۸۶۷ء کا اور ان کے بعد ۵ اپریل ۱۸۶۵ء کا اندراج  
ملا ہے۔ اس لیے انہیں تقریباً اسی زمانے کا مان لیا ہے۔“

سواناج کے، جو ہے مقلوب جاں نہ واں آم پائیں، نہ انکور پائیں  
ہوا حکم بادریچوں کو کہ ہاں ابھی جا کے پوچھو کہ کل کیا پکائیں؟  
وہ کھٹے، کہاں پائیں اہلی کے پھول وہ کڑوے کریلے کہاں سے منگائیں؟  
فقط گوشت، سو بھڑکا ریشے دار  
کہو، اُس کو کیا کھا کے ہم، خطا اٹھائیں؟

## غزلیات

... ۱۸۹۴ء

در پیر امیر کلب علی خاں کے ہوں مقیم ق شاید گدائی ہر در نہیں ہوں میں  
بوڑھا ہوا ہوں، قابلِ خدمت نہیں، اسد خیرات خوارِ محض ہوں تو کر نہیں ہوں میں

... ۱۸۹۹ء

مسجد کے زیرِ سایہ، اک گھر بنا لیا ہے  
یہ بندہ کمینہ ہمسایہ خدا ہے

۱۔ میرزا صاحب نے اس زمین میں اپنی (دوسروں پرانی) غزل ..... کا مقطع حذف کر کے  
اور آخر میں یہ دو شعر برعکس کر لے کر اب کلب علی خاں بہادر والی راہپور کی خدمت  
میں ۹ جون ۱۸۹۹ء کو بھیجی تھی۔  
۲۔ یہ شعر میرزا صاحب نے اپنے مکان واقع محلہ علی بازار کے متعلق کہا تھا۔ مولانا حالی کے بیان کے  
مطابق یہ محکم محمود خاں مرحوم کے دورانِ خانہ کے متصل مسجد کے عقب میں تھا، اور اس میں ان کا انتقال  
ہوا تھا (دیا گار: ۸)۔ مولانا مہر کی رائے ہے کہ اس میں میرزا صاحب جنوری ۱۸۹۹ء کے بعد منتقل ہوئے  
تھے۔ ملاحظہ ہو غالب: ۸۵ (طبع سوم)، نسخہ عرشی اشاعت دوم ص ۳۳۶۔

## قطعہ

گر گالوں کی ہے جتنی رعیت وہ یک قلم عاشق ہے اپنے حاکم عادل کے نام کی  
سوید، نظرفروز قلم دان نذر ہے مسٹر کوآن صاحب عالی مقام کی

ہندوستان کی بھی عجب سرزمین ہے جس میں وفادہر و محبت کا ہے دُور  
جیسا کہ آفتاب نکلتا ہے شرق سے اِخلاص کا ہوا ہے اسی ملک سے ظہور  
ہے اصلِ تخمِ ہند سے، اور اس زمین سے پھیلا ہے سب جہان میں یہ وہ دُور دُور

## غزلیات

شب وصال میں مونس گیا ہے بن تکیہ ہوا ہے موجبِ آرامِ جان و تن، تکیہ  
خراجِ بادِ شہرِ چیں سے کیوں نہ مانگوں آج؟ کہ بن گیا ہے، خمِ جعدِ پرِ شکن تکیہ  
بنا ہے تختِ گل ہاے یاسمین، بستر ہوا ہے دستہٴ نسرتن و نسرتن تکیہ  
فروغِ حسن سے روشن ہے، خواب گاہ تمام جو رختِ خواب ہے پردیں تو ہے پرِ تکیہ

۱۔ مسٹر جے ایل، کوآن اسٹینٹ کمشنر گورنمنٹ لڑاں۔ فروری ۱۸۹۹ء میں دہلی سوسائٹی کے ممبر بن گئے  
گئے تفصیل کے لیے دیکھیے نچوانہ جاوید جلد اول ص ۸۰، ۸۱۔ قطعہ کوآن صاحب کی راہ سفر کے  
موقع پر لکھا گیا تھا۔  
۲۔ راہِ دہلی سوسائٹی، شمارہ تیسرا۔ احوالِ غالب، ص ۱۶۲ تا ۱۹۲  
۳۔ سید مہدی کاسرستہ، انجمن مطبوعہ مطبع اکبری دہلی، ۱۳۸۴ھ (۱۸۹۷ء) میں چھپی، مخدوم پنجاب یونیورسٹی  
لائبریری۔ بعد میں لڑاں احمد سعید خاں طالب شاگرد غالب نے اپنے کاغذات سے فراہم کر کے  
۴۔ جون ۱۹۱۳ء کے روزنامہ ہمدرد دہلی میں چھپوائی۔

مزا ملے، ہو، کیا خاک ساتھ سونے کا؟  
 اگرچہ تھا یہ ارادہ، مگر خدا کا شکر!  
 ہوا ہے، کاٹ کے چادر کو، ناگہاں غائب  
 بضرِ تیشہ وہ اس واسطے ہلاک ہوا  
 یہ رات بھر کا ہے ہنگامہ صبح ہونے تک  
 اگرچہ پھینک دیا تم نے دور سے، لیکن  
 عشق آگیا جو، پس از قتل میرے قاتل کو  
 جو بعدِ قتل مروشت میں مزارِ بسا  
 شبِ فراق میں یہ حال ہے اذیت کا  
 روارکھو نہ رکھو، تھا جو لفظ "تکیہ کلام"  
 اب اس کو کہتے ہیں اہل سخن "تکیہ"  
 ہم اور تم، فلک پیر جس کو کہتے ہیں  
 فقیرِ غالب مسکین کا ہے کہن تکیہ

مکن نہیں کہ بھول بھی آئید ہوں  
 ہوں دردمند، جبر ہو یا اختیار ہو  
 میں دشتِ غم میں آہوے صیاد دیدہ ہوں  
 گے نالہ کشیدہ، گے اشک چکیدہ ہوں

جاں لب پہ آئی، تو بھی نہ شیریں ہوا دہن  
 نے سب سے علاقہ، نہ ساعر سے واسطہ  
 ہوں خاکسار، پر نہ کسی سے ہے مجھ کو لاگ  
 جو چاہیے نہیں وہ، مری قدر و منزلت  
 ہرگز کسی کے دل میں نہیں ہے، مری جگہ  
 اہلِ دُرع کے حلقے میں ہر چند ہوں دلیل  
 پر عاصیوں کے زمرے میں، میں ہوں برگزیدہ ہوں  
 پانی سے سگ گزیدہ ڈرے جس طرح، اسد  
 ڈرتا ہوں آئینے سے کہ مردم گزیدہ ہوں

### قصیدہ

کرتاب ہے پر خ، روز بصد گو نہ احترام  
 حق گوے حق پرست اندیشِ حق شناس  
 نجمِ رتبہ میگوڑ ہےا در کہ وقتِ رزم  
 جس بزم میں کہ ہوا تھیں آہنگِ میکشی  
 فرمانرواے کشورِ پنجاب کو، سلام  
 نوابِ مستطابِ امیرِ شہِ احتشام  
 ترکِ فلک کے ہاتھ سے وہ پھین لیں حُسام  
 والِ آسمان شیشہ بنے، آفتابِ جام

لے یہ قصیدہ سب سے پہلے، ۱۹ جون ۱۹۱۲ء کے اہلال میں مولانا ابوالکلام آزاد نے شائع کیا تھا۔ مولانا نے اسے نواب سعید الدین احمد خاں طالب کے نسخہ دیوانِ غالب سے حاصل کیا تھا۔  
 علامہ سر ڈانلڈ میکلوڈ ۱۰ جنوری ۱۸۹۷ء کو منٹگری کے استعفیٰ ہونے پر پنجاب کے لفٹیننٹ گورنر بنے تھے

چاہا تھا میں نے، تم کو میرا چارہ کہوں ق دل نے کہا کہ "یہ بھی ہے تیرا خیال خام"

دورات میں تمام ہے ہنگامہ ماہ کا حضرت کا عز و وجاہ ہے کا علی الدوام

سچ ہے تم آفتاب ہو جس کے فروغ سے دریاے نور ہے، فلک ابھینے فام

میری سنو کہ آج تم اس سرزمین پر حق کے تفضلات سے، ہو مرتع اناام

اخبارِ لوتھیا نہ میں میری نظر پڑی تحریر ایک، جس سے ہوا بندہ تلخ کام

ٹکڑے ہوا ہے، دیکھ کے تحریر کو، جسک کاتب کی استیں ہے، مگر تیغ کا نیام

وہ فرد جس میں نام ہے میرا غلط لکھا جب یاد آگئی ہے، کلیجیا لیا ہے تھام

سب صورتیں بدل گئیں، ناگاہ، ایک قلم لمبر رہا، نہ نذر، نہ خلعت کا انتظام

سُتر برس کی عمر میں یہ داغ جاگداز جس نے، جلا کے، راکھ مجھے کر دیا تمام

تھی جوڑی پہینے کی تاریخ، تیرا ہوں استاد ہو گئے لب و دیا پہ جب خیام

اُس بزم پر فروغ میں، اس تیرہ بخت کو لمبر لاشیب میں، از روئے اہتمام

سمجھا لے گرا لب، ہوا پاش پاش، دل دربار میں جو مجھ پہ چسلی، جشٹک عوام

۱۔ اس شعر سے ظاہر ہے کہ مرزا نے جب یہ شعر کہا تو وہ ستر برس کے ہرچکے تھے۔ لہذا اس کلام کو ۱۸۶۷ء کا کہا جاتا ہے۔

۲۔ لب و دیا (جنا کنائے) ۱۳ جنوری کو ریل پر جاری ہونے کے جشن کے لیے خیمے لگ گئے۔ بقول مولانا عیسیٰ پل پر سے ریل پہلی بار یکم جنوری ۱۸۶۷ء کو گزری تھی۔

۳۔ ہو سکتا ہے کہ باقاعدہ جشن افتتاح ۱۳ جنوری کو منایا گیا ہو۔ چونکہ قصیدے میں غالب کو مناسب مقام و مرتبہ نہ ملنے کی شکایت ہے اس لیے ظاہر ہے کہ قصیدہ ۱۸۶۷ء کے بعد ہی لکھا گیا ہوگا۔

عزت پہ اہل نام کی ہستی کی ہے، بنا عزت جہاں گئی، تو نہ ہستی وہی، نہ نام

تھا ایک گونہ ناز جو اپنے کمال پر اُس ناز کا، فلک نے لیا مجھ سے انتقام

آیا تھا، وقت ریل کے کھلنے کا بھی قریب تھا بارگاہِ خاص میں خلقت کا ازدحام

اس کشمکش میں آپ کا مدارِ درد مند آقاے نامور سے نہ کچھ کر سکا کلام

جو واں نہ کہہ سکا، وہ لکھا ہے حضور کو دیں آپ میری واد، کہ ہوں فائز المرام

ملک و سپہ نہ ہو، تو نہ ہو، کچھ ضرر نہیں سلطانِ بر و بحر کے در کا ہوں میں غلام

و کٹوریا کا، دم میں جو، مدح خوان ہو شاہانِ عصر چاہیے، لیں عزت اُس سے نام

خود ہے تدارک اس کا، گورنٹ کو ضرور بے وجہ کیوں دلیل ہو، غالب ہے جس کا نام

امر جدید کا، تو نہیں ہے مجھے، سوال باکے قدیم قاعدے کا، چاہیے، قیام

ہے بندے کو اعادہ عزت کی آرزو چاہیں اگر حضور تو مشکل نہیں یہ کام

دستورِ فنِ شعر ہی ہے قدیم سے یعنی، دعا پہ مدح کا، کرتے ہیں اختتام

ہے یہ دع کہ زیرِ نگین آپ کے ہے اقلیمِ ہند و سند سے تا ملکِ روم و شام!

۱۔ لب و دیا (جنا کنائے) ۱۳ جنوری کو ریل پر جاری ہونے کے جشن کے لیے خیمے لگ گئے۔ بقول مولانا عیسیٰ پل پر سے ریل پہلی بار یکم جنوری ۱۸۶۷ء کو گزری تھی۔

۲۔ ہو سکتا ہے کہ باقاعدہ جشن افتتاح ۱۳ جنوری کو منایا گیا ہو۔ چونکہ قصیدے میں غالب کو مناسب مقام و مرتبہ نہ ملنے کی شکایت ہے اس لیے ظاہر ہے کہ قصیدہ ۱۸۶۷ء کے بعد ہی لکھا گیا ہوگا۔

○... بعد از ۱۳ جولائی ۱۸۶۷ء

دَمِ واپسین بر سرِ راہ ہے عزیزو، اب اللہ ہی اللہ ہے

(ب) یادگارِ غالب میں حالی لکھتے ہیں :

(ج) مرقع ادب مرتبہ صفدر مرزا پوری کے ص ۱۹ پر غالب کا ایک خط بنام مولانا احمد حسین مینا مرزا پوری، مورخہ ۱۳ جولائی ۱۸۹۷ء درج ہے۔ اس میں مرزا لکھتے ہیں:-

.....فقرِ توان سے مل کر بہت خوش ہوا۔۔۔۔۔ (دوہ) جب

چاہیں اپنا کلام دہرائے اصلاح، بیچ دیں۔۔۔۔۔۔۔“

”قبلہ حاجات، میرا حال کیا پوچھتے ہیں۔ زندہ ہوں مگر مرنے سے بدتر۔ جو حالت میری آپ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرما گئے تھے۔ اب اس سے کبھی بدتر ہے۔ مرنا پورا کیا آؤں اب سوائے سفر آخرت اور کسی سفر کی نہ مجھ میں طاقت ہے نہ حیرات۔ جوان ہوتا تو اذیاب سے

ہند میں اہل تسنن کی ہیں دو سلطنتیں  
 رامپور، اہل نظر کی ہے نظریں وہ شہر  
 حیدرآباد بہت دور ہے اس ملک کے لوگ  
 رام پور آج ہے وہ بے معور کہ ہے  
 رام پور ایک بڑا باغ ہے از روئے مثال  
 جس طرح باغ میں سادوں کی گھٹائیں ہیں  
 اب درست کریم کلب علی خاں سے مدام  
 صبح دم باغ میں آجائے، جتنے ہونے یقین  
 خبذا! باغ ہمایون نقد س آتار  
 مسلک شرع کے ہیں، راہرو راہ شناس  
 مدح کے بعد دعا چاہیے، اور اہل سخن  
 حق سے کیا مانگیں؟ ان کے لیے جب ہو موجود  
 ہم نہ تبلیغ کے مائل، نہ غلو کے قائل  
 یا خدا، غالبِ عامی کے خداوند کو دے  
 اولاً، عمرِ طبعی بہ دوام اقبال

حیدرآباد وکن، رشک گلستانِ ارم  
 کہ جہاں ہشت بہشت آئے ہوئے ہیں باہم  
 اُس طرف کو نہیں جاتے ہیں، جو جاتے ہیں تو کم  
 مرجع و مجمعِ انشراحِ نزا و آدم  
 دلکش و تازہ و شاداب و وسیع و خرم  
 ہے اسی طور پر یاں و جلافتانِ دستِ کرم  
 و ز شہزادیں، جو گرتے ہیں قطرے پیہم  
 سبزہ و برگ گل و لالہ پہ دیکھے شبنم  
 کہ جہاں چرنے کو آتے ہیں غزالانِ حرم  
 خضر بھی یاں اگر آجائے تو لے ان کے قدیم  
 اس کو کرتے ہیں بہت بڑھ کے بہ ارقاقِ رقم  
 ملکِ گنجینہ و خیل و سپہ و کوس و علم  
 دو دعا ہیں ہیں کہ وہ دیتے ہیں نوابِ ہم  
 دو وہ چیزیں کہ طلب گاہ ہے جن کا، عالم  
 نانی، دولتِ دیدارِ شہنشاہِ اُمم

لے یہ تظہر کہ تور غالب نام نواب کلب علی خاں بہادر مورخہ ۵ ص ۱۲۸۳ (۱۲۸۴) کے ساتھ بھیجا گیا تھا اور مورخہ ۱۲۸۳ کا یہ آخری کلام ہے جو تاحال دریافت ہو رہا ہے





۴۹۶

○ ... بعد از ۳ جولائی ۱۸۶۷ء

دعاے صحت کا طلب گار ہوتا۔ بوڑھا ہوں، تو دعاے مغفرت کا خواہاں ہوں۔ دم واپسین  
برسرِ راہ ہے۔ عزیزِ ذاب اللہ ہی اللہ ہے۔

اس خط سے ثابت ہے کہ اگر اس شعر کو مرزا کی بددیہہ کوئی پر محمول سمجھ لیا جائے اور  
فرق کر لیا جائے کہ جواب لکھتے وقت یہ شعر بھی قلم سے نکل گیا ہوگا، تو بھی شاید یہ آخر  
اگست ۱۸۶۷ء کے بعد کا منکر کردہ نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

فهرستین

- خود را در دست چشم پری سے شب بد خو تھا ۱۴۱ درواں حق سے دیدار صنم حاصل ہوا ۱۵۴
- دوبین کے مکس جوں ریشہ زیریں پایا ۱۴۲ قطرہ کے بسکے حیرت سے نفس پرور ہوا ۱۵۴
- غزلت ہے فسون دعوی طاقث شکستن ہا ۱۴۲ حوشی بن میا نے ہم دم خوروش کو کیا کیا ۱۵۵
- بسان جوہر آئینہ از ویرانی دل ہا ۱۴۳ گزندہ شب فرقت بیاں ہو جائے گا ۱۵۵
- بیشکل انتظار موشاں در خلوت شب ہا ۱۴۳ تنگ ظرفوں کا رتبہ جہد سے برتر نہیں ہوتا ۱۵۴
- بریں شرم ہے باوصف شوخی اہتمام اس کا ۱۴۴ لب خشک و تشنگی مردگاں کا ۱۵۷
- یا دروئے کہ نفس سلسلہ یارب تھا ۱۴۴ ہے تنگ زوا ماندہ شدن، حوصلہ پا ۱۵۷
- شب کہ دل زنجی عرض دو جہاں تیر آیا ۱۴۵ وہ ملک ہے تہ کہ بر لوسن چالاک جڑھا ۱۵۸
- سیر اس سحرے تماشا ہے طلبگاروں کا ۱۴۶ شب کہ ذوق گفتگو سے تیری دل بیتا تھا ۱۵۸
- طافوں در رکاب ہے ہر ذرہ آہ کا ۱۴۶ نالہ دل میں شب انداز اثر نایاب تھا ۱۵۹
- یک ذرہ نہیں نہیں بے کار باغ کا ۱۴۷ شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا ۱۶۰
- نہ بھولا اضطراب مہتمماری انتظار اپنا ۱۴۷ شب اختر قدح عیش تے حمل باندھا ۱۶۱
- بسکے جوش گریہ سے زبردیر لہر تھا ۱۴۸ عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا ۱۶۱
- رات دل گرم خیال جلوہ جانا تھا ۱۴۹ خلوت ابلتہ پائیں ہے، بولاں میرا ۱۶۲
- پئے نذر کرم، تحفہ ہے شرم نارسائی کا ۱۴۹ یہ مہر نامہ جو بوسہ گل پیام رہا ۱۶۳
- دہو، حسن تماشا دوست رسولے وفا کا ۱۵۰ خط جو رخ پر جانشین ہالہ مہ ہو گیا ۱۶۴
- کسے رگ حیرت نظارہ طوفان نکتہ کوئی کا ۱۵۰ بس کہ عاجز نارسائی سے کبوتر مہو گیا ۱۶۴
- زس خون گشتہ رشکے فاتھا، وہ سہم سہل کا ۱۵۱ یک گام بخودی سے لڑیں بہا صحرا ۱۶۵
- فرقہ پیدائی ہے فرش بزم عیش گستر کا ۱۵۲ دل بیتاب کہ سینے میں دم چند رہا ۱۶۵
- کی، کس شوخ نے ناز از سر عین شکستن کا؟ ۱۵۲ جگر سے لڑے ہوئے ہوئی ہے، سناں پیدا ۱۶۶
- عبادت زس ٹوٹا ہے دل یاران غمیں کا ۱۵۳ دل مرا سوز نہاں ہے عجاہل جل گیا ۱۶۶
- بہار رنگ فن گل ہے سالماں شکباری کا ۱۵۳ نہاں کیفیت ہے میں ہے سالماں جہاں اس کا ۱۶۷

## فہرست اشعار بمحافظ سال فکر

- ۱۸۱۲  
مثنوی  
ایک ن ہل تنگ کاغذی ۱۳۲
- ۱۸۱۳  
غزلیات  
نیاز عشق، خرمین سوز اسباب ہوس بہتر ۱۳۳
- ۱۸۱۶  
غزلیات  
یاد آیا جو وہ کہنا کہ، نہیں، واہ غلط ۱۳۳
- ۱۸۱۷  
غزلیات  
آئے ہیں پاہ ہائے جگر و میان اشک ۱۳۳
- ۱۸۱۸  
غزلیات  
آتش کوں کہ آہ سوار ہوا کہوں؟ ۱۳۴
- ۱۸۱۹  
غزلیات  
جلس شعلہ عذراں میں جو آجاتا ہوں ۱۳۴
- ۱۸۲۰  
غزلیات  
دیکھا ہوں اُسے، تھی جس کی تمنا مجھ کو ۱۳۴
- ۱۸۲۱  
غزلیات  
شمس صافیار جو زہر اب دادہ ہو ۱۳۴
- ۱۸۲۲  
غزلیات  
ہنستے ہیں دیکھ دیکھ کے سب ناتواں مجھے ۱۳۴
- ۱۸۲۳  
غزلیات  
دیکھ وہ برق تبسم بس کہ، دل بیتاب ہے ۱۳۷
- ۱۸۲۴  
غزلیات  
اک گرم آہ کی، تو ہزاروں کے گھر جلے ۱۳۷
- ۱۸۲۵  
غزلیات  
نجم دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے ۱۳۷
- ۱۸۲۶  
غزلیات  
صبا، لگا وہ طپانچے طرف سے بیکل کی ۱۳۸
- ۱۸۲۷  
غزلیات  
بتو اتوبہ کرو، تم کیا ہو؟ جب ادبار آگے ہے ۱۳۸
- ۱۸۲۸  
غزلیات  
اسد اللہ خاں قیامت ہے ۱۳۸

- ۱۹۷ نہیں ہے ناز بردارِ غرور نشہ مہربا  
۱۹۸ گرفتاری میں فرمانِ خطِ نقد ہے پیدا  
۱۹۸ سحرِ کرباغ میں وہ حیرتِ گلزار ہو پیدا  
۱۹۹ بس کہ ہے میخانہ ویرانِ جوں بیابانِ خراب  
۱۹۰ ہے بہاراں میں خزاں حاصلِ خیالِ غریب  
۱۹۰ آہِ خط سے ہول ہے مروج بازارِ دوست  
۱۹۱ جاتا ہوں جہِ ہر سب کی اٹھے ہے اُدھر انگشت  
۱۹۲ دودِ شمع کشتہ گلِ بزمِ سامانی عبث  
۱۹۳ نازِ لطفِ عشق، بادِ صفِ توانائی، عبث  
۱۹۴ گلشن میں بند بستِ رنگِ گرہ ہے آج  
۱۹۴ جنبشِ ہر برگ سے ہے گل کے لکڑی اختلاف  
۱۹۵ بیدل، نازِ دشتِ حبيبِ دریدہ کھینچ  
۱۹۶ قطعِ سفرِ سستی واکِ ارمِ فنت ایچ  
۱۹۶ دعویٰ عشقِ بتاں سے بے گستاخِ گلِ وحش  
۱۹۷ بسکہ پا کو بیاں و پرودہ وشت ہیں یاد  
۱۹۷ تو لیتِ فطرت اور خیالِ بسا بلند  
۱۹۸ حسرت و سنگِ دیہے تحملِ تاجِ ند  
۱۹۸ بیکام دل کریں کس طرح گمراہ فریاد  
۱۹۹ شیشہ آتشیں، رخِ بزلور  
۱۸۰ بسکہ مال ہے وہ رشکِ بہارِ تابیئے پر  
۱۸۰ دندانِ کا خیال، چشمِ تر، کبر  
۱۸۱ بنیشِ بے بسیِ ضبطِ جنوں تو بہارِ تر
- ۱۸۱ نسون یکے لی ہے لذتِ بیداد و دشمن پر  
۱۸۲ مغلے حیرتِ آئینہ ہے سامانِ رنگِ آخر  
۱۸۳ دیباہِ دل سے ہوشی میں دریاں کا فریبِ آخر  
۱۸۳ حسنِ خود آرا کو ہے شوقِ تخیلِ ہنوز  
۱۸۴ چاکِ گریباں کو ہے ربطِ تاملِ ہنوز  
۱۸۴ بے گانہ و قلب سے ہول ہے چمنِ ہنوز  
۱۸۵ میں ہوں سرِ بیکِ پیشِ آموختنِ ہنوز  
۱۸۵ داغِ اطفال ہے دیوانہ بکھسارِ ہنوز  
۱۸۶ نہ بندھا تھا بعدِ نظمِ نقشِ دلِ مورِ ہنوز  
۱۸۷ کو بیابانِ تمنا و کجا جولانِ عجز؟  
۱۸۷ حاصلِ دلِ بستگی ہے عمرِ کوئہ اور بس  
۱۸۸ دشتِ الفت میں ہے خاکِ کشتگانِ مجوس پس  
۱۸۸ کرتا ہے بیادِ بیتِ رنگینِ دلِ یافوس  
۱۸۹ ہوئی ہے بسکہ صرفِ شمعِ تمکینِ بہارِ آتش  
۱۹۰ باقیمِ سخن ہے جلوہ گردِ سوادِ آتش  
۱۹۱ جاوہرِ خور کو وقتِ شام ہے تارِ شعاع  
۱۹۱ رخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانی شمع  
۱۹۲ عشاق، اشکِ چشم سے دھوئیں ہزارِ داغ  
۱۹۲ بلبکوں کو دھڑ سے کرتا ہے منعِ بارِ باغ  
۱۹۳ نامزدی کھتے ہوا تو بظِ عبا رِ حیف !  
۱۹۳ عیسیٰ ہم ہاں ہے شعارِ یزیدِیکِ طرف  
۱۹۴ گرچہ کو قیقینِ اجابتِ دعا نہ مانگ

- ۱۹۵ بدر ہے آئینہ طاقِ بلال  
۱۹۵ ہوں بوختِ انتظارِ آواہِ دشتِ خیال  
۱۹۶ ہر عضو غم سے ہے شکنِ آسا شکستہ دل  
۱۹۷ بہرِ عرضِ حالِ شبنم سے رقمِ ایچی ادھل  
۱۹۸ گرچہ ہے یکِ پستہ طافِ آسانکِ دل  
۱۹۸ اثرِ کسری فریادِ نارِ معلوم  
۱۹۹ ازاں جا کہ حسرتِ کشی یار ہیں ہم  
۱۹۹ یاں اشکِ جدا گرم ہے اوراہِ جدا گرم  
۲۰۰ بسکہ ہیں بدستِ لشکرِ شکنِ مینا نہ ہم  
۲۰۱ جس دم کہ جاوہ دار ہو تارِ نفسِ تمام  
۲۰۲ خوش و خوشی کہ عرضِ بخیرِ فنا کردوں  
۲۰۲ جہاں تیرِ نقشِ قدم دیکھتے ہیں  
۲۰۳ متِ مر و یک دیدہ میں تھوٹو نگاہیں  
۲۰۴ جس جا کہ بے سیلِ بلادر میاں نہیں  
۲۰۵ مرگِ شیریں ہوئی تھی کو کہن کی فکر میں  
۲۰۵ ہے ترخمِ آفرینِ آرایشِ بیداد یاں  
۲۰۶ اے نواسا تماشا، ہر کھفِ جلتا ہوں میں  
۲۰۶ فنادگی میں قدمِ استوار رکھتے ہیں  
۲۰۷ سخنِ بندہ بوسِ درندہ رکھتے ہیں  
۲۰۸ بے غفلتِ عطرِ گل، ہم آگہیِ محوِ ملتے ہیں  
۲۰۸ سرِ رشکِ آشفہ سے تھما قطرِ نثرِ کالِ سجائیں  
۲۰۹ فزوں کی دستوںِ حریفِ ذوقِ کشتن میں
- ۲۱۰ نوں دو کچھ ہفتہ، ہر زردیِ رمیدہ ہوں  
۲۱۰ سوائے عشق سے دمِ سرِ دیکھیدہ ہوں  
۲۱۱ ہوئی ہوئی بے نثرِ کوششِ بجائے تیریں  
۲۱۲ بے داعی، میلہ تجھے ترکِ تنہائی نہیں  
۲۱۲ ظاہرِ سرِ پنجہ افتادِ گاہِ گہرا نہیں  
۲۱۳ ضبط سے مطلبِ بجزِ وارستگی، دیگر نہیں  
۲۱۴ ضامنِ جاوہرِ زمانہ، خطِ جامِ مے نشاں  
۲۱۴ نہیں ہے بے سببِ قطرے کو شکلِ گویا افسرین  
۲۱۵ دیکھتے مت چشمِ تم سے سوائے ضبطِ افسردگان  
۲۱۵ سازِ شمعِ بتاں میں ہے نہاںِ جنگیدن  
۲۱۶ صاف ہے از بسکہ عکسِ گل سے گلزارِ چمن  
۲۱۶ منقار سے کھتا ہوں، ہم چاکِ قفس کو  
۲۱۷ اگر وہ آفتِ نظارہ جلوہ گستر ہو  
۲۱۸ بے درد، سرِ سجدہِ الفتِ فروز ہو  
۲۱۸ حسدِ دل اگر افسردہ ہے گرمِ تماشا ہو  
۲۱۹ مبادا، بے تکلفِ فصلِ کابریکِ دلوں گم ہو  
۲۲۰ خشکی نے تے تلف کی میکہ سے کی آبرو  
۲۲۱ اشکِ چکیدہ، رنگِ پریدہ  
۲۲۱ خوشا، طوطی و کجِ آشیانہ  
۲۲۲ رقتا سے شیرازہِ اجڑائے قدمِ باندھ  
۲۲۲ خلق ہے صفحہِ عبرت سے سبقِ ناخواندہ  
۲۲۳ بسکہ پتے ہیں اربابِ خیالِ پوشیدہ

- ۲۲۳ از ہر تابہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ  
۲۲۴ خوش دل ہے مجھ جسے فطرت بیدل نہ پوچھ  
۲۲۴ جرن دل سرخ درد بدل خفتگان نہ پوچھ  
۲۲۵ ضبط ہے ہوں مردک اسبند اقامت گیر ہے  
۲۲۶ کسے ہے رہزال حفر راہ عشق جلا دی  
۲۲۶ یہ سرنوشت میں میری ہے اشک افشانی  
۲۲۷ ہے آرمیدگی میں فکوحش بجائے  
۲۲۸ ہر رنگ سوز بردہ یک سان ہے مجھے  
۲۲۹ کہوں کیا اگر خوشی میکشی میں شہدایاں کی  
۲۲۹ جنوں تہمت کش تسکین ہنوا کر شادمانی کی  
۲۳۰ نکو ہوش ہے سزا فریادی بیدار دلبر کی  
۲۳۱ آنکھوں میں انظار ہے جاں پر شتاب ہے  
۲۳۲ یے خود ز بسکہ خاطر بیتاب ہو گئی  
۲۳۲ ہجوم غم سے پاں تک سرخوئی مجھ کو حاصل ہے  
۲۳۳ جنوں رسوائی و استی، زنجیر ہر ہے  
۲۳۳ شرہ پہلوئے چشم اے جلوہ اور اک باقی ہے  
۲۳۴ خوشیوں میں تماشا ادا نکلتی ہے  
۲۳۵ ز بسکہ عشق تماشا، جنوں علامت ہے  
۲۳۵ ترجیب کھتی ہے شرم قطرہ سلامانی مجھے  
۲۳۶ ہم زبان آیا نظر فکر سخن میں تو مجھے  
۲۳۷ یاد ہے شادی میں بھی ہنگامہ یار مجھے  
۲۳۷ کاوش و زور و جفا و نشید افوں ہے مجھے
- ۲۳۸ دیکھ تری رخسے گرم دل بہ پیش ام ہے  
۲۳۸ بسک سولے خیال زلف خست ناک ہے  
۲۳۹ چشم خواباں، خامشی میں بھی نوپا دراز ہے  
۲۴۰ بسک حیرت سے زبا افتادہ زہنار ہے  
۲۴۱ کوہ کے ہوں بار خاطر اگر صدا ہو جائے  
۲۴۱ کوشش ہمہ بیناب تر و تو کشی ہے  
۲۴۲ کاشانہ ہستی کہ بر انداختی ہے  
۲۴۲ حکم بیتابی نہیں اور آرمیدن من ہے  
۲۴۳ چار سونے عشق میں صاحب کانی مفت ہے  
۲۴۳ بیتابی یا دوست ہم رنگ تسلی ہے  
۲۴۴ گلشن کو زری صحت از بسکہ خوش آئی ہے  
۲۴۵ دریوزہ سامان ہا اے بے سرو سامانی  
۲۴۵ نظر بقیص گدایاں کمال بے ادبی ہے  
۲۴۶ دلاہت ہے تمنائے خاطر افروزی  
۲۴۶ خبر نگہ کو نگہ چشم کو وعدہ جانے  
۲۴۷ اگر گل حسن الفت کی ہم جو شیدی جانے  
۲۴۸ گلستان بے تکلف پیش پا افتادہ مضمون ہے  
۲۴۹ صبح سے معلوم، آثار ظہور شام ہے  
۲۴۹ دیکھتا ہوں خست شوق خروش اماں سے  
۲۵۰ اے خیال و دل نادر ہے سے آشنائی تری  
۲۵۰ چشم گریبان بسمل شوق بہار دید ہے  
۲۵۱ دل سراپا وقف سولے لگا ہر تیز ہے

- ۲۵۱ نظر پرستی و بیکاری خود آرائی  
۲۵۲ گدائے طاقت تقریر ہے زباں تجھ سے  
۲۵۲ شکل طاووس گرفتار بنایا ہے مجھے  
۲۵۳ بارغ تجھ بن گل نرگس سے وڑا تھا ہے مجھے  
۲۵۴ قتل عشاق نہ غفلت کش تدبیر آفے  
۲۵۵ تشنہ خون تماشا جو وہ پانی مانگے  
۲۵۷ خواب جمعیت محل ہے پریشاں مجھ سے  
۲۵۸ فرصت آئینہ صدر رنگ خود آرائی ہے  
۲۵۸ کاکا گاہ ہستی میں لالہ داغ سامان ہے  
۲۵۹ گریہ، شراری شوق بر بیاباں زدہ ہے  
۲۵۹ خواب غفلت یہ کہیں گاہ نظر نہاں ہے  
۲۶۰ دامان دل بہ وہم تماشا نہ کھینچے  
۲۶۱ تاجند ناماز مسجد و بت خانہ کھینچے  
۲۶۱ آئینہ کیوں نہ دول کہ تماشا کہیں جسے  
۲۶۲ منت کشی میں حوصلہ بے اختیار ہے  
۲۶۳ مستی بذوق غفلت ساقی ہلاک ہے  
۲۶۳ حسن بے پردا، خریدار متاع جلوہ ہے  
۲۶۴ خود روشی ہائے ہستی بس کہ جلے خندہ ہے  
۲۶۴ شوخی مہربان چو لالہ آبیار نغمہ ہے  
۲۶۵ نشہ ہے بے چین دو دو چراغ کشتہ ہے  
۲۶۶ تپش ہے میری وقف کشتا کش ہر تراز بستر ہے  
۲۶۷ خطر ہے رشتہ الفت رک گدین نہ ہو جائے
- ۲۵۱ نوائے خفتہ الفت اگر بیتاب ہو جائے  
۲۵۲ دل بیمار از خود رفتہ تصویر نہ ہالی ہے  
۲۵۲ شبنم بہ گل لالہ، نہ خالی ز ادا ہے  
۲۵۳ زلف سیہ افنی نظر بد قلمی ہے  
۲۵۴ اس قامت رعنا کی جہاں جلوہ گری ہے  
۲۵۵ تاجند نفس غفلت ہستی سے برائے  
۲۵۶ نگاہ اس چشم کی افزود کسے ہے نا توانائی  
۲۵۷ غم و عشرت قدیموں دل تسلیم آئیں ہے  
۲۵۸ محو آرمیدگی، سامان بیتابی کرے  
۲۵۹ اے خوشا! وقتے کہ ساقی یک شستاں کسے  
۲۶۰ چاک کی خواہش اگر و خست بے برائی کسے  
۲۶۱ بقیص ظاہری رنگ کمال طبع نہاں ہے  
۲۶۱ تمام اجزائے عالم صید دام چشم گریاں ہے  
۲۶۲ ہجوم نالہ حیرت عاجز و عرض کیل فغان ہے  
۲۶۳ نفاق مشرعی سے نامتای بسک پیدا ہے  
۲۶۳ اثر سوز و محبت کا، قیامت بے حجاب ہے  
۲۶۴ بے نرم ہے پستی سحر تکلیف بے حجاب ہے  
۲۶۴ بہر پردن مہر سحر لطف گستر سایہ ہے  
۲۶۴ وہ نہا کہ زب کل سے سایہ گل کے تلے  
۲۶۵ جوہر آئینہ سان شرکاں بدل آسودہ ہے  
۲۶۶ بہار لغزیت آباد عشق، ماتم ہے  
۲۶۷ عذار یاد نظر بند چشم گریاں ہے

- ۲۸۲ شفقِ بدعوی عاشق کو اہ رنگیں ہے  
۲۸۳ روتا ہوں بسکہ درہوسِ ارمیدگی  
۲۸۳ عاشق نقابِ جلوہ جانا نہ چاہیے  
۲۸۴ یوں بے ضبط اشک پھروں گردِ یار کے  
۲۸۵ بے فکرِ حیرتِ رم، آئندہ پروازِ ناز ہے  
۲۸۵ بدست آوردنِ دل کو میرِ دریائے شای  
۲۸۴ نہ چھوڑو چھلِ عشرت میں جا کے میکشِ خالی  
۲۸۴ ہوا جب حسن کم خطِ برقرارِ سادہ آتا ہے  
۲۸۷ نکاحِ ناز سے جوعِ حق تکلیفِ شرارت کی  
۲۸۷ خدایا، دل کہاں تک نہ بعدِ رنج و توبہ کاٹے  
۲۸۸ تماشا ہے جہاں مفتِ نظر ہے  
۲۸۸ بسکہ زیرِ خاک با آبِ طراوتِ راہ ہے  
۲۸۹ بسکہ چشمِ از انتظارِ خوش خطاں بے نور ہے  
۲۹۰ سوزِ گال کی خاک میں یزیدِ شمشاد ہے
- ۱۸۱۶ء
- رباعیات
- ۲۹۰ ہر چند کہ دوستی میں کامل ہونا  
۲۹۰ بعد از امامِ بزمِ عیدِ اطفال  
۲۹۱ شبِ زلفِ رخِ عرقِ فشان کا غم تھا  
۲۹۱ دل تھا کہ جو جانِ دردِ تہیہ سہی  
۲۹۱ سلمان ہزارِ جستجو، یعنی، دل!  
۲۹۱ اے کاش! بتاں کا خنجرِ سیدِ شکاف
- ۲۹۱ اے کثرتِ فہم بے شمار اندیشہ  
۲۹۲ بے گریہ کمالِ تجوینی ہے مجھے  
۲۹۲ مگر جوہرِ امتیاز ہوتا ہم میں  
۲۹۲ بے خلقِ حسدِ قماشِ لڑنے کے لیے  
۲۹۲ کلخنِ شہرِ ہتمام بستر ہے آج  
• بعد از ۱۸۱۶ء (حاشیہ رخ)
- غزل
- ۲۹۴ غنچہ نازِ شلفہ کو درِ سکت دکھا کر یوں  
۲۹۴ وہ فراقِ اودہ وصال کہاں؟  
۲۹۴ وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں  
۲۹۵ دارِ اسد اس سے ہیں کہ محبت ہی کیوں نہ ہو  
۲۹۴ سمجھا دے یہ وضع چھوڑے  
۲۹۷ کیا تنگ ہم ستمِ روزگار کا جہان ہے  
۲۹۷ درویشِ میرے ہے تجھ کو بے قراری ہائے  
۲۹۸ عشقِ مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی  
۲۹۹ چاہیے اچھوں کو اجتناب چاہیے  
۳۰۰ پھر کچھ اک دل کو بے قراری ہے  
۳۰۱ مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے سوئے  
۳۰۲ بے اعداِ یوں تنگ سب میں ہم سوئے  
۳۰۳ جسِ زخم کی ہو سکتی ہو تدبیرِ رفتگی  
۳۰۴ رونے سے اور عشق میں بے باک ہو گئے

- ۳۲۴ کس کا خیال، آئینہ انتظار تھا  
۳۲۷ بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا  
۳۲۸ پھر مجھے دیدہ تر یا د آیا  
۳۲۹ تو دوست کی کا بھی ہنسنے نہ ہوا تھا  
۳۲۹ نفس نہ انجمنِ آرزو سے باہر کھینچ  
۳۳۰ حسنِ غمرے کی کشاکش چھٹا میرے بعد  
۳۳۰ بلا سے ہیں جو بے پیشِ نظر دردِ دیوار  
۳۳۱ لڑتا ہے ماروں زحمتِ مہر و خشاں پر  
۳۳۲ حریفِ مطلبِ شکل نہیں، مثنوی نیاز  
۳۳۲ نہ کلِ غمہ ہوں نہ پردہ ساز  
۳۳۳ زخمِ پھر چھلکیں کہاں طفلانِ بچہ دانک  
۳۳۴ آہ کو چاہیے اک عمرِ اتر مٹوئے تک  
۳۳۴ رہتے ہیں افرونگی سے سخت بیدار، ہم  
۳۳۵ پاؤں میں جب وہ خا باندھتے ہیں  
۳۳۵ تیرے ٹوسن کو صبا باندھتے ہیں  
۳۳۶ طاؤسِ نرط، داغ کے گردِ نگ نکالوں  
۳۳۶ کیا ضعف میں امید کو دلِ تنگ نکالوں  
۳۳۷ بقدرِ لفظِ مثنوی، فکرتِ احرامِ گریباں ہیں  
۳۳۸ ہم سے کھل جاوے وقت کے پرتی، ایک دن  
۳۳۸ رنگِ طرب ہے صورتِ عہدِ وفا گرو  
۳۳۹ شکوہ و شکر کو فخرِ نیم و امید کا سمجھ  
۳۳۹ کلفتِ ربطِ این آن غفلتِ دعا سمجھ
- ۱۸۲۱ء
- غزلیات
- ۳۱۸ عالم جہاں بے عرضِ بساطِ وجود تھا  
۳۱۹ تنگیِ رفیق رہ تھی، عدمِ یادِ وجود تھا  
۳۱۹ کہتے ہوئے نہ دیں گے ہم دلِ اگر پڑ پایا  
۳۲۰ عشق سے طبیعت نے زیست کا نر اپایا  
۳۲۰ کارخانے سے جنوں کے بھی ہیں عریاں نکلا  
۳۲۱ دہر میں نقشِ وفا و جہرِ تسلی نہ ہوا  
۳۲۱ جب بے تقریبِ سفر یا نے محلِ باندھا  
۳۲۲ شوقِ ہر رنگِ رقیبِ سرِ سامان نکلا  
۳۲۲ نہ ہو گا، ایک بیباںِ ماندگی سے ذوقِ کم میرا  
۳۲۳ ضعفِ جنوں کو وقتِ تیشِ دہی دور تھا  
۳۲۴ خود پرستی سے ہے باہر گرنا آشنا  
۳۲۴ شبِ خمارِ شوقِ ساقی رستخیزِ انداز تھا  
۳۲۴ وہ مری جین جین سے غمِ نہاں سمجھا  
۳۲۴ گلے سے شوقِ کو دل میں بھی تنگی جا کا

۱۸۲۱ء

## رباعیات

- ۳۵۲ دل، سوزِ جنوں سے جلوہ منظر ہے آج  
۳۵۲ مشکل ہے زبں کلام میرا لے دل  
... بعد از ۱۸۲۱ء (حاشیہ ق)

## غزلیات

- ۳۵۲ دھکی میں مر گیا جو نہ بابِ نبوت تھا  
۳۵۲ عمر نہیں ہے تو ہی زوہاے راز کا  
۳۵۲ دوستِ غمخواری میں میری سہمی فرما دی گئی کیا؟  
۳۵۵ عشرتِ قطر ہے دریا میں نہا ہو جانا  
۳۵۶ پھر ہوا وقت کہ ہوا بال کشا موجِ خراب  
۳۵۷ رہا کہ کوئی تاقیامت سلامت  
۳۵۷ کب فقیر کو رسائی بتِ خوار کے پاس  
۳۵۸ ہے کس قدر ہلاک فریبِ وفا کے گل  
۳۵۸ اپنا احوال دلِ زار کہوں یا نہ کہوں؟  
۳۵۹ مانعِ دشتِ نوردی کوئی تدبیر نہیں  
۳۶۰ دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پر شکِ آج ہے  
۳۶۱ وہ بات چاہتے ہو کہ عورات چاہیے  
۳۶۲ گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے  
۳۶۲ کبھی یہی بھی اس کے میں گر آج ہے مجھ سے  
۳۶۳ وہ، اے خواب میں تسکینِ اضطراب دے

- ۳۶۰ دل ہی نہیں کہ منتِ دریاں اٹھائیے  
۳۶۰ ہے بزمِ بتاں میں سخنِ آرزو لبوں سے  
۳۶۱ غمِ دنیا سے گرا پائی بھی فرصتِ سر اٹھانے کی  
۳۶۲ بساطِ عجیب میں تھا ایک لکِ قطر خونِ وہ بھی  
۳۶۳ گشتِ مکی میں عالمِ ہستی سے پاس ہے  
۳۶۳ گریختگی سے فائدہ اٹھا لے حال ہے  
۳۶۴ زقارِ عمر قطع رہ اضطراب ہے  
۳۶۴ جس جاتیم شامِ کش زلفِ یار ہے  
۳۶۵ حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خدائی  
۳۶۶ توفیقِ دوست ہوں میرا داغِ عمرِ عالی ہے  
۳۶۶ ہر قدمِ دوری منزل ہے نمایاں مجھ سے  
۳۶۷ دشتِ کہاں کہ بے خودی نشان کے کوئی؟  
۳۶۷ جب تک کہ بانِ زخمِ نہ پیرا کرے کوئی  
۳۶۸ جو نہ نقدِ داغِ دل کی کرے شعلہِ پاسانی  
۳۶۸ آ، کہ مری جان کو قرار نہیں ہے  
۳۶۹ نہ ہوئی گھر سے مرنے سے تسلی، نہ سہی  
۳۶۹ پھونکتا ہے نالہِ مرشدِ مور اسرِ فضل کی  
۳۷۰ کیا ہے ترکِ دنیا کا طہی سے  
۳۷۰ ربطِ تمیزِ اعیانِ درد سے صدا ہے  
۳۷۱ گریاسِ سوزِ گھنچے، تنگیِ عجبِ فضا ہے  
۳۷۱ ذوقِ خود داری خرابِ حشرِ خیر ہے

۱۸۲۴ء

## غزلیات

- ۳۶۴ عشق، تاثیر سے زوید نہیں  
۳۶۴ دیوانگی نے دوش پر زنا بھی نہیں  
۳۶۵ مزے جہان کے اپنی نظر میں خاک نہیں  
۳۶۵ عجب شط سے جلاؤں کے چلے ہیں ہم، آگے  
۳۶۶ فریاد کی کوئی کے نہیں ہے  
۳۶۷ دیکھ کر پردہ گرمِ دامنِ نشانی مجھے  
... بعد از ۱۸۲۴ء

## (حاشیہ ق)

- ۳۶۹ ستائش کرے زبہ اس قدر جس باغِ فزون کا  
۳۶۹ ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا!  
۳۷۰ آبرو کی خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں  
۳۷۱ ذکرِ میرا، یہ بدی بھی اُسے منظور نہیں  
۳۷۱ نالہِ جو حسنِ طلب اے ستمِ ایجاد نہیں  
۳۷۲ صدہا ہنگ میں لبوسِ قدم ہے ہم کو  
۳۷۳ ظلمتِ کد میں میرے شبِ غم کا جوش ہے  
۳۷۴ کب وہ سنتا ہے کہانی میری  
۳۷۵ سادگی پر اس کی گمراہی کی حشرِ دل میں ہے  
... ۱۸۲۸/۲۹

## قطعہ

- ۳۷۷ دیکھنے میں ہیں گروہِ دُور ہیں یہ دونوں باریک

۱۸۲۸/۲۹ء

## قطعہ

- ۳۷۸ زبہ تیکے اُسے جس قدر اچھا کہیے  
... ۱۸۳۳ء (قب)

## قطعہ

- ۳۷۹ اک تیرے سینے میں مارا کہہ اے! ہاے!  
... ۱۸۳۳ء (قب)

## غزلیات

- ۳۷۹ من گدگن کھولتے ہی کھولتے، آنکھیں غالب  
یار لائے مری بالیں پر اُسے کس وقت!  
... ۱۸۳۳ء (قب)  
۳۸۰ تو ہم مریضِ عشق کے بیمار دار ہیں  
۳۸۰ اچھا اگر نہ ہو، تو میری کیا کیا علاج  
... ۱۸۳۳ء (قب)  
۳۸۰ کیوں جل گیا نہ تابِ رخِ یار دیکھ کر؟  
۳۸۱ رکھ لی مرے خدائے مری بھیجی کی شرم  
۳۸۱ میں گیا وقت نہیں جس کہ پھر بھی نہ سکوں  
۳۸۱ یہ ہم جو جو خوشیوں دیوارِ دور کو دیکھتے ہیں  
۳۸۱ یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہ ہو  
۳۸۱ یہی اب ایسی جگہ ہے کہ جہاں کوئی نہ ہو  
۳۸۲ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیرِ سوہے  
۳۸۲ کندھا بھی کہاؤں کو بدلتے نہیں دیتے

- دل سے تری نگاہ، جگر تک اتر گئی ۳۸۲ • بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا)
- جس بزم میں تو ناز سے گفتا رہیں آگے ۳۸۲ • ۱۸۳۳ء (قب)
- رباعیات
- آتش بازی ہے جیسے شعلِ اطفال ۳۸۳ • بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا)
- دلِ سوختِ نثر نہ ہو گیا ہے، گویا ۳۸۴ •
- دُکھِ جی کے پسند ہو گیا ہے، غالب ۳۸۵ • ۱۸۴۱ء (م)
- ہیں شہ میں صفاتِ ذوالجلالی باہم ۳۸۸ • ۱۸۴۵ء
- غزلیات
- اور تو رکھنے کو ہم دہریں کیا رکھتے تھے ۳۸۶ • ۱۸۳۸ء (قبا)
- دھوتا ہوں جب میں پیئے کو اُس سیم تک پاؤ ۳۸۶ • بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا)
- قطعہ
- کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموشی کہتے تھے ۳۸۷ • بعد از ۱۸۳۸ء (حاشیہ قبا)
- غزلیات
- سُن لیتے ہیں گو ذکر ہمارا نہیں کرتے ۳۸۷ •
- ہم رشکِ اپنے بھی گوارا نہیں کرتے ۳۸۷ •
- لاغر انا ہوں کہ گر تو بزم میں جاوے مجھے ۳۸۸ •

- بعد از ۱۸۴۷ء
- ذکر اُس پری ویش کا، اور پھر بیاں اپنا ۴۰۶ • ۱۸۴۹ء
- قطعہ
- اے جہاندارِ کرم شیوہ بے شربہ عدیل ۳۹۵ • بعد از ۱۸۴۷ء
- غزلیات
- گر میں نے کی تھی تو نہ ساقی کو کیا ہوا تھا؟ ۳۹۶ •
- گھر ہمارا جو نہ رہنے بھی تو، ویران ہوتا ۳۹۶ •
- ہوئی تائید تو کچھ باعثِ تائید بھی تھا ۳۹۷ •
- یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ فصالِ یار ہوتا ۳۹۷ •
- نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا، تو خدا ہوتا ۳۹۸ •
- گھر جب بنا لیا ترے در پر رکھے بغیر ۳۹۸ •
- تم جانو، تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو ۳۹۹ •
- تسکین کو ہم نہ روئیں جو ذوقِ نظر ملے ۳۹۹ •
- کوئی دن گزر نہ گزنگانی اور رہے ۴۰۰ •
- کوئی امید بر نہیں آتی ۴۰۰ •
- دلِ ناداں مجھے ہوا کیا ہے ۴۰۱ •
- حُسن، مگر جب بہ سنگامِ کمال اچھا ہے ۴۰۲ •
- فتکے کے نام سے بے ہر خفا ہوتا ہے ۴۰۳ •
- ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ "تو کیا ہے؟" ۴۰۴ •
- ابنِ مریم ہوا کرے کوئی ۴۰۵ •
- اس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے ۴۰۵ •
- چل نکلتے، جوئے پیے ہوتے ۴۰۵ •
- ۴۰۶ •
- ۴۰۷ •
- ۴۰۸ •
- ۴۰۹ •
- ۴۱۰ •
- ۴۱۱ •
- ۴۱۲ •
- ۴۱۳ •
- ۴۱۴ •
- ۴۱۵ •
- ۴۱۶ •
- ۴۱۷ •
- ۴۱۸ •
- ۴۱۹ •
- ۴۲۰ •
- ۴۲۱ •
- ۴۲۲ •
- ۴۲۳ •
- ۴۲۴ •
- ۴۲۵ •
- ۴۲۶ •
- ۴۲۷ •
- ۴۲۸ •
- ۴۲۹ •
- ۴۳۰ •
- ۴۳۱ •
- ۴۳۲ •
- ۴۳۳ •
- ۴۳۴ •
- ۴۳۵ •
- ۴۳۶ •
- ۴۳۷ •
- ۴۳۸ •
- ۴۳۹ •
- ۴۴۰ •
- ۴۴۱ •
- ۴۴۲ •
- ۴۴۳ •
- ۴۴۴ •
- ۴۴۵ •
- ۴۴۶ •
- ۴۴۷ •
- ۴۴۸ •
- ۴۴۹ •
- ۴۵۰ •
- ۴۵۱ •
- ۴۵۲ •
- ۴۵۳ •
- ۴۵۴ •
- ۴۵۵ •
- ۴۵۶ •
- ۴۵۷ •
- ۴۵۸ •
- ۴۵۹ •
- ۴۶۰ •
- ۴۶۱ •
- ۴۶۲ •
- ۴۶۳ •
- ۴۶۴ •
- ۴۶۵ •
- ۴۶۶ •
- ۴۶۷ •
- ۴۶۸ •
- ۴۶۹ •
- ۴۷۰ •
- ۴۷۱ •
- ۴۷۲ •
- ۴۷۳ •
- ۴۷۴ •
- ۴۷۵ •
- ۴۷۶ •
- ۴۷۷ •
- ۴۷۸ •
- ۴۷۹ •
- ۴۸۰ •
- ۴۸۱ •
- ۴۸۲ •
- ۴۸۳ •
- ۴۸۴ •
- ۴۸۵ •
- ۴۸۶ •
- ۴۸۷ •
- ۴۸۸ •
- ۴۸۹ •
- ۴۹۰ •
- ۴۹۱ •
- ۴۹۲ •
- ۴۹۳ •
- ۴۹۴ •
- ۴۹۵ •
- ۴۹۶ •
- ۴۹۷ •
- ۴۹۸ •
- ۴۹۹ •
- ۵۰۰ •
- ۵۰۱ •
- ۵۰۲ •
- ۵۰۳ •
- ۵۰۴ •
- ۵۰۵ •
- ۵۰۶ •
- ۵۰۷ •
- ۵۰۸ •
- ۵۰۹ •
- ۵۱۰ •
- ۵۱۱ •
- ۵۱۲ •
- ۵۱۳ •
- ۵۱۴ •
- ۵۱۵ •
- ۵۱۶ •
- ۵۱۷ •
- ۵۱۸ •
- ۵۱۹ •
- ۵۲۰ •
- ۵۲۱ •
- ۵۲۲ •
- ۵۲۳ •
- ۵۲۴ •
- ۵۲۵ •
- ۵۲۶ •
- ۵۲۷ •
- ۵۲۸ •
- ۵۲۹ •
- ۵۳۰ •
- ۵۳۱ •
- ۵۳۲ •
- ۵۳۳ •
- ۵۳۴ •
- ۵۳۵ •
- ۵۳۶ •
- ۵۳۷ •
- ۵۳۸ •
- ۵۳۹ •
- ۵۴۰ •
- ۵۴۱ •
- ۵۴۲ •
- ۵۴۳ •
- ۵۴۴ •
- ۵۴۵ •
- ۵۴۶ •
- ۵۴۷ •
- ۵۴۸ •
- ۵۴۹ •
- ۵۵۰ •
- ۵۵۱ •
- ۵۵۲ •
- ۵۵۳ •
- ۵۵۴ •
- ۵۵۵ •
- ۵۵۶ •
- ۵۵۷ •
- ۵۵۸ •
- ۵۵۹ •
- ۵۶۰ •
- ۵۶۱ •
- ۵۶۲ •
- ۵۶۳ •
- ۵۶۴ •
- ۵۶۵ •
- ۵۶۶ •
- ۵۶۷ •
- ۵۶۸ •
- ۵۶۹ •
- ۵۷۰ •
- ۵۷۱ •
- ۵۷۲ •
- ۵۷۳ •
- ۵۷۴ •
- ۵۷۵ •
- ۵۷۶ •
- ۵۷۷ •
- ۵۷۸ •
- ۵۷۹ •
- ۵۸۰ •
- ۵۸۱ •
- ۵۸۲ •
- ۵۸۳ •
- ۵۸۴ •
- ۵۸۵ •
- ۵۸۶ •
- ۵۸۷ •
- ۵۸۸ •
- ۵۸۹ •
- ۵۹۰ •
- ۵۹۱ •
- ۵۹۲ •
- ۵۹۳ •
- ۵۹۴ •
- ۵۹۵ •
- ۵۹۶ •
- ۵۹۷ •
- ۵۹۸ •
- ۵۹۹ •
- ۶۰۰ •
- ۶۰۱ •
- ۶۰۲ •
- ۶۰۳ •
- ۶۰۴ •
- ۶۰۵ •
- ۶۰۶ •
- ۶۰۷ •
- ۶۰۸ •
- ۶۰۹ •
- ۶۱۰ •
- ۶۱۱ •
- ۶۱۲ •
- ۶۱۳ •
- ۶۱۴ •
- ۶۱۵ •
- ۶۱۶ •
- ۶۱۷ •
- ۶۱۸ •
- ۶۱۹ •
- ۶۲۰ •
- ۶۲۱ •
- ۶۲۲ •
- ۶۲۳ •
- ۶۲۴ •
- ۶۲۵ •
- ۶۲۶ •
- ۶۲۷ •
- ۶۲۸ •
- ۶۲۹ •
- ۶۳۰ •
- ۶۳۱ •
- ۶۳۲ •
- ۶۳۳ •
- ۶۳۴ •
- ۶۳۵ •
- ۶۳۶ •
- ۶۳۷ •
- ۶۳۸ •
- ۶۳۹ •
- ۶۴۰ •
- ۶۴۱ •
- ۶۴۲ •
- ۶۴۳ •
- ۶۴۴ •
- ۶۴۵ •
- ۶۴۶ •
- ۶۴۷ •
- ۶۴۸ •
- ۶۴۹ •
- ۶۵۰ •
- ۶۵۱ •
- ۶۵۲ •
- ۶۵۳ •
- ۶۵۴ •
- ۶۵۵ •
- ۶۵۶ •
- ۶۵۷ •
- ۶۵۸ •
- ۶۵۹ •
- ۶۶۰ •
- ۶۶۱ •
- ۶۶۲ •
- ۶۶۳ •
- ۶۶۴ •
- ۶۶۵ •
- ۶۶۶ •
- ۶۶۷ •
- ۶۶۸ •
- ۶۶۹ •
- ۶۷۰ •
- ۶۷۱ •
- ۶۷۲ •
- ۶۷۳ •
- ۶۷۴ •
- ۶۷۵ •
- ۶۷۶ •
- ۶۷۷ •
- ۶۷۸ •
- ۶۷۹ •
- ۶۸۰ •
- ۶۸۱ •
- ۶۸۲ •
- ۶۸۳ •
- ۶۸۴ •
- ۶۸۵ •
- ۶۸۶ •
- ۶۸۷ •
- ۶۸۸ •
- ۶۸۹ •
- ۶۹۰ •
- ۶۹۱ •
- ۶۹۲ •
- ۶۹۳ •
- ۶۹۴ •
- ۶۹۵ •
- ۶۹۶ •
- ۶۹۷ •
- ۶۹۸ •
- ۶۹۹ •
- ۷۰۰ •
- ۷۰۱ •
- ۷۰۲ •
- ۷۰۳ •
- ۷۰۴ •
- ۷۰۵ •
- ۷۰۶ •
- ۷۰۷ •
- ۷۰۸ •
- ۷۰۹ •
- ۷۱۰ •
- ۷۱۱ •
- ۷۱۲ •
- ۷۱۳ •
- ۷۱۴ •
- ۷۱۵ •
- ۷۱۶ •
- ۷۱۷ •
- ۷۱۸ •
- ۷۱۹ •
- ۷۲۰ •
- ۷۲۱ •
- ۷۲۲ •
- ۷۲۳ •
- ۷۲۴ •
- ۷۲۵ •
- ۷۲۶ •
- ۷۲۷ •
- ۷۲۸ •
- ۷۲۹ •
- ۷۳۰ •
- ۷۳۱ •
- ۷۳۲ •
- ۷۳۳ •
- ۷۳۴ •
- ۷۳۵ •
- ۷۳۶ •
- ۷۳۷ •
- ۷۳۸ •
- ۷۳۹ •
- ۷۴۰ •
- ۷۴۱ •
- ۷۴۲ •
- ۷۴۳ •
- ۷۴۴ •
- ۷۴۵ •
- ۷۴۶ •
- ۷۴۷ •
- ۷۴۸ •
- ۷۴۹ •
- ۷۵۰ •
- ۷۵۱ •
- ۷۵۲ •
- ۷۵۳ •
- ۷۵۴ •
- ۷۵۵ •
- ۷۵۶ •
- ۷۵۷ •
- ۷۵۸ •
- ۷۵۹ •
- ۷۶۰ •
- ۷۶۱ •
- ۷۶۲ •
- ۷۶۳ •
- ۷۶۴ •
- ۷۶۵ •
- ۷۶۶ •
- ۷۶۷ •
- ۷۶۸ •
- ۷۶۹ •
- ۷۷۰ •
- ۷۷۱ •
- ۷۷۲ •
- ۷۷۳ •
- ۷۷۴ •
- ۷۷۵ •
- ۷۷۶ •
- ۷۷۷ •
- ۷۷۸ •
- ۷۷۹ •
- ۷۸۰ •
- ۷۸۱ •
- ۷۸۲ •
- ۷۸۳ •
- ۷۸۴ •
- ۷۸۵ •
- ۷۸۶ •
- ۷۸۷ •
- ۷۸۸ •
- ۷۸۹ •
- ۷۹۰ •
- ۷۹۱ •
- ۷۹۲ •
- ۷۹۳ •
- ۷۹۴ •
- ۷۹۵ •
- ۷۹۶ •
- ۷۹۷ •
- ۷۹۸ •
- ۷۹۹ •
- ۸۰۰ •
- ۸۰۱ •
- ۸۰۲ •
- ۸۰۳ •
- ۸۰۴ •
- ۸۰۵ •
- ۸۰۶ •
- ۸۰۷ •
- ۸۰۸ •
- ۸۰۹ •
- ۸۱۰ •
- ۸۱۱ •
- ۸۱۲ •
- ۸۱۳ •
- ۸۱۴ •
- ۸۱۵ •
- ۸۱۶ •
- ۸۱۷ •
- ۸۱۸ •
- ۸۱۹ •
- ۸۲۰ •
- ۸۲۱ •
- ۸۲۲ •
- ۸۲۳ •
- ۸۲۴ •
- ۸۲۵ •
- ۸۲۶ •
- ۸۲۷ •
- ۸۲۸ •
- ۸۲۹ •
- ۸۳۰ •
- ۸۳۱ •
- ۸۳۲ •
- ۸۳۳ •
- ۸۳۴ •
- ۸۳۵ •
- ۸۳۶ •
- ۸۳۷ •
- ۸۳۸ •
- ۸۳۹ •
- ۸۴۰ •
- ۸۴۱ •
- ۸۴۲ •
- ۸۴۳ •
- ۸۴۴ •
- ۸۴۵ •
- ۸۴۶ •
- ۸۴۷ •
- ۸۴۸ •
- ۸۴۹ •
- ۸۵۰ •
- ۸۵۱ •
- ۸۵۲ •
- ۸۵۳ •
- ۸۵۴ •
- ۸۵۵ •
- ۸۵۶ •
- ۸۵۷ •
- ۸۵۸ •
- ۸۵۹ •
- ۸۶۰ •
- ۸۶۱ •
- ۸۶۲ •
- ۸۶۳ •
- ۸۶۴ •
- ۸۶۵ •
- ۸۶۶ •
- ۸۶۷ •
- ۸۶۸ •
- ۸۶۹ •
- ۸۷۰ •
- ۸۷۱ •
- ۸۷۲ •
- ۸۷۳ •
- ۸۷۴ •
- ۸۷۵ •
- ۸۷۶ •
- ۸۷۷ •
- ۸۷۸ •
- ۸۷۹ •
- ۸۸۰ •
- ۸۸۱ •
- ۸۸۲ •
- ۸۸۳ •
- ۸۸۴ •
- ۸۸۵ •
- ۸۸۶ •
- ۸۸۷ •
- ۸۸۸ •
- ۸۸۹ •
- ۸۹۰ •
- ۸۹۱ •
- ۸۹۲ •
- ۸۹۳ •
- ۸۹۴ •
- ۸۹۵ •
- ۸۹۶ •
- ۸۹۷ •
- ۸۹۸ •
- ۸۹۹ •
- ۹۰۰ •
- ۹۰۱ •
- ۹۰۲ •
- ۹۰۳ •
- ۹۰۴ •
- ۹۰۵ •
- ۹۰۶ •
- ۹۰۷ •
- ۹۰۸ •
- ۹۰۹ •
- ۹۱۰ •
- ۹۱۱ •
- ۹۱۲ •
- ۹۱۳ •
- ۹۱۴ •
- ۹۱۵ •
- ۹۱۶ •
- ۹۱۷ •
- ۹۱۸ •
- ۹۱۹ •
- ۹۲۰ •
- ۹۲۱ •
- ۹۲۲ •
- ۹۲۳ •
- ۹۲۴ •
- ۹۲۵ •
- ۹۲۶ •
- ۹۲۷ •
- ۹۲۸ •
- ۹۲۹ •
- ۹۳۰ •
- ۹۳۱ •
- ۹۳۲ •
- ۹۳۳ •
- ۹۳۴ •
- ۹۳۵ •
- ۹۳۶ •
- ۹۳۷ •
- ۹۳۸ •
- ۹۳۹ •
- ۹۴۰ •
- ۹۴۱ •
- ۹۴۲ •
- ۹۴۳ •
- ۹۴۴ •
- ۹۴۵ •
- ۹۴۶ •
- ۹۴۷ •
- ۹۴۸ •
- ۹۴۹ •
- ۹۵۰ •
- ۹۵۱ •
- ۹۵۲ •
- ۹۵۳ •
- ۹۵۴ •
- ۹۵۵ •
- ۹۵۶ •
- ۹۵۷ •
- ۹۵۸ •
- ۹۵۹ •
- ۹۶۰ •
- ۹۶۱ •
- ۹۶۲ •
- ۹۶۳ •
- ۹۶۴ •
- ۹۶۵ •
- ۹۶۶ •
- ۹۶۷ •
- ۹۶۸ •
- ۹۶۹ •
- ۹۷۰ •
- ۹۷۱ •
- ۹۷۲ •
- ۹۷۳ •
- ۹۷۴ •
- ۹۷۵ •
- ۹۷۶ •
- ۹۷۷ •
- ۹۷۸ •
- ۹۷۹ •
- ۹۸۰ •
- ۹۸۱ •
- ۹۸۲ •
- ۹۸۳ •
- ۹۸۴ •
- ۹۸۵ •
- ۹۸۶ •
- ۹۸۷ •
- ۹۸۸ •
- ۹۸۹ •
- ۹۹۰ •
- ۹۹۱ •
- ۹۹۲ •
- ۹۹۳ •
- ۹۹۴ •
- ۹۹۵ •
- ۹۹۶ •
- ۹۹۷ •
- ۹۹۸ •
- ۹۹۹ •
- ۱۰۰۰ •



• ۱۸۵۲ء (قج)

قصیدہ

صبح دم، دروازہ خاور کھلا ۴۱۷

• ۱۸۵۲ء

سہرا

خوش ہوائے نخت کہ ہے آج تے سر سہرا ۴۲۰

• ۱۸۵۲ء

قطعہ

اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے ۴۲۲

• ۱۸۵۲ء

سہرا

پر خیمک ہوم ہے کس ہوم سے آیا سہرا ۴۲۳

• ۱۸۵۲ء (قج)

غزلیات

بنم شاہنشاہ میں اشعار کا دفتر کھلا ۴۲۳

۴۲۴

۴۲۵

۴۲۵

۴۲۶

۴۲۷

۴۲۸

۴۲۹

• ۱۸۵۲ء

رباعیات

حق شرکی بقائے خلق کو شاہ کمرے ۴۳۰

۴۳۰

• ۱۸۵۳ء

قطعہ (در مدح شاہ)

۴۳۲

• ۱۸۵۳ء

مخمس

۴۳۳

• ۱۸۵۳ء

غزلیات

۴۳۷

۴۳۸

۴۳۹

۴۴۰

۴۴۱

۴۴۲

۴۴۳

۴۴۵

• ۱۸۵۴ء

سلام

۴۴۵

• ۱۸۵۴/۵۴ء

غزلیات

۴۴۷

• ۱۸۵۴ء

۴۴۸

۴۴۸

۴۴۹

• ۱۸۵۴ء

قطعات

۴۵۰

۴۵۱

۴۵۱

• ۱۸۵۴ء

رباعیات

۴۵۱

• دسمبر ۱۸۵۴ء تا اپریل ۱۸۵۷ء

مطلع

۴۵۱

۴۵۱

• ۱۸۵۵ء

قطعہ

۴۵۲

• ۱۸۵۵ء (قد)

قطعہ

۴۵۲

قطعہ

۴۵۲

قطعہ

۴۵۵

قطعہ

۴۵۵

قطعہ

۴۵۶

• ۱۸۵۵ء (قد)

منشوی۔ در صفت ابنہ

۴۵۶

• ۱۸۵۵ء (قد)

غزلیات

۴۵۸

۴۵۹

۴۵۹

- روزِ ندی ہوئی ہے کوکہ شہرِ یار کی ۴۰ ۱۸۵۸ء
- قصیدہ ۱۸۵۵ء (قد)
- رباعیات ۴۰ جناب عالی ایلن بروک والا جاہ ۴۲
- اس سیم کے بچوں کو کوئی کیا جانے ۴۰ ۱۸۵۸ء تا دسمبر ۱۸۶۵ء
- ۱۸۵۵ء غزل
- کتے ہیں کہ اب وہ موسمِ آزار نہیں ۴۰ بہت سی غم گیتی، شراب کم کیا ہے؟ ۴۳
- ہم گھر چنے سے سلام کرنے والے ۴۰ قبل از ۱۸۶۰ء
- ۱۸۵۶ء مشیہ
- ت اور نامہ ۴۴ ہاں اے نفسِ بادِ سحر، شعلہ فشاں ہو ۴۴
- دقادر اور اللہ اور دروڑاں (خدا) ۴۰ ۱۸۶۰ء
- ۱۸۵۷ء قطعات
- قطعہ ۴۵ مسندِ عیش پر جگہ پائی ۴۵
- بس کہ فعالِ نایب ہے آج ۴۰ ۴۵ فرارِ مسندِ عیش و طرب جگہ پائی
- بعد از ۱۸۵۷ء ۴۰ ۱۸۶۰/۶۱
- قطعہ
- مسلمانوں کے سیلوں کا ہوا قتل ۴۰ آتِ تابِ انطباع کی پائی ۴۴
- ۱۸۶۲ء
- بعد از ۱۸۵۷ء قطعہ
- غزل ۴۱ حکیم حافق دو انا ہے وہ لطیف کلام ۴۴
- یہی یا حضرتِ الوب کا ہے توہی ۴۱ ۱۸۶۲ء (مج)
- قبل از ۱۸۵۸ء غزل
- بزمِ شادی ہے فلک کاہ کشاں ہے بہرا ۴۱ کیوں کہ اُس بُت رکھوں جان غریب ۴۴

- ۱۸۶۲ء رباعیات
- ۴۸ رقعے کا جواب کیوں نہ بھیجا تم نے
- ۴۸ اے روشنی دیدہ شہاب الدین خاں
- ۱۸۶۳ء قصیدہ
- ۴۸ گمنامی میں سال کے رشتے میں بیس بار گرو
- ۱۸۶۴ء مثنوی
- ۴۸ اے جہاں آفریں، خداے کریم
- ۱۸۶۴ء شعر
- ان دلہنوں سے کیوں اُس پر پیار اے؟
- ۴۸ روٹھا جو بے گناہ، تو بے عذر من گیا
- ۱۸۶۴ء رباعی
- ۴۸ اے منشیِ خیر و سر، سخن ساز نہ ہو
- ۲۵ دسمبر ۱۸۶۴ء تا
- ۸ جنوری ۱۸۶۵ء قصیدہ
- ۴۸ مرحبا! سالِ فرقتی آئیں
- قبل از ۱۸۶۵ء شعر
- ۴۸ خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا
- ۴۸ ہماری زندگی کیا، اور ہم کیا
- ۱۸۶۵ء قطعہ
- ۴۸ رہا ہے زور سے ابرستارہ بار برس
- ۱۸۶۵ء غزلیات
- ۴۸ لطفِ نظارہ قاتلِ دمِ بسمل اے
- ۴۸ میں ہوں مشتاقِ جفا، مجھ پر جفا اور ہی
- ۱۸۶۵ء تا ۱۸۶۷ء قطعہ
- ۴۸ پیس بادلِ ناب اور ام کھائیں
- ۱۸۶۴ء غزلیات
- ۴۸ شبِ تہ گدائی ہر در نہیں ہوں میں
- ۴۸ مسجد کے زیرِ سایہ اک گھر بنا لیا ہے
- ۱۸۶۷ء قطعہ
- ۴۸ عاشق ہے اپنے حاکمِ عادل کے نام کی
- ۴۸ ہندوستان کی بھی عجب سب زمیں ہے

۱۸۶۷ء

غزلیات

شب وصال میں مونس کیا ہے بن تکیہ ۲۸۹

ممکن نہیں کہ بھول کے کبھی آئندہ ہوں ۲۹۰

۱۸۶۷ء

قصیدہ

کرتا ہے چرخ، روز بصد گونہ احترام ۲۹۱

اکتوبر نمبر ۱۸۶۷ء

قطعہ

حیدر آباد کن رشک گلستانِ ارم ۲۹۲

بعد از ۱۳ جولائی ۱۸۶۷ء

شعر

دم واپس بر سرِ راہ ہے

عزیزو! اب اللہ ہی اللہ ہے ۲۹۵

## فہرست اشعار بلحاظ حروفِ تہجی

(تانیہ و ردیف)

### الف

تاثیر آیا ۱۴۵

آواروں کا ۱۴۶

جاوہ گاہ کا ۱۴۶

داغ کا ۱۴۷

غبارِ اپنا ۱۴۷

دیوانہ تھا ۱۴۸

خرم پروانہ تھا ۱۴۹

پارسی کا ۱۴۹

پارسی کا ۱۵۰

طوطی کا ۱۵۰

قاتل کا ۱۵۱

ساغر کا ۱۵۲

تصویر کا ۱۴۰

دو پند آیا ۱۴۰

مددِ پند آیا ۱۴۱

بازو تھا ۱۴۱

نگاہِ شرمگین پایا ۱۴۲

چشمِ جستن با ۱۴۲

ساحلِ با ۱۴۳

کوکبِ با ۱۴۳

نام اس کا ۱۴۴

شب تھا ۱۴۴

۱۵۲	شکستن کا	۱۴۶	زبان پیدا
۱۵۳	بالیں کا	۱۴۶	جل گیا
۱۵۳	بہاری کا	۱۴۷	نقاب اس کا
۱۵۴	منزل ہوا	۱۴۷	بادہ درینا
۱۵۴	گوہر ہوا	۱۴۸	زنجیر ہے پیدا
۱۵۵	دام کیا	۱۴۸	دیوار ہو پیدا
۱۵۵	وہاں ہو جائے گا	۲۹۰	زبان ویکٹل ہونا۔ (ربائی)
۱۵۶	ساغر نہیں ہوتا	۲۹۱	طرف عالم تھا۔ ( )
۱۵۷	آزردگان کا	۳۱۸	مجھے تارپو د تھا
۱۵۷	آبدیا	۳۱۹	چشم حسود تھا
۱۵۸	فتر اک چڑھا	۳۱۹	ہم نے مدعا پایا
۱۵۸	فسون خواب تھا	۳۲۰	دروہے دوا پایا
۱۵۹	بیتاب تھا	۳۲۰	گریبان نکلا
۱۶۰	خانوس تھا	۳۲۱	شرمندہ معنی نہ ہوا
۱۶۱	منزل باندھا	۳۲۱	اک دل باندھا
۱۶۱	دل نہیں رہا	۳۲۲	عریان نکلا
۱۶۲	بیابان میرا	۳۲۲	نقش قدم میرا
۱۶۳	نام رہا	۳۲۳	بیابان ضرور تھا
۱۶۴	جوالہ ہو گیا	۳۲۴	آئینہ تیرا آشنا
۱۶۴	پر ہو گیا	۳۲۴	خانہ خیارہ تھا
۱۶۵	فشار صحر	۳۲۵	عناں سمجھا
۱۶۵	غم چند رہا	۳۲۶	اضطراب دریا کا

۳۲۶	بے قرار تھا	۳۲۷	النساں ہونا
۳۲۷	تشنہ فریاد آیا	۳۲۸	مجھ پر نہ ہوا تھا
۳۲۹	طلب گار مر د تھا	۳۵۴	پردہ ہے ساز کا
۳۵۴	ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا؟	۳۵۴	دوا ہو جانا
۳۵۵	طاق نسیاں کا	۳۶۹	چینے کا سزا کیا؟
۳۶۹	منہ ہو گیا ہے گویا۔ (ربائی)	۳۸۴	کیا ہوا تھا؟
۳۹۶	بیاباں ہوتا	۳۹۶	عناں گیر بھی تھا
۳۹۷	انتظار ہوتا	۳۹۸	کیا ہوتا
۳۹۸	راز داں اپنا	۴۰۶	منظر کھلا۔ (قصیدہ)
۴۱۷	سر پر سہرا۔ (سہرا)	۴۲۰	گایا سہرا۔ ( )
۴۲۳	گنجینہ گوہر کھلا	۴۲۳	شما ہوں بلکہ سوا!۔ (ربائی)
۴۲۳	حضرت سلامت	۴۲۹	پر کس وقت!
۴۲۹	برائے ہوا		
۴۲۸	پیدا نہ ہوا		
۴۲۸	کھلائیں کیا؟		
۴۴۰	رہنا۔ (قادر نامہ)		
۴۷۰	انگلستان کا (قطعہ)		
۴۷۱	کاہ کشاں ہے سہرا (سہرا)		
۴۸۲	بے غدر من گیا		
۴۸۵	اور ہم کیا		
	<b>ب</b>		
۱۶۶	داغ شراب		
۱۷۰	بالِ عدلیب		
۳۵۶	کشا ہوج شراب		
۳۸۴	بند ہو گیا ہے غائب (ربائی)		
۴۵۱	سراج الدین کو غالب		
	<b>ت</b>		
۱۳۲	افگندہ دوست		
۱۷۰	رضاء دوست		
۱۷۱	مگر انگشت		
۳۵۶	حضرت سلامت		
۳۷۹	پر کس وقت!		

صد گونہ بشارت - (قطعہ) — ۴۳۳

ش

سنبلستانی عیث — ۱۴۲

مینائی عیث — ۱۴۳

ج

در ہے آج — ۱۴۴

کرتی ہے علاج — ۱۴۴

شعلہ پر ہے آج (رباعی) — ۲۹۲

نقشہ پر ہے آج ( " ) — ۳۵۲

مسیحا کا کیا علاج — ۳۸۰

بج

آرمیدہ کھینچ — ۱۴۵

لفزش با بیج — ۱۴۶

انتظارِ ساغر کھینچ — ۳۲۹

ح

گریباں گلِ صبح — ۱۴۶

و

ہریک گردِ باد — ۱۴۷

عصا، بلند — ۱۴۷

بے مل تا چند؟ — ۱۴۸

زباں فریاد؟ — ۱۴۸

اہلِ جفا، میرے بعد — ۳۳۰

قصِ ناسید — (قطعہ) — ۴۵۱

مشکو کی ناند — ( " ) — ۴۵۴

ل

خارِ خس بہتر — ۱۳۳

روغنِ مور — ۱۴۹

آفتاب آئینے پر — ۱۸۰

گھر گھر — ۱۸۰

نگہ آبیار تر — ۱۸۱

خرمن پر — ۱۸۱

رنگِ آخر — ۱۸۲

طیبِ آخر — ۱۸۲

سُوداے بہار (قصیدہ) — ۳۰۴

درو دیوار — ۳۳۰

خاریاں پر — ۳۳۱

طاقت دیدار دیکھ کر — ۳۸۰

گھر کہے بغیر؟ — ۳۹۸

اُن میں ہیں چار (رباعی) — ۴۱۱

گماں اور — ۴۲۴

تنہا کوئی دن اور — ۴۲۵

آفتابِ آثار — (قطعہ) — ۴۵۲

محبت کا ہے دُور دور — ۴۸۹

ز

گلِ ہنوز — ۱۸۳

حوصلہ گلِ ہنوز — ۱۸۴

کوہکن! ہنوز — ۱۸۴

دخترِ ہنوز — ۱۸۵

طالبِ کارِ ہنوز — ۱۸۵

مذکورِ ہنوز — ۱۸۶

دندانِ عجز — ۱۸۷

”عمرِ خضر دراز!“ — ۳۳۲

شکست کی آواز — ۳۳۲

درِ خزینہ دراز؟ (مثنوی) — ۴۵۶

مجھے ایمان عزیز — ۴۷۷

س

تارِ نفس — ۱۸۷

افسوسِ دیس — ۱۸۸

کفِ افسوس — ۱۸۸

دیوار کے پاس — ۳۵۷

ستارہ بارِ برس — (قطعہ) — ۴۸۵

ش

چنار آتش — ۱۸۹

مداؤ آتش — ۱۹۰

ط

راہِ غلط — ۱۳۳

ظ

ہوا ہے جی محفوظ (قطعہ) — ۴۵۰

ع

آغوشِ وداع — ۱۹۱

زندگانیِ شمع — ۱۹۱

غ

بہارِ داغ — ۱۹۲

دیوارِ باغ — ۱۹۲

ف

ہزارِ حیف — ۱۹۳

- المخیز یک طرف ۱۹۳  
گزر جاتا صاف (رباعی) ۲۹۱  
ک  
کاروان اشک ۱۳۳  
ہوتا نمک ۳۳۳  
سر ہوتے تک ۳۳۲  
ذوالفقار ایک (قطعہ) ۳۷۷  
گ  
دل بے مدقاند مانگ ۱۹۴  
ل  
پیدا ہے کمال ۱۹۵  
چشم غزال ۱۹۵  
سراپا شکستہ دل ۱۹۴  
مادر زاد گُل ۱۹۷  
بالبدین صدر رنگ دل ۱۹۸  
ساغر شش حال (رباعی) ۲۹۰  
خون آرزو یعنی دل ( ) ۲۹۱  
سختوارن کامل ( ) ۳۵۲  
خندہ ہائے گل ۳۵۸

- اسی طور کا حال (رباعی) ۳۸۳  
شہنشاہ پہ وال ( ) ۳۸۸  
بے شبہ و عدیل (قطعہ) ۳۹۵  
م  
مدعا معلوم ۱۹۸  
دیدار میں ہم ۱۹۹  
آب و ہوا گرم ۱۹۹  
خطِ پیمانہ ہم ۲۰۰  
رہ و عمر بس تمام ۲۰۱  
آتش خانہ ہم ۳۳۲  
بیکسی کی شرم ۳۸۱  
جلالی و جمالی با ہم (رباعی) ۳۸۸  
کر رہا ہے سلام (قصیدہ) ۴۱۳  
لطیف کلام (قطعہ) ۴۷۷  
ہفت اقلیم (مثنوی) ۴۸۲  
سلام (قصیدہ) ۴۹۱  
رشکِ گلستانِ ارم (قطعہ) ۴۹۴  
ن  
تاب نہیں ۱۰۵  
کیا کہوں ۱۳۲

- صبا جاتا ہوں ۱۳۷  
قب کمروں ۲۰۲  
خیابان ارم دیکھتے ہیں ۲۰۲  
آہیں ۲۰۳  
خانناں نہیں ۲۰۴  
کفن کی منکریں ۲۰۵  
صیادیاں ۲۰۵  
یکطرف جلتا ہوں میں ۲۰۶  
یار رکھتے ہیں ۲۰۶  
اوقات وہ رکھتے ہیں ۲۰۷  
ناسور سنتے ہیں ۲۰۸  
آستانے میں ۲۰۸  
دشمن میں ۲۰۹  
پریدہ ہوں ۲۱۰  
دمیدہ ہوں ۲۱۰  
زنجیریں ۲۱۱  
رسوائی نہیں ۲۱۲  
نقشِ پانہیں ۲۱۲  
ترہنیں ۲۱۳  
مدہوشاں ۲۱۴  
کار اور دن ۲۱۴  
افشر دکان ۲۱۵  
فہمیدن ۲۱۸  
خارجین ۲۱۷  
عالم میں (رباعی) ۲۹۲  
بتا کر یوں ۲۹۴  
ماہ و سال کہاں ۲۹۴  
خود ہیں (قصیدہ) ۳۱۲  
جدا باندھتے ہیں ۳۲۵  
نامہ نیرنگ نکالوں ۳۳۷  
رنگ نکالوں ۳۳۷  
نمایاں ہیں ۳۳۷  
عذر سستی ایک دن ۳۳۸  
کہوں یا نہ کہوں ۳۵۸  
زنجیر نہیں ۳۵۹  
شجر بید نہیں ۳۷۴  
تار بھی نہیں ۳۷۴  
جگر میں خاک نہیں ۳۷۵  
دامن میں نہیں ۳۷۷  
دور نہیں ۳۷۷  
شکوہ بیدار نہیں ۳۷۷  
پھر آج بھی نہ سکوں ۳۸۱  
نامہ بر کو دیکھتے ہیں ۳۸۱  
طانگوں کے سوا ہیں ۳۹۰

- ۳۹۰۔ بُرا کہتے ہیں  
۳۹۱۔ مُراد امتحان نہیں  
۳۹۱۔ عذاب میں  
۳۹۲۔ باب میں  
۴۰۷۔ دستِ گاہِ سخن۔ (قطعہ)  
۴۰۹۔ نوحہ کر کو میں  
۴۱۰۔ پتھر نہیں ہوں میں  
۴۱۱۔ کیا کہتے ہیں۔ (رباعی)  
۴۱۱۔ نوائی کس میں۔ (دہرہ)  
۴۲۵۔ تکرار کیا کریں  
۴۲۶۔ پنہاں ہو گئیں  
۴۳۷۔ ستائے کیوں  
۴۵۱۔ کہاں سے لاؤں۔ (قطعہ)  
۴۵۴۔ بہم آشنا نہیں۔ (قطعہ)  
۴۵۸۔ روزِ جزا زیاد نہیں  
۴۶۰۔ اسے غار نہیں۔ (قطعہ)  
۴۷۸۔ رمضان۔ (رباعی)  
۴۸۳۔ ماہِ فروردیں۔ (قصیدہ)  
۴۸۷۔ آم کھائیں۔ (قطعہ)  
۴۸۸۔ درہنیں ہوں میں  
۴۹۰۔ دیدہ ہوں  
پہ

و

- ۱۳۶۔ زلیخا مجھ کو  
۱۳۶۔ سادہ ہو  
۲۱۶۔ نفس کو  
۲۱۷۔ اختر ہو  
۲۱۸۔ وضو نہ ہو  
۲۱۸۔ نظارہ سے واسو  
۲۱۹۔ صبا گم ہو  
۲۲۰۔ دستِ سبزو  
۲۹۵۔ عداوت ہی کیوں نہ ہو  
۳۳۸۔ جابجا گرو  
۳۷۲۔ قدم ہے ہم کو  
۳۸۱۔ تاثیر سے نہ ہو  
۳۸۱۔ ہم زبان کوئی نہ ہو  
۳۸۶۔ لگن کے پانو  
۳۹۹۔ گناہ ہو  
۴۳۸۔ گفتگو تو کیونکر ہو  
۴۳۹۔ گلشن کو  
۴۴۵۔ سوا کہیں اس کو (سلام)  
۴۴۹۔ زیاں کیوں ہو  
۴۵۹۔ کشت کو

- ۲۴۳۔ رواں ہو۔ (مرثیہ)  
۳۸۲۔ مقابلِ باز نہ ہو۔ (رباعی)  
۵  
۲۲۱۔ از خود ریدہ  
۲۲۱۔ آئینہ خانہ  
۲۲۲۔ عدمِ باندہ  
۲۲۲۔ گردانہ  
۲۲۳۔ وزویدہ  
۲۲۳۔ مقابل ہے آئینہ  
۲۲۴۔ بے ساحل نہ پوچھ  
۲۲۴۔ بیباں نہ پوچھ  
۲۹۱۔ شرمسار اندیشہ۔ (رباعی)  
۳۲۹۔ بلا سمجھ  
۳۲۹۔ خوابِ با سمجھ  
۴۱۱۔ یکتا بالکندہ۔ (رباعی)  
۴۷۲۔ برون والا جاہ۔ (قصیدہ)  
۴۸۰۔ سو ہزار گرو۔ (دہرہ)  
۴۸۹۔ جانِ دقن، تیکہ  
۱۳۲۔ سرِ شستہ آزادگی (دشوی)  
۲۲۶۔ شمشیرِ فولادی
- ۲۲۶۔ ہر ایک چینِ پیشانی  
۲۲۹۔ فروزاں کی  
۲۲۹۔ لذتِ زندگانی کی  
۲۳۰۔ صبحِ محشر کی  
۲۳۲۔ خوابِ ہو گئی  
۲۴۵۔ عربانی  
۲۴۶۔ گلو سوزی  
۲۵۰۔ ہوئی خامی تری  
۲۵۱۔ حیرتِ نماشانی  
۲۷۱۔ مرگانِ تماشانی  
۲۸۳۔ چکیدگی  
۲۸۶۔ جہاں خالی  
۲۸۷۔ اشارت کی  
۲۹۱۔ دیدہ سہی۔ (رباعی)  
۲۹۸۔ شہرت ہی سہی  
۳۰۳۔ قسمت میں عدو کی  
۳۱۶۔ اصفہانی۔ (قصیدہ)  
۳۴۱۔ یاد آنے کی  
۳۴۲۔ سرِ لگوں، وہ بھی  
۳۴۵۔ اسامی  
۳۴۷۔ غنقا کرے کوئی  
۳۴۷۔ واکرے کوئی

ی

- ۳۴۸ ————— بے زبانی  
 ۳۴۹ ————— تو یہ بھی نہ سہی  
 ۳۴۹ ————— قیامت ڈھیل کی  
 ۳۴۴ ————— زبانی میری  
 ۳۸۲ ————— کرکھی  
 ۳۸۹ ————— روغنی روٹی (قطعہ)  
 ۴۰۰ ————— نظر نہیں آتی  
 ۴۰۵ ————— دوا کرے کوئی  
 ۴۱۱ ————— رافضی اور دہری (رباعی)  
 ۴۱۲ ————— ظہور کی  
 ۴۳۳ ————— دیگر آدھی روگئی (مخمس)  
 ۴۵۹ ————— تماشا  
 ۴۶۰ ————— رکیزار کی  
 ۴۷۰ ————— دیتی (قطعہ)  
 ۴۷۱ ————— گلا ہے تو سہی  
 ۴۷۵ ————— پائی (قطعہ)  
 ۴۷۵ ————— پائی ( )  
 ۴۷۶ ————— پائی ( )  
 ۴۸۷ ————— سوا اور سہی  
 ۴۸۹ ————— نام کی (قطعہ)

ک

- ۱۰۳ ————— بیاباں سے (قطعہ)  
 ۱۲۶ ————— چین زعفران مجھے  
 ۱۳۷ ————— سیما ہے  
 ۱۳۷ ————— سحر جلے  
 ۱۳۷ ————— جی جانے ہے  
 ۱۳۸ ————— آستیاں پھر جائے  
 ۱۳۸ ————— سر بازار آتا ہے  
 ۱۳۸ ————— قیامت ہے  
 ۲۲۵ ————— پنچیر ہے  
 ۲۲۷ ————— دندان نما مجھے  
 ۲۲۸ ————— ناز ہے مجھے  
 ۲۳۱ ————— رکاب ہے  
 ۲۳۲ ————— مشکل ہے  
 ۲۳۲ ————— تدبیر بہتر ہے  
 ۲۳۳ ————— خاشاک باقی ہے  
 ۲۳۴ ————— سر نہ سہکتی ہے  
 ۲۳۵ ————— ندامت ہے  
 ۲۳۵ ————— چین پیشانی مجھے  
 ۲۳۶ ————— آئینہ زانو مجھے  
 ۲۴۷ ————— زیر لب مجھے

- ۲۳۷ ————— نعل وازوں ہے مجھے  
 ۲۳۸ ————— وام ہے  
 ۲۳۸ ————— چاک ہے  
 ۲۳۹ ————— آواز ہے  
 ۲۴۰ ————— بیمار ہے  
 ۲۴۱ ————— کیا ہو جائیے  
 ۲۴۱ ————— مژہ برہم زدنی ہے  
 ۲۴۲ ————— وہاں ساختنی ہے  
 ۲۴۳ ————— رمیدن منع ہے  
 ۲۴۳ ————— آتش زبانی مفت ہے  
 ۲۴۴ ————— عمل کنش لیلیٰ ہے  
 ۲۴۴ ————— آغوش کشائی ہے  
 ۲۴۵ ————— دعویٰ پس نشی ہے  
 ۲۴۷ ————— اور نہ تو جانے  
 ۲۴۷ ————— دامن چیدنی جانے  
 ۲۴۸ ————— آئینہ موزوں ہے  
 ۲۴۹ ————— آئینہ انجام ہے  
 ۲۴۹ ————— سر شک سر نصیر ادا ہے  
 ۲۵۰ ————— افشانی امید ہے  
 ۲۵۱ ————— سخت ناک خیر ہے  
 ۲۵۲ ————— پیرائے بیاں تجھ سے  
 ۲۵۲ ————— سبزے میں چھپایا ہے مجھے  
 ۲۵۳ ————— آنکھ دکھاتا ہے مجھے  
 ۲۵۴ ————— خم شمشیر آوے  
 ۲۵۵ ————— رخصت انداز روانی مانگے  
 ۳۴۶ ————— بیاباں مجھ سے  
 ۲۵۷ ————— شوخی مژگاں مجھ سے  
 ۲۵۷ ————— یک کف افسوس تماشا ہے  
 ۲۵۸ ————— خون گرم دہقان ہے  
 ۲۵۹ ————— چشمک طوفاں زدہ ہے  
 ۲۵۹ ————— بہ تاراج پہناں ہے  
 ۲۶۰ ————— خجالت بیجا نہ کھینچے  
 ۲۶۱ ————— دل بخلوت جانا نہ کھینچے  
 ۲۶۱ ————— تجھ سا کہیں جسے  
 ۲۶۲ ————— مزار ہے  
 ۲۶۳ ————— خوابناک ہے  
 ۲۶۳ ————— اختراع جلوہ ہے  
 ۲۶۴ ————— دل میں صدائے خندہ ہے  
 ۲۶۴ ————— بہار لغتہ ہے  
 ۲۶۵ ————— چراغ کشتہ ہے  
 ۲۶۶ ————— بار بستر ہے  
 ۲۶۷ ————— دشمن نہ ہو جاوے  
 ۲۶۷ ————— مصراہ ہو جائے  
 ۲۶۸ ————— شیر قالی ہے



- ۲۸۵ ————— آہو ہے  
 ۲۸۵ ————— ماہی ہے  
 ۲۸۶ ————— بادہ آتا ہے  
 ۲۸۷ ————— شب کاٹے  
 ۲۸۸ ————— وہ گز رہے  
 ۲۸۸ ————— چاہ ہے  
 ۲۸۹ ————— کوبہ ہے  
 ۲۹۰ ————— چراغ ہے  
 ۲۹۲ ————— نشینی ہے مجھے (رباعی)  
 ۲۹۲ ————— لڑنے کے لیے - (دو)  
 ۲۹۶ ————— توڑے  
 ۲۹۷ ————— آسمان ہے  
 ۲۹۷ ————— غفلت شعاری ہا ہے ہا ہے!  
 ۲۹۹ ————— کیا چاہیے  
 ۳۰۰ ————— کاری ہے  
 ۳۰۱ ————— چراغاں کیے ہوئے  
 ۳۰۲ ————— کم ہوئے  
 ۳۰۴ ————— پاک ہو گئے  
 ۳۲۰ ————— جنبان اٹھائیے  
 ۳۲۰ ————— طلبوں سے  
 ۳۲۳ ————— آس ہے  
 ۳۲۳ ————— محال ہے
- ۲۴۸ ————— چاہ ہے  
 ۲۴۹ ————— زہر درقی ہے  
 ۲۷۰ ————— کبک دوری ہے  
 ۲۷۰ ————— خبر آوے!  
 ۲۷۲ ————— لبریز آئیں ہے  
 ۲۷۳ ————— خوالی کرے  
 ۲۷۳ ————— مینا کرے  
 ۲۷۴ ————— گریبان کرے  
 ۲۷۵ ————— زنداں ہے  
 ۲۷۵ ————— طوفاں ہے  
 ۲۷۶ ————— بد زنداں ہے  
 ۲۷۷ ————— مینا ہے  
 ۲۷۷ ————— پیدا ہے  
 ۲۷۸ ————— تقاضا ہے  
 ۲۷۹ ————— دستِ دایہ ہے  
 ۲۷۹ ————— سنبلی کے تلے  
 ۲۸۰ ————— آلودہ ہے  
 ۲۸۱ ————— ہلالِ مہِ محرم ہے  
 ۲۸۱ ————— شبنمستان ہے  
 ۲۸۲ ————— نگاریں ہے  
 ۲۸۳ ————— پروانہ چاہیے  
 ۲۸۴ ————— وار کے

- ۳۲۴ ————— آفتاب ہے  
 ۳۲۶ ————— میری بھی خالی ہے  
 ۳۲۸ ————— انتظار نہیں ہے  
 ۳۵۰ ————— حاصلی سے  
 ۳۵۰ ————— آشنا ہے  
 ۳۵۱ ————— صد ہوا ہے  
 ۳۵۱ ————— تنہا کوزِ بخیر ہے  
 ۳۶۰ ————— دیکھا جائے ہے  
 ۳۶۱ ————— قبلہ حاجات چاہیے  
 ۳۶۲ ————— بریلیاں نے مجھے  
 ۳۶۲ ————— گر آجائے ہے مجھ سے  
 ۳۶۳ ————— خواب تو دے  
 ۳۶۵ ————— قدم آگے  
 ۳۶۶ ————— نے نہیں ہے  
 ۳۶۷ ————— میری عریانی مجھے  
 ۳۷۳ ————— خبرش ہے  
 ۳۷۵ ————— قاتل میں ہے  
 ۳۷۸ ————— اچھا کہیے - (قطعہ)  
 ۳۷۹ ————— مارا کہ ہا ہے! ہا ہے! (قطعہ)  
 ۳۸۲ ————— تعمیر سو ہے  
 ۳۸۲ ————— بدلنے نہیں دیتے  
 ۳۸۳ ————— دیوار میں آدے
- ۳۸۶ ————— رسا رکھتے تھے  
 ۳۸۷ ————— رہتے تھے (قطعہ)  
 ۳۸۷ ————— ہمارا نہیں کرتے  
 ۳۸۷ ————— تنہا نہیں کرتے  
 ۳۸۸ ————— کوئی تہلکے مجھے  
 ۳۸۸ ————— آسماں کے لیے  
 ۳۹۹ ————— مگر ملے  
 ۴۰۰ ————— ٹھانی اور ہے  
 ۴۰۱ ————— دوا کیا ہے  
 ۴۰۲ ————— نرشدِ جمال اچھا ہے  
 ۴۰۳ ————— گلا ہوتا ہے  
 ۴۰۴ ————— گفتگو کیا ہے  
 ۴۰۶ ————— ہوا کیے  
 ۴۰۶ ————— پیے ہوتے  
 ۴۱۳ ————— دوا آئے  
 ۴۲۲ ————— طبیعت نہیں مجھے (قطعہ)  
 ۴۲۷ ————— آزمائش ہے  
 ۴۲۸ ————— گلفام بہت ہے  
 ۴۲۹ ————— سنائے نہ بنے  
 ۴۳۰ ————— دوا کرے (رباعی)  
 ۴۴۰ ————— نامہ بر ہے کیا کہیے  
 ۴۴۱ ————— تو کیا کہیے

- ۴۴۲ — تماشا مرے آگے  
 ۴۴۳ — دم نکلے  
 ۴۴۵ — پیغام کے  
 ۴۵۱ — رکھا کرے — (قطعہ)  
 ۴۶۰ — کام کرنے والے ( " )  
 ۴۵۴ — کس بات سے ہے ( " )  
 ۴۵۵ — بن ہوئے — ( " )  
 ۴۵۵ — طالب ہے (قطعہ)  
 ۴۶۰ — شہر و لائے (رباعی)  
 ۴۷۸ — بے جا تم نے — (رباعی)  
 ۴۸۶ — دل آئے  
 ۴۸۸ — ہمسایہ خدا ہے  
 ۴۹۰ — غم کیا ہے  
 ۴۹۵ — الشہری الشہ ہے

اشعار

## اشاپے

نوٹ :- اشخاص، کتب و رسائل، مقامات وغیرہ سے متعلق ذیل کے اشاریوں  
(ا) کو صرف ضروری نشاندہی تک محدود رکھا گیا ہے۔  
ب) کی ترتیب بلحاظ حروف اتہجی بیشتر پہلے ہی حروف تک محدود ہے۔  
ج) میں کسی ہندسے کے نیچے لکیر سے یہ مراد ہے کہ اس صفحہ پر وہ نام ایک سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔

اشخاص	اشخاص
آزادہ مفتی محمد صدیق الدین : ۱۹، ۱۲۵، آرام منشی شیون رائے : ۳۳، ۳۴، ۵۹، ۹۹، ۴۷۴ آتش : ۵۷، ۱۱۳	۱ آزاد محمد حسین : ۱۷، ۲۰، ۳۸۸، ۳۹، ۲۹۵





اشخاص	اشخاص
۱۳۸، ۱۳۷	۴۵۷، ۴۵۴، ۴۳۲
ذوق شیخ محمد ابراہیم: ۱۱۹، ۱۱۷، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳	خاتم: ۱۰۱
۳۸۸، ۳۸۳	خواجہ غلام حسین خاں: ۱۰۱
ذوالفقار: ۳۰۸، ۳۷۷	خواجہ حاجی: ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰
	خسرو: ۳۸۷، ۳۷۷، ۳۵۱، ۳۳۰
	۴۱۴، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴
	۴۵۴، ۴۵۳
رضا کالی داس گپتا: ۱۰، ۹، ۲، ۱	خیل: ۳۹۵
۵۰، ۱۲، ۱۱	خضر سلطان: ۴۰۲
رشید حسن خاں: ۱۱	خانی اکبر: ۴۰۲
راشدن: ۳۸	
روٹی (مولانا عی روم): ۳۹، ۳۸	
راشد حیدر آبادی عبدالرزاق: ۵۶	
۵۷، ۵۸، ۵۹	
رشی قاضی غایت حسین: ۶۱، ۶۲، ۶۳	دیپتی: ۴۷۰، ۴۷۱
راجہ رام موہن رائے: ۱۱۰	دُلڈل: ۳۰۹، ۳۱۲، ۳۱۶
رنجیت سنگھ مہاراجہ: ۱۱۲	درد: ۳۷۷
رحیم میرٹھی مرزا رحیم بیگ: ۱۲۲	دارغ: ۳۸۸، ۴۳۳
رضوان: ۳۲۸، ۳۹۷	دارا: ۴۱۸
رسول: ۳۷۷، ۳۷۸، ۴۱۱، ۴۹۱	داراب: ۴۰۰
رستم: ۴۱۶	
رہام: ۴۱۶	

ذکاؤب چند: ۵۰، ۴۹، ۱۰۳، ۱۳۱

اشخاص	اشخاص
سید احمد دہلوی: ۴۷، ۴۳، ۴۲	ریاض سندیلوی ریاض الدین احمد: ۴۷
سکندر جہاں بیگم: ۴۸	رابٹ سنگھری دسر: ۴۸۲، ۴۹۱
سرور چوہدری عبدالغفور: ۷۳، ۷۵	
سید عبداللطیف (ڈاکٹر): ۸۰	
سید محمد خان بہادر: ۸۴، ۸۳	
سید ابو محمد (خان بہادر): ۸۴	
سید محمد خاں: ۵۸	
سر سید احمد خاں: ۸۵	
سید عبدالغفور: ۸۷	
سراج الدین احمد (مولوی): ۱۰۹، ۱۵۱	
سراج الدین بہادر شاہ ظفر: ۱۱۲	
سید سعادت علی: ۱۲۱	
سید محمد نجف علی ججری: ۱۲۲	
سنت پرشاد منشی: ۱۲۴	
سلطان جی: ۱۲۷	
سکندر: ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵	
۴۵۴، ۴۳۲	
ساقی کوثر: ۲۱۴، ۲۴۲، ۳۰۷	
سلیمان: ۲۸۵، ۲۸۹، ۳۱۲، ۳۷۸	
۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴	
ستم: ۴۱۶	

زادہ سہارنپوری: ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹،

اشخاص	اشخاص
سجری: ۴۲۰	صاحب عالم ماری روی شاه سید عالم: ۷۵
سید غلام بابا: ۴۷۵	صہبائی امام بخش: ۱۱۸
سیل چند منشی: ۴۸۳	صفا: ۲۵۹
سعدی (شیخ): ۴۹۵	
<b>ش</b>	
شمس الرحمن فاروقی: ۱۱	
شیک - نظام: ۱۱	
شیرانی: ۳۰، ۲۵، ۱۹، ۱۸، ۱۳	
۴۷، ۴۳	
شفیقہ نواب مصطفیٰ خاں: ۴۸، ۲۲، ۲۳	
۳۹۰، ۱۲۶، ۱۱۰، ۶۶	
شوکت: ۲۵	
شیداجہ محمد خواجہ: ۵۵، ۵۴، ۵۳	
شمرود بیگم: ۷۱	
شمس الدین احمد خاں مرزا (نواب):	
۱۲۸، ۱۱۰، ۱۰۸، ۱۰۷، ۶۸	
شادان حسین علی خاں: ۱۲، ۱۱، ۱۷	
شفیق نواب انوار الدولہ بہادر: ۷۳	
شاه سید عالم: ۷۵	
شاه عالم: ۷۵	

اشخاص	اشخاص
ظفر باب خاں: ۷۷	
ظہوری: ۴۰۸، ۳۷۱، ۳۵۹	
<b>ع</b>	
عشری مولانا امتیاز علی خاں: ۱۳، ۱۰	
۴۰، ۳۸، ۳۱، ۳۰، ۲۶، ۱۲	
۷۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۲، ۵۱	
۸۵، ۸۴، ۷۸، ۷۷، ۷۵، ۷۲	
۹۳، ۹۲، ۹۱، ۸۹، ۸۸، ۸۷	
۳۸۶، ۳۸۵، ۳۸۴، ۳۸۳، ۳۸۲، ۳۷۹	
۳۹۵، ۳۹۴، ۳۹۳، ۳۹۲، ۳۹۱	
۴۲۵، ۴۲۴، ۴۲۳، ۴۲۲، ۴۲۱	
۴۸۶، ۴۸۵، ۴۸۴، ۴۸۳، ۴۸۲	
عالی حبیب الدین: ۱۱	
عارف مرزا زین العابدین خاں: ۲۱	
۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲	
۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳	
عبد القادر رام پوری (مولوی): ۲۲	
۲۴، ۲۳	
علائی نواب علاء الدین احمد خاں: ۷۵	
۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲	

ض

ضیاء الدین خاں (مولوی): ۱۲۳

ط

طپاں مرزا احمد بیگ خاں: ۳۷، ۳۶، ۳۵

طالب خواجہ طالب حسین: ۴۰۸، ۹۹

طیش: ۷۷

طالب نواب سعید الدین احمد خاں: ۴۸۹

ظ

ظفر بہادر شاہ: ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱

۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵

۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸

۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱

۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲

۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳

۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴











اشخاص	شہر - ممالک
یوسف علی بیگ خاں (مرزا) : ۱۱۸، ۳۶۷، ۱۲۱، ۱۲۰	اودھ : ۲۲۵
یوسف خاں : ۱۱۱	ب
یاسد اللہ الغالب (مہر) : ۲۴۵، ۱۱۴	بہمنی : ۱۸۰، ۱۳، ۲، ۱
یعقوب : ۳۳۹، ۳۳۱، ۳۰۷، ۲۲۰	بھوپال : ۱۰، ۱۳، ۲۳، ۳۰، ۵۵
۲۲۶	۵۶
یزید : ۳۴۶	بدالیوں : ۱۳، ۱۴، ۳۰، ۶۱، ۷۱، ۷۲، ۸۰
شہر - ممالک	بھرت پور : ۱۰۷
الف	بریلی : ۱۲۳
اجمیر : ۲۳	باندہ : ۱۰
آگرہ : ۲۸، ۳۳، ۳۷، ۳۳	پ
۹۹، ۵۹، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴	پنجاب : ۱۷، ۲۸، ۳۱، ۳۲
۱۱۸، ۱۲۱، ۲۰۷	پاکستان : ۳۸، ۲۶
اورنگ آباد : ۳۹، ۳۳	پٹنہ : ۵۰، ۴۴
اکبر آباد : ۳۹، ۳۳، ۱۴	پاٹودی : ۶۴
الور : ۴۴، ۱۰۲، ۱۰۷، ۸۰	پانی پت : ۱۱۶
الہ آباد : ۱۰۰	ط
انگلستان : ۱۱۰، ۷۷	ٹونک : ۶۱
آرہ : ۱۲۴، ۱۲۵	

شہر - ممالک	شہر - ممالک
۱۰۵، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷	ج
۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶	جبل پور : ۲۳
۱۷۹، ۲۷۳، ۲۹۷، ۲۹۸	جموں : ۳۶
۸۶۶	جے پور : ۱۰۱
دہلی : ۲۲، ۲۳، ۳۴، ۳۵، ۳۷	جزیرہ انڈیمیان : ۱۲۰
۵۰، ۵۵، ۷۴، ۷۶، ۸۴	ج
۸۹، ۹۱، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰	چین : ۱۳
۱۰۱، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۳	ح
۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸	حیدر آباد : ۱۸، ۵۴، ۵۷، ۷۰، ۷۱
۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۲۶	۹۱، ۸۰، ۱۱۲، ۱۱۳
۱۲۷، ۲۵۶، ۲۹۸، ۳۵۵	حصار : ۱۱۶
۳۸۸، ۴۰۷، ۴۱۱، ۴۱۲	خ
۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶	خٹن : ۱۷۷
۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰	د
۴۸۹	دلی : ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۷، ۳۳
دیسند : ۱۴، ۳۰	۳۳، ۳۸، ۴۷، ۸۴، ۱۰۴
دکن : ۶۱	راجستھان : ۱۷، ۲۳
ر	



کتاب	کتب
۱	انتخابِ غالب (۱۸۳۶ء) : ۱۴، ۳۰، ۱۲۱، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۸۳، انوارِ سبیلی : ۱۷ ارمغانِ غالب : ۴۹، ۴۳۳ انتخابِ نعتِ اشعارِ غالب : ۱۲۲، ۱۸۲ رجبیل : ۲۴۶ احوالِ غالب : ۲۸۹ اردوئے معلیٰ : ۴۳، ۱۲۶، ۲۱۲، ۲۱۴
ب	بوستان : ۱۷ باغِ مہر : ۶۳ بیاضِ عثمانی : ۶۸ برہانِ قاطع : ۷۲ بزمِ غالب : ۴۴
پ	پنجِ آہنگ : ۲۵، ۲۸، ۷۷، ۱۱۴، ۱۱۶
ت	تذکرہ کاظمی رام پور : ۲۳، ۲۴ تذکرہ عیارِ الشعراء : ۲۹، ۳۰، اور تذکرہ خوب چند دہکا : ۱۰۴، ۱۳۱، ۱۳۷، ۱۳۸ تذکرہ عمدہ منتخبہ یام : ۵، ۲۹، ۳۱ تذکرہ سرورِ یام : ۳۳، ۴۴، ۴۷ تذکرہ شعراء : ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵
ت	تذکرہ شمعِ انجمن : ۳۸ تذکرہ طبقاتِ سخن (غیر مطبوعہ) : ۵۰، ۵۹ تذکرہ ہندی : ۵۰ تذکرہ گلزارِ سخن : ۵۵ تذکرہ ماہ و سال : ۷۱ تذکرہ گلشنِ بے خار : ۱۸۲، ۱۸۴، ۳۸۶ تذکرہ سرِ اسدِ سخن : ۳۸۶، ۴۴

کتاب	کتب
د	تذکرہ گلستانِ سخن : ۴۴ تلامذہِ غالب : ۲۰ تلاشِ غالب : ۸۵، ۴۰۶ تینِ تیز : ۱۲۲، ۱۲۴ تلامذہِ غالب : ۲۰۲ تکشیفِ حکمت : ۴۴
ج	جیسہِ غالب : ۲۱ جائزہِ خطوطِ اردو : ۴۱ جلوہِ خضر : ۷۴ جلوہِ دارغ : ۳۳
ح	حسنِ خیال : ۳۲، ۳۹، ۴۰
خ	خجی نہ جاوید : ۷۷، ۷۵، ۷۶، (اول) ۳۸۹ خطوطِ غالب : ۷۸
د	دیوانِ غالب کامل (نسخہ رضا) : ۱، ۴، ۹، ۱۰، ۱۱، ۲۸، ۳۱، ۴۰، ۵۱، ۱۲۹، ۱۷۰ دیوانِ غالب (طبع اول) : ۴، ۱۴، ۲۲، (۱۸۴۱ء) ۲۷، ۳۰، ۳۲، ۷۷، ۷۹، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۷، ۸۸ ۸۸، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۱۱۳، ۳۸۵، ۳۸۸ دیوانِ غالب (دوسرا مطبوعہ ایڈیشن) : (۱۸۴۷ء) ۱۴، ۲۷، ۳۰، ۳۲، ۸۱، ۸۷، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۱۸۵، ۳۹۵ دیوانِ غالب (تیسرا مطبوعہ ایڈیشن) : (۱۸۶۱ء) ۱۴، ۲۷، ۳۰، ۳۲، ۹۴، ۹۷، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۷۰ دیوانِ غالب (چوتھا مطبوعہ ایڈیشن) : (۱۸۶۲ء) ۱۴، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۹۸، ۱۲۷، ۳۰۸، ۳۶۹

کتاب	کتاب
دیوان غالب مع شرح و تفسیر (نظامی): ۷۹، ۸۰	دیوان غالب (پانچواں مطبوعہ ایڈیشن): ۱۸۹۳ (۲۸، ۳۰، ۳۱، ۸۳، ۹۹، ۱۲۱، ۲۶۹)
دیوان غالب (قلمی): ۷۷، ۷۸، ۸۰	دیوان غالب: ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵

کتاب	کتاب
غالب از مہر : ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۸، ۴۹	رسومِ دہلی : ۲۳
غالب کے خطوط۔ اول : ۴۰	س
غالب کے خطوط۔ دوم : ۴۳	سیالاتِ عبدالکرم : ۱۲۲
غالب از عبداللطیف : ۸۰	ساطع برہان : ۱۲۲
غالب اور شاہانِ تیموریہ : ۲۵۶	سبوحین : ۱۲۴
غالب درونِ خانہ : ۳۷۷	سرورِ ریاض : ۴۴
ف	ش
فرہنگِ آندراج : ۳۸	شرحِ دیوانِ غالب : ۵۴
فرہنگِ انجمنِ اراۓِ ناصری : ۳۸	شمشیرِ تیزتر : ۱۲۶
فرہنگِ اصغیہ اول : ۶۷	ع
ق	عودِ ہندی : ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸
قادر نامہ غالب : ۳۰، ۱۱۷	غ
طبع اول ۱۸۵۶ء { ۴۳۱، ۴۳۲	غالب اور عصرِ غالب : ۲۳
طبع دوم ۱۸۶۳ء { ۴۴۰	غالب تقلید اور اجتہاد : ۲۵
قاطع برہان : ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲	غالب۔ احوال و آثار : ۳۷
۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵	
قاطع القاطع : ۱۲۳، ۱۲۵	
قرآن : ۴۷۸	







کتابخانہ - لائبریریاں - ادارے	مضامین
ک	غ
کتابخانہ گیتا رضا (غالب کلکشن) : ۱۱، ۹۹، ۸۵، ۷۵، ۵۷، ۳۰، ۱۸	غالب کے بعض غیر مطبوعہ اشعار اور لطیفے : ۷۱، غالب کے غیر متداول اشعار کا زمانہ فکر : ۳۸، ۱۳۸، ۷۷، ۸۵
۱۰۵، ۱۱۷، ۱۲۴، ۳۹۵	ک
کتابخانہ خدا بخش : ۵۴	کتابخانہ خدا بخش اور غالب : ۵۴
کتابخانہ ظفر یاب خاں : ۵۷	ل
ل	لٹری سوسائٹی روہیل کھنڈ : ۱۲۳
م	م
حکایت نک : ۵۹	قصیدہ حمیدی بہتیم بہار مغفرت : ۳۴، ۳۳
حکایت تقسیم : ۱۲۴	م
مضامین	مثنوی شاعر مہر : ۷۴ مثنوی شان نبوت ولایت : ۱۱۵ مثنوی ابرگر ہر بار : ۱۲۱
ت	ت
نبرکات غالب : ۷۴	ح
ح	حادثہ امیری اور غالب (ایک غزل کا زمانہ تصنیف) : ۶۰، ۷۰، ۷۱

مطبع، پریس، پبلیشرز	مطبع، پریس، پبلیشرز
م	الف
مطبع نظامی : ۱۴، ۲۷، ۲۸، ۳۰، ۳۲، ۵۴، ۷۹، ۸۰، ۹۸، ۱۲۰	ادارہ فروغ اردو : ۲۱ اکمل المطابع : ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ ۱۲۴، ۱۲۴
مطبع سید الاخبار : ۸۳، ۲۷	ج
مطبع دار السلام : ۱۱۳، ۹۱، ۲۷، ۱۱۳	جوں اور کشمیر کیڈمی : ۳۶
۱۱۶	س
مطبع احمدی : ۲۷، ۵۴، ۹۵، ۹۷	ساکار پبلیشرز پرائیویٹ لمیٹڈ : ۱، ۲
۱۱۸، ۱۲۱	ف
مطبع مفید خلائی : ۲۸، ۵۹، ۹۹، ۱۱۸	فخر المطابع : ۱۱۷
۱۲۱	گ
مطبع فیض محمدی : ۳۰	گیدانی الیکٹرک پریس بک ڈپو : ۳۴
مصری لال پریس : ۳۰	ل
مطبع نول کشور : ۳۸، ۵۶، ۸۱، ۱۲۰	لیتھوگرافک پریس : ۸۶
۱۲۱	
مطبع سلطانی : ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۱	
عجس پریس : ۱۲۱، ۱۲۰	
مطبع محمدی : ۱۲۲، ۱۲۳	
مطبع لٹری سوسائٹی : ۱۲۳	
مطبع مظہر العجايب : ۱۲۳	

مطبع پریس۔ پبلشرز	مقاہد جگہ وغیرہ (متفرقات)
مطبع مصطفائی : ۱۲۳	بہمن : ۴۴۰
مطبع فیض احمدی : ۱۲۳	ج
مطبع سراجی : ۱۲۴	جولی بھون : ۲
مطبع منشی سنت پرشاد : ۱۲۴، ۱۲۵	جیل خانہ : ۲۰، ۲۱
مطبع مجتبیائی : ۱۲۵	جام باغ تحفہ : ۶۱
مطبع نبوی : ۱۲۶	جمنہ : ۴۹۲
مطبع اکبری : ۴۸۹	ج
ن	چیت بازار : ۱۰۸
نزل کشور پریس : ۱۲۱، ۱۲۰، ۸۱، ۵۵	ح
نظامی پریس بدایوں : ۸۰، ۷۹	حویلی مرزا علی سوداگر : ۱۰۸
نظام : جگہ وغیرہ (متفرقات)	حجرالاسود : ۳۷۸
الف	د
Alblon (بحری جہاز) : ۱۱۰	دلہل : ۳۱۴، ۳۱۴
السیون	دوزخ : ۳۱۶
ب	دجلہ : ۴۴۸، ۴۴۹
بیت الحرم : ۳۶۱، ۳۶۲	راج دیبار : ۱۱۲
بستی نظام الدین : ۱۲۵	
پیستون : ۲۵۱	

مقام، جگہ وغیرہ (متفرقات) مقام، جگہ وغیرہ (متفرقات)

ش

شمس بازار: ۱۰۸

ط

طور: ۳۱۰، ۳۰۷، ۲۸۹، ۲۰۸، ۱۸۶

ق

قلعہ آگرہ: ۱۰۲

قاسم جانیوں کی ہڑواڑ: ۱۲۷

قلزم: ۳۹۵

ک

کعبہ: ۳۴۳، ۳۳۵، ۳۱۴، ۳۱۳، ۹۴

۳۸۶، ۳۹۶، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵

۴۱۸، ۴۴۳، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۸۷

کوثر: ۴۱۴، ۴۲۳، ۴۷۲، ۳۷۷، ۳۹۳

کلیسا: ۴۴۳

کریلا: ۴۴۶

کنناں: ۴۲۷

گ

گرو تالاب: ۱۰۸

ل

لال قلعہ: ۲۲، ۲۳، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۱۷

۱۱۸، ۱۲۳، ۴۴۰

م

محلہ حوض قاضی: ۹۱

مکتب مولوی محمد اعظم آگرہ: ۱۰۴

محلہ بی ماران: ۴۴۸

ن

نیومرین لائنز: ۲

نوروز: ۲۳۲

نیل: ۳۴۹، ۳۹۵

ہ

ہدیہ: ۴۷۱